

كشف الباري

عَمَّا فِي صَحِيحِ الْبُحَّارِيِّ

النفقات، الاطعمه، العقب، الزبل، والصينه

الاضاعي، الاشربة، المرغبي، الطب

شرح الحديث للامام محمد بن حنفية

مؤتمراً بامر من فاضل كراچی

مكتبة دار وقفية

شاه فيصل كراتي كراچی

كتاب النفقات، الاطعمه، العقية، الذبايح والصياد،

حکومت پاکستان کاپی رائٹس رجسٹریشن نمبر 19437

کشف الباری

(کتاب النفقات)

افادات

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان

ترتیب و تحقیق

ابن الحسن عباسی

1431ھ / 2010ء

جملہ حقوق بحق مکتبہ فاروقیہ کراچی پاکستان محفوظ ہیں
اس کتاب کا کوئی بھی حصہ مکتبہ فاروقیہ سے تحریری اجازت کے بغیر کہیں بھی
شائع نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس قسم کا کوئی اقدام کیا گیا تو قانونی کارروائی کا
حق محفوظ ہے۔

جميع حقوق الملكية الأدبية والفنية محفوظة

لمکتبۃ الفاروقیہ کراچی، پاکستان

و بحفظ طبع أو تصویر أو ترجمہ أو إعادة تنسيق الكتاب كاملاً أو
مجزاً أو تسجيله على أشرطة كاسيت أو إدخاله على الكمبيوتر أو
برمجته على أسطوانات صوتية إلا بموافقة الناشر خطياً.

Exclusive Rights by

Maktabah Farooqia Khi-Pak.

No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means, or stored in a data base or retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

مطبوعات مکتبہ فاروقیہ کراچی 75230 پاکستان

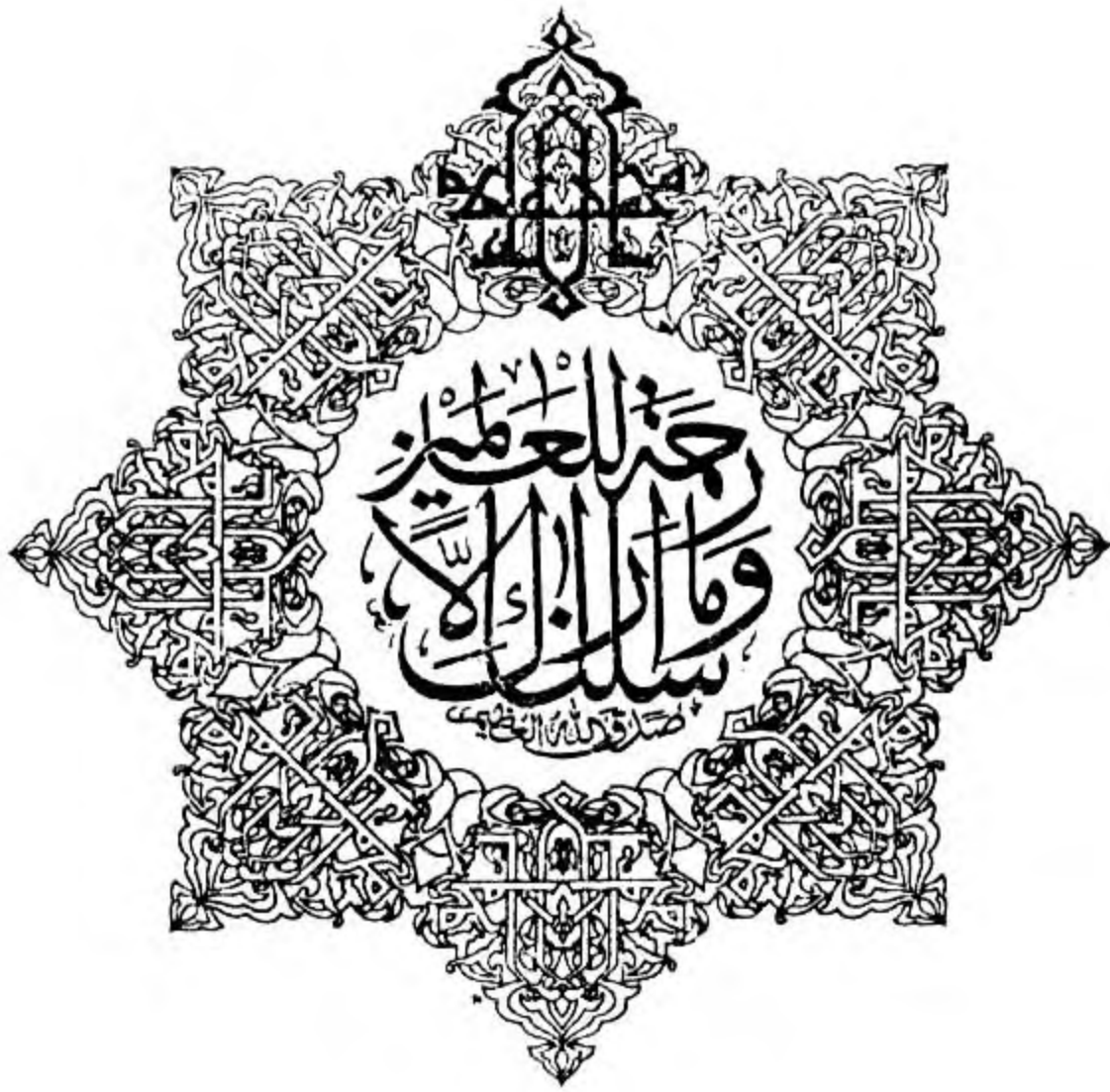
نزد جامعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی نمبر 4

کراچی 75230، پاکستان

فون: 021-4575763

m_farooqia@hotmail.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على نبيه وعلى آله وصحبه أجمعين۔

عرض مرتب

صحیح بخاری جلد ثانی سے کشف الباری کی جلد چہارم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اس کی ہر جلد کی طرف بڑھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ زندگی کا ایک نازک، مشکل اور حساس مرحلہ سامنے ہے اور جب اللہ جل شانہ محض اپنے فضل و کرم سے اس کی تکمیل کر دیتے ہیں تو دل شکر و مسرت کے جذبات سے معمور اور زبان حمد و ثناء کے زمزموں سے معمور ہو جاتی ہے۔

احادیث نبویہ علی صاحبہا السلام کا مقدس کام مخصوص آداب و شرائط کے ساتھ پاکیزگی طبع کے جس آئینہ کا تقاضا کرتا ہے، کسی کوتاہی اور دانستہ یا نادانستہ غلطی کی آنچ آنے سے اس کو بچانا بڑا مشکل ہے کہ

بلبلوں کا صبا! یہ مشہد مقدس ہے

قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں ہے

یہ جلد چہارم آٹھ کتابوں پر مشتمل ہے، کتاب النفقات، کتاب الأطعمة، کتاب العقیقة،

کتاب الذبائح والصيد، کتاب الأضاحی، کتاب الأشربة، کتاب المرضی اور کتاب الطب۔

کتاب النفقات ۱۶ ابواب، کتاب الأطعمة ۵۹، کتاب العقیقة ۴، کتاب الذبائح

والصيد ۳۸، کتاب الأضاحی ۱۶، کتاب الأشربة ۳۱ اور کتاب المرضی ۲۲ ابواب پر مشتمل

ہے، حجم بڑھ جانے کی وجہ سے کتاب الطب کے ۵۸ ابواب میں سے ۲۵ ابواب اس جلد میں شامل کیے

گئے ہیں، بقیہ ابواب ان شاء اللہ اگلی جلد میں آئیں گے، اس طرح اس جلد میں ۲۱۱ ابواب کی تشریح آگئی ہے۔

☆☆☆

تحقیق و ترتیب اور تخریج و تعلیق میں اسلوب وہی رکھا گیا جو سابقہ جلدوں میں تھا یعنی اگر امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حدیث پہلی بار ذکر فرمائی ہے تو اس حدیث کی تخریج صحاح ستہ سے کر دی جاتی ہے اور صحیح بخاری میں بھی اگر آگے مختلف مقامات پر آئی ہو تو ان مواضع کی نشان دہی کر دی جاتی ہے، اسی طرح رجال بخاری میں جس راوی کا پہلی بار ذکر آیا ہے، اس کے حالات لکھنے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

ترجمۃ الباب، امام بخاری رحمہ اللہ کی رائے اور رجحان، ائمہ اربعہ کے مسلک اور بحث طلب مسائل میں ان کے دلائل کی وضاحت مراجع و مصادر کی تفصیل کے ساتھ کی گئی ہے۔

سابقہ جلدوں کے مقابلے میں اس جلد میں حوالہ جات کا اہتمام بھی زیادہ کیا گیا ہے، اس کا کچھ اندازہ کتاب کے آخر میں مراجع و مصادر کی فہرست سے لگایا جاسکتا ہے۔

آخر میں قارئین سے حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم کی صحت اور درازی عمر کے لیے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے کہ اس ناکارہ کو اللہ جل شانہ بقیہ حصے کا کام حضرت شیخ کی نگرانی میں جلد از جلد مکمل کرانے کی توفیق عطا فرمائے اور ترتیب و تحقیق کے مراحل آسان فرمادے، آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ أجمعین

ابن اسحاق بن جبار
۱۲ شوال، ۱۴۲۲ھ

فهرست كشف البارى

كتاب النفقات، كتاب الأطعمة، كتاب العقيقة،

كتاب الذبائح والصيد، كتاب الأضاحی،

كتاب الأشربة، كتاب المرضى، كتاب الطب

کتاب ایک نظر میں

- کتاب النفقات _____ ۶۴-۲۹
- کتاب الأطعمة _____ ۱۷۲-۶۷
- کتاب العقیقة _____ ۲۰۷-۱۷۵
- کتاب الذبائح والصيد _____ ۳۱۶-۲۱۱
- کتاب الأضاحی _____ ۳۵۲-۳۲۰
- کتاب الأشربة _____ ۴۵۶-۳۵۶
- کتاب المرضی _____ ۵۲۳-۴۶۰
- کتاب الطب _____ ۵۹۱-۵۲۹

فہرست کشف الباری

کتاب النفقات، کتاب الأطعمة، کتاب العقیقة، کتاب الذبائح والصيد،
کتاب الأضاحی، کتاب الأشربة، کتاب المرضی، کتاب الطب

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۳۶	باب وجوب النفقة علی الأهل.....	۲۹	کتاب النفقات
۳۶	وجوب نفقة میں زوجین میں کس کی حالت کا اعتبار ہوگا؟.....	۳۰	نفقة کے اصطلاحی اور شرعی معنی.....
۳۷	مذہب ائمہ اور دلائل.....	۳۰	اسباب نفقة.....
۳۷	حضرات حنفیہ کے ہاں مفتی بہ قول.....	۳۰	باب فضل النفقة علی الأهل.....
۳۸	أفضل الصدقة ما ترک غنی کے معنی.....	۳۰	آیت کریمہ ویسألونک ماذا ینفقون کی تفسیر.....
۳۹	شوہر کے نادر ہونے کی صورت میں بیوی نکاح فسخ کر سکتی ہے.....	۳۰	قل العفو میں عفو کے مختلف معنی.....
۳۹	چاہیے.....	۳۱	کیا زکوٰۃ کے علاوہ مال میں حق ہے؟.....
۴۰	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....	۳۲	آیت کریمہ کا شان نزول.....
۴۰	نکاح مالدار کی کا ذریعہ بھی بنتا ہے.....	۳۲	نفقة واجبہ پر ثواب ملتا ہے.....
۴۰	باب حبس نفقة الرجل قوت سنة علی أهله.....	۳۳	ساعی کے معنی.....
۴۲	۳۴	حدیث کی ترجمہ الباب کی مناسبت.....
		۳۵	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی وصیت کا واقعہ

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۲	شوہر کی اجازت کے بغیر نفقہ لینے کا مسئلہ ..	۴۴	ایک اشکال اور اس کا جواب
۵۳	باب حفظ المرأة زوجها	۴۴	غلہ ذخیرہ کرنے کی مدت کتنی ہونی چاہیے ..
۵۴	باب كسوة المرأة بالمعروف	۴۵	حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت
۵۴	نفقہ میں کسوہ اور لباس بھی داخل ہے		باب قول الله تعالى ﴿والوالدت
۵۵	باب عون المرأة زوجها	۴۶	یرضعن اولادهن
۵۵	بیوی بچوں کی تربیت میں شوہر کی مدد کرے ..	۴۷-۴۶	آیت کریمہ کی تشریح
۵۵	باب نفقة المعسر علی أهله	۴۷	باب نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها ..
۵۶	حدیث سے ترجمہ الباب کا ثبوت		شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں نفقہ
۵۶	تنگدست والدین اور اولاد کا نفقہ	۴۷	کہاں سے دیا جائے گا
۵۷	کیا ماں پر بچوں کا نفقہ واجب ہے؟	۴۸	سند میں یحییٰ سے کون مراد ہیں
۵۸	باب و علی الوارث مثل ذلك	۴۹	باب عمل المرأة فی بیت زوجها
۵۸	آیت کریمہ میں وارث سے کیا مراد ہے	۴۹	عورت کے ذمہ کام کاج کا مسئلہ
	اس سلسلے میں مفسرین کے پانچ قول اور ان	۴۹	مذہب ائمہ اور دلائل
۵۹	کی تشریح	۵۰	ألا أدلکما علی خیر مما سألتما کا مطلب
۶۰	ترجمہ الباب کا مقصد	۵۱	باب خادم المرأة
۶۱	حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت	۵۱	شوہر بیوی کے لیے کب خادم رکھے
۶۲	حافظ ابن حجر کے نزدیک امام بخاری کا مقصد	۵۱	باب خدمة الرجل فی أهله
۶۲	باب قول النبی ﷺ "من ترک کلا"	۵۲	گھریلو امور میں گھر والوں کا ہاتھ بٹانا چاہیے ..
۶۳	باب المراضع من الموالیات		باب إذا لم ینفق الرجل، فللمرأة أن تأخذ
۶۳	موالیات سے کیا مراد ہیں؟	۵۱	بغیر علمہ

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۷۸	برتن میں ہاتھ گھمانے کا حکم.....	۶۴	باب کی کتاب سے مناسبت.....
۷۹	حضور اکرم ﷺ کو کدو پسند تھا.....	کتاب الأطعمة	
۷۹	باب التیمن فی الأکل وغیرہ.....	۶۷	طعام کے معنی
۷۹	اکل بالیمن اور تیمن فی الأکل میں فرق	۶۷	جمع بنانے کے متعلق ایک نحوی قاعدہ.....
۸۰	باب من أکل حتی شبع.....	اہل بیت نے تین دن مسلسل آسودہ ہو کر	
۸۱	خوب شکم سیر ہو کر کھانا جائز ہے.....	۶۸	کھانا نہیں کھایا.....
۸۲	کس قدر کھایا جائے.....	۶۸	قلت طعام صحت کا ضمان.....
۸۵	بھوک کی حد.....	۶۹	فدخل داره وفتحها علی کے معنی.....
۸۵	شکم سیری کے مراتب.....	۷۰	حضرت ابو ہریرہؓ کی بھوک کا واقعہ.....
۸۶	باب لیس علی الاعمی حرج.....	۷۱	آیات اور احادیث میں مناسبت.....
۸۷	اکٹھا ہو کر کھانا باعث برکت ہے.....	۷۱	باب التسمیة علی الطعام.....
۸۸	باب الخبز المرقق.....	۷۲	کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم.....
۸۸	احادیث باب کی شرح.....	۷۳	دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم.....
۸۹	سفرہ کے معنی.....	۷۵	عمرو بن ابی سلمہ
۹۰	شاة مسموط کے معنی.....	۷۶	حدیث سے مستنبط چند آداب.....
	حضور نے چھوٹی طشتریوں میں کھانا نہیں	۷۶	باب الأکل مما یلیہ.....
	کھایا.....	۷۷	اپنے آگے سے کھانے کا حکم.....
۹۲	اینہا کے معنی.....	۷۷	حضرت عکراش کا واقعہ.....
۹۴	باب السویق.....	۷۸	باب من تتبع حوالی القصعة.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۱۰۸	باب السلق و الشعیر.....	۹۴	باب ما كان النبي ﷺ لا يأكل حتى يسمي
۱۰۹	باب النهس و انتشال اللحم.....	۹۴	حضور ﷺ کو جب تک معلوم نہ ہو تا اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاتے.....
۱۰۹	ترجمہ الباب کا مقصد.....	۹۴	ترجمہ الباب کا مقصد.....
۱۱۰	باب تعرق العضد.....	۹۴	ترجمہ الباب کا مقصد.....
۱۱۱	باب قطع اللحم بالسكين.....	۹۶	گوہ و کفتار کھانے کا حکم.....
۱۱۲	چھری کانٹے سے کھانے کا حکم.....	۹۷	باب طعام الواحد يكفي الاثنين.....
۱۱۲	باب ماعاب النبي ﷺ طعاماً.....	۹۸	ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہونے کا مطلب.....
۱۱۳	باب النفخ في الشعير.....	۹۸	باب المؤمن يأكل في معي واحد.....
۱۱۳	باب ما كان النبي وأصحابه يأكلون.....	۹۸	مؤمن کا ایک آنت اور کافر کا سات
۱۱۴	عہد نبوی کی غذا کا بیان.....	۹۹	آنتوں میں کھانے کا مطلب.....
۱۱۷	باب التلبينة.....	۱۰۲	مکرر ترجمہ الباب سے متعلق ایک تنبیہ.....
۱۱۷	عام حالات میں دعوت قبول کرنے سے انکار کیا جاسکتا ہے.....	۱۰۲	باب الأكل متكثراً.....
۱۱۸	تلبینہ سے کیا مراد ہے.....	۱۰۳	ٹیک لگا کر کھانے کا حکم.....
۱۱۸	باب الثريد.....	۱۰۴	کھانے کے لیے بیٹھنے کی مستحب صورتیں..
۱۱۹	باب شاة مسموطة و الكتف و الجنب..	۱۰۵	علی بن أقمر.....
۱۲۰	باب ما كان السلف يدخرون في بيوتهم	۱۰۶	باب الشواء.....
۱۲۱-۱۲۲	احادیث باب کی تشریح.....	۱۰۶	باب الخزيرة.....
۱۲۲	باب الحيس.....	۱۰۷	خزیرہ کا مطلب.....
		۱۰۸	باب الأقط.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۱۳۸	باب من ناول أو قدم إلى صاحبه.....	۱۲۳	باب الأكل في إناء مفضض.....
۱۳۸	باب الرطب بالقثاء.....	۱۲۴	حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت.....
۱۳۹	باب بلا ترجمہ.....	۱۲۵	چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے کا حکم
۱۳۹	ترجمہ الباب کا مقصد.....	۱۲۵	باب ذکر الطعام.....
۱۳۹	تعارض روایات اور اس کا حل.....	۱۲۶	عمدہ کھانوں کا ذکر حصر میں داخل نہیں...
۱۴۰	باب الرطب و التمر.....	۱۲۷	باب الأدم.....
۱۴۲	حضرت جابرؓ کے قرض کا واقعہ.....	۱۲۷	سب سے بہترین سالن گوشت کا ہے.....
۱۴۳	ابراہیم بن عبدالرحمن	۱۲۸	باب الحلواء و العسل.....
۱۴۴	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۱۲۹	حضور اکرم ﷺ کو کونسا حلوہ پسند تھا.....
۱۴۵	فجلیست فحلا عامما کے مطالب.....	۱۳۰	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۱۴۷	باب أكل الجمار.....	۱۳۱	باب الدباء.....
۱۴۷	باب العجوة.....	۱۳۱	لوکی کی فضیلت کے متعلق ایک حدیث.....
۱۴۸	جمعه بن عبدالله	۱۳۱	باب الرجل يتكلف الطعام لإخوانه.....
۱۴۸	باب القران في التمر.....	۱۳۲	حدیث سے ترجمہ الباب کا ثبوت.....
۱۴۸	دودو کھجور ملا کر کھانے کا حکم.....	۱۳۳	طفیلی کا حکم.....
۱۵۱	باب القثاء.....	۱۳۵	دستر خوان پر پڑی اشیاء منتقل کرنے کا حکم..
۱۵۲	باب بركة النخل.....	۱۳۶	باب من أضاف رجلا إلى طعام.....
۱۵۲	باب جمع اللونين.....	۱۳۶	باب المرق.....
۱۵۲	ترجمہ الباب کا مقصد.....	۱۳۷	باب القديد.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۱۶۹	باب إذا حضر العشاء.....	۱۵۳	باب من أدخل الضيفان عشرة عشرة...
۱۷۱	نماز مقدم ہے یا کھانا.....	۱۵۴	حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی دعوت....
۱۷۲	باب قول اللہ تعالیٰ "فإذا طعمتم فانتشروا"	۱۵۵	باب ما یکرہ من الثوم والبقول.....
	کتاب العقیقہ	۱۵۵	لہسن کا حکم.....
۱۷۵	عقیقہ کے لغوی اور اصطلاحی معنی.....	۱۵۶	باب الکبث.....
۱۷۶	عقیقہ کا حکم.....	۱۵۷	باب المضمضة بعد الطعام.....
۱۷۶	حنفیہ کا مسلک.....	۱۵۷	باب لَعَقُ الْأَصَابِعِ.....
۱۷۷	امام محمدؐ کے ذکر کردہ دلائل.....	۱۵۸	کتنی انگلیوں سے کھایا جائے.....
۱۸۲	تعارض روایات اور اس کا حل.....	۱۵۹	انگلیاں چاٹنے کی مصلحتیں.....
۱۸۴	عقیقہ کی کراہت کا قول مرجوح ہے.....	۱۶۱	کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا چاہیے
۱۸۶	حنفیہ کا قول مختار.....	۱۶۱	باب المندیل.....
	عقیقہ کی مشروعیت پر دلالت کرنے والی چند	۱۶۴	کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنے کا حکم.....
۱۸۶	احادیث.....	۱۶۴	باب ما یقول إذا فرغ من طعامه.....
۱۸۹	باب تسمية المولود غداة یولد.....	۱۶۵	کھانا کھانے کے بعد کی چند مستنون دعائیں.
۱۹۰	تحنیک کے معنی.....	۱۶۵	باب الأكل مع الخادم.....
۱۹۰	بچے کا نام کب رکھا جائے.....	۱۶۶	باب الطاعم الشاکر مثل الصائم الصابر.
۱۹۲	حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی پیدائش کا واقعہ..		باب الرجل يدعی إلی طعام ، فيقول:
۱۹۴	باب إمطة الأذی عن الصبی.....	۱۶۷	وهذا معی.....
۱۹۴	حضرت ام سلیمؓ کے بچے کی وفات کا واقعہ...	۱۶۸	حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۲۰۷	فرع اور عمیرہ کا حکم.....	۱۹۶	حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت.....
	کتاب الذبائح والصيد	۱۹۶	رباب بنت صلیع
۲۱۱	باب التسمیة علی الصيد.....	۱۹۷	مع الغلام عقیقہ.....
	ترجمہ الباب میں ذکر کردہ آیات کریمہ کی	۱۹۷	کیا لڑکی کا عقیقہ کیا جائے گا؟.....
۲۱۲	تفسیر.....	۱۹۸	عقیقہ میں کتنی بکریاں ذبح کی جائیں.....
۲۱۵	معراض کے معنی.....	۱۹۸	أمیطوا عنه الأذی کی تشریح.....
۲۱۶	کتے کے شکار کے جواز کی شرطیں.....		کیا حضرت حسن بصری کا سماع حضرت سمرہ
۲۱۷	کلب معلّم (سدھایا ہوا) کب ہوگا.....	۱۹۹	سے ثابت ہے؟.....
۲۱۷	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....	۲۰۰	مرتنہن بعقیقته کے معنی.....
۲۱۹	ذبیحہ اور شکار کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم.....	۲۰۱	یذبح عنه یوم السابع.....
۲۱۹	مذہب ائمہ.....	۲۰۲	عقیقہ ولادت کے کتنے دن بعد کیا جائے.....
۲۱۹	دلائل جمہور.....	۲۰۳	ویسمی ویدمی کی تشریح.....
۲۲۰	امام شافعی کا استدلال.....	۲۰۴	تدمیہ کے نسخ پر دلالت کرنے والی احادیث.....
۲۲۴	باب صید المعراض.....		عقیقہ میں ذبح کی جانے والی بکری کے متعلق
۲۲۳	باب ما أصاب المعراض بعرضه.....	۲۰۵	ایک فائدہ.....
۲۲۳	ترجمہ الباب کا مقصد.....	۲۰۵	عقیقہ کی مشروعیت کی مصلحتیں.....
۲۲۴	باب صید القوس.....	۲۰۶	باب الفرع.....
۲۲۴	تیرے شکار کرنے کی شرطیں.....	۲۰۶	باب العتیرہ.....
۲۲۶	شکار کے ہلکڑے ہو جانے کا حکم.....	۲۰۶	فرع اور عمیرہ کے معنی.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۲۲۳	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۲۲۷	حضرت ابو ثعلبہ نخعی کی روایت.....
۲۲۴	باب قول اللہ تعالیٰ: احل لکم صید البحر	۲۲۸	کفار کے برتنوں کو استعمال کرنے کا حکم....
۲۲۸	مینڈک کھانے کا حکم.....	۲۲۹	باب الخذف و البندقة.....
۲۵۰	سمندری جانوروں کا حکم.....	۲۳۰	غلیل سے شکار کا حکم.....
۲۵۱	ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات...	۲۳۰	بندوق کی گولی سے شکار کا حکم.....
۲۵۷	دلائل احناف.....	۲۳۱	انگلی سے کنکریاں پھینکنا مکروہ ہے.....
۲۵۲	سمک طافی کا مسئلہ.....	۲۳۳	باب من اقتسی کلبا لس بکلب صید.....
۲۵۵	جمہور کا استدلال.....	۲۳۳	بلا ضرورت کتابا لنادرست نہیں.....
۲۵۵	امام اعظم کی دلیل.....	۲۳۷	باب إذا أكل الكلب.....
۲۵۵	جھینگے کا حکم.....		سورۃ مائدہ کی آیت کریمہ سے پانچ شرطوں
۲۵۶	باب أكل الحراد.....	۲۳۵	کا استنباط.....
۲۵۶	ٹڈی کا حکم.....	۲۳۷	باب الصيد إذا غاب عنه يومين.....
۲۵۷	ابو یعفر.....	۲۳۷	تین دن کے بعد شکار ملنے کا حکم.....
	حضور اکرم ﷺ ٹڈی کھانا پسند نہیں	۲۳۹	باب إذا وجد مع الصيد کلبا آخر.....
۲۵۸	کرتے تھے.....	۲۳۹	باب ما جاء في التصيد.....
۲۵۹	باب آنية المجوس.....	۲۴۰	شکار کرنے کا حکم اور اس کی شرعی حیثیت..
۲۵۹	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت.....	۲۴۱	من سكن البادية جفا کے معنی.....
۲۶۰	باب التسمية على الذبيحة.....	۲۴۲	باب التصيد على الجبال.....
	آیت کریمہ ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكَرْ﴾	۲۴۳	لغات حدیث کی تشریح.....
۲۶۱	اسم اللہ کا شان نزول.....		

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۲۷۶	باب ماند من البھائم.....	۲۶۲	اونٹ بھاگنے کا واقعہ.....
۲۷۸	باب النحر و الذبح.....	۲۶۳	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۲۷۸	نحر کے معنی.....	۲۶۵	لیس السن و الظفر کی ترکیب.....
۲۷۹	ذبح والے جانور کو نحر کرنے کا حکم.....	۲۶۵	دانت اور ناسن سے ذبح کرنے کا حکم.....
۲۸۰	ذبح کے لیے کتنی رگیں کا ثنا ضروری ہے.....	۲۶۶	باب ما ذبح علی النصب و الأصنام.....
۲۸۱	مذہب ائمہ.....	۲۶۷	زید بن عمرو بن نفیل
۲۸۲	باب ما یکرہ من المثلث و المصبورة.....	۲۶۷	باب قول النبی ﷺ: فلیذبح علی اسم اللہ
۲۸۵	مصبورہ اور مجسمہ کے معنی.....	۲۶۸	ترجمۃ الباب کا فائدہ و مقصد.....
۲۸۵	جانور کو باندھ کر نشانہ بازی کرنا ممنوع ہے..	۲۶۸	باب ما أنهر الدم من القصب.....
۲۸۷	باب لحم الدجاج.....	۲۶۹	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت.....
۲۸۹	حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا واقعہ.....	۲۷۰	باب ذبیحة المرأة و الأمة.....
۲۸۹	زہد بن مضرب	۲۷۰	عورت کا ذبیحہ جائز ہے.....
۲۹۱	باب لحوم الخیل.....	۲۷۱	باب لایذکی بالسن.....
۲۹۱	گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم.....	۲۷۲	باب ذبیحة الأعراب.....
۲۹۲	باب لحوم الحمر الإنسیة.....	۲۷۲	دیہاتیوں کا ذبیحہ جائز ہے.....
۲۹۳	گدھے کے گوشت کا حکم.....	۲۷۳	باب ذبائح أهل الكتاب.....
۲۹۶	درندوں کے گوشت کا حکم.....	۲۷۴	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۲۹۷	ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں.....	۲۷۴	اہل کتاب کے ذبیحہ کی شرطیں.....
۲۹۸	ضبع (بجو) کا حکم.....	۲۷۵	اہل کتاب سے کون مراد ہیں؟.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۳۱۴	باب إذا ند بعیر لقوم.....	۲۹۹	باب جلو دالمیة.....
۳۱۵	باب أكل المضطر.....	۲۹۹	جانور کی کھال سے انتفاع کا حکم.....
۳۱۶	مضطر کون شخص ہے.....	۳۰۰	مذہب اور ان کے دلائل.....
۳۱۶	حرام چیز کو بطور دو استعمال کرنے کی شرطیں	۳۰۱	سند پر ایک اعتراض اور اس کا جواب.....
کتاب الأضاحی		خطاب بن عثمان، محمد بن حمیر، ثابت بن عجلان.....	
۳۲۰	باب سنة الأضحية.....	۳۰۲	باب المسك.....
۳۲۰	لفظ أضحية میں چار لغت.....	۳۰۳	مشک کے استعمال کا حکم.....
۳۲۱	قربانی واجب ہے یا سنت؟.....	۳۰۳	باب الأرنب.....
۳۲۱	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....	۳۰۴	خرگوش کا حکم.....
۳۲۳	دلائل وجوب.....	۳۰۵	باب الضب.....
۳۲۴	باب قسمة الأضاحی بین الناس.....	۳۰۶	باب إذا وقعت الفارة فی السمن.....
۳۲۵	ترجمتہ الباب کا مقصد.....	۳۰۷	گھی وغیرہ کے اندر نجاست گر جانے کا مسئلہ.....
۳۲۵	باب الأضحية للمسافر والنساء.....	۳۰۸	امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک.....
۳۲۶	مسافر کے لئے قربانی کا حکم.....	۳۰۹	جس گھی میں نجاست گر جائے اس سے انتفاع کا حکم.....
۳۲۶	عورتوں کی قربانی کا حکم.....	۳۱۱	باب الوسم والعلم فی الصورة.....
۳۲۶	حدیث اور ترجمتہ الباب میں مناسبت.....	۳۱۱	چہرہ داغنا حرام ہے.....
۳۲۷	باب ما یشتہی من اللحم یوم النحر.....	۳۱۳	باب إذا أصاب قوم غنیمہ.....
۳۲۷	ترجمتہ الباب کا مقصد.....		
۳۲۷	إن هذا یوم اللحم فیہ مکروہ کی تشریح..		

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۳۲۴	باب وضع القدم علی صفح الذبیحة...	۳۲۹	باب من قال: الأضحیٰ یوم النحر.....
۳۲۴	باب التکبیر عند الذبح.....	۳۲۹	ایام قربانی.....
۳۲۵	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۳۳۰	مذہب ائمہ اور ان کے دلائل.....
۳۲۵	باب إذا بعث بهدیہ لیذبح.....	۳۳۱	باب الأضحیٰ والمنحر بالمصلی.....
۳۲۶	باب ما یوکل من لحوم الأضاحی.....	۳۳۲	باب فی أضحیۃ النبی ﷺ بکبشین أقرنین
۳۲۶	قربانی کا گوشت کب تک کھا سکتے ہیں.....	۳۳۲	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
	گوشت کا ذخیرہ کرنا کون سے تین دنوں میں	۳۳۳	کس چیز کی قربانی افضل ہے؟.....
	ممنوع تھا.....	۳۳۵	باب قول النبی ﷺ لأبی بردة: ضح بالجدع
۳۲۹	تعارض روایات اور اس کا حل.....	۳۳۵	معز، ضان، جذع اور ثنی کے معنی.....
۳۵۰	حضرت علیؑ کے ایک قول کی توجیہات.....	۳۳۷	حریث بن عمرو أسدی.....
۳۵۲		۳۳۹	باب من ذبح الأضاحی بیدہ.....
	کتاب الأشربة	۳۳۹	اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا افضل ہے.....
	آیت کریمہ إنما الخمر والمیسر کاشان	۳۳۹	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۳۵۲	نزول.....	۳۴۰	باب من ذبح ضحیۃ غیرہ.....
۳۵۷	شراب کی حرمت تدریجاً نازل ہوئی.....	۳۴۱	باب الذبح بعد الصلاة.....
۳۵۸	شراب کی حرمت کب نازل ہوئی.....	۳۴۲	باب من ذبح قبل الصلاة، أعاد.....
۳۶۰	حرمہا فی الآخرة کے دو مطلب.....	۳۴۳	قربانی کا وقت.....
۳۶۱	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۳۴۳	مذہب ائمہ.....
	حضور ﷺ کی خدمت میں معراج کے	۳۴۴	ہی خیر نسیکتہ کے معنی.....
۳۶۲	موقع پر کتنے پیالے پیش کیے گئے تھے.....		

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
	ولینزلن أقوام إلى جنب علم یروح علیہم	۳۶۴	اشربہ کی قسمیں اور مذاہب ائمہ.....
۳۸۶	بسارحة کے معنی.....	۳۶۶	امام اعظم کے دلائل.....
۳۸۸	حدیث شریف کا مطلب.....	۳۶۷	جمہور کے دلائل.....
۳۹۰	ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت.....	۳۶۸	دلائل جمہور کا جواب.....
۳۹۱	باب الانتیاذ فی الأوعیة والتور.....	۳۷۰	تراجم بخاری کا مقصد.....
۳۹۲	باب ترخیص النبی ﷺ فی الأوعیة.....	۳۷۱	باب الخمر من العنب.....
۳۹۴	مخصوص برتنوں میں نمید بنانے کا مسئلہ.....		باب نزل تحريم الخمر وهي من البسر
۳۹۵	خفیہ کا مسلک.....	۳۷۲	التمر.....
۳۹۷	ابوعیاض.....	۳۷۵	یوسف ابو معشر برا.....
۴۰۰	باب نقیع التمر مالہ یسکر.....	۳۷۶	باب الخمر من العسل.....
۴۰۰	باب الباذق.....	۳۷۸	باب ماجاء فی أن الخمر ماخامر العقل.
	سبق محمد الباذق، فما أسکر فهو حرام		تین باتیں جن کے تفصیلی احکام کی حضرت
۴۰۲	کے معنی.....	۳۷۹	مرنے تمنا کی.....
۴۰۳	باب من رأى أن لا یخلط البسر.....	۳۸۱	باب ماجاء فیمن یتحل الخمر.....
۴۰۳	خلیطین کا مسئلہ.....		حدیث باب پر علامہ ابن حزم کا اعتراض اور
۴۰۴	امام اعظم کے دلائل.....	۳۸۲	س کا جواب.....
۴۰۷	باب شرب اللبن.....	۳۸۳	علامہ ابن صلاح رحمہ اللہ کی ذکر کردہ وجوہ..
۴۰۹	برتن ڈھانکنے کا حکم.....		امام بخاری کی صنیع کے متعلق حافظ ابن حجر
۴۱۱	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۳۸۴	ذکر کردہ وجوہ.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۹	آب زمزم پینے کا طریقہ اور آداب.....	۴۱۴	حضرت ابو طلحہؓ کے باغ کا واقعہ.....
۱۰	حافظ ابن حجر کا ایک واقعہ.....	۴۱۵	باب شرب اللبن بالماء.....
۱۱	باب من شرب وهو واقف علی بعیرہ...	۴۱۵	باب استعذاب الماء.....
۱۲	باب الأيمن فالأيمن.....	۴۱۵	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۱۳	الأيمن فالأيمن کی نحوی ترکیب.....	۴۱۵	حضور ﷺ کا ٹھنڈا پانی طلب کرنے کا ایک واقعہ.....
۱۴	باب هل يستأذن الرجل من عن يمينه...	۴۱۷
۱۵	ایک تعارض اور اس کا حل.....	۴۱۹	حدیث سے مستنبط چند آداب.....
۱۶	باب الكرع فی الحوض.....	۴۲۰	باب شراب الحلوی والعسل.....
۱۷	حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت.....	۴۲۰	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۱۸	باب خدمة الصغار الكبار.....	۴۲۰	امام زہری رحمہ اللہ کے ایک قول کی تشریح.....
۱۹	باب تغطية الإناء.....	۴۲۱
۲۰	سر شام بچوں کو باہر نکلنے سے ممانعت کا حکم	۴۲۲	إن الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم
۲۱	باب اختناث الأسقية.....	۴۲۲	ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۲۲	منہ لگا کر مشکیزے سے منع کرنے کی حکمتیں	۴۲۳	حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسبت.
۲۳	دو حدیثوں کے درمیان تعارض اور اس کا جواب.....	۴۲۴	باب الشرب قائما.....
۲۴	۴۲۵	کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم.....
۲۵	باب الشرب من فم السقاء.....	۴۲۵	ممانعت والی روایات.....
۲۶	باب النهی عن التنفس فی الإناء.....	۴۲۶	جواز والی روایات.....
۲۷	برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے.....	۴۲۷	حل تعارض.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۴۶۲	مصائب کے متعلق ایک فائدہ.....	۴۴۳	باب الشرب بنفسین.....
۴۶۳	مصیبت کے معنی.....	۴۴۴	پانی پیتے وقت سانس لینے کا مستحب طریقہ..
۴۶۴	مصائب کفارات ہیں.....	۴۴۵	پانی پینے کے آداب.....
۴۶۵	زہیر بن محمد.....	۴۴۶	باب الشرب فی آنیۃ الذهب.....
۴۶۷	ہم، حزن اور غم کے معنی.....	۴۴۷	عبداللہ بن عبدالرحمن.....
۴۶۹	مثل المؤمن کمثل الحمامۃ کے معنی.....	۴۴۸	باب الشرب فی الأقداح.....
۴۷۱	من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ کے معنی..	۴۴۸	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۷۲	باب شدۃ المرض.....	۴۵۰	باب الشرب من قدح النبی ﷺ.....
۴۷۳	احادیث باب کی تشریح.....	۴۵۰	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۷۴	ایک اشکال اور اس کا جواب.....	۴۵۳	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت.....
۴۷۶	باب: أشد الناس بلاء: الأنبياء.....	۴۵۵	چاندی کا کڑا استعمال کرنے کا حکم.....
۴۷۷	حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت.....	۴۵۵	باب شرب البرکۃ والماء المبارک.....
۴۷۷	باب وجوب عیادۃ المریض.....	۴۵۶	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۴۷۸	عیادت مریض کا حکم.....		
۴۷۸	عیادت کرنے کا وقت.....		
۴۷۹	آداب عیادت.....		
۴۸۱	باب عیادۃ المغمی علیہ.....		
۴۸۲	باب فضل من یصرع من الريح.....		
	کیا جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے		
۴۸۳	ہیں؟.....	۴۶۱	تفسیر.....

کتاب المرضی

کتاب المرضی کی کتاب الاثر بہ سے

مناسبت.....

باب ماجاء فی کفارة المریض.....

آیت کریمہ ﴿من یعمل سوء یجز بہ﴾ کی

تفسیر.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۰۰	باب ما یقال للمریض، و ما یحییب.....		عہد نبوی میں کس عورت پر مرگی کے
۵۰۰	ترجمۃ الباب کا مقصد.....	۴۸۴	دورے پڑتے تھے.....
۵۰۲	باب عیادۃ المریض را کبا و ماشیا.....	۴۸۵	حدیث سے مستنبط چند باتیں.....
۵۰۴	باب ما رخص للمریض أن یقول: إنی وجع	۴۸۶	باب فضل من ذهب بصرہ.....
۵۰۵	مریض تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے.....	۴۸۷	اشعث بن جابر.....
۵۰۷	حدیث باب کی تشریح.....	۴۸۸	ابوظلال ہلال بن ابی ہلال.....
۵۰۸	حدیث سے مستنبط چند باتیں.....	۴۸۹	باب عیادۃ النساء والرجال.....
۵۰۹	باب قول المریض: قوموا عنی.....	۴۸۹	عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے.....
۵۱۰	باب من ذهب بالصبی المریض.....	۴۹۲	باب عیادۃ الصبیان.....
۵۱۰	باب نہی تمنی المریض الموت.....		حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں
۵۱۱	موت کی تمنا کرنا.....	۴۹۳	سے آنسوؤں کا بہنا.....
۵۱۳	حضرت خبابؓ کے کچھ دردناک حالات.....	۴۹۴	باب عیادۃ الأعراب.....
	إن أصحابنا الذین سلفوا، ولم تنقصہم	۴۹۵	لابأس طہور کے معنی.....
۵۱۴	الدنیا کے معنی.....	۴۹۵	حدیث شریف سے مستنبط چند آداب.....
	کیا آدمی کا عمل اس کو جنت میں داخل کر سکتا	۴۹۶	باب عیادۃ المشرك.....
۵۱۶	ہے؟.....	۴۹۶	کافر کی عیادت کا مسئلہ.....
۵۱۶	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۴۹۷	باب إذا عاد مریضا.....
۵۱۸	لا یتمنین أحدکم الموت.....	۴۹۸	باب وضع الید علی المریض.....
۵۱۹	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۴۹۸	مریض پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۳۶	باب هل یداوی الرجل المرأة.....	۵۲۰	باب کی دوروائیوں کو ساتھ ذکر کرنے میں نکتہ.....
۵۳۷	مرد و عورت کے ایک دوسرے کے علاج کرنے کا مسئلہ.....	۵۲۱	باب دعاء العائد للمریض.....
۵۳۷	باب الشفاء فی ثلاث.....	۵۲۳	مریض کے لیے شفا کی دعا کرنے سے متعلق ایک اشکال اور اس کا جواب.....
۵۳۸	حسین بن زیاد یا حسین بن یحییٰ.....	۵۲۳	باب وضوء العائد للمریض.....
۵۳۸	احمد بن منیع.....	۵۲۴	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۵۳۹	مروان بن شجاع.....	۵۲۵	باب من دعا برفع الوبا.....
۵۴۰	تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب.....	۵۲۵	ترجمۃ الباب کا مقصد.....
۵۴۰	داغنے کا حکم.....		
۵۴۱	مختلف روایات میں تطبیق کی وجوہ.....		
۵۴۲	قمی سے کون مراد ہیں.....	۵۲۹	طب کے لغوی اور اصطلاحی معنی.....
۵۴۳	باب الدواء بالعسل.....	۵۳۰	طب کی قسمیں.....
۵۴۴	کیا شہد میں ہر بیماری کی شفا ہے.....	۵۳۱	طب جسمانی کا مدار.....
۵۴۵	شہد کے منافع.....	۵۳۲	حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج کی قسمیں.....
۵۴۹	ایک اشکال اور اس کے جوابات.....	۵۳۴	باب ما أنزل اللہ داء إلا أنزل له شفاء...
۵۵۰	باب الدواء بالبان الإبل.....	۵۳۵	ذکر کردہ احادیث سے مستنبط چند باتیں.....
۵۵۲	تداوی بالمحرمات کا مسئلہ.....	۵۳۵	اسباب کے تین درجے.....
۵۵۲	مذہب ائمہ اور دلائل.....	۵۳۵	بیماری کا علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں...

کتاب الطب

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۷۲	باب الحجم من الشقیقة.....	۵۵۴	باب الحبة السوداء.....
۵۷۳	باب الحلق من الأذی.....	۵۵۴	کلونجی کے فوائد.....
۵۷۳	باب کی کتاب الطب سے مناسبت.....	۵۵۵	رجال سند کی وضاحت.....
۵۷۴	باب من اکتوی أو کوی غیرہ.....	۵۵۷	باب التلبینة للمریض.....
۵۷۶	لارقیة إلامن عین أو حمة.....	۵۵۸	باب السعوط.....
	هم الذین لا یسترقون، لا یطیرون،	۵۵۹	باب السعوط بالقسط.....
۵۷۷	لا یکتوون کے معنی.....	۵۶۰	عود ہندی سے کیا مراد ہے.....
۵۷۸	باب الإثمد و الکحل.....	۵۶۱	عود ہندی کے فوائد.....
۵۷۹	باب الجذام.....	۵۶۲	دوا اشکال اور ان کے جوابات.....
۵۸۰	عدوی کے معنی.....		کلونجی میں سات شفاؤں کے ہونے کا
۵۸۰	طیرہ کے معنی.....	۵۶۳	مطلب.....
۵۸۰	ہامة کے معنی.....	۵۶۵	باب ای ساعة یحتجم.....
۵۸۱	صفر کے معنی.....	۵۶۵	ترجمة الباب کا مقصد.....
۵۸۱	مسئلہ تعدیہ امراض.....	۵۶۵	سینگی کس دن اور کس تاریخ کو لگانی چاہیے..
۵۸۳	حل تعارض کی توجیہات.....	۵۶۸	باب الحجم فی السفر و الإحرام.....
۵۸۵	باب المن شفاء للعین.....	۵۶۹	باب الحمامة من النداء.....
۵۸۶	باب اللدود.....	۵۶۹	حضور اکرم ﷺ کو چھنے لگانے والے صحابی.
۵۸۸	باب بلا ترجمہ.....	۵۷۱	باب الحمامة علی الرأس.....
۵۸۸	ما قبل باب کے ساتھ مناسبت.....	۵۷۱	احتجم للحنی جمل کے معنی.....

صفحہ	مضامین / عنوانات	صفحہ	مضامین / عنوانات
۵۹۰	صدق اللہ و کذب بطن أخیک کے معنی.	۵۸۹	باب العذرة.....
۵۹۱	باب: لأصفر، وهو داء يأخذ البطن.....	۵۹۰	باب دواء المبطون.....



ایک وضاحت

اس تقریر میں ہم نے صحیح بخاری کا جو نسخہ متن کے طور پر اختیار کیا ہے۔ اُس پر ڈاکٹر مصطفیٰ دیب البغانے تحقیقی کام کیا ہے۔ ڈاکٹر مصطفیٰ دیب نے احادیث پر نمبر لگانے کے ساتھ ساتھ احادیث کے مواضع متکررہ کی نشاندہی کا بھی التزام کیا ہے۔ اگر کوئی حدیث بعد میں آنے والی ہے تو حدیث کے آخر میں نمبرات سے اُس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اس نمبر پر یہ حدیث آرہی ہے اور اگر حدیث گزری ہے تو نمبر سے پہلے (ر) لگا دیتے ہیں۔ یعنی اس نمبر کی طرف رجوع کیا جائے

٧٢ - كتاب النفقات

کتاب النفقات (الأحادیث: ۵۰۳۶-۵۰۵۷)

کتاب النفقات پچیس مرفوع احادیث پر مشتمل ہے، ان میں تین احادیث معلق ہیں، کتاب النفقات کی اکثر احادیث صحیح بخاری میں پہلے گذر چکی ہیں، صرف تین احادیث اس میں امام بخاری نے پہلی بار ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے ایک حدیث متفق علیہ ہے، کتاب النفقات میں صحابہ اور تابعین کے تین آثار امام نے ذکر فرمائے ہیں، مذکورہ احادیث اور آثار کے لیے امام بخاری نے کتاب النفقات میں ۱۱۶ ابواب قائم کیے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷۲ - کتاب النفقات

نفقہ کے اصطلاحی اور شرعی معنی

نفقہ لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جسے آدمی اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے (۱) یہ یا تو ”نفوق“ سے مشتق ہے جس کے معنی ہلاکت کے آتے ہیں، کہتے ہیں نفقت الدابة ”نفوقاً: جانور ہلاک ہو گیا، بطور نفقہ خرچ کرنے والی چیز بھی چونکہ ختم ہو جاتی ہے، اس لیے اسے ”نفقہ“ کہتے ہیں اور یا یہ ”نفاق“ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رانج ہونے کے ہیں، کہتے ہیں، نفقت السلعة۔ نفاقاً: سامان چلنے لگا، رانج ہو گیا، بک گیا (۲)۔

ہدایہ کی مشہور شرح ”عناية“ میں ہے کہ ”نفقة“ اسم ہے اور انفاق (خرچ کرنے) کے معنی میں ہے، نفقہ سے مراد کسی چیز کے لیے ایسے اسباب مہیا کرنا ہے جن کے ذریعہ وہ چیز قائم رہ سکے (۳) اور خرچ کر کے ہی یہ اسباب مہیا کئے جاسکتے ہیں۔

وفی الاصطلاح عبارة عما وجب لزوجة أو قریب أو مملوك من الطعام واللباس والسكنی (۴)۔

شریعت کی اصطلاح میں نفقہ کا اطلاق بیوی اور اہل و عیال کے لیے انسان کے ذمہ لازم طعام، لباس اور رہائش پر ہوتا ہے جب کہ عرفاً اس کا اطلاق صرف طعام پر ہوتا ہے (۵)۔

(۱) الدرالمختار: ج: ۲، ص: ۶۹۹

(۲) ردالمحتار: ج: ۲، ص: ۶۹۹، وفتح القدير: ۳/۱۹۳، وارشاد الساری: ۱۲/۱۲۱

(۳) العناية على هامش فتح القدير: ۳/۱۹۲

(۴) تنوير الأبصار: ۲/۶۹۹۔ وارشاد الساری: ۱۲/۱۲۱

(۵) الدرالمختار: ۲/۶۹۹

اسباب نفقہ

نفقہ کے اسباب تین ہیں، اول: زوجیت، دوم: قرابت، سوم: ملک (۶) اسی طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی منفعت کی وجہ سے محبوس ہے تو اس کا نفقہ بھی حابس پر ہوگا (۷)

۱ - باب : فَضْلُ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ» / البقرة : ۲۱۹ .

وَقَالَ الْحَسَنُ : الْعَفْوَ : الْفَضْلُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق ترجمۃ الباب میں آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے

﴿وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ یعنی لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں؟ آپ فرما

دیتے ہیں ”عفو“..... اس آیت کریمہ میں عفو کے دو معنی بیان کیے گئے ہیں:

① آیت کریمہ میں عفو سے صدقہ مفروضہ مراد ہے، صدقہ مفروضہ مراد لینے کی صورت میں

پھر مفسرین کے تین اقوال ہیں:

پہلا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زکوٰۃ ہے، یہاں اجمالاً ذکر ہے اور احادیث میں پھر اس کی

تفصیلات ذکر کر دی گئی ہیں، اس قول کے مطابق یہ آیت منسوخ نہیں ہے (۸)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو زکوٰۃ کے وجوب کا حکم نازل ہونے سے پہلے

مسلمانوں پر واجب تھا، امام کلبی کی ایک روایت میں ہے کہ اس آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد سونا

چاندی اور مال مویشی رکھنے والے لوگ اپنے پاس سال بھر کا خرچ اندازے سے رکھ لیتے تھے اور باقی مال

صدقہ کر دیتے تھے، یہاں تک کہ زکوٰۃ کی آیت نازل ہوئی تو اس سے مذکورہ آیت منسوخ ہو گئی (۹)۔

(۶) فتح القادیر: ۳/ ۱۹۳، تنویر الأبصار: ۲/ ۲۹۹

(۷) فتح القادیر: ۳/ ۱۹۳

(۸) تفسیر کبیر لایمام الرازی: ۶/ ۵۲

(۹) الجامع لأحكام القرآن للمقرطبی: ۳/ ۶۱-۶۲

تیسرا قول یہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ بھی آدمی کے مال میں کچھ حق واجب ہوتا ہے، وہ مراد ہے، جمہور علماء کے نزدیک اگرچہ زکوٰۃ کے بعد آدمی کے مال میں مزید کوئی حق واجب نہیں، لیکن بعض حضرات کے نزدیک زکوٰۃ کے علاوہ بھی مال میں حق واجب ہے جس کی مقدار متعین نہیں، بلکہ آدمی کی اپنی رائے پر منحصر ہے، چنانچہ علامہ بنوری رحمہ اللہ ”معارف السنن“ میں لکھتے ہیں:

”وبعض السلف یری أن فی المال حقا سوی الزکاة، ولکنہ غیر منضبط،

مفوض الی رأی المبتلی بہ، وهو المختار“ (۱۰)۔

یہ حضرات سنن ترمذی میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ آپؐ

نے فرمایا کہ ”إن فی المال حقا سوی الزکاة“۔

لیکن جمہور علماء فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مضطرب الممتن ہے، چنانچہ ابن ماجہ نے یہی روایت ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے ”لیس فی المال حق سوی الزکاة“ امام ترمذی نے بھی اس حدیث کی تضعیف کی ہے (☆۱۰)۔

② آیت کریمہ میں ”عفو“ کے دوسرے معنی صدقہ نافلہ کے کیے گئے ہیں، یعنی آیت میں عفو

سے نفلی صدقہ مراد ہے، اس صورت میں عفو کی مختلف تعبیرات کی گئی ہیں:

بعضوں نے کہا عفو سے وہ مال مراد ہے جو بنیادی ضروریات اور اخراجات سے بچ جائے (۱۱)۔

بعض نے فرمایا اس سے وہ مال مراد ہے جس کے خرچ کرنے سے آدمی نہ تنگدست ہو اور نہ اسے

پریشان ہو کر در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں (۱۲)۔

لیکن مقصد ان سب تعبیرات کا ایک ہی ہے یعنی ما فضل من العیال: وہ مال جو آدمی کے اپنے

(۱۰) معارف السنن، کتاب الزکاة: ۵/۱۶۳

(☆۱۰) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الزکاة، باب ماجاء أن فی المال حقا سوی الزکاة، رقم الحدیث ۶۶۰، و

سنن ابن ماجہ، کتاب الزکاة، باب ما أدی زکاتہ لیس بکنز، رقم الحدیث: ۱۷۸۹۔ چنانچہ محدثین مضطرب

الممتن کی مثال میں اس حدیث کو پیش کرتے ہیں، دیکھیے، لقط الدرر بشرح متن نخبة الفکر: ۹۳، وتیسیر

مصطلح الحدیث: ۱۱۲۔

(۱۱) تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۱/۲۵۶

(۱۲) روح المعانی: ۲/۱۱۵

اور گھر بار کے اخراجات سے زائد ہو، اس طرح کے مال کا نفلی صدقہ کیا جاسکتا ہے، آیت کریمہ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

چنانچہ ابن ابی حاتم نے اس آیت کی شان نزول میں ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ثعلبہؓ سے روایت ہے کہ ان دونوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے بال بچے اور غلام ہیں، ہم کیا خرچ کریں؟..... اس سوال پر یہ آیت نازل ہوئی (۱۳) جس کا حاصل یہ ہے کہ بال بچوں اور اہل و عیال سے جو بچ جائے وہ بطور نفلی صدقہ خرچ کیا جائے، شارح بخاری ابن بطلال رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”فروی عن اکثر السلف ان المراد بذلك صدقة التطوع.....“ (۱۴)

صدقہ سے مراد ثواب ہے یعنی اس نفقے کا اسے ثواب ملے گا، مجازاً ثواب پر صدقہ کا اطلاق کیا گیا ہے، حقیقتاً صدقہ مراد نہیں کیونکہ زوجہ ہاشمیہ کا نفقہ بھی شوہر پر واجب ہے، حالانکہ ہاشمیہ کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں، اس لیے صدقہ سے مجازاً ثواب مراد ہے (۱۵) نفقہ واجب ہے، اس پر صدقہ کا اطلاق کر کے اس طرف اشارہ کر دیا کہ واجب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پر ثواب نہیں ملے گا، چنانچہ مہلب فرماتے ہیں:

”النفقة على الأهل واجبة بالإجماع، وإنما سماها الشارع صدقة خشية أن يظنوا أن قيامهم بالواجب لا أجر لهم فيه، وقد عرفوا ما في الصدقة من الأجر، فعرفهم أنها لهم صدقة، حتى لا يخرجوها إلى غير الأهل إلا بعد أن يكفؤهم المؤونة ترغيباً لهم في تقديم الصدقة الواجبة قبل صدقة التطوع“ (۱۶)۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۶۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/۱۲، وإرشاد الساری: ۱۴/۱۲۲

(۱۴) شرح ابن بطلال: ۷/۵۲۸

(۱۵) فتح الباری: ۹/۶۲۳، وإرشاد الساری: ۱۴/۱۲۲

(۱۶) إرشاد الساری: ۱۴/۱۲۲، وفتح الباری: ۹/۶۲۳

۵۰۳۶ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِبَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ . عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيَّ . فَقُلْتُ : عَنِ النَّبِيِّ ؟ فَقَالَ : عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَنْفَقَ الْمُسْلِمُ نَفَقَةً عَلَى أَهْلِهِ ، وَهُوَ بِحَسَبِهَا ، كَانَتْ لَهُ صَدَقَةً) .

[ر : ۵۵]

۵۰۳۷ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (قَالَ اللَّهُ : أَنْفَقَ يَا آدَمُ أَنْفَقْ عَلَيْكَ) .

[ر : ۴۴۰۷]

۵۰۳۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ قَزَعَةَ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ . عَنْ ثَوْرِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أَبِي الْغَيْثِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمُسْكِينِ ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ، أَوْ الْقَائِمِ اللَّيْلَ الصَّائِمِ النَّهَارَ) . [۵۶۶۰ ، ۵۶۶۱]

سند میں ابو الغیث سے سالم مراد ہیں جو عبد اللہ بن مطیع کے آزاد کردہ غلام تھے، یہ حدیث یہاں بخاری میں پہلی بار آئی ہے، آگے کتاب الادب میں بھی امام بخاری نے اسے ذکر کیا ہے (۱۷)۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیوہ اور مسکین کے لیے محنت کرنے والا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے، یارات کو عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے کی طرح ہے۔

أرْمَلَةٌ: اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر مر گیا ہو، بیوہ (۱۸)۔ ساعی سے مراد وہ شخص ہے جو بیوہ اور مسکین کے نفع اور فائدہ کے لیے بھاگ دوڑ کرتا ہو، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومعنى الساعى الذى يذهب ويجئ فى تحصيل ما ينفع الأرملة

(۱۷) (۵۰۳۸) الحديث أخرجه البخارى فى كتاب النفقات، باب فضل النفقة على الأهل، رقم الحديث: ۵۰۳۸/

وأيضاً أخرجه البخارى فى كتاب الأدب، باب الساعى على الأرملة، رقم الحديث: ۵۶۶۰/ وأيضاً باب الساعى

على المسكين، رقم الحديث: ۵۶۶۱ وأخرجه مسلم فى كتاب الزهد والرقائق، باب الإحسان إلى الأرملة

والمسكين واليتيم، رقم الحديث: ۲۹۸۲- وأخرجه النسائى فى كتاب الزكوة: ۱/ ۲۷۷، وأخرجه الترمذى فى

أبواب البر والصلة: ۲/ ۲۷، وأخرجه ابن ماجه فى التجارة: ۱/ ۱۵۵-

(۱۸) مجمع بحار الأنوار: ۲/ ۳۸۱، والنهية لابن الأثير: ۲/ ۲۶۶-

والمسکین“ (۱۹)۔

حدیث کی ترجمۃ الباب سے مناسبت

اس حدیث میں بیوہ اور مسکین کی خدمت کرنے والے کی فضیلت اگرچہ عام بیان کی گئی لیکن ظاہر ہے آدمی کے اقارب میں سے بھی کوئی ان دونوں صفتوں کے ساتھ متصف ہو سکتا ہے، کوئی بیوہ ہو سکتی ہے، مسکین ہو سکتا ہے تو جب اس حدیث میں اجنبی اور غیر رشتہ دار کے لیے یہ فضیلت بیان کی گئی ہے تو قریب کے لیے مذکورہ فضیلت بطریق اولیٰ ثابت ہوگی، چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ومطابقة الحديث للترجمة من جهة إمكان اتصاف الأهل أي الأقارب
بالمصفتين المذکورتين، وإذا ثبت هذا الفضل لمن ينفق على من ليس له
بقریب ممن اتصف بالوصفین، فالمنفق على المتصف بهما أولى“ (۲۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”فضل النفقة على الأهل“ کا ترجمۃ الباب قائم کرنے کے بعد اس آیت کو ذکر کر کے اسی دوسرے معنی کی طرف اشارہ کیا کہ اولاً اہل و عیال کا نفقہ آدمی کے ذمہ ضروری ہے، پھر اس سے اگر زائد بچتا ہو تو اسے نفل صدقہ کے طور پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

وقال الحسن: العفو الفضل

یہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تعلیق ہے، فرماتے ہیں، آیت کریمہ میں ”عفو“ سے وہ مال مراد ہے جو ضروریات اور اہل و عیال کے نفقہ سے زائد ہو، عبد بن حمید نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۲۱)۔

حدثنا آدم، عن أبي مسعود الانصاري، فقلت: عن النبي صلى الله عليه وسلم،

فقال: عن النبي صلى الله عليه وسلم

(۱۹) فتح الباری: ۹/۶۲۳۔

(۲۰) إرشاد الساری: ۱۴/۱۲۳۔ نیز دیکھیے فتح الباری: ۹/۶۲۳۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/۶۲۲۔ تغلیق التعلیق: ۳/۳۸۰۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۱۲۱، ۱۲۲۔

اس میں ”قلت“ کا قائل شعبہ ہے، یعنی شعبہ نے عدی بن ثابت سے پوچھا کہ یہ روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً منقول ہے؟ تو انہوں نے جواب میں اس کی تصدیق فرمائی، چنانچہ اسماعیلی کی روایت میں اس کی تصریح ہے (۲۲)۔

یہ روایت کتاب الایمان میں گذر چکی ہے، وہیں اس پر بحث بھی کی گئی ہے (۲۳)۔
حاصل یہ ہے کہ مسلمان جب اپنے اہل و عیال پر ثواب اور اجر کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو یہ خرچ اس کے لیے صدقہ ہے۔

۵۰۳۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَعْدِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَوِّدُنِي وَأَنَا مَرِيضٌ بِمَكَّةَ ، فَقُلْتُ : يَا مَالُ ، أَوْصِي بِنِي كَلِّهِ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَالشَّطْرُ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَالثَّلَاثُ ؟ قَالَ : (الثَّلَاثُ وَالثَّلَاثُ كَثِيرٌ . أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَدْعَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ فِي أَيْدِيهِمْ . وَمَهْمَا أَنْفَقْتَ فَهُوَ لَكَ صَدَقَةٌ . حَتَّى اللَّقْمَةُ تَرْفَعُهَا فِي فِي امْرَأَتِكَ . وَلَعَلَّ اللَّهَ يَرْفَعَكَ ، يَنْتَفِعُ بِكَ نَاسٌ . وَيُضَرُّ بِكَ آخَرُونَ) . [ر : ۵۶]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بیمار تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرتے تھے، میں نے عرض کیا ”میرے پاس مال ہے، کیا میں اپنے سارے مال کی وصیت کر دوں؟“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ میں نے پوچھا ”نصف مال کی“ آپ نے فرمایا ”نہیں“ میں نے کہا ”ثلث کی“ آپ نے فرمایا ”ثلث کی کر سکتے ہو اگرچہ یہ بھی زیادہ ہے“ پھر فرمایا ”اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑنا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تم انھیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ تنگ دست ہو کر لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں، تم ان پر جو کچھ بھی خرچ کرو گے وہ تمہارے لیے صدقہ ہے حتیٰ کہ وہ لقمہ بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں دیتے ہو۔“

عالة: فقراء،..... يتكففون الناس في أيديهم: یعنی يمدون إلى الناس أ كففهم للسؤال

(۲۲) إرشاد الساری: ۱۲/۱۲۲- وفتح الباری: ۹/۶۲۲

(۲۳) کشف الباری: ۲/۴۴۴- باب ماجاء أن الأعمال بالنية والحسبة

یہ حدیث کتاب الوصایا میں گذر چکی ہے، وہیں اس پر تفصیلی بحث ہے۔

۲ - باب : وَجُوبِ النَّفَقَةِ عَلَى الْأَهْلِ وَالْعِيَالِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے باب اول میں نفقہ کی فضیلت اور اس باب میں وجوب ذکر فرمایا، اہل و عیال کا نفقہ بالا جماع واجب ہے (۲۳)۔

نفقہ میں کس کی حالت کا اعتبار ہوگا

البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نفقہ کے واجب ہونے کے بعد کس کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر کی حالت کا یا بیوی کی حالت کا؟

❶ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اس میں شوہر کی حالت کا اعتبار ہوگا، شوہر اگر مالدار ہے تو نفقہ اغنیاء واجب ہوگا، اگر تنگ دست ہے تو نفقہ فقراء واجب ہوگا (۲۵) صاحب ہدایہ نے حنفیہ میں سے امام کرخی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک نقل کیا ہے (۲۶) اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "اعلاء السنن" میں اسی قول کو حنفیہ کی ظاہر الروایت کہا ہے (۲۷)۔

اس مسلک کی دلیل ایک تو یہ آیت کریمہ ہے ﴿لِيَنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهِ وَمَن قَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيَنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يَكْلِفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا﴾ (۲۸) آیت کریمہ میں مرد کی حالت کا اعتبار کیا گیا ہے کہ وہ اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق خرچ کرے۔

دوسری دلیل حضرت معاویہ قشیری کی وہ حدیث ہے جو امام ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، حاکم اور ابن جبان نے نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں "اتیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت: ماتقول فی

(۲۳) شرح البخاری لابن بطال: ۷/۵۳۰۔ وفتح الباری: ۹/۶۲۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۳

(۲۵) المعنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۸/۱۵۷۔

(۲۶) الهدایة، باب النفقة: ۲/۳۳۷۔

(۲۷) إعلاء السنن، ابواب النفقة، باب تعتبر حال الزوج فی النفقة: ۱۱/۲۸۹۔

(۲۸) سورة الطلاق: ۷۔

نسائنا؟ قال: أطمعوهن مما تأكلون ، واکسوهن مما تکتسون ، ولا تضربوهن ولا تقبحوهن“ (۲۹)۔

اس حدیث میں مردوں کی حالت کا اعتبار کیا گیا ہے۔

② دوسرا مسلک امام مالک رحمہ اللہ کا ہے، ان کے نزدیک مسلک اول کے بالکل برعکس فقہ میں عورت کی حالت کا اعتبار ہوگا، بیوی اگر مالدار ہے تو نفقہ اغنیاء اور تنگ دست ہے تو نفقہ فقراء واجب ہوگا، ابن قدامہ نے ”المغنی“ میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی قول لکھا ہے (۳۰)۔

اس مسلک کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے ﴿وعلی المولود له رزقهن و کسوتهن بالمعروف﴾ اس میں ”معروف“ سے مراد کفایت ہے یعنی بیوی کی حالت کے اعتبار سے وہ نفقہ اس کے لیے کفایت کر جائے (۳۱)۔

دوسری دلیل حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تھا ”خذی ما یکفیک و ولدک بالمعروف“ اس میں شوہر کی حالت کا اعتبار کرنے کی بجائے حضرت ہندہ کے لیے کفایت کر جانے کو پیش نظر رکھا ہے (۳۲)۔

③ حضرات حنابلہ کا مسلک یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا (۳۳)، درمختار میں ہے کہ یہی حضرات حنفیہ کا مفتی بہ قول ہے (۳۴)، یعنی اگر دونوں مالدار ہیں تو نفقہ اغنیاء، دونوں تنگ دست ہیں تو نفقہ فقراء اور اگر بیوی تنگ دست ہے تو اس کا نفقہ اغنیاء کے نفقہ سے کم اور فقراء کے نفقہ سے زیادہ ہوگا۔

اس مسلک کی دلیل یہ ہے کہ ﴿لینفق ذو سعة من سعته﴾ میں شوہر کی حالت کا اعتبار کیا گیا

(۲۹) إعلاء السنن: ۱۱/۲۸۹۔

(۳۰) المغنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۸/۱۵۶۔

(۳۱) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۶۔

(۳۲) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۶۔

(۳۳) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۵۷۔

(۳۴) الدر المختار: باب النفقة: ۲/۷۰۱۔

ہے جب کہ ﴿وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ زَرْقَهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ میں عورت کی حالت کا اعتبار کیا گیا، تو میاں بیوی دونوں کی حالت کا اعتبار کر کے دونوں آیتوں پر عمل ممکن ہو سکے گا، چنانچہ ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ولنا فيما ذكرناه جمعا بين الأدليين ، وعملا بكلا النصين ، ورعاية لكلا الجانبين ، فيكون أولى“ (۳۵)۔

۵۰۴۱/۵۰۴۰ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصٍ . حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا أَبُو صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَفْضَلُ الصَّدَقَةِ مَا تَرَكَ غَنِيٌّ ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى ، وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ) . تَقُولُ الْمَرْأَةُ : إِمَّا أَنْ تُطْعِمَنِي . وَإِمَّا أَنْ تُطَلِّقَنِي . وَيَقُولُ الْعَبْدُ : أَطْعِمْنِي وَأَسْتَعْمَلْنِي . وَيَقُولُ الْإِبْنُ : أَطْعِمْنِي . إِلَى مِنْ تَدْعُنِي . فَقَالُوا : يَا أَبَا هُرَيْرَةَ . سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ قَالَ : لَا . هَذَا مِنْ كَيْسِ أَبِي هُرَيْرَةَ . (۵۰۴۱) : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ خَالِدِ بْنِ مَسْفَرٍ . عَنْ أَبِي شَهَابٍ . عَنْ أَبِي الْمُسَبِّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (خَيْرُ الصَّدَقَةِ مَا كَانَ عَنْ طَهْرٍ غَنِيٍّ . وَأَبْدَأُ بِمَنْ تَعُولُ) . [ر : ۱۳۶۰]

أفضل الصدقة ما ترك غني

افضل صدقہ وہ ہے جو کچھ نہ کچھ مالدار کو چھوڑ دے یعنی اس کی وجہ سے آدمی بالکل مفلس بن کر نہ رہ جائے بلکہ کسی قدر مالدار ہی قائم رہے، یہ صدقہ کی بہترین شکل ہے، آدمی سارے مال کا اس طرح صدقہ کرے کہ اس کے پاس کچھ بھی نہ بچے، یہ پہلی صورت کی بہ نسبت غیر افضل ہے، کیونکہ اس میں خدشہ ہوتا ہے کہ آدمی فقیر ہو کر کہیں مانگنے پر مجبور نہ ہو جائے، اس طرح اس صورت میں بعض واجب حقوق کی ادائیگی بھی متاثر ہو سکتی ہے۔ آگے فرمایا: ”اليد العليا خير من اليد السفلى“ اس میں يد العليا سے دینے والا ہاتھ اور يد السفلى سے لینے اور مانگنے والا ہاتھ مراد ہے، ظاہر ہے کہ دینا..... لینے اور مانگنے سے بہتر ہے۔

و ابدأ بمن تعول

خرچ کرنے میں ابتداء اہل و عیال سے کرنی چاہیے، اس جملہ میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، کیونکہ ان پر خرچ کرنا واجب ہے اور واجب کی ادائیگی، نفل پر مقدم ہوتی ہے، ”من تعول“ میں بیوی اور نابالغ اولاد تو بالاتفاق داخل ہیں، البتہ بالغ ہونے کے بعد اولاد کے نفقہ کے وجوب میں اختلاف ہے، بعض علماء کے نزدیک اولاد کا نفقہ مطلقاً باپ کے ذمہ واجب ہے، چاہے بالغ ہو یا نابالغ، لیکن جمہور کے نزدیک لڑکے کے بالغ ہونے اور لڑکی کے شادی شدہ ہو جانے کے بعد باپ کے ذمہ ان کا نفقہ واجب نہیں رہتا (۳۶)۔

تقول المرأة: إما أن تطعنني وإما أن تطلقني

یہ جملہ اور اس سے آگے کے جملے حدیث مرفوعہ کا حصہ نہیں بلکہ یہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کلام ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ”من تعول“ کی تشریح فرمائی ہے، چنانچہ امام نسائی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، اس میں ہے ”فسئل أبو ہریرة: من تعول یا أبا ہریرة“ (۳۷) یعنی ان سے پوچھا گیا کہ ”من تعول“ کا مصداق کون ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ بیوی کہتی ہے کہ مجھے کھلاؤ، ورنہ طلاق دو یعنی اہل و عیال میں ایک تو بیوی ہے۔

شوہر کے نادار ہونے کی صورت میں بیوی نکاح فسخ کر سکتی ہے؟

اس جملے سے جمہور علماء نے ایک مختلف فیہ مسئلہ میں اپنے مسلک کے لیے استدلال کیا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ اگر شوہر تنگ دست اور نادار ہو جائے اس طرح کہ وہ نفقہ کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو گا یا نہیں۔

① ائمہ ثلاثہ کے نزدیک ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہو گا، اگر بیوی شوہر کے معسر و تنگ دست ہو جانے کے بعد اس سے جدائی اور فراق کی خواہاں ہو تو دونوں کے درمیان تفریق

(۳۶) فتح الباری: ۹/۶۲۶۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۶۲۶۔

کر دی جائے گی۔

② حضرات حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہوگا بلکہ وہ صبر سے کام لے گی، اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے (۳۸)۔

ائمہ ثلاثہ ایک توحیدیت باب کے اس جملے سے استدلال کرتے ہیں۔

اور دوسرے دارقطنی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، اس میں ہے ”إن النبی صلی اللہ

علیہ وسلم قال فی الرجل لا یجد ما ینفق علی امرأته، قال: یفرق بینہما“ (۳۹)۔

حضرات حنفیہ کی طرف سے پہلے استدلال کا جواب تو یہ دیا گیا کہ اولاً تو یہ جملہ مرفوع حدیث

نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا تشریحی قول ہے، ثانیاً اس میں صرف فراق کا مطالبہ ہے اور مطالبہ فراق، فسخ نکاح کو مستلزم نہیں (۴۰)۔

جہاں تک تعلق ہے امام دارقطنی کی روایت کا تو ابو حاتم نے اسے معلول قرار دیا ہے، لہذا وہ قابل

استدلال نہیں (۴۱)۔

حضرات حنفیہ ان نصوص سے استدلال کرتے ہیں جن میں فقر کے باوجود نکاح کی ترغیب دی گئی

ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اگر فقر و تنگدستی سب فرقت، ہوتی تو پھر حالت فقر میں نکاح کی ترغیب نہ دی جاتی،

چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الحجج“ میں اپنی بلاغات میں یہ روایت نقل کی ہے: ”بلغنا عن

النبی صلی اللہ علیہ وسلم أن رجلاً أتاه یشکو إلیہ الجاحۃ، فقال: اذهب فتزوج“ (۴۲) اور

امام محمد کی ”بلاغات“ حضرات حنفیہ کے نزدیک حجت ہیں (۴۳)۔

(۳۸) مذاہب کے لیے دیکھیے، لیل الأوطار: ۶/۲۶۳، وإعلاء السنن: ۱۱/۲۹۰، أبواب النفقة، وعمدة القاری: ۱۵/۲۱

(۳۹) سنن الدارقطنی: باب المہر، جزء ۳/۲۹۷، رقم الحدیث: ۱۹۴۔

(۴۰) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۱۔

(۴۱) لیل الأوطار: ۶/۲۶۳، والتلخیص الحبیر: ۲/۳۲۳۔

(۴۲) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۲-۲۹۳۔

(۴۳) إعلاء السنن: ۱۱/۲۹۲-۲۹۳۔

اسی طرح امام ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اور دیلمی نے حضرت ابن عباسؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں: ”التمسوا الرزق بالنکاح“ (۴۴)۔

امام حاکم نے ”مستدرک“ میں روایت نقل کی ہے ”تزوجوا النساء فإنهن یأتین بالمال“ حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث علی شرط الشیخین ہے (۴۵) اور علامہ ذہبی نے ”تلخیص“ میں ان کی تائید فرمائی (۴۶) مجمع الزوائد میں اس روایت کی صحت کے متعلق ہے ”ورجالہ رجال الصحیح خلا مسلم بن جنادة، وهو ثقة“ (۴۷)

قرآن کریم میں ہے ﴿ان یكونوا فقراء یغنهم الله من فضله﴾

ان تمام نصوص سے یہ بات معلوم ہوئی کہ آدمی کا معسر اور تنگ دست ہونا جدائی اور فسخ نکاح کا سبب نہیں بنا چاہیے۔ واللہ اعلم۔

ویقول الابن: اطعمنی، الی من تدعنی

بیٹا باپ سے کہتا ہے کہ مجھے کھلائیں، آپ مجھے کس کے حوالے کر رہے ہیں، کس کے لیے چھوڑ رہے ہیں، اس جملے سے استدلال کرتے ہوئے بعض حضرات نے کہا کہ اولاد میں سے اگر کسی کے پاس مال ہو یا اس کا کاروبار ہو تو اس کا نفقہ باپ پر واجب نہیں ہوگا کیونکہ ”الی من تدعنی“ تو وہ انسان کہے گا جس کے لیے باپ کے نفقہ کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رجوع ممکن نہ ہو، صاحب مال اور کاروباری شخص یہ جملہ نہیں کہہ سکتا (۴۸)۔

هذا من کیس ابي هريرة

کیس (کاف کے کسرہ کے ساتھ) تھیلے کو کہتے ہیں، یعنی یہ تشریح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنی بلکہ یہ میرا اپنا کلام ہے بعض روایات میں ”کیس“ (کاف کے فتح کے ساتھ) ہے

(۴۴) الفردوس بمأثور الخطاب للديلمي: ۱/۸۸، رقم الحدیث: ۲۸۲۔

(۴۵) المستدرک للإمام الحاکم ۲/۱۶۱، کتاب النکاح۔

(۴۶) تلخیص الإمام الذہبی ۲/۱۶۱، کتاب النکاح۔

(۴۷) مجمع الزوائد: ۳/۲۵۵۔ (باب: تزوجوا النساء یأتینکم بالأموال)

(۴۸) فتح الباری: ۹/۶۲۶، وإرشاد الساری: ۱۴/۱۴۶

بمعنی عقل و دانش یعنی یہ تشریح میں نے اپنی عقل و دانش سے کی ہے (۴۹)، حدیث مرفوع نہیں ہے، جیسا کہ پہلے بتا دیا گیا کہ امام نسائی کی روایت میں بھی اس کی تصریح ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے ”من تعول“ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے اس کی تشریح میں یہ جملے ارشاد فرمائے۔

خیر الصدقة ما كان عن ظهر غنى

بہترین صدقہ وہ ہے جو مال داری کے ساتھ ہو، یعنی صدقہ کرنے کے بعد انسان بالکل مفلس اور دوسروں کا محتاج ہو کر نہ رہ جائے، علامہ عینی رحمہ اللہ لفظ ظہر کے متعلق فرماتے ہیں:

”والظہر قد یزاد فی مثل هذا اتساعا للكلام، وتمکینا، كأنه صدقة مستندة

إلی ظہر قوی من المال“ (۵۰)۔

۳ - باب : حبس نفقة الرجل قوت سنة على أهله . وكيف نفقات العيال .

۵۰۴۳/۵۰۴۲ : حدثني محمد بن سلام : أخبرنا وكيع ، عن ابن عيينة قال : قال لي معمر : قال لي الثوري : هل سمعت في الرجل يجمع لأهله قوت سنتهم أو بعض السنة ؟ قال معمر : فلم يحضرنى ، ثم ذكرت حديثا حدثناه ابن شهاب الزهري . عن مالك بن أوس ، عن عمر رضي الله عنه : أن النبي ﷺ كان يبيع نخل بني النضير ، ويحبس لأهله قوت سنتهم .

(۵۰۴۳) : حدثنا سعيد بن عفير قال : حدثني الليث قال : حدثني عقيل ، عن ابن شهاب قال : أخبرني مالك بن أوس بن الحدثان . وكان محمد بن جبير بن مطعم ذكر لي ذكرا من حديثه ، فأطلقت حتى دخلت على مالك بن أوس فسألته . فقال مالك : أنطلقت حتى أدخل على عمر إذ أتاه حاجبه يرفا فقال : هل لك في عثمان وعبد الرحمن والزبير وسعد يستأذنون ؟ قال : نعم ، فأذن لهم . قال : فدخلوا وسلموا فجلسوا ، ثم لبث يرفا قليلا فقال لعمر : هل لك في علي وعباس ؟ قال : نعم ، فأذن لهما . فلما دخلا سلما وجلسا . فقال

(۴۹) عمدة القاری: ۱۳/۲۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۲- وفتح الباری: ۹/۲۲۶

(۵۰) عمدة القاری: ۱۵/۲۱۔

مَبَّاسُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هَذَا ، فَقَالَ الرَّهْطُ ، عُمَانُ وَأَصْحَابُهُ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ قُضِيَ بَيْنَهُمَا وَأَرْحَ أَحَدُهُمَا مِنَ الْآخِرِ . فَقَالَ عُمَرُ : اتَّبِدُوا . أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ الَّذِي بِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ ، هَلْ تَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا نُورُثُ ، مَا تَرَكَنَا صَدَقَةً) . يُرِيدُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَفْسَهُ . قَالَ الرَّهْطُ : قَدْ قَالَ ذَلِكَ ، فَأَقْبَلَ عُمَرُ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ : أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ ، هَلْ تَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ ذَلِكَ ؟ قَالَا : قَدْ قَالَ ذَلِكَ . قَالَ عُمَرُ : فَإِنِّي أُحَدِّثُكُمْ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ ، إِنَّ اللَّهَ كَانَ خَصَّ رَسُولَهُ ﷺ فِي هَذَا الْمَالِ بِشَيْءٍ لَمْ يُعْطِهِ أَحَدًا غَيْرَهُ ، قَالَ اللَّهُ : «مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ مِنْهُمْ - إِلَى قَوْلِهِ - قَدِيرٌ» . فَكَانَتْ هَذِهِ خَالِصَةً لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَاللَّهُ مَا أَحْتَاظُهَا ذُونُكُمْ . وَلَا أَسْتَأْذِرُ بِهَا عَلَيْكُمْ . لَقَدْ أُعْطَا كُمُوهَا وَبَبَّهَا فِيكُمْ حَتَّى بَقِيَ مِنْهَا هَذَا الْمَالُ . فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُنْفِقُ عَلَى أَهْلِهِ نَفَقَةً سَنِيَهُمْ مِنْ هَذَا الْمَالِ . ثُمَّ يَأْخُذُ مَا بَقِيَ . فَيَجْعَلُهُ مَجْعَلَ مَالِ اللَّهِ . فَعَمِلَ بِذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَيَاتِهِ . أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ . هَلْ تَعْلَمُونَ ذَلِكَ ؟ قَالُوا : نَعَمْ . قَالَ لِعَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ : أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ تَعْلَمَانِ ذَلِكَ ؟ قَالَا : نَعَمْ . ثُمَّ تَوَقَّى اللَّهُ نَبِيَّهُ ﷺ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ، فَقَبَضَهَا أَبُو بَكْرٍ يَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَنْتَا حَيْثُ - وَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ - تَرَعُمَانِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَذَبٌ وَكَذَابٌ . وَاللَّهُ يَعْلَمُ : أَنَّهُ فِيهَا صَادِقٌ بَارٌّ رَاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ . ثُمَّ تَوَقَّى اللَّهُ أَبَا بَكْرٍ . فَقُلْتُ : أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ ، فَقَبَضْتُهَا سَنَتَيْنِ أَعْمَلُ فِيهَا بِمَا عَمِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ ، ثُمَّ جِئْتَانِي وَكَلِمَتُكُمَا وَاحِدَةٌ وَأَمْرُكُمَا جَمِيعٌ . جِئْتَنِي تَسْأَلْنِي نَصِيْبَكَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ ، وَأَتَى هَذَا يَسْأَلُنِي نَصِيْبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا . فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتُمَا دَفَعْتُهُ إِلَيْكُمَا عَلَى أَنْ عَلَيْكُمَا عَهْدُ اللَّهِ وَمِيثَاقُهُ . لَتَعْمَلَانِ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَبِمَا عَمِلَ بِهِ فِيهَا أَبُو بَكْرٍ . وَبِمَا عَمِلْتُ بِهِ فِيهَا مِنْذُ وُلِّيْتَهَا ، وَإِلَّا فَلَا تُكَلِّمَانِي فِيهَا . فَقُلْتُمَا : أَدْفَعُهَا إِلَيْنَا بِذَلِكَ . فَدَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ . أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْهِمَا بِذَلِكَ ؟ فَقَالَ الرَّهْطُ : نَعَمْ . قَالَ : فَأَقْبَلَ عَلَى عَلِيٍّ وَعَبَّاسٍ فَقَالَ : أَتَشُدُّكُمْ بِاللَّهِ هَلْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا بِذَلِكَ ؟ قَالَا : نَعَمْ . قَالَ أَفَلَتَمْسَانِ مِنِّي قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ ، فَوَالَّذِي بِيَاذِنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ ، لَا أَقْضِي فِيهَا قَضَاءً غَيْرَ ذَلِكَ حَتَّى تَقُومَ السَّاعَةُ ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَادْفَعَاهَا فَأَنَا أَكْفِيكُمَاهَا . [ر : ٢٧٤٨]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ آدمی اپنے اہل و عیال کے لیے اگر سال بھر کا غلہ محفوظ کر لیتا ہے تو یہ جائز ہے اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اہل و عیال کے لیے ایک سال کا غلہ محفوظ فرمایا کرتے تھے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے ”شمائل ترمذی“ میں روایت نقل فرمائی ہے ”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخر شیئاً لغد“ (۵۱) کہ آپ کل کے لیے بھی کوئی چیز نہیں رکھتے تھے اور یہاں سال بھر کا ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ شمائل ترمذی کی روایت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے اور یہاں اہل و عیال کے لیے غلے کی فراہمی کا ذکر ہے، اس لیے تعارض نہیں (۵۲)۔

غلہ ذخیرہ کرنے کی مدت کتنی ہونی چاہیے؟

بعض صوفیہ نے روایت باب سے استدلال کر کے کہا ہے کہ ایک سال سے زیادہ کا غلہ فراہم کر کے رکھا جائے تو یہ سنت کے خلاف ہوگا (۵۳)۔

لیکن ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ مطلقاً غلے کی فراہمی درست ہے، چاہے وہ سال بھر سے زیادہ کے لیے ہی کیوں نہ ہو (۵۴)۔

اس استدلال پر اشکال ہوتا ہے کہ روایت میں تو ایک سال کی تصریح ہے، مطلقاً غلے کی فراہمی کا جواز اس سے کیسے اخذ کیا جاسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو غلہ اور

(۵۱) شمائل الترمذی: باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۲۹۳، رقم الحدیث: ۳۵۵۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔ وإرشاد الساری: ۱۴/۱۲۷۔

(۵۳) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔

(۵۴) فتح الباری: ۹/۶۲۹۔

کھانے کی چیزیں آیا کرتی تھیں وہ عموماً جو ہوتے تھے اور یا کھجوریں ہوتی تھیں اور عام طور پر چونکہ یہ چیزیں سال بہ سال نئی آیا کرتی تھیں، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سال بھر سے زیادہ کا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔

بہر حال حدیث کے الفاظ کو اگر دیکھا جائے تو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک سال کے لیے آپ نے غلے کی فراہمی کا اہتمام فرمایا ہے لیکن اگر اس کے معنی پر غور کیا جائے تو پھر ابن جریر طبری کا استدلال قوی معلوم ہوتا ہے (۵۵)۔

بعض صوفیا کہتے ہیں کہ کل کے ایک دن کے لیے غلہ کی فراہم کا انتظام خلاف توکل ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں، بعض حضرات کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کل کا اہتمام کرنا بھی منافی توکل نظر آتا ہے اور بعض کے حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے لیے کل کیا، اس سے زیادہ کا اہتمام کرنا ضروری ہوتا ہے۔

اس باب میں جو طویل حدیث ذکر کی گئی ہے، یہ ”کتاب المغازی“ میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے (۵۶) ترجمۃ الباب کے پہلے حصے کی مناسبت تو حدیث سے ظاہر ہے، دوسرے حصے ”و کیف نفقات العیال“ کی مناسبت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”..... رأیت أنه یمکن منه أن یؤخذ منه دلیل التقدير، لأن مقدار نفقة السنة إذ اعرف، عرف منه توزیعها علی أيام السنة، فاعرف حصة کل یوم من ذلك، فكأنه قال: لكل واحدة فی کل یوم قدر معین من المِغَلِّ المذكور، والأصل فی الإطلاق التسوية“ (۵۷)۔

یعنی اس حدیث سے نفقہ کی مقدار کی دلیل اخذ کی جاسکتی ہے، کیونکہ جب سال بھر کا نفقہ معلوم ہو جائے تو سال کے ایام پر اس کی تقسیم بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ ہر دن کے حصے میں نفقہ کی کتنی مقدار آگئی۔

(۵۵) فتح الباری: ۹/۲۲۹۔

(۵۶) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: باب حدیث بنی النضیر: ۱۸۶-۱۹۱۔

(۵۷) فتح الباری: ۹/۲۲۸۔ مِغَلٌّ: غلہ اگانے والی کھیتی۔

۴- باب : وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى : «وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ» .

إلى قوله : «بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا» /البقرة: ۲۳۳/ . وقال : «وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا» /الأحقاف: ۱۵/ . وقال : «وَإِنْ تَعَاَسَرْتُمُ فَسْتَضِعْ لَهُ أُخْرَى . لِيُنْفِقَ ذُو سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهِ وَمَنْ قَدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ - إِلَى قَوْلِهِ - بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا» /الطلاق: ۶ - ۷/ .

وقال يونس . عن الزُّهْرِيِّ : نَهَى اللَّهُ أَنْ تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا . وَذَلِكَ : أَنْ تَقُولَ الْوَالِدَةُ : لَسْتُ مُرْضِعَتَهُ . وَهِيَ أَمْثَلُ لَهُ غَدَاءً . وَأَشْفَقُ عَلَيْهِ وَأَرْفِقُ بِهِ مِنْ غَيْرِهَا . فَلَيْسَ لَهَا أَنْ تَأْتِيَ . بَعْدَ أَنْ يُعْطِيَهَا مِنْ نَفْسِهِ مَا جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْهِ . وَلَيْسَ لِلْمَوْلُودِ لَهُ أَنْ يُضَارَّ بِوَلَدِهِ وَالِدَتُهُ . فَيَمْنَعُهَا أَنْ تُرْضِعَهُ ضَرَارًا لَهَا إِلَى غَيْرِهَا . فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَسْتَرْضِعَا عَنْ نَفْسِ الْوَالِدِ وَالْوَالِدَةِ . «فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا» : بَعْدَ أَنْ يَكُونَ ذَلِكَ عَنْ تَرَاضٍ مِنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ .

«فِصَالُهُ» /لقمان: ۱۴/ : فِطَامُهُ .

ترجمہ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے تین آیتیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی آیت دودھ پلانے والی عورت کے لیے نفقہ کے وجوب پر دلالت کرتی ہے، دوسری آیت ”وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ.....“ مدت رضاعت کی مقدار بتا رہی ہے اور تیسری آیت میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ انفاق میں خرچ کرنے والے کی حالت کا اعتبار کیا جائے گا (۵۸)۔

وقال يونس عن الزهري.....

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کو ممنوع قرار دیا کہ والدہ بچہ کی وجہ سے والد کو نقصان پہنچائے، اس کی صورت یہ ہے کہ والدہ یہ کہہ دے کہ میں اس بچے کو دودھ نہیں پلاؤں گی، حالانکہ اس کا دودھ غذا کے اعتبار سے بچے کے لیے زیادہ مناسب ہے اور دوسری عورت کے مقابلے میں وہ بچے کے لیے زیادہ شفیق اور ہمدرد ہے (توانکار کی صورت میں بچے کے والد کو تکلیف ہوگی) اس لیے اس کے لیے یہ درست نہیں کہ وہ دودھ پلانے سے انکار کرے، جب اس کا شوہر اس کا وہ حق ادا کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے

اس پر فرض کیا ہے۔

اور اسی طرح باپ کو بھی یہ اختیار نہیں کہ وہ بچے کی وجہ سے اس کی والدہ کو تکلیف پہنچائے، اس طرح کہ اسے دودھ پلانے سے روک دے اور کسی دوسری عورت کو دودھ پلانے کی اجازت دے (ظاہر ہے جب والدہ اپنے بچے کو دودھ پلانے پر راضی ہے اور اس کے باوجود والدہ سے دودھ پلانے کی اجازت نہ دے بلکہ بچہ کسی دوسری عورت کے حوالہ کرے تو یہ بات والدہ کے لیے یقیناً باعث تکلیف ہوگی، اس طرح بچے کی والدہ کو تکلیف دینا جائز نہیں۔)

فیمنعها أن ترضعه ضراراً لها إلی غیرها..... اس میں ”إلی غیرها“ ”یمنع“ سے متعلق ہے ”أی منعها ینتھی إلی رضاع غیرها“..... یونس کی اس تعلیق کو ابن وہب نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۹)۔

فصالة: فطامه

آیت کریمہ میں، ”فصال“ کا لفظ آیا ہے، اس کی تفسیر ”فطام“ سے کی جس کے معنی بچے کے دودھ چھڑانے کے آتے ہیں، یہ حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے جو امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے (۶۰)۔

۵ - باب : نفقة المرأة إذا غاب عنها زوجها . ونفقة الولد .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے کہ اگر شوہر غائب ہو جائے تو اس کی بیوی اور اولاد کا نفقہ اس کے مال میں سے دیا جائے گا۔
حضرات حنفیہ اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے (۶۱)۔

ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر شوہر کا مال، بیوی کے حق کی جنس سے ہو، یا ثمنین (دینار و درہم) وغیرہ اس کے مال میں موجود ہوں تو ان دونوں صورتوں میں عورت اپنا حق اس مال سے نفقہ کے لیے

(۵۹) تعلیق التعلیق: ۳/۳۸۱۔ وفتح الباری: ۹/۶۳۰ و۶۳۱

(۶۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۳۲ وفتح الباری: ۹/۶۳۱

(۶۱) فتح القدیر: ۳/۲۰۹۔

وصول کر سکتی ہے۔

لیکن ان دو کے علاوہ مال کی اگر دوسری اقسام ہیں تو اس صورت میں قاضی کے فیصلے اور اجازت ہی سے عورت لے سکتی ہے، اس کے بغیر نہیں (۶۲)۔

۵۰۴۴ : حَدَّثَنَا أَبُو مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنْ أَبِي شَهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : جَاءَتْ هِنْدُ بِنْتُ عُثْبَةَ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ مَسِيكٌ ، فَهَلْ عَلَيَّ حَرَجٌ أَنْ أُطْعِمَ مِنَ الَّذِي لَهُ عِيَالُنَا ؟ قَالَ : (لَا ، إِلَّا بِالْمَعْرُوفِ) . [ر : ۲۰۹۷]

رجل مسيک

مسيک یا توفعیل کے وزن پر میم کے فتح اور سین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور یا مسيک میم کے کسرہ اور سین مکسورہ مشدودہ کے ساتھ مبالغہ کا صیغہ ہے، بمعنی بخیل (۶۳)۔

۴۰۴۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ، عَنْ مَعْمَرٍ ، عَنْ هَمَّامٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ كَسْبِ زَوْجِهَا ، عَنْ غَيْرِ أَمْرِهِ ، فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِهِ) . [ر : ۱۹۶۰]

یہاں تکھی سے کون سے تکھی مراد ہیں؟ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے تکھی بن موسیٰ (بلخی) اور تکھی بن جعفر (بیکندی) دونوں مراد ہو سکتے ہیں (۶۴)۔

علامہ عینی فرماتے ہیں کہ تکھی بن جعفر مراد ہیں اور اس میں تردد کی ضرورت اس لیے نہیں کہ کتاب البیوع کے اندر بعینہ اسی سند کے ساتھ یہ روایت گذر چکی ہے اور وہاں تکھی بن جعفر کی تصریح

(۶۲) فتح القدیر: ۲/۲۱۰۔

(۶۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۹، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۳۳

(۶۴) شرح الکرمانی: ۲۰/۱۰۔ رقم الحدیث: ۵۰۱۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۳۳، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹

موجود ہے (۶۵)۔

علامہ عینی سے پہلے علامہ مزی نے ”تحفة الاشراف“ میں اس کی تصریح کی ہے اور کہا ہے کہ یہ صحیحی بن جعفر ہیں (۶۶) یہ حدیث بیک سند و متن مکرر ہے۔

۶ - باب : عَمَلِ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِ زَوْجِهَا .

۵۰۴۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي الْحَكَمُ ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى : حَدَّثَنَا عَلِيُّ : أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ تَشْكُو إِلَيْهِ مَا تَلْقَى فِي يَدِهَا مِنَ الرَّحَى ، وَبَلَّغَهَا أَنَّهُ جَاءَهُ رَقِيقٌ ، فَلَمْ تُصَادِفْهُ ، فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِعَائِشَةَ ، فَلَمَّا جَاءَ أَخْبَرَتْهُ عَائِشَةُ . قَالَ : فَجَاءَنَا وَقَدْ أَخَذْنَا مَضَاجِعَنَا ، فَذَهَبْنَا نَقُومُ ، فَقَالَ : (عَلَى مَكَانِكُمَا) . فَجَاءَ فَقَعَدَ بَيْنِي وَبَيْنَهَا ، حَتَّى وَجَدْتُ بَرْدَ قَدَمَيْهِ عَلَى بَطْنِي . فَقَالَ : (أَلَا أَدُلُّكُمَا عَلَى خَيْرٍ مِمَّا سَأَلْتُمَا ؟ إِذَا أَخَذْتُمَا مَضَاجِعَكُمَا ، أَوْ أَوْيْتُمَا إِلَى فِرَاشِكُمَا ، فَسَبَّحَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَآحَمَدَا ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَكَبَّرَا أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ . فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمَا مِنْ خَادِمٍ) . [ر : ۲۹۴۵]

عورت کے ذمے کام کاج کا مسئلہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ایک مشہور اختلافی مسئلہ کی طرف اشارہ کیا، مسئلہ یہ ہے کہ عورت کے ذمے گھریلو کام کاج ضروری ہے کہ نہیں، اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے:

① امام شافعیؒ اور امام بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ بیوی کے ذمے شوہر کے گھریلو کام ضروری

اور واجب نہیں، لأن عقد النکاح يتناول الاستمتاع لا الخدمة (۶۷)۔

حدیث باب بظاہر ان کے مسلک کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت فاطمہؓ حضرت علیؓ

کے گھر میں کام کرتی تھیں۔

(۶۵) عمدة القاری: ۱۹/۲۱۔

(۶۶) قال المزی فی تحفة الاشراف بمعرفة الأطراف: ”وفی النفقات (۲:۵) عن یحیی بن جعفر، ولم ینسبه فی

النفقات ۱۰/۳۹۷، رقم الحدیث: ۱۳۶۹۵۔

(۶۷) المغنی لابن قدامة، کتاب عشرة النساء: ۷/۲۲۵، ولامع الدراری: ۹/۳۸۸۔

اس کے جواب میں یہ حضرات فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہؑ گھر کے یہ کام اپنے بلند اخلاق اور عادت کی وجہ سے کرتی تھیں، اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ گھریلو کام ان کے ذمہ ضروری تھے (۶۸)۔

② حضرات مالکیہ فرماتے ہیں کہ اگر شوہر صاحب وسعت ہے اور بیوی بھی صاحب حیثیت ہے تو ایسی صورت میں بیوی کے ذمہ گھریلو کام واجب نہیں، بلکہ شوہر کے ذمہ لازم ہے کہ وہ بیوی کے لیے خادم مقرر کرے، تاہم اگر بیوی غریب گھرانے کی ایک عام کام کاج کی عادی عورت ہے، یا بیوی تو صاحب حیثیت ہے لیکن شوہر کی حیثیت کمزور ہے تو ان دونوں صورتوں میں عورت کے ذمہ گھریلو کام ضروری اور واجب ہے (۶۹)۔

③ حضرات حنفیہ کا مسلک بھی مالکیہ کے مسلک کے قریب قریب ہے، وہ فرماتے ہیں اگر شوہر مالدار اور موسر ہے تو گھریلو خدمت عورت کے ذمہ نہیں بلکہ شوہر کے ذمہ خادم رکھنا واجب ہے اور اگر شوہر تنگ دست اور مالی لحاظ سے کمزور ہے تو اس صورت میں عورت کے ذمہ گھریلو کام دیا تا واجب ہے۔

شمس الائمہ سرحسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت اس صورت میں گھریلو کام کاج کرنے سے انکار کر دے تو اس پر جبر نہیں کیا جائے گا، البتہ ایسی حالت میں شوہر کے ذمہ روٹی کے ساتھ سالن وغیرہ کی فراہمی ضروری نہیں رہے گی (۷۰)۔

ألا أدلكما على خير مما سألتما

اس جملے سے ایک مطلب تو یہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تسبیح فاطمی سے آدمی کو ایسی قوت اور طاقت مل جاتی ہے جو خادم کی قوت سے بڑھ کر ہوتی ہے اور مختلف امور کی انجام دہی انسان کے لیے آسان اور سہل ہو جاتی ہے۔

لیکن دوسرا مطلب..... جو زیادہ ظاہر ہے..... یہ ہے کہ تسبیح اور ذکر کا فائدہ آخرت کے ساتھ خاص ہے جب کہ خادم کا فائدہ دنیا کے ساتھ مختص ہے اور آخرت دنیا کے مقابلے میں زیادہ بہتر اور دائمی

(۶۸) المغنی لابن قدامہ، کتاب عشرة النساء: ۷/۲۲۵۔

(۶۹) لامع الدراری: ۹/۳۸۹۔

(۷۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے لامع الدراری: ۹/۳۸۹۔

ہے (۷۱)۔

۷ - باب : خَادِمِ الْمَرْأَةِ .

۵۰۴۷ : حَدَّثَنَا الْحُسَيْنِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي يَزِيدَ : سَمِعَ مُجَاهِدًا سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ أَبِي لَيْلَى يُحَدِّثُ . عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ : أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ أَتَتْ النَّبِيَّ ﷺ تَسْأَلُهُ خَادِمًا . فَقَالَ : (أَلَا أَخْبَرُكَ مَا هُوَ خَيْرٌ لَكَ مِنْهُ ؟) تَسْبِحِينَ اللَّهَ عِنْدَ مَنَامِكَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَتُحْمَدِينَ اللَّهَ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ . وَتُكَبِّرِينَ اللَّهَ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ) . ثُمَّ قَالَ سُفْيَانُ إِحْدَاهُنَّ أَرْبَعٌ وَثَلَاثُونَ . فَمَا تَرَكَتَهَا بَعْدُ . قِيلَ : وَلَا لَيْلَةَ صِفِينِ ؟ قَالَ : وَلَا لَيْلَةَ صِفِينِ

[۲۲۹۴۵ : ۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی گھریلو زندگی سے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک نقل کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر عورت گھر کے کام کاج کرنے کی استطاعت رکھتی ہو تو شوہر پر لازم نہیں کہ وہ اس کے لیے خادم رکھے۔ ہاں اگر عورت گھریلو کام کاج اور کھانا وغیرہ پکانے کی قدرت نہیں رکھتی، مثلاً بیمار ہے تو ایسی صورت میں شوہر کے ذمہ کھانا تیار کرنے کا انتظام کرنا اور خادم کا بندوبست کرنا ضروری ہے، عورت کے خادم کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ واجب ہے (۷۲)۔

۸ - باب : خَدْمَةُ الرَّجُلِ فِي أَهْلِهِ .

۵۰۴۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرُومَةَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ الْحَكَمِ بْنِ عُثَيْبَةَ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيدَ : سَأَلَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَصْنَعُ فِي الْبَيْتِ قَالَتْ : كَانَ يَكُونُ فِي مَهْنَةِ أَهْلِهِ . فَإِذَا سَمِعَ الْأَذَانَ خَرَجَ . [ر : ۶۴۴]

امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمۃ الباب سے بتانا چاہتے ہیں کہ مرد کو چاہیے کہ وہ جب گھر میں ہو تو گھر کے کاموں میں مدد کرے اور گھروالوں کا ہاتھ بٹائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر کے مختلف

(۷۱) فتح الباری: ۶۳۲/۹۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۔

(۷۲) ہدایۃ: ۲/۴۳۹، الإنصاف: ۳۵۷/۹ و درمختار: ۲/۷۱۱۔

کاموں میں مصروف رہتے تھے اور گھریلو ضروریات پورا کرنے میں مدد کیا کرتے تھے، شارح بخاری ابن بطل مہلب کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

”فمن السنة أن يمتهن الإنسان نفسه في بيته فيما يحتاج إليه من أمر دنياه، وما يعينه على دينه، وليس الترفه في هذا بمحمود، ولا من سبيل الصالحين، وإنما ذلك من سير الأعاجم“ (۷۳)۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث باب سے گھر میں گھریلو کاموں میں مصروف رہنے کا استحباب معلوم ہوتا ہے (۷۴)۔

كان في مهنة أهله

مِهْنَةٌ: میم کے کسرہ اور فتح دونوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے، ہاء پر سکون ہے، کام کو اور خدمت میں مہارت کو کہتے ہیں، یہ حدیث ”کتاب الصلاة“ میں گزر چکی ہے (۷۵)۔

۹ - باب : إذا لم ينفق الرجل . فللمرأة أن تأخذ بغير علمه ما يكفيها وولدها بالمعروف .
 ۵۰۴۹ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي . عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّ هِنْدَ بِنْتَ عَتَبَةَ قَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ أَبَا سَفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ . وَلَيْسَ يُعْطِينِي مَا يَكْفِينِي وَوَلَدِي إِلَّا مَا أَخَذْتُ مِنْهُ . وَهُوَ لَا يَعْلَمُ . فَقَالَ : (حَدِي مَا يَكْفِيكَ وَوَلَدَكَ بِالْمَعْرُوفِ) .
 [ر : ۲۰۹۷]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر شوہر بیوی کو نفقہ اور خرچہ نہ دے تو بیوی کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے عرفاً جتنا اس کے اور اس کی اولاد کے لیے کافی ہو لے لے، اس سے پہلے ایک باب گزر چکا ہے کہ اگر شوہر غائب ہو تو عورت شوہر کے مال میں سے لے سکتی ہے اور اس باب میں شوہر کے حاضر ہونے کی صورت میں نفقہ نہ دینے کے متعلق

(۷۳) شرح ابن بطل: ۷/۵۳۲۔

(۷۴) الأبواب والتراجم: ۲/۸۶۔ نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۱

(۷۵) إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۶۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱ وفتح الباری: ۹/۶۳۳

بتایا گیا کہ عورت بقدر ضرورت و کفایت لے سکتی ہے، لہذا دونوں ترجموں میں تکرار نہیں ہے (۷۶)۔

۱۰ - باب : حِفْظِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا فِي ذَاتِ يَدِهِ وَالنَّفَقَةِ .

۵۰۵۰ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَبُو طَاوُسٍ . عَنْ أَبِيهِ . وَأَبُو الزِّنَادِ . عَنِ الْأَعْرَجِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (خَيْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْأَيْلِ نِسَاءُ قُرَيْشٍ) . وَقَالَ الْآخَرُ : (صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ . أَحْنَاهُ عَلَى وَلَدٍ فِي صِغَرِهِ . وَأَرْعَاهُ عَلَى زَوْجٍ فِي ذَاتِ يَدِهِ) .

وَيُذَكَّرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۳۲۵۱]

پہلے باب میں تو یہ بتلایا گیا تھا کہ عورت شوہر کے مال میں اتنا لے سکتی ہے جو اس کے اور اس کی اولاد کے لیے کافی ہے، یہ جائز ہے، اس باب میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اپنی اور اولاد کی ضرورت سے ہٹ کر شوہر کے مال میں سے بیوی کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر کچھ لینا جائز نہیں۔

ترجمہ الباب میں ”ذات ید“ سے مراد مال ہے اور ”والنفقة“ کا اس پر عطف ”عطف الخاص علی العام“ کی قبیل سے ہے۔

بعض نسخوں میں ”النفقة“ کے بعد ”علیہ“ کا اضافہ ہے، حافظ نے فرمایا یہ بلا ضرورت ہے (۷۷)۔ حدیث باب کتاب النکاح میں گذر چکی ہے اور وہیں اس کی تفصیل گذر چکی ہے (۷۸)۔

وَيُذَكَّرُ عَنْ مُعَاوِيَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَاوُسُ كِي حَدِيثِ بَابِ كِي طَرِحَ رَوَايَتِ مُعَاوِيَةَ بِنِ ابِي سَفْيَانَ وَابْنِ عَبَّاسٍ نِي بِي نَقْلِ كِي هِي جِس كُوَامَامِ أَحْمَدُ وَابْنِ طَبْرَانِي نِي مَوْصُولَا نَقْلِ كِيَا هِي وَابْنِ عَبَّاسٍ كِي رَوَايَتِ بِي بِي أَحْمَدُ نِي نَقْلِ كِي هِي (۷۹)۔

(۷۶) الأبوَاب وَالتَّرَاجِمُ: ۸۶/۲

(۷۷) فَتْحُ الْبَارِي: ۶۳۹/۹

(۷۸) كَشْفُ الْبَارِي، كِتَابُ النِّكَاحِ: ۱۵۷

(۷۹) فَتْحُ الْبَارِي: ۶۳۹/۹ - وَارْشَادِي السَّارِي: ۱۳۸/۱۲ - وَعَمْدَةُ الْقَارِي: ۲۳/۲۱

۱۱ - باب : كِسْوَةُ الْمَرْأَةِ بِالْمَعْرُوفِ .

۵۰۵۱ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ وَهْبٍ . عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : آتَى إِلَيَّ النَّبِيُّ ﷺ حُلَّةً سَبْرَاءَ فَلَبِسْتُهَا . فَرَأَيْتُ الْغَضَبَ فِي وَجْهِهِ . فَشَقَّقْتُهَا بَيْنَ نِسَائِي . [ر : ۲۴۷۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ جس طرح شوہر کے ذمے بیوی کا نفقہ واجب ہے، اسی طرح کسوہ اور لباس بھی واجب ہے اور اس میں اپنے اپنے علاقے کے عرف کا اعتبار ہوگا (۸۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ ذکر کیے ہیں، یہ اس حدیث میں وارد ہیں جس کی تخریج امام مسلم رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ ایک طویل حدیث ہے جس میں خطبہ حجۃ الوداع کا بھی ذکر ہے، اس خطبے میں ایک جگہ آپ نے ارشاد فرمایا: ”اتقوا اللہ فی النساء..... ولهن علیکم رزقهن و کسوتھن بالمعروف“ (۸۱) یہ حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی اس لیے اس حدیث کو تو ذکر نہیں کیا، البتہ اس کے الفاظ ترجمۃ الباب میں ذکر کر کے اس کی طرف اشارہ کیا اور ترجمۃ الباب کو حضرت علیؑ کی حدیث ذکر کر کے ثابت کیا (۸۲)۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کپڑوں کا ایک ریشمی جوڑا لایا گیا (آپ نے وہ مجھے دیا) تو میں نے اسے پہن لیا، میں نے آپ کے چہرے پر غصہ اور ناراضگی کا اثر دیکھا (کیونکہ وہ ریشم کا تھا جس کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں) چنانچہ میں نے اس کو پھاڑ کر اس کے (مختلف حصوں کو) اپنی رشتہ دار خواتین میں تقسیم کیا۔

حدیث میں ”نسائی“ جمع ہے، حضرت علیؑ کی اس وقت صرف ایک بیوی حضرت فاطمہؑ تھیں، چونکہ دوسری رشتہ دار خواتین کو بھی اس میں سے حصہ دیا، اس لیے جمع کا لفظ لائے (۸۳)۔ حدیث کی مناسبت باب سے ظاہر ہے، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۸۰) شرح ابن بظال: ۷/ ۵۴۴۔

(۸۱) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۲/ ۸۹۰ (رقم الحدیث: ۱۴۷)

(۸۲) فتح الباری: ۹/ ۶۴۰۔

(۸۳) فتح الباری: ۹/ ۶۴۱۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۳۔ وإرشاد الساری: ۱۴/ ۱۳۹

”والمطابقة بين الترجمة والحديث من جهة أن الذي حصل لفاطمة رضي الله عنها من الحلة قطعة ، فرضيت بها، اقتصادا بحسب الحال، لا إسرافاً (۸۴)۔

۱۲ - باب : عَوْنِ الْمَرْأَةِ زَوْجِهَا فِي وُلْدِهِ .

۵۰۵۲ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : هَلَكَ أَبِي وَتَرَكَ سَبْعَ بَنَاتٍ أَوْ تِسْعَ بَنَاتٍ ، فَتَزَوَّجْتُ أَمْرَأَةً ثَيِّبًا . فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (تَزَوَّجْتُ يَا جَابِرُ) . فَقُلْتُ : نَعَمْ . فَقَالَ : (بِكْرًا أَمْ ثَيِّبًا) . قُلْتُ : بَلْ ثَيِّبًا . قَالَ : (فَهَلَّا جَارِيَةٌ تُلَاعِبُهَا وَتُلَاعِبُكَ . وَتُضَاحِكُهَا وَتُضَاحِكُكَ) . قَالَ : فَقُلْتُ لَهُ : إِنَّ عَبْدَ اللَّهِ هَلَكَ . وَتَرَكَ بَنَاتٍ . وَإِنِّي كَرِهْتُ أَنْ أَجِئَهُنَّ بِمِثْلِهِنَّ . فَتَزَوَّجْتُ أَمْرَأَةً تَقُومُ عَلَيْهِنَّ وَتُضَلِّحُهُنَّ ، فَقَالَ : (بَارَكَ اللَّهُ لَكَ ، أَوْ قَالَ : خَيْرًا) . [ر : ۴۳۲]

اس باب کا مقصد یہ ہے کہ بچے کا نفقہ تو شوہر کے ذمے واجب ہوتا ہی ہے لیکن عورت کو بھی چاہیے کہ وہ حسب استطاعت بچوں کی تربیت اور دیکھ بھال میں شوہر کی مدد اور اس کے ساتھ تعاون کرے۔

ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بچوں کی دیکھ بھال کے سلسلے میں شوہر کے ساتھ تعاون اگرچہ عورت کے ذمہ واجب اور فرض نہیں، تاہم نیک اور صالح عورتوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ اس طرح کے معاملات میں شوہر کے ساتھ تعاون کرتی ہیں (۸۵)۔

حدیث کی مناسبت باب کے ساتھ ظاہر ہے۔

۱۳ - باب : نَفَقَةِ الْمُعْسِرِ عَلَى أَهْلِهِ .

۵۰۵۳ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو شِهَابٍ ، عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَى النَّبِيَّ ﷺ رَجُلٌ فَقَالَ : هَلَكَتُ ، قَالَ : (وَلَمْ) . قَالَ : وَقَعْتُ عَلَى أَهْلِي فِي رَمَضَانَ ، قَالَ : (فَأَعْتِقْ رَقَبَةً) . قَالَ :

(۸۴) إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۹- وفتح الباری: ۹/۶۴۰ وعمدة القاری: ۲۱/۲۳

(۸۵) شرح ابن بطال: ۷/۵۴۵- وفتح الباری: ۹/۶۴۱ وعمدة القاری: ۲۱/۲۴

بِسْ عِنْدِي ، قَالَ : (فَضْمٌ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ) . قَالَ : لَا أَسْتَطِيعُ ، قَالَ : (فَأَطْعِمْ سِتِّينَ مِسْكِينًا) .
 قَالَ : لَا أَحَدٌ . فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ بَعْرَقٍ فِيهِ تَمْرٌ ، فَقَالَ : (أَيْنَ السَّائِلُ) . قَالَ : هَا أَنَا ذَا ،
 قَالَ : (تَصَدَّقْ بِهَذَا) . قَالَ : عَلَى أَحْوَجَ مِنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَوَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ . مَا بَيْنَ
 بَنَاتِنَا أَهْلُ بَيْتِ أَحْوَجَ مِنَّا . فَضَحِكَ النَّبِيُّ ﷺ حَتَّى بَدَتْ أَنْيَابُهُ . قَالَ : (فَأَنْتُمْ إِذَا) .
 [ز : ۱۸۳۴]

اس باب میں معسر اور تنگ دست کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کا بیان ہے، شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اعسار اور تنگ دستی کی وجہ سے شوہر کے ذمہ واجب نفقہ ساقط نہیں ہوگا (۸۶)۔

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

حدیث سے ترجمۃ الباب اس طرح ثابت کیا گیا ہے کہ صحابی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کھجوریں دیں اور انہیں صدقہ کرنے کے لیے کہا تو انہوں نے بجائے صدقہ کرنے کے کہا کہ میں اپنے سے زیادہ محتاج پر یہ صدقہ کروں؟ حالانکہ مجھ سے زیادہ محتاج تو کوئی نہیں، تو اس سے اہل و عیال کے نفقہ کا اہتمام معلوم ہوا، کیونکہ اگر یہ اہتمام نہ ہوتا تو وہ صدقہ کر دیتے، معلوم ہوا کہ تنگ دست اور معسر کے ذمہ بھی اہل و عیال پر خرچ کرنا واجب ہے اور اس کا اہتمام کرنا چاہئے (۸۷)۔
 حدیث باب میں ”عَرَقَ“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی تھیلے کے ہیں۔

تنگ دست والدین اور اولاد کے نفقہ کا مسئلہ

دوسرا مسئلہ یہاں یہ سمجھئے کہ والدین اگر تنگ دست و فقیر ہوں اور ان کے پاس آمدنی کا کوئی ذریعہ اور مال نہ ہو تو ایسی صورت میں ان کا نفقہ اولاد کے مال کے اندر واجب ہو جاتا ہے، ابن منذر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے (۸۸)۔

(۸۶) الأبواب والتراجم: ۸۶/۲۔

(۸۷) الأبواب والتراجم: ۸۶/۲۔ وعمدة القاری: ۶۳/۲۱۔

(۸۸) المغنی لابن قدامة، کتاب النفقات: ۱۶۹/۸۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے ”أن من أطيب ما أكل الرجل من كسبه، وولده من كسبه“ (۸۹)۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده کے طریق سے ایک اور روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا اور عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرے بچے بھی ہیں، جب کہ میرا والد میرے مال کا محتاج اور ضرورت مند ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”أنت ومالك لوالدك، إن أولادكم من أطيب كسبكم، فكلوا من كسب أولادكم“ (۹۰)۔

اسی طرح اس بات پر بھی اجماع ہے کہ آدمی کے نابالغ محتاج بچوں کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے۔

اگر باپ کا انتقال ہو جائے اور ماں صاحب استطاعت ہو تو بچوں کا نفقہ ماں کے ذمہ واجب ہوگا، حضرات حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ ماں کا نفقہ کسی کے ذمہ واجب ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا نفقہ واجب ہے، ”لانفقة لها ولا عليها“ (۹۱)۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ نے جمہور کی طرف سے قرآن کی آیت ﴿وبالوالدين﴾ کو دلیل میں پیش کیا ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی ایک حدیث کو بھی انہوں نے استدلال میں ذکر کیا ہے کہ ایک صحابی نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا..... مَنْ أْبْر؟ میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ آپ نے فرمایا ”أْمَكْ ثُمَّ أْمَكْ ثُمَّ أْمَكْ، ثُمَّ أْبَاكَ، ثُمَّ الْأَقْرَبُ فَالْأَقْرَبُ“ (۹۲)۔

(۸۹) سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في الرجل يأكل من مال ولده (رقم الحديث: ۳۵۲۸)

(۹۰) سنن أبي داود، كتاب البيوع، باب في الرجل يأكل من مال ولده (رقم الحديث: ۳۵۳۰)

(۹۱) المغنی لابن قدامة: ۸/۱۶۹۔

(۹۲) سنن أبي داود، كتاب الأدب، باب في بر الوالدين: ۳/۳۳۶ (رقم الحديث: ۵۱۳۹)

تو اس میں والدہ کا ذکر بڑی اہمیت سے آیا ہے، اس لیے جب وہ محتاج ہو تو اس کا نفقہ اولاد کے ذمہ واجب ہوگا (۹۳)۔

۱۴ - باب : «وعلى الوارث مثل ذلك» / البقرة: ۲۳۳ . وهل على المرأة منه شيء .
«وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبُكُمُ - إِلَى قَوْلِهِ - صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ» / النحل: ۷۶ .

آیت کریمہ میں وارث سے کیا مراد ہے؟

اس آیت کریمہ میں وارث کی تفسیر میں اختلاف ہے:

① ایک قول یہ ہے کہ وارث سے خود بچہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ باپ کے مرنے کی صورت میں بچے کے مال میں سے اس کے دودھ پلانے کا خرچہ واجب ہوگا، یہ اس صورت میں ہے جب بچے کا مال ہو، یہ قبیسہ بن ذویب اور امام ضحاک کا قول ہے (۹۴)۔

② وارث سے بچے کے باپ کے وارث مراد ہیں، خواہ وہ مردوں میں سے ہوں یا عورتوں میں سے، مطلب یہ ہے کہ باپ اگر مر گیا تو بچے کو دودھ پلانے کا خرچہ اس بچے کے باپ کے وارثوں کے ذمہ بقدر میراث ہوگا۔

(۹۳) المغنی لابن قدامہ، أبواب النفقة، ۸/۱۶۹۔

(۱۴) (أبُكُمُ) هو الذي ولد أحرس لا يتكلم، ولا يفهم ولا يفهم (إلى قوله) وتمتها: ((لَا يَقْدِرُ عَلَى شَيْءٍ وَهُوَ كَلَّ عَلَى مَوْلَاهُ أَيْنَمَا يُوجِّهُهُ لآيَاتٍ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوِي هُوَ وَمَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ)) (كل) ثقل، (مولاه) من يتولى أمره وشؤونه - (أينما..) حيثما يرسله لا يقوم بما ينفع. (من يأمر..) سليم الحواس نفاع، ذو هداية وإرشاد. (صراط مستقيم) سيرة صالحة، دين قويم. وهذا مثل، ضربه الله تعالى لنفسه، وكيف أنه يفيض على عباده من إنعامه، ولما يشملهم به من آثار رحمته والطفاه. ولالأصنام التي هي جماد لاتضر ولا تنفع، ولا تنطق ولا تسمع، ولا تدري ولا تعقل، وهي ثقل على عابديها، تكلفهم الحمل والنقل والخدمة، دون أن تسمو بهم في فكر، أو ترقى بهم إلى حضارة.

(۹۴) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۳/۱۷۰، وشرح ابن بطال: ۷/۵۴۷۔

یہ قول امام احمد اور حضرت حسن بصری سے مروی ہے (۹۵)، امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے (۹۶)۔

۳ تیسرا قول یہ ہے کہ وارث سے بچے کا وارث مراد ہے یعنی بچے کے مرنے کی صورت میں جو لوگ اس کے وارث بنیں گے، وہ مراد ہیں کہ باپ کے مرنے کی صورت میں ان ورثہ پر میراث کے حصے کے بقدر خرچہ واجب ہوگا (۹۷)۔

۴ وارث سے بچے کے ذی رحم محرم مراد ہیں، حضرات حنفیہ کا یہی قول ہے۔ اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت میں ”علی الوارث ذی الرحم المحرم مثل ذلك“ آیا ہے (۹۸) اور ایک قراءت، دوسری قراءت کی مفسر ہوتی ہے یعنی وارث سے وہ ذی رحم محرم مراد ہے کہ اگر بچہ مر جائے تو یہ اس کا وارث بنے، بقدر میراث کے سب پر خرچ لازم ہوگا۔

مثلاً اگر ذی رحم محرم دو بھائی یا دو بہنیں ہیں تو دونوں سے نصف نصف لیا جائے گا اور اگر ایک بھائی اور ایک بہن ہے تو بھائی سے دو ثلث اور بہن سے ایک ثلث لیا جائے گا اور وارثوں پر خرچہ اس صورت میں ہے کہ خود بچے کے پاس مال نہ ہو، ورنہ اگر بچے کے پاس مال ہے تو پھر تمام خرچہ اسی کے مال میں سے دیا جائے گا (۹۹)۔

یا مثلاً اگر یتیم بچے کی ماں اور دادا زندہ ہیں تو یہ دونوں اس بچے کے محرم بھی ہیں اور وارث بھی، اس لیے اس کا نفقہ ان دونوں پر بقدر حصہ میراث عائد ہوگا یعنی ایک تہائی خرچہ ماں کے ذمہ اور دو تہائی دادا کے ذمہ ہوگا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یتیم پوتہ کا حق دادا پر اپنے بالغ بیٹوں سے بھی زیادہ ہے کیونکہ بالغ اولاد کا نفقہ اس کے ذمہ نہیں اور یتیم پوتے کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے (۱۰۰)۔

۵ وارث سے والدین میں سے ایک کے انتقال کر جانے کے بعد جو باقی رہ گیا ہو وہ مراد ہے، باپ

(۹۵) شرح ابن بطلال: ۵۳۷/۷ وفتح الباری: ۶۳۲/۹۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۳

(۹۶) روح المعانی: ۱۳۷/۳۔

(۹۷) روح المعانی: ۱۳۷/۳۔ وإرشاد الساری: ۱۳۱/۱۲

(۹۸) أحكام القرآن (للتھانوی): ۱/۲۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۳

(۹۹) معارف القرآن (از مولانا محمد ادریس کاندھلوی): ۱/۳۳۹۔

(۱۰۰) معارف القرآن (از مفتی محمد شفیع صاحب): ۱/۵۸۲۔

کے مرنے کی صورت میں والدہ اور والدہ کی وفات کی صورت میں باپ مراد ہے اور وارث ”باقی“ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱۰۱)۔

اس صورت میں والدہ بھی ان ورثہ میں داخل ہوگی جن پر بچے کے دودھ کا خرچہ واجب ہوتا ہے، یہ قول زید بن ثابت سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ باپ کے مرنے کی صورت میں اگر بچے کا چچا اور والدہ دونوں رہ جاتے ہیں تو خرچہ دونوں پر بقدر میراث ضروری ہوگا (۱۰۲)۔

شارح بخاری ابن بطلال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زید بن ثابت رحمہ اللہ کے اس قول کو رد کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ”وہل علی المرأة منہ شئی“ کا اضافہ کیا ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت کے ذمہ کچھ بھی واجب نہیں (۱۰۳)۔ دلیل میں قرآن کریم کی یہ آیت پیش فرمائی ﴿وَضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا أَبُكْمٌ لَا يَقْدِرُ﴾ امام بخاری رحمہ اللہ نے عورت کو ”أبکم“ سے تشبیہ دی جو بولنے پر قادر نہیں ہوتا اور اپنے آقا پر بوجھ ہوتا ہے، اسی طرح عورت بھی قادر نہیں، اس لیے اس کے ذمہ کچھ بھی لازم نہیں (۱۰۴)۔ چنانچہ ابن منیر فرماتے ہیں:

”إنما قصر البخاری الرد علی من زعم أن الأم يجب علیها نفقة ولدھا ، وإرضاعه بعدأبیہ لدخولھا فی الوارث ، فبین أن الأم كانت کلا علی الأب واجبة النفقة علیہ، ومن هو کَلّ بالإصالة لا یقدر علی شئی غالباً کیف یتوجه علیہ أن ینفق علی غیره“ (۱۰۵)۔

(۱۰۱) روائع البیان: ۱/ ۳۵۱۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۴۔ وإرشاد الساری: ۱۴/ ۱۴۱

(۱۰۲) شرح ابن بطلال: ۷/ ۵۴۷۔

(۱۰۳) وفي اللامع: ۹/ ۳۹۰: ”قوله: ”وہل علی المرأة.....“ یعنی هل يجب علی المرأة من مالها شئی لرضاع صبیہا، جوابہ محذوف، أى لا یجب لأن المرأة کَلّ، والکل لا وجوب علیہ، بل الوجوب له کما نطق به النص۔“

(۱۰۴) شرح ابن بطلال: ۷/ ۵۵۷۔ وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۴

(۱۰۵) فتح الباری: ۹/ ۶۴۳۔

۵۰۵۴ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ رَيْثِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ . عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . هَلْ لِي مِنْ أَجْرِ فِي بَنِي أَبِي سَلَمَةَ أَنْ أَنْفَقَ عَلَيْهِمْ . وَلَسْتُ بِتَارِكِهِمْ هَكَذَا وَهَكَذَا . إِنَّمَا هُمْ بَنِيَّ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . لَكَ أَجْرٌ مَا أَنْفَقْتَ عَلَيْهِمْ) . [ر : ۱۳۹۸]

۵۰۵۵ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : قَالَتْ هِنْدُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ أَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيحٌ . فَهَلْ عَلَيَّ جُنَاحٌ أَنْ أَخُذَ مِنْ مَالِهِ مَا يَكْفِيَنِي وَبَنِيَّ ؟ قَالَ : (خُذِي بِالْمَعْرُوفِ) . [ر : ۲۰۹۷]

حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ابو سلمہ کے بچوں کو خرچ دینے میں مجھے ثواب ملے گا، میں انہیں اس حالت اور اس طرح (فقر و تنگدستی میں) نہیں چھوڑ سکتی، وہ بھی میرے ہی بچے ہیں آپ نے فرمایا ”ہاں تجھے ثواب ملے گا جو تو ان کی ذات پر خرچ کرے گی۔“

حضرت ام سلمہؓ کی اس حدیث سے یہ بات صراحت کے ساتھ معلوم ہوئی کہ ان کا اپنی اولاد پر خرچ کرنا بطور نفل و استحباب تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ان پر واجب نہیں تھا، حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت ذکر کرتے ہوئے علامہ عینی لکھتے ہیں:

”مطابقته للترجمة من حيث إن أم الصبي كل على أبيه، فلا يجب عليها نفقة بنيتها، ولهذا لم يأمر النبي صلى الله عليه وسلم أم سلمة بالإنفاق على بنيتها، وإنما قال: لك أجر ما أنفقت عليهم“ (☆۱۰۶)۔

دوسری حدیث حضرت ہندہؓ کی ہے، اس میں بھی یہ بات ظاہر ہے کہ باپ کی موجودگی میں ماں کے ذمہ کچھ نہیں، بلکہ خرچ باپ کے مال سے لیا جائے گا، باپ کی وفات کے بعد بھی یہ اصل برقرار رہے گی۔ لیکن اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ باپ کی زندگی میں ماں کے ذمہ کچھ نہیں، یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ باپ کی وفات کے بعد بھی ماں کے ذمہ کچھ نہ ہو کیونکہ اس سے بچے کی پرورش سے متعلق کئی

مصلحتوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، اس لیے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فيحتمل أن يكون مراد البخاري من الحديث الأول وهو حديث أم سلمة في إنفاقها على أولادها الجزء الأول من الترجمة، وهو أن وارث الأب كالأم يلزمه نفقة المولود بعد موت الأب، ومن الحديث الثاني الجزء الثاني، وهو أنه ليس على المرأة شيء عند وجود الأب، وليس فيه تعرض لما بعد الأب“ (۱۰۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ باب کی پہلی حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ترجمۃ الباب کے جزء اول کی تائید ہے کہ بچے کے والد کی وفات کے بعد باپ کے دوسرے وارثوں پر بچے کی ماں کی طرح بچے کا نفقہ لازم ہوگا اور دوسری حدیث سے ترجمۃ الباب کا دوسرا جزء ثابت لیا ہے کہ باپ کی موجودگی میں عورت کے ذمے کچھ بھی واجب نہیں۔

البتہ اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ترجمۃ الباب کے جزء اول میں قرآن کریم کی آیت کا جو حصہ ﴿وعلى الوارث مثل ذلك﴾ ذکر کیا ہے یہ تو وجوب پر دلالت کرتا ہے جب کہ باب کی حدیث اول وجوب کے بجائے استحباب پر دلالت کرتی ہے تو دال علی الاستحباب کو دال علی الوجوب کی تائید میں کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے۔

اس لیے ابن منیر نے جو بات فرمائی ہے وہ زیادہ دل کو لگتی ہے کہ امام کا مقصد دونوں حدیثوں سے ترجمۃ الباب کا جزء ثانی ”وهل على المرأة منه شيء“ کو ثابت کرنا ہے جس کی تفصیل گذر چکی۔

۱۵ - باب : قول النبي ﷺ : (مَنْ تَرَكَ كَلًّا أَوْ ضِيَاعًا فَآلِيَّ).

۵۰۵۶ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ ابْنِ سَلَمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ كَانَ يُؤْتِي بِالرَّجُلِ الْمُتَوَقِّفِ عَلَيْهِ الدَّيْنُ ، فَيَسْأَلُ : (هَلْ تَرَكَ لِدِينِهِ فَضْلًا ؟) . فَإِنْ حَدَّثَ أَنَّهُ تَرَكَ وَفَاءً صَلَّى ، وَإِلَّا ، قَالَ لِلْمُسْلِمِينَ : (مَسَلُوا عَلَى صَاحِبِكُمْ) . فَلَمَّا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْفُتُوحَ ، قَالَ : (أَنَا أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ) . فَسَمِعْتُ تَوَقِّفَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَتَرَكَ دِينًا فَعَلَى قَضَاؤُهُ ، وَمَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِوَرَثَتِهِ) . [ر : ۲۱۷۶]

اس ترجمہ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی فوت ہو جائے، اس نے کوئی مال نہیں چھوڑا اور اس کے اہل و عیال نفقہ اور اخراجات کے محتاج ہوں تو مسلمانوں کا بیت المال ان کی کفالت کرے گا۔

کَلَّ کے معنی بوجھ کے ہیں، مراد قرض اور دین ہے اور ضیاع (ضاد کے فتح کے ساتھ) بمعنی ہلاک ہے، مراد ایسے بچے ہیں کہ اگر مدد نہ کی گئی تو ان کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو (۱۰۷)۔

۱۶ - باب : المراضع من الموالیات وغیرهن

۵۰۵۷ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ . عَنْ عُتَيْبٍ . عَنْ أَبِي شَهَابٍ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ : أَنَّ رَيْبَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ أَخْبَرَتْهُ : أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . أُنْكِحْ أَخِي ابْنَةَ أَبِي سُفْيَانَ . قَالَ : (وَتَحَبِّينَ ذَلِكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ . لَسْتُ لَكَ بِمُخْلِيةٍ ، وَأَحَبُّ مِنْ شَارِكِي فِي الْخَيْرِ أَخِي . فَقَالَ : (إِنَّ ذَلِكَ لَا يَحِلُّ لِي) . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَإِنَّهُ إِنَّا نَتَحَدَّثُ أَنَّكَ تُرِيدُ أَنْ تُنْكِحَ دُرَّةَ بِنْتَ أَبِي سَلَمَةَ ؟ فَقَالَ : (ابْنَةُ أُمِّ سَلَمَةَ) . فَقُلْتُ : نَعَمْ . قَالَ : (فَإِنَّهُ لَوْ لَمْ تَكُنْ رَيْبِي فِي حَجْرِي مَا حَلَّتْ لِي . إِنَّهَا ابْنَةُ أَخِي مِنَ الرِّضَاعَةِ ، أَرْضَعْتَنِي وَأَنَا سَلَمَةُ ثَوْبِيَّةٌ ، فَلَا تَعْرِضْنِ عَلَيَّ بِمَا تَكُنْ وَلَا أَخَوَاتِكَ) .

وقال شعيب . عن الزُّهْرِيِّ : قَالَ عُرْوَةُ : ثَوْبِيَّةٌ أَعْتَمَهَا أَبُو لَهَبٍ [ر : ۴۸۱۳] .

مراضع: مُرَضِعَةٌ کی جمع ہے دودھ پلانے والی اور مَوَالِيَات (میم کے فتح کے ساتھ) مَوَالِي سے ہے، شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا، مناسب لفظ ”مَوَالِيَات“ تھا جو ”مَوَالَاة“ کی جمع ہے، جس کے معنی باندی کے ہیں اور یہاں یہی معنی مراد ہیں، جہاں تک تعلق لفظ ”مَوَالِيَات“ کا ہے تو یہ ”مَوَالِي“ کی جمع الجمع ہے..... ”مَوَالِي“ کی جمع ”مَوَالِي“ اور ”مَوَالِي“ کی جمع مؤنث سالم ”مَوَالِيَات“ آتی ہے۔

یہاں ”مَوَالِيَات“ سے غیر عربی عجمی باندیاں مراد ہیں، امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے لیے ضروری نہیں کہ وہ عربی اور آزاد ہو، غیر عربی اور عجمی باندی سے بھی ارضاع کا کام لیا جاسکتا ہے، بعض لوگوں کا خیال تھا کہ عجمی بانديوں سے دودھ پلانا درست نہیں کیونکہ اس سے بچے

(۱۰۷) قولہ: ”فبالي“ بتشديد الياء، ومعناه: فينتهي ذلك إليّ، وأنا أقدارُك، وهو بمعنى ”علّي“ أي فعلّي قضاءه

کی نجابت پر اثر پڑتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید فرمائی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو لہب کی باندی ثویبہ نے دودھ پلایا تھا جب کہ وہ غیر عربی تھیں اور ابو لہب کی آزاد کردہ تھیں (۱۰۸)۔
حدیث باب ”کتاب النکاح“ میں گذر چکی ہے اور شعیب کی تعلیق بھی وہاں موصولاً گذر چکی ہے (۱۰۹)۔

باب کی کتاب سے مناسبت

البتہ یہ سوال رہ جاتا ہے کہ اس باب کا ”کتاب النفقات“ سے کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کو یہاں ذکر کر کے اس مسئلہ کی طرف لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ والدہ پر بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں بلکہ اسے اختیار ہے پلائے یا نہ پلائے، دودھ نہ پلانے کی صورت میں بچے کا باپ یا ولی کسی دوسری عورت کا اجرت پر دودھ پلانے کا انتظام کرے گا اور مرضعہ کی اجرت بھی چونکہ نفقہ میں داخل ہے اس لیے اس باب کو نفقات میں ذکر کیا (۱۱۰)۔

(۱۰۸) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے شرح ابن بطلال: ۷/۵۵۱۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۶۔ وفتح الباری: ۹/۶۳۳ و ۶۳۵

(۱۰۹) دیکھیے کشف الباری (کتاب النکاح: ۱۸۹، ۱۹۰)

(۱۱۰) فتح الباری: ۹/۶۳۵، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۳۳۔

٧٣ - كتاب الأَطعمَة

کتاب الأطعمة (الأحاديث: ۵۰۵۸ - ۵۱۴۹)

کتاب الاطعمه میں امام بخاری نے ۵۹ ابواب قائم کیے ہیں، ہمارے اس نسخے میں ۵۷ ابواب ہیں، کیونکہ اس میں باب بلا ترجمہ کو شامل نہیں کیا گیا اور ان میں ایک سو بارہ احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے چودہ احادیث معلق ہیں اور باقی موصول ہیں، نوے احادیث مکرر ہیں اور ۲۲ احادیث ایسی ہیں کہ وہ امام بخاری نے پہلی بار یہاں ذکر فرمائی ہیں، ان میں ۲۲ سے تیرہ احادیث متفق علیہ ہیں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے، کتاب الاطعمہ میں صحابہ اور تابعین کے چھ آثار بھی امام نے ذکر کیے ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۳ - کتاب الأطعمة

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : « كَلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ » البقرة: ۵۷ . ۱۷۲ و الأعراف: ۱۶۰ /
 و / طه: ۸۱ . وَقَوْلِهِ : « أَنْتَقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ » البقرة: ۲۶۷ . وَقَوْلِهِ : « كَلُوا مِنْ
 الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ » المؤمنون: ۵۱ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النفقات کے بعد کتاب الأطعمة کو شروع فرمایا، دونوں کے
 درمیان مناسبت ظاہر ہے کہ نفقات کا زیادہ تر تعلق اطعمہ سے ہے (۱)۔

أطعمة أفعلة کے وزن پر طعام کی جمع ہے، قاعدہ یہ ہے کہ جو کلمہ رباعی ہو اور اس کا تیسرا حرف
 مدہ ہو تو اس کی جمع عموماً أفعلہ کے وزن پر آتی ہے جیسے طعام: أطعمة، رحي: أرحية، رغيف:
 أرغفة (۲)۔

ابن فارس رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طعام کا لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کھائی جاتی ہو،
 یہاں تک کہ پانی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے (۳)۔

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ طہ، سورۃ بقرہ اور سورۃ مؤمنون کی ایک ایک آیت
 ذکر فرمائی ہے، ان آیات کے ذکر کرنے کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ انسان کو حلال اور طیب و پاکیزہ
 غذا کے حصول کا اہتمام کرنا چاہیے۔

(۱) الأبواب والتراجم: ۸۶/۲

(۲) دیکھیے جامع الدرر العربیة: ۳۱/۱، جموع القلة۔

(۳) إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۵، وفي معجم مقایس اللغة لابن فارس: ۳/۱۱۱ "والإطعام يقع في كل ما يطعم،

حتى الماء قال الله تعالى: ﴿وَمَنْ لَمْ يَطْعَمْهُ فَإِنَّهُ مِنِّي﴾، وقال عليه السلام في زمزم: "إنها طعام طعم،

وشفاء سقم"۔

- ۵۰۵۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ . عَنْ مَنْصُورٍ . عَنْ أَبِي وَائِلٍ . عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (أَطْعَمُوا الْجَائِعَ . وَعَوَّدُوا الْمَرِيضَ . وَفُكُّوا الْعَالِيَّ) . قَالَ سُفْيَانُ : وَالْعَالِيَّ الْأَسِيرُ . [ر : ۲۸۸۱]
- ۵۰۵۹ : حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ عِيسَى : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : مَا شَبِعَ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ طَعَامٍ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى قُبِضَ .

سند میں ”ابیہ“ کا مصداق فضیل بن غزوان بن جریر کوفی ہیں اور ابو حازم کا نام سلمان اشجعی

ہے (۴)۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے تین دن بھی آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا، یہاں تک کہ آپ کی وفات ہو گئی۔

مسلم کی روایت کے الفاظ ہیں ”ما شبع نبی اللہ وأہلہ ثلاثۃ أيام تباعاً من خبز حنطة حتى فارق الدنيا“ (۵) ای متوالیہ یعنی تین دن مسلسل آسودہ ہو کر کھانا نہیں کھایا۔

اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کچھ میسر نہیں تھا، یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کھانے کو کچھ میسر تو تھا لیکن ایثار کر کے فقراء کو دے دیا اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مسلسل خوب سیر ہو کر کھانا مذموم ہے (۶)۔

حضرت حذیفہؓ سے مروی روایت منقول ہے ”من قل طعمه، صح بطنه و صفا قلبه، ومن

کثر طعمه سقم بطنه و قسا قلبه“ (۷)۔

(۴) إرشاد الساری: ۱۴/۱۲۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۷

(۵) فتح الباری: ۹/۶۳۸، صحیح مسلم، کتاب الزہد والرقائق، (رقم الحدیث: ۲۹۷۶)

(۶) إرشاد الساری: ۱۴/۱۲۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۷۔ وفتح الباری: ۹/۶۳۸

(۷) إرشاد الساری: ۱۴/۱۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۷

۵۰۶۰ : وَعَنْ أَبِي حَازِمٍ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَصَابَنِي جَهْدٌ شَدِيدٌ . فَاتَّقَيْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ . فَاسْتَقْرَأْتُهُ آيَةَ مِنْ كِتَابِ اللَّهِ ، فَدَخَلَ دَارَهُ وَفَتَحَهَا عَلَيَّ . فَمَشَيْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ فَخَرَّتُ لِرُجْنِهِ مِنَ الْجَهْدِ وَالْجُوعِ . فَإِذَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ قَائِمٌ عَلَى رَأْسِي . فَقَالَ : (يَا أَبَا هُرَيْرٍ) . فَقُلْتُ : لَبَيْكَ رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ . فَأَخَذَ بِيَدَيَّ فَأَقَامَنِي وَعَرَفَ الَّذِي نِي . فَأَنْطَلَقَ نِي إِلَى رَحْلِهِ . فَأَمَرَ لِي بِعَسٍّ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبْتُ مِنْهُ . ثُمَّ قَالَ : (عُدْ فَاشْرَبْ يَا أَبَا هُرَيْرٍ) . فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ . ثُمَّ قَالَ : (عُدْ) . فَعُدْتُ فَشَرِبْتُ . حَتَّى اسْتَوَى بَطْنِي فَصَارَ كَالنِّدْحِ . قَالَ : فَاتَّقَيْتُ عُمَرَ ، وَذَكَرْتُ لَهُ الَّذِي كَانَ مِنْ أَمْرِي ، وَقُلْتُ لَهُ : فَوَيْلَ اللَّهِ ذَلِكَ مِنْ كَانَ أَحَقَّ بِدِينِكَ يَا عُمَرُ . وَاللَّهِ لَقَدْ اسْتَقْرَأْتُكَ الْآيَةَ ، وَلَئِنَّا أَقْرَأُ لَهَا مِنْكَ . قَالَ عُمَرُ : وَاللَّهِ لَأَنْ أَكُونَ أَدْخَلْتُكَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَكُونَ لِي مِثْلُ حُمْرِ النَّعَمِ .

یہ تعلق نہیں بلکہ ما قبل کی سند کے ساتھ متصل ہے اور یہ حدیث یہاں پہلی بار آئی ہے۔

أصابني جهد شديد

حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے سخت بھوک لگی، جہد (جیم کے فتح کے ساتھ) مشقت کو

کہتے ہیں، یہاں بھوک مراد ہے۔

فاستقرأته آية من كتاب الله

میں نے ان سے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھنے کی (استفادے کی غرض سے) درخواست کی۔

فدخل داره وفتحها علي

حضرت عمر فاروقؓ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور وہ آیت پڑھ کر مجھے سمجھائی ”فتحها علي“ کے

معنی ہیں ”قراها علي وأفهمني إياها“ یعنی اس کے معنی مجھ پر کھول دیئے۔ ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں

اس قصے کی روایت ذکر کی ہے، اس میں ہے کہ مذکورہ آیت سورۃ آل عمران کی تھی، اس روایت میں ہے

”فقلت له: أقرئني وما أريد القراءة، وإنما أريد الإطعام“ (۸)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں

(۸) فتح الباری: ۶۳۹/۹ و حلیۃ الاولیاء، لأبی نعیم: ۳۷۸/۱ و لفظہ: ”فقلت: أقرئني وما أريد إلا الإطعام“ رقم

”وكانه سهل الهمزة فلم يفتن عمر“ حضرت ابو ہریرہؓ نے ”أقرئنی“ کے ہمزہ کو تسہیل کے ساتھ ”أقرئنی“ پڑھا جس کے معنی ہیں ”میری مہمان نوازی کریں“... تاہم حضرت فاروق اعظم ان کے اصل مقصد کو نہیں سمجھ سکے (۹) کیونکہ أقرئنی (ہمزہ کے ساتھ) اور أقرئنی (بغیر ہمزہ کے) دونوں کا تلفظ ایک دوسرے کے مشابہ ہے، ایک کو ادا کرتے ہوئے دوسرے کا وہم ہو سکتا ہے، بہر حال یہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا بیان کردہ ایک نکتہ ہے، ضروری نہیں کہ حقیقت اور واقعہ میں بھی اسی طرح ہو۔

فجرت لو جنہی من الجهد

بھوک کی وجہ سے میں چہرے کے بل گر پڑا، ”حلیۃ الاولیاء“ کی روایت میں ہے کہ اس دن حضرت ابو ہریرہؓ روزے سے تھے اور افطار کرنے کے لیے انہیں کچھ میسر نہیں آیا تھا (۱۰)، گرنے کے بعد دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر کے پاس کھڑے ہیں، آپ ﷺ اصل حقیقت سمجھ گئے، انہیں گھر لے کر گئے اور دودھ کا ایک بڑا پیالہ لانے کا حکم دیا، فرماتے ہیں، میں نے اس سے پیا، آپ نے دوبارہ اور سہ بارہ پینے کے لیے فرمایا، میں پیتا رہا یہاں تک کہ میرا پیٹ (بھرنے کی وجہ سے) تیر کی طرح سیدھا ہو گیا، پھر میں عمرؓ سے ملا اور ان سے اپنی اصل حالت بیان کی اور ان سے کہا ”مجھے سیراب کرنے کا کام اس شخص نے کیا جو آپ سے زیادہ اس کے حق دار تھے“ (مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔)

واللہ لقد استقرأتک آیۃ ولأنا أقرأ لہامنک

بخدا، میں نے آپ سے ایک آیت پڑھنے کی درخواست کی تھی حالانکہ میں آپ سے زیادہ اس آیت کا پڑھنے والا تھا۔

بہت ممکن ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے وہ آیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست پڑھی ہو اور حضرت فاروق اعظمؓ نے بالواسطہ، اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے ان کے مقابلے میں اپنے آپ کو ”أقرأ“ کہا (۱۱)۔

(۹) فتح الباری: ۶۳۹/۹۔ وإرشاد الساری: ۱۳/۱۳۔

(۱۰) حلیۃ الاولیاء: ۳۷۸/۱، رقم الترجمة: ۸۵۔

(۱۱) فتح الباری: ۶۵۰/۹۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ (میں آپ کا مقصد سمجھا نہیں تھا ورنہ) آپ کو اپنے گھر میں داخل کرنا (اور مہمان بنانا) مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میرے پاس سرخ اونٹ ہوں۔

سرخ اونٹ عربوں کے ہاں دوسرے اونٹوں کے مقابلے میں زیادہ محبوب تھے۔

شارح بخاری ابن بطلال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس زمانے میں حضرات صحابہ کرامؓ کا دستور یہی تھا کہ جب کوئی آدمی کسی سے قرآن مجید کی آیت کے متعلق کوئی سوال کرتا تو (وہ اس کا شکر گزار ہو کر) اسے گھر لے جا کر کھانا کھلاتا اور اس کی ضیافت کرتا، اس لیے حضرت ابو ہریرہؓ نے آیت کریمہ کے متعلق یہ سوال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی مصروفیت یا مانع کی وجہ سے ان کی ضیافت نہیں کر سکے (۱۲)۔

آیات واحادیث میں مناسبت

آخر میں یہ بات رہ جاتی ہے کہ ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیات کریمہ کے ساتھ ان احادیث کا کیا تعلق ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ شکم سیری اور بھوک، اطعمہ اور کھانوں کے احوال سے پیدا ہونے والی کیفیات ہیں، اسی طرح حلال اور حرام ہونا اطعمہ کی صفات میں سے ہیں اور کھانا کھلانے نہ کھلانے کا تعلق بھی ان صفات سے ہے تو آیات کریمہ میں صرف اطعمہ کی انواع مراد نہیں بلکہ انواع کے ساتھ ساتھ احوال اور اوصاف بھی مراد ہیں اور احادیث میں بھی یہ احوال و اوصاف آگئے ہیں، اس لیے دونوں کے درمیان ایک گونہ مناسبت اس جہت سے پائی جاتی ہے (۱۳)۔

۱ - باب : التَّسْمِيَةُ عَلَى الطَّعَامِ وَالْأَكْلُ بِالْيَمِينِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں دو مسئلے ذکر فرمائے ہیں، پہلا مسئلہ کھانے کے وقت بسم اللہ

پڑھنے کا ہے۔

(۱۲) وفتح الباری: ۹/۶۵۰۔

(۱۳) فتح الباری: ۹/۶۳۹۔ والأبواب والتراجم: ۲/۸۶، ۸۷۔

کھانے کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ظاہر یہ کے نزدیک کھانے کی ابتدا میں ”بسم اللہ“ پڑھنا واجب ہے، امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۱۴)۔

یہ حضرات حدیث باب میں ”بسم اللہ“ سے استدلال کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ امر وجوب کے لیے ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک کھانے کے وقت ”بسم اللہ“ پڑھنا مستحب ہے جمہور کے نزدیک امر استحباب کے لیے ہے (۱۵)۔ ”بسم اللہ.....“ پڑھنے کے سلسلے میں امام ابوداؤد اور امام ترمذی کی وہ روایت بہت صریح ہے جو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس میں ہے ”إذا أكل أحدكم طعاماً فليقل: بسم الله، فإن نسي في أوله، فليقل: بسم الله في أوله و آخره“ (۱۶) اس حدیث میں صرف ”بسم اللہ“ کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ صراحت کے ساتھ ذکر کر دیا ہے کہ ابتدا میں ”بسم اللہ“ پڑھی جائے اور ابتدا میں بھول جائے تو ”بسم اللہ فی اولہ و آخرہ“ کے الفاظ درمیان یا آخر میں یاد آنے پر کہے جائیں۔

صرف ”بسم اللہ“ کے الفاظ کہہ دینا بھی کافی ہے لیکن اگر پوری ”بسم اللہ“ پڑھی جائے تو زیادہ بہتر ہے، اسی طرح آواز بلند پڑھنا مستحب ہے تاکہ دوسروں کو یاد دہانی ہو جائے (۱۷)۔

امام حاکم نے ”مستدرک“ میں ”بسم اللہ وبرکة اللہ“ کے الفاظ نقل کیے ہیں (۱۸) ”بسم اللہ وعلی برکة اللہ“ کے جو الفاظ مشہور ہیں، وہ مشہور کتب حدیث میں نہیں ملتے، ان کے قریب الفاظ امام

(۱۴) المحلی بالأثر لابن حزم: ۶/۱۰۳، رقم المسألة: ۱۰۲۳۔

(۱۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۸، وفتح الباری: ۹/۶۵۲۔

(۱۶) الحدیث أخرجه أبو داود في كتاب الأطعمة، باب التسمية على الطعام: ۳/۳۴۷، (رقم الحدیث:

۳۷۶۷) ولفظه: إذا أكل أحدكم فليذكر اسم الله تعالى، فإن نسي أن يذكر اسم الله في أوله فليقل.....“

والترمذی فی کتاب الأطعمة، باب ما جاء في التسمية على الطعام، ۲/۲۸۸، (رقم الحدیث: ۱۸۵۸)

(۱۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۸۔ وفتح الباری: ۹/۶۵۱ وإرشاد الساری: ۱۳/۱۳۸۔

(۱۸) مستدرک للإمام الحاکم: کتاب الأطعمة، ۳/۱۰۷۔

حاکم نے نقل کیے ہیں۔

تسمیہ پڑھ کر کھانا کھانے میں شیطان شریک نہیں ہوتا، بسم اللہ پڑھے بغیر اگر کھانا شروع کیا جائے تو شیطان بھی اس میں شرکت کرنے لگتا ہے جیسا کہ بعض روایات میں ہے (۱۹)۔
جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی مسئلہ ہے کہ اگر کئی آدمی ایک دسترخوان پر بیٹھیں تو سب لوگ بسم اللہ کہیں، جب کہ بعض علماء کے نزدیک جن میں امام شافعیؒ بھی شامل ہیں محض ایک آدمی کا بسم اللہ کہہ لینا سب کے لیے کافی ہو جائے گا (۲۰)۔

دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم

دوسرا مسئلہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کا امام بخاریؒ نے بیان کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے ”کتاب الأم“ اور ”الرسالة“ میں تصریح کی ہے کہ اکل بالیمین واجب ہے (۲۱)۔ علامہ تقی الدین سبکی اور ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی نے وجوب کے اس قول کو ترجیح دی ہے (۲۲)۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اکل بالیمین کے وجوب پر وہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے جس میں اکل بالشمال پر وعید کا بیان ہے، یہ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی حدیث ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے ”صحیح مسلم“ میں نقل فرمائی ہے کہ ”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأى رجلاً یأکل بشماله فقال: کُلْ بيمينك، قال: لا أستطیع: قال: لا استطعت، فمارفعتها إلی فیہ بعد“ (۲۳)۔
اسی طرح حضرت عائشہؓ کی ایک اور حدیث امام مسلم اور امام احمد نے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے

(۱۹) دیکھیے مستدرک حاکم: ۱۰۸/۳، کتاب الأطعمة۔

(۲۰) عمدة القاری: ۲۸/۲۱۔ وإرشاد الساری: ۱۳۸/۱۲

(۲۱) إرشاد الساری: ۱۳۹/۱۲۔ وعمدة القاری: ۲۸/۲۱

(۲۲) فتح الباری: ۶۵۲/۹۔

(۲۳) فتح الباری: ۶۵۲/۹، صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام و الشراب وأحكامهما:

۱۵۹۹/۳ (رقم الحدیث: ۲۰۲۱) وفيه بعد ”لا استطعت“: مامنه إلا الکبر قال:.....

”من أكل بشماله أكل معه الشيطان“ (۲۴)۔

لیکن جمہور علماء کے نزدیک دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا مستحب ہے، واجب نہیں، حضرات شافعیہ کا مشہور مسلک بھی یہی ہے، امام غزالی اور امام نووی رحمہما اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے (۲۵)۔
وعید کی مذکورہ روایات کو جمہور زجر و تنبیہ اور مصالح شریعت پر محمول کرتے ہیں۔

اکل بالیمین کا یہ استحباب اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو لیکن دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے میں کوئی عذر ہو مثلاً دائیں ہاتھ میں زخم ہو تو ایسی صورت میں بائیں ہاتھ سے کھایا جاسکتا ہے اور اکل بالیمین کے استحباب کی رعایت ملحوظ نہ رہے گی (۲۶) علامہ قرطبی رحمہ اللہ اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں:

”هذا الأمر على جهة الندب ، لأنه من باب تشریف اليمين على الشمال ، لأنها أقوى في الغالب ، وأسبق للأعمال وأسكن في الأشغال ، وهي مشتقة من اليمن ، وقد شرف الله أصحاب الجنة، إذ نسبهم إلى اليمين ، وعكسه في أصحاب الشمال..... وإذ اتقرر ذلك فمن الآداب المناسبة لمكارم الأخلاق والسيرة الحسنة عند الفضلاء اختصاص اليمين بالأعمال الشريفة والأحوال النظيفة..... كل هذه الأوامر من المحاسن المكملة والمكارم المستحسنة، والأصل فيما كان من هذا الترغيب والندب“ (۲۷)۔

(۲۴) فتح الباری: ۶۵۲/۹، وصحیح مسلم، کتاب الأشربة باب آداب الطعام و الشراب وأحكامهما: ۱۵۹۹/۳۔ ما وجدنا بهذا اللفظ فيه، والذي وجدناه، لفظه: ”لاتأكلوا بالشمال، فإن الشيطان يأكل بالشمال“ ۱۵۹۸/۳، (رقم الحديث: ۱۰۴ (۲۰۱۹))، باب آداب الطعام و الشراب وأحكامهما، وعمدة القاری: ۲۹/۲۱

(۲۵) عمدة القاری: ۲۸/۲۱۔

(۲۶) فتح الباری: ۶۵۳/۹۔

(۲۷) فتح الباری: ۶۵۳/۹۔

اب ذر احديث باب کی طرف آئیے جو امام بخاری نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۲۸)۔

۵۰۶۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ قَالَ : الْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ أَخْبَرَنِي : أَنَّهُ سَمِعَ وَهْبَ بْنَ كَيْسَانَ : أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ يَقُولُ : كُنْتُ غُلَامًا فِي حَجْرٍ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . وَكَانَتْ يَدِي تَطِيشُ فِي الصَّحْفَةِ . فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (يَا غُلَامُ . سَمَّ اللَّهُ . وَكُلَّ بِيَمِينِكَ . وَكُلَّ مِمَّا بِيَمِينِكَ) . فَمَا زَالَتْ تِلْكَ طِعْمَتِي بَعْدُ . [۵۰۶۲ . ۵۰۶۳]

ولید بن کثیر سفیان بن عیینہ کے شیخ ہیں، یہاں سیاق سند عام اسلوب سے ہٹ کر ہے، سند کا عام اسلوب یوں ہونا چاہیے ”.....أخبرنا سفیان، أخبرني الوليد بن كثير“ کیونکہ عام اسلوب میں صغیح تحمل حدیث کو راوی کے نام سے پہلے ذکر کیا جاتا ہے جب کہ یہاں ”.....الوليد بن كثير أخبرني“ ہے، ”أخبرني“ کو راوی کا نام ذکر کرنے کے بعد لائے ہیں، صغیح تحمل حدیث کو راوی کے نام کے بعد لانا اگرچہ جائز ہے لیکن محدثین کا عام اسلوب اسے راوی کے نام سے پہلے لانے کا ہے، حمیدی کے طریق میں عام اسلوب ہے ”عن سفیان قال : حدثنا الوليد بن كثير.....“ (۲۹)۔

عمر بن ابی سلمة

ابو سلمہ کا نام عبد اللہ ہے، عمر ان کے بیٹے ہیں، ان کی والدہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ ہیں، ابن عبد البر نے فرمایا کہ عمر کی ولادت ہجرت کے دوسرے سال بعد ہوئی (۳۰) لیکن حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ صحیح قول کے مطابق ان کی ولادت ہجرت سے دو سال قبل ہوئی ہے (۳۱)۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش میں رہے۔

كنت غلاماً

غلام کا اطلاق ولادت سے لے کر بالغ ہونے تک کی درمیانی عمر کے بچے پر ہوتا ہے..... فی

(۲۸) (۵۰۶۱) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة باب الأكل مما يليه، (رقم الحدیث: ۵۰۶۲ و

۵۰۶۳) وأخرجه مسلم فی کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب و أحكامهما، (رقم الحدیث: ۲۰۲۲)

(۲۹) فتح الباری: ۶۵۱/۹ - وعمدة القاری: ۲۹/۲۱ - وإرشاد الساری: ۱۳۸/۱۴

(۳۰) الاستيعاب لابن عبد البر علی هامش الإصابة: ۳۷۳/۲ - وعمدة القاری: ۲۹/۲۱

(۳۱) فتح الباری: ۶۵۱/۹ - وعمدة القاری: ۲۹/۲۱

حجر رسول اللہ: آی فی تربیتہ وتحت نظرہ (۳۲)۔

و كانت یدی تطیش فی الصحفة

میرا ہاتھ پیالے کے اندر (چاروں طرف) پھر رہا تھا، تطیش کے معنی حرکت کرنے اور پھرنے کے ہیں، صحفہ پیالے کو کہتے ہیں، یہ قصعہ سے بڑا ہوتا ہے۔ -

فما زالت تلك طعمتی بعد

یعنی پھر اس کے بعد ہمیشہ کھانے کا میرا وہی طریقہ عادت بن گیا جس کی آپ ﷺ نے رہنمائی فرمائی تھی، یعنی بسم اللہ پڑھنا، دائیں ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھانا، طعمہ (طاء کے کسرہ کے ساتھ) کھانے کا طریقہ اور انداز۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث اور اس سلسلے میں ذکر کردہ دوسری احادیث سے چند آداب مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفی الحدیث أنه ینبغی اجتناب الأعمال التي تشبه أعمال الشیطان والكفار، وأن للشیطان یدین، وأنه یأکل ویشرب ویأخذ ویعطي، وفيه جواز الدعاء علی من خالف الحکم الشرعی، وفيه الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر حتی فی حال الأكل، وفيه استحباب تعلیم أدب الأكل والشرب“ (۳۳)۔

۲ - باب : الأكل مما یلیه .

وقال أنس : قال النبی ﷺ : (أذکروا اسم الله . ولیاً کلُّ کلُّ رجلٍ مما یلیه)

[ز : ۴۸۶۸]

(۳۲) فتح الباری: ۹/۵۲۱۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۳۸۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۹

(۳۳) فتح الباری: ۹/۶۵۳۔

۵۰۶۳/۵۰۶۲ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حُلْحُلَةَ الْأَدَبِيِّ ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ ، عَنْ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ ، وَهُوَ أَبُو سَلَمَةَ ، زَوْجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ : أَكَلْتُ يَوْمًا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا ، فَجَعَلْتُ أَكُلُّ مِنْ نَوَاحِي الصَّحْفَةِ . فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (كُلْ مِمَّا يَلِيكَ) .

(۵۰۶۳) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَبِي نُعَيْمٍ قَالَ : أَنَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَعَامٍ ، وَمَعَهُ رَبِيبَةُ عُمَرَ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ . فَقَالَ : (سَمَّ اللَّهُ ، وَكُلَّ مِمَّا يَلِيكَ) . [ر : ۵۰۶۱]

اپنے آگے سے کھانے کا حکم

اپنے سامنے سے کھانا کھانا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے (۳۴)، امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں وجوب کی تصریح کی ہے (۳۵)، علامہ تقی الدین سبکی اور ان کے صاحبزادے علامہ تاج الدین سبکی نے وجوب کے قول کو راجح قرار دیا (۳۶)۔

لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کھانا ایک قسم کا ہو، تاہم اگر مختلف النوع طعام ہو تو اس صورت میں اپنی پسند کے مطابق نوع طعام کو اٹھانے کے لیے بغیر کسی قسم کی کراہت کے ہاتھ ادھر ادھر بڑھایا جاسکتا ہے اور اس میں کوئی مضائقہ اور حرج نہیں ہے (۳۷)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے کتاب الأطعمة میں روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عکراش سے فرمایا کہ تم اپنے سامنے سے کھاؤ، وہ ادھر ادھر ہاتھ گھما رہے تھے، بعد میں ایک طبق لایا گیا جس میں پختہ اور نیم پختہ کھجوریں تھیں تو آپ ﷺ نے حضرت عکراش سے فرمایا کہ اس میں تم جدھر سے چاہو کھا سکتے ہو، کیونکہ یہ مختلف الالوان ہیں (۳۸)۔

(۳۴) فتح الباری: ۹/۶۵۲۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۶۵۲۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۶۵۳۔

(۳۸) سنن الترمذی: کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی التسمیة فی الطعام، ۴/۲۸۳، (رقم الحدیث: ۱۸۴۸)

وعمدة القاری: ۳۱/۳۱

باب میں ذکر کردہ حضرت انسؓ کی تعلق امام مسلم اور ابو نعیم نے موصولاً نقل کی ہے (۳۹)۔
آخری روایت یہاں مرسل ہے، خالد بن مخلد اور یحییٰ بن صالح نے اس روایت کو موصولاً نقل کیا ہے (۴۰)۔

۳ - باب : من تبع حوالی القصعة مع صاحبه . اذا لم يعرف منه كراهية

۵۰۶۴ : حدثنا قتيبة . عن مالك . عن اسحق بن عبد الله بن أبي طلحة : انه سمع
انس بن مالك يقول : ان خياطاً دعا رسول الله ﷺ لطعام صنعته . قال انس : فذهبت
مع رسول الله ﷺ . فرأيتهُ يتبع الدباء من حوالی القصعة . قال : فلم أزل أحب الدباء
من يومئذ . [ر : ۱۹۸۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ الباب میں جمع بین الروایات کیا ہے، ”کل مما یلیک“ والی روایت کا تقاضا تو یہ تھا کہ آدمی کو اپنے سامنے سے کھانا چاہیے اور روایت باب میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں ”فرأيتهُ يتبع الدباء من حوالی القصعة“ کہ آپ کدو کو پیالے کے اطراف میں تلاش کر کے اٹھا رہے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی پیالے میں ادھر ادھر ہاتھ چلا سکتا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں قسم کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ ساتھ کھانے والوں کو آدمی کا ادھر ادھر ہاتھ گھمانا ناگوار نہ ہو تو اس صورت میں ہاتھ گھمانے میں کوئی حرج نہیں، لیکن اگر انہیں ناگوار گذرتا ہے تو پھر آدمی کو اپنے سامنے سے ہی کھانا چاہیے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیالے میں ہاتھ پھرا کر ادھر ادھر سے لوکی لے رہے تھے۔ ظاہر ہے ساتھ کھانے والوں کو یہ کیفیت ناگوار نہیں گذر رہی تھی بلکہ وہ تو اس کو اپنے لیے بجا طور پر برکت کا سبب سمجھتے تھے، اس لیے آپ ﷺ نے یہ عمل اختیار فرمایا (۴۱)۔

(۳۹) إرشاد الساری: ۱۲/۱۳۹۔

(۴۰) فتح الباری: ۹/۲۵۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۰۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۱۵۰۔

(۴۱) وفي الفتح: ۹/۲۵۵: ”إنما جالت يد رسول الله صلى الله عليه وسلم في الطعام، لأنه علم أن أحداً لا يكره ذلك منه ولا يتقذر به، بل كانوا يشركون بريقه ومماسه يده، فكذلك من لم يتقذر من مؤاكله، يجوز له أن تحول يده في الصحفة.“

بعض شراح نے دونوں قسم کی روایات میں ایک اور طرح سے تطبیق دی ہے اور وہ یہ کہ پیالے میں ہاتھ گھمانے کی ممانعت اس وقت ہے جب ایک قسم کا کھانا ہو لیکن اگر کھانے مختلف انواع کے ہوں تو اس صورت میں ممانعت نہیں، حدیث باب بھی اسی دوسری صورت پر مہمول ہے کہ پیالے میں شوربہ، کدو اور گوشت تھا، تین مختلف چیزیں تھیں، آپ گوشت چھوڑ کر اپنی پسند کے مطابق لو کی تلاش کر کے تناول فرماتے رہے (۴۲)۔

إن خياطا دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم لطعام

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اس خیاط کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا، البتہ تمامہ عن انس کی روایت میں ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے (۴۳)۔

ذُبَاء: دال کے ضمہ اور باء کی تشدید کے ساتھ لو کی اور کدو کو کہتے ہیں، یہ دو طرح کا ہوتا ہے، ایک لمبا اور ایک گول، دونوں مراد ہیں، بعضوں نے کہا کہ گول مراد ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا، نسائی کی روایت میں ہے ”کان يحب القرع، ويقول: إنها شجرة أحيى يونس“ (۴۴) قرع لو کی کو کہتے ہیں۔

۴ - باب : التَّيْمَنُ فِي الْأَكْلِ وَغَيْرِهِ .

قال عُمَرُ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : قَالَ لِي النَّبِيُّ ﷺ : (كُلْ بِيَمِينِكَ) . [ر : ۵۰۶۱]

۵۰۶۵ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ . عَنْ أَشْعَثَ . عَنْ أَبِيهِ .

عَنْ مَسْرُوقٍ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَحِبُّ التَّيْمَنَ مَا اسْتَطَاع .

فِي طَهْوَرِهِ وَتَنَعَلِهِ وَتَرَجُّلِهِ . وَكَانَ قَالَ بِوِاسِطِ قَبْلِ هَذَا - فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ . [ر : ۱۶۶]

دو چیزیں ہیں ایک ہے، اکل بالیمین اور دوسری چیز ہے، تیمن فی الأکل، دونوں میں فرق

ہے، اکل بالیمین کا مطلب تو دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا ہے اور تیمن فی الأکل کے معنی ہیں: دائیں

(۴۲) فتح الباری: ۹/۶۵۵۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۶۵۶۔

(۴۴) فتح الباری: ۹/۶۵۶۔

جانب سے کھانا کھانا، امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلے تو یہ بتایا کہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھانا چاہیے اور اب یہاں یہ بتا رہے ہیں کہ دائیں جانب اور دائیں طرف سے کھانا کھانا چاہیے، لہذا جب آدمی کے سامنے پیالہ یا پلیٹ رکھ دی جائے تو پیالے اور پلیٹ کی دائیں جانب سے کھانا شروع کرنا چاہیے۔

”فی الأکل“ کے بعد امام نے ”وغیرہ“ کا اضافہ کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ تیمن کا فعل صرف اکل کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر پسندیدہ فعل کے اندر تیمن مطلوب ہے، جیسا کہ حدیث باب میں اس کی تصریح ہے۔

عمر بن ابی سلمہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کُلْ بِيَمِينِكَ“ تم اپنے دائیں ہاتھ سے کھانا کھاؤ، امام بخاری نے اس سے تیمن فی الأکل اس طریقے سے ثابت کیا ہے کہ آدمی جب دائیں ہاتھ سے کھانا کھائے گا تو ظاہر ہے کہ دائیں طرف سے کھائے گا کیونکہ دائیں ہاتھ سے کھانا کھاتے ہوئے بائیں طرف سے کھانا لینا دشوار اور مشکل ہوتا ہے، اس لیے جب آپ ﷺ نے انہیں دائیں ہاتھ سے کھانا کھانے کے لیے فرمایا تو اس سے ضمناً یہ بھی سمجھ میں آیا کہ دائیں جانب سے کھایا جائے۔

وكان قال بواسطة قبل هذا: ”في شأنه كله“

شعبۃ بن الحجاج فرماتے ہیں کہ اشعث بن ابی الشعثاء نے اس سے پہلے واسط شہر میں جب یہ حدیث بیان کی تھی تو اس میں ”ترجلہ“ کے بعد ”فی شأنہ کلہ“ کا اضافہ تھا (۴۵)۔ چنانچہ کتاب الوضوء میں یہ روایت گزری ہے، وہاں یہ اضافہ موجود ہے (۴۶)۔

۵ - باب : من أكل حتى شبع

۵۰۶۶ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ . عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ أَبُو طَلْحَةَ لَأَمِّ سَلِيمَ : لَقَدْ سَمِعْتُ صَوْتِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ

(۴۵) قال شعبۃ: كان أشعث قال ببلدة واسط في الزمان السابق: ”في شأنه كله“ أي زاد عليه هذه الكلمة ،

والمراد به الأمور التي فيها التكریم (حاشية البخاری للمحدث السهار نفوری: ۲/۸۱۰)

(۴۶) صحيح البخاری مع الفتح، كتاب الوضوء، باب التيمن في الوضوء: ۱/۲۶۹ (رقم الحديث: ۱۶۸)

ضعيفًا . أعرف فيه الجوع . فهل عندك من شيء ؟ فأخرجت أقراصا من شعير . ثم أخرجت
 حمارا لها . فلفت الخبز ببعضه ، ثم دسسته تحت ثوبي ، وردتني ببعضه . ثم أرسلتني إلى
 رسول الله ﷺ . قال : فذهبت به . فوجدت رسول الله ﷺ في المسجد ومعه الناس .
 فقتت عندهم . فقال لي رسول الله ﷺ : (أرسلك أبو طلحة) . فقلت : نعم . قال : (بطعام) .
 قال : فقلت : نعم . فقال رسول الله ﷺ لمن معه : (قوموا) . فأنطلق وأنطلقت بين أيديهم .
 حتى جئت أبا طلحة . فقال أبو طلحة : يا أم سليم . قد جاء رسول الله ﷺ بالناس . وليس
 عندنا من الطعام ما نطعمهم . فقالت : الله ورسوله أعلم . قال : فأنطلق أبو طلحة حتى لقي
 رسول الله ﷺ . فأقبل أبو طلحة ورسول الله ﷺ حتى دخلا . فقال رسول الله ﷺ :
 (هللي يا أم سليم . ما عندك) . فأنت بذلك الخبير . فأمر به فقتت . وعصرت أم سليم عكّة
 لها فأدمته . ثم قال فيه رسول الله ﷺ ما شاء الله أن يقول . ثم قال : (أئذن لعشرة) .
 فأذن لهم . فأكلوا حتى شبعوا . ثم خرجوا . ثم قال : (أئذن لعشرة) . فأذن لهم فأكلوا
 حتى شبعوا ثم خرجوا . ثم قال : (أئذن لعشرة) . فأذن لهم فأكلوا حتى شبعوا ثم خرجوا .
 ثم أذن لعشرة فأكبا النّوم كلهم وشبعوا . والنّوم ثمانون رجلا . [٤١٢]

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ آدمی اگر خوب شکم سیر ہو کر کھائے تو یہ جائز
 ہے ، چنانچہ امام نے جو روایات ذکر فرمائی ہیں ان میں پہلی روایت میں ہے ”فأكلوا حتى شبعوا ثم
 خرجوا“ دوسری روایت میں ہے ”فأكلنا أجمعون وشبعنا“ اور تیسری روایت میں ہے ”حين شبعنا
 من الأسودين۔“

باب کی پہلی اور دوسری روایت پہلے گزر چکی ہے ، یہاں ان کے چند مشکل الفاظ دیکھ لیں۔

فأخرجت أقراصا من شعير: حضرت ام سلیم نے جو کی چند روٹیاں نکالیں ، پھر اپنا دوپٹہ نکالا ،
 اس کے ایک حصے میں روٹی لپیٹی اور پھر اسے میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیا اور اس اوڑھنی کا بعض حصہ مجھ
 پر لپیٹ دیا۔ دسسته: ای اذخلته بقوة..... وردتني ببعضه: ای جعلته رداءً لي۔

فأمر به ففتت وعصرت عليه أم سليم عكّة لها فأدمته
 یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان روٹیوں کے توڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ توڑ کر چھوٹے
 چھوٹے ٹکڑے کر دی گئیں، حضرت ام سلیم نے ان ٹکڑوں پر گھی کا برتن نچوڑا اور ان کا لمبیدہ بنا لیا، عکّة
 (بضم العین و تشدید الکاف) چمڑے کا برتن جس میں گھی اور شہد رکھا جاتا تھا..... آدمته: اسے ادا م (سالن)
 والا کر دیا، لمبیدہ بنا دیا، باب ضرب سے ہے..... آدم الحبز..... آدمًا: روٹی کو سالن سے ترکرنا۔ فتت: مجہول
 کا صیغہ ہے، فت کے معنی ہیں: کسی چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔

۵۰۶۷ : حدثنا موسى : حدثنا معتمر . عن أبيه قال : وحدث أبو عثمان أيضا . عن
 عبد الرحمن بن أبي بكر رضي الله عنهما قال : كنا مع النبي ﷺ ثلاثين ومائة . فقال النبي
 ﷺ : (هل مع أحد منكم طعام) . فإدا مع رجل صاع من طعام أو نحوذ . فعجن . ثم جاء
 رجل مشرك مشعان طویل . فغم بسوقها . فقال النبي ﷺ : (أبيع أم عطية . أو قال :
 هبة) . قال : لا . بل بيع . قال : فاشتري منه شاة فصنعت . فأمرني الله ﷻ بسواد البطن
 يشوي . وآية الله . ما من الثلاثين ومائة إلا قد حرّ له حرّة من سواد بطنها . إن كان شاهدا
 أعطاه إياها . وإن كان غائبا حبأها له . ثم جعل فيها قصعتين . فأكلنا أجمعون وشبعنا .
 وفضل في القصعتين . فحملته على البعير . أو كما قال . [ر : ۲۱۰۳]

”ابیہ“ کا مصداق سلیمان تیمی ہیں جو معتمر کے والد ہیں، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے ”وحدث
 أبو عثمان“ کا مطلب یہ بیان کیا کہ سلیمان تیمی نے یہ حدیث کسی اور سے بھی سنی ہے اور ابو عثمان نحوی
 سے بھی سنی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ابو عثمان نحوی نے باب میں
 ذکر کردہ حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث بھی پہلے بیان کی ہے۔ علامہ عینی نے علامہ کرمانی کی موافقت کی
 ہے اور حافظ ابن حجر پر رد کیا ہے (۴۷)۔

لیکن حافظ ابن حجر کی بات زیادہ قوی اور درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعینہ اسی سند کے ساتھ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت کتاب المناقب میں ذکر فرمائی ہے (۴۸) اور وہاں حضرت صدیق اکبر کے مہمانوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے، اس لیے ممکن ہے کہ ابو عثمان نے اولاً وہ قصہ بیان کیا ہو اور اس کے بعد پھر یہ حدیث بیان کی ہو۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور ہم ایک سو بیس آدمی تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کسی کے پاس کوئی چیز کھانے کی ہے، تو ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے لگ بھگ کھانا نکل آیا، اس کو گوندھا گیا، اتنے میں ایک مشرک آدمی لمبا تڑنگا بکریاں ہانکے لیے جا رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ”کیا تو بکری بیچتا ہے یا بہہ کرتا ہے؟“ اس نے کہا، ”نہیں بلکہ بیچتا ہوں“ تو آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی، پھر اسے ذبح کیا گیا، آپ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا، خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس کو اس میں سے حصہ نہ ملا ہو، جو حاضر تھے ان کو تو دے دیا اور جو اس وقت موجود نہ تھے ان کا حصہ رکھ دیا گیا، پھر اس کے گوشت کے دو پیالے بنائے گئے جن سے ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور دونوں پیالوں میں گوشت بچ بھی رہا، اس بچے ہوئے کو اونٹ پر لاد کر لے گئے۔

سواد البطن: کلیجی..... یشوی کے معنی بھوننے کے ہیں، حَزْلَه حُزَّة: یعنی ہر آدمی کے لیے اس کلیجی میں سے ایک حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیدیا، حَزَّ کے معنی قطع کرنے اور کاٹنے کے ہیں: حُزَّة: حاء کے ضمہ کے ساتھ ٹکڑے اور حصے کو کہتے ہیں۔ مُشْعَان (میم کے ضمہ اور شین کے سکون کے ساتھ) بہت ابا۔

۵۰۶۸ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ . عَنْ أُمِّهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهَا : تَوَفَّى النَّبِيُّ ﷺ حِينَ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدَيْنِ : التَّمَرِ وَالْمَاءِ . [۵۱۲۷]

تیسری روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۴۹) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس وقت ہوئی جب ہم کھجور اور پانی سے سیراب ہو گئے تھے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وإنما معناه توفي النبي صلى الله عليه وسلم وقت كوننا شباعي من الأسودين“ (۵۰)۔

اس حدیث میں پانی پر تغلیباً ”أسود“ کا اطلاق کیا گیا، ورنہ پانی کا کوئی رنگ نہیں ہوتا (۵۱)۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ کا اصل مقصد کھجور سے شکم سیری مراد ہے کیوں کہ پانی تو ویسے بھی میسر تھا لیکن دونوں کا ذکر کر کے اس طرف اشارہ کیا کہ مکمل شکم سیری دونوں کے استعمال سے حاصل ہوئی، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”و مراد عائشة بما أشارت إليه من الشبع هو من التمر خاصة دون الماء ،
لكن قرنته به إشارة إلى أن تمام الشبع حصل بجمعتهما، فكأن الواو فيه
بسعنى مع ، لا أن الماء وحده يوجد الشبع منه۔“ (۵۲)

کس قدر کھایا جائے

پیٹ بھر کھانا کھانا جائز ہے، البتہ اس قدر زیادہ کھانا کہ طبیعت میں سستی اور کابلی پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے عبادات اور طاعت کی ادائیگی میں خلل آتا ہو، مکر وہ ہے۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت مقدم بن معدیکرب کی حدیث نقل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں ”سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: ماملأ آدمى وعاء شرا من بطن،

(۴۹) (۵۰۶۸) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في كتاب الأطعمة، باب الرطب والتمر (رقم الحدیث: ۵۱۲۷)
وأخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقائق: ۳/ ۲۲۸۳ (رقم الحدیث: ۲۹۷۵)
(۵۰) عمدة القاری: ۳۳/ ۲۱۔

(۵۱) قوله: ”من الأسودين“ تثنية الأسود. وهما التمر والماء. وهذا من باب التغليب وإن كان الماء شفافا،
لألون له، وذلك كالأبوين للأب والأم، والقمرين للشمس والقمر (عمدة القاری: ۳۳/ ۲۱)۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/ ۶۵۹۔

حسب ابن آدم لقیمات یقمن صلبه، فإن غلب الأدمی نفسه، فثلث للطعام، وثلث للشراب، وثلث للنفس۔“ (۵۳)

اس میں ہے کہ چند لقمے جو کمر کو سیدھی رکھ سکیں آدمی کے لیے کافی ہیں، اگر زیادہ غلبہ نفس ہو تو پیٹ کے تین حصے کریں، ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک سانس لینے کے لیے۔

بھوک کی حد

بھوک کی حد اور تعریف میں اختلاف ہے اور دو قول مشہور ہیں:

- ① ایک قول تو یہ ہے کہ آدمی بھوکا اس وقت کہلائے گا جب سالن کے بغیر روٹی کھانے کی اس کو طلب ہو، اگر روٹی کے ساتھ سالن کی بھی خواہش رہی تو ایسا شخص بھوکا اور جائع نہیں کہلائے گا۔
- ② دوسرا قول یہ ہے کہ جب آدمی تھو کے تو اس کی تھوک پر مکھی نہ بیٹھے، جس شخص کی ریق نم پر مکھی بیٹھتی ہو، وہ جائع نہیں کہلائے گا (۵۴)۔

شکم سیری کے مراتب

امام غزالی رحمہ اللہ نے شکم سیری کے سات مراتب بیان کیے ہیں۔

- ① پہلا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی اتنا شکم سیر ہو جس سے زندگی قائم رہ سکے۔
- ② دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ جس سے نماز روزہ اور عبادات و حقوق ادا ہو سکیں، یہ دونوں مراتب واجب ہیں۔

(۵۳) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الأطعمة باب ما جاء فی کراهیة کثرة الأکل: ۴/۵۹۰ (رقم

الحدیث: ۲۳۸۰) والحاکم: باب أكثر الناس فی الدنيا شعبا: ۴/۱۲۱..... وابن ماجه: باب الاقتصار فی

الأکل وکراهة الشبع: ۱/۱۱۱۱ (رقم الحدیث: ۳۳۴۹)

(۵۴) عمدة القاری: ۲۱/۳۳۔ وفتح الباری: ۹/۶۶۰۔

- ③ اس قدر شکم سیری جس سے نوافل ادا ہو سکیں۔
 ④ جس سے کمائی کی قدرت حاصل ہو، یہ دونوں مستحب ہیں۔
 ⑤ جس سے پیٹ کا ایک ٹلٹ بھر جائے، یہ جائز ہے۔
 ⑥ جس سے بدن بو جھل اور ثقیل ہو جائے، نیند بکثرت آنے لگے، یہ مکروہ ہے۔
 ⑦ اس قدر شکم سیری جو صحت کے لیے نقصان دہ ہو، یہ حرام ہے (۵۵)۔

۶ - باب . لیس علی الأعمی حرج ولا علی الأعرج حرج ولا علی المريض حرج الآیة

/النور: ۶۱/ .

اس ترجمہ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اکٹھے ہو کر کھانا کھایا جائے یا الگ اور متفرق ہو کر کھایا جائے، شرعی نقطہ نظر سے دونوں جائز ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ نور کی جو آیت ترجمہ الباب میں ذکر فرمائی ہے، اس میں اس کی تصریح ہے ﴿لیس علیکم جناح ان تاكلوا جميعا او

اشتاتا﴾

والنهد والاجتماع فی الطعام

ترجمہ الباب کے یہ الفاظ صرف مستعملی کی روایت میں ہیں (۵۶)۔ نہد (نون کے کسرہ اور ہاء کے

(۵۵) عمدة القاری: ۳۳/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۲۶۰۔

(۶) (حرج) اثم وذنّب۔ (الآیة) وتممتها: "ولاعلیٰ انفسکم ان تاكلوا من بیوتکم او بیوت آبائکم او بیوت امہاتکم او بیوت اخوانکم او بیوت احوالکم او بیوت اعمامکم او بیوت عماتکم او بیوت احوالکم او بیوت حالاتکم او مملکتکم مفتحہ او صدیقکم لیس علیکم جناح ان تاكلوا جميعا او اشتاتا فاذا دخلتم بیوتا فسلموا علی انفسکم تحیة من عند اللہ مبارکة طیبة كذلك یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تعقلون" (ماملکتکم مفتحہ) کان یكون وکیل بستان او ماشیة۔ فانه یأکل من ثماره ویشرب من لبانها۔ (اشتاتا) متفرقین۔ (علی انفسکم) لیسلم بعضکم علی بعض۔ (مبارکة طیبة) حسنة فیها الدعاء بالخیر۔

(۵۶) فتح الباری: ۹/۲۶۱۔

سکون کے ساتھ) نون پر فتح بھی جائز ہے (۵۷)، اس کے معنی ہیں: سفر کے ساتھیوں کا زاد سفر کو ایک ساتھ جمع کرنا، جب کچھ لوگ ایک ساتھ سفر کر رہے ہوتے ہیں تو بسا اوقات اپنا اپنا سفر خرچ اور زاد سفر نکال کر جمع کر دیا جاتا ہے، جس طرح تبلیغی جماعت کے اسفار میں معمول ہے کہ جماعت کے ساتھی سفر کے خرچ کے لیے اجتماعی رقم امیر کے پاس عموماً جمع کراتے ہیں، اس عمل کو نہد کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس پر کتاب الشکرہ میں بھی ”باب الشکرۃ فی الطعام والنہد“ کے الفاظ کے ساتھ ترجمۃ الباب قائم کیا ہے (۵۸)۔

اکٹھا ہو کر کھانا باعث برکت ہے

ترجمۃ الباب میں ان الفاظ کا اضافہ کر کے امام بخاری اس بات پر تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اگرچہ متفرقاً کھانا کھانا جائز ہے لیکن مجتمعاً اور اکٹھا ہو کر کھانا بہتر اور افضل ہے، ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! ”ہم کھانا کھاتے ہیں لیکن آسودگی نہیں ہوتی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اکٹھے کھاتے ہو یا الگ الگ؟“..... انھوں نے کہا، ”الگ الگ“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”جمع ہو کر کھایا کرو، اللہ کا نام لیا کرو تو اللہ اس میں برکت ڈالیں گے“..... (۵۹)۔

اس حدیث سے بھی اکٹھے ہو کر کھانا کھانے کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔

(۵۷) قال العینی: النہد: بکسر النون و سکون الهاء من المناہدة: ہی إخراج کل واحد من الرفقة نفقة علی قدر نفقة صاحبه (عمدة القاری: ۳۳/۲۱)

(۵۸) دیکھیے فتح الباری: ۵/۱۴۸۔ وعمدة القاری: ۳۳/۲۱

(۵۹) الحدیث أخرجه أبو داود فی کتاب الأطعمة، باب فی الاجتماع علی الطعام: ”أن أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالوا: یا رسول اللہ: إنا ناکل ولا نشبع؟ قال: فلعلکم تفرقون؟ قالوا: نعم، قال: فاجتمعوا علی طعامکم، واذکروا اسم اللہ علیہ، یبارک لکم فیہ“: رقم الحدیث: ۳۷۶۴، وأخرجه ابن ماجہ فی کتاب الأطعمة، باب الاجتماع علی الطعام، رقم الحدیث: ۳۲۸۶، وانظر أيضاً الترغیب والترہیب للمندری، باب الترغیب فی الاجتماع: ۳/۱۳۳۔

۵۰۶۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : سَمِعْتُ بُشَيْرَ
 ابْنَ يَسَارٍ يَقُولُ : حَدَّثَنَا سُؤَيْدُ بْنُ النُّعْمَانِ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ . فَلَمَّا
 كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ - قَالَ يَحْيَى : وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ - دَعَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِطَعَامٍ . فَمَا أَنَّى
 إِلَّا بِسُويِقٍ . فَلَكْنَاهُ . فَأَكَلْنَا مِنْهُ . ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ . فَمَضْمَضُ وَمَضْمَضُنَا . فَصَلَّى بِنَا الْمَغْرِبِ
 وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

قال سُفْيَانُ : سَمِعْتُهُ مِنْهُ عَوْدًا وَبَدَأًا . [۲۰۶]

حدیث باب آگے ”باب السویق“ کے تحت بھی آرہی ہے، حضرت سوید بن نعمان فرماتے ہیں
 کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے جب ہم مقام صہباء تک پہنچے جو خیبر سے
 ایک شام یعنی آدھی منزل کے فاصلے پر ہے، وہی من خیبر علی روحة کے معنی یہ ہیں کہ یہ جگہ خیبر
 سے اتنے فاصلے پر ہے کہ آدھی زوال کے وقت سے چلے تو شام تک وہاں پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے کھانا منگوایا تو صرف ستولایا گیا، ہم نے اس میں سے کچھ پھانک کر کھایا، پھر آپ ﷺ نے پانی منگوا کر
 صرف کلی کی، وضو نہیں کیا، ہم نے بھی کلی کی اور اس کے بعد آپ ﷺ نے ہمیں نماز مغرب پڑھائی،
 سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث میں نے تکیمی بن سعید سے اولاً و آخراً سنی۔

لُكْنَاهُ: بَرُوزِن قُلْنَا، لَوْكُ سَهْ جَسْ كَهْ مَعْنَى پھانکنے كَهْ هِی، عَوْدًا وَبَدَأً : اَى عَائِدًا
 وَبَادِنًا اَى اَوْلَا وَاخِرًا لَعْنَى اِبْتَدَايْسِ هِی سَنِ اَوْر اَخْرِيْسِ دَوْبَارَهْ هِی سَنِ (۶۰)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت ظاہر ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہؓ
 نے اجتماعاً ستو تناول فرمایا۔

۷ - باب : الْخَبْزُ الْمُرَقَّقُ ، وَالْأَكْلُ عَلَى الْخِوَانِ وَالسُّفْرَةَ .

خبز مُرَقَّقٌ : بَارِيك چِپَاتِي اَوْر نَرَم پَتْلِي رُوْثِي كُو كَهْتِهْ هِی اَوْر خِوَانِ خَاءِ كَهْ كَسْرَهْ اَوْر ضَمَّهْ كَهْ سَاتَهْ

هْ، اَسْ مِيْسِ اِيَكِ تِيْسِرِي لَغْتِ اِنْخِوَانِ هِی (۶۱)۔

(۶۰) إرشاد الساری: ۱۴/۱۵۵۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۳

(۶۱) فتح الباری: ۹/۶۶۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۳

علامہ عینی نے اس کے متعلق فرمایا کہ یہ تانبے کا ہوتا تھا اور اس کے نیچے تپائی کی طرح پائے ہوتے ہیں (۶۲)۔

ہو سکتا ہے اس زمانے میں خوان تانبے کا استعمال ہوتا ہو، لوگ اس کے اوپر کھانا رکھ کر کھایا کرتے تھے، آج کل اس کا ترجمہ چوکی اور میز سے کیا جاسکتا ہے، مولانا وحید الزمان صاحب نے ”میز“ ہی سے اس کا ترجمہ کیا ہے (۶۳)۔

اور سُفْرَة (سین کے ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ) دسترخوان کو کہتے ہیں، اصل میں تو سُفْرَة کا اطلاق خوشے اور طعام پر ہوتا ہے، لیکن یہاں محل بول کر حال مراد لیا گیا ہے یا حال بول کر محل مراد لیا ہے چونکہ طعام حال اور دسترخوان محل ہے اور مراد دسترخوان ہے (۶۴)۔ عام طور پر چمڑے کے دسترخوان کے لیے سفرة کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۵۰۷۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سِنَانٍَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : كُنَّا عِنْدَ أَنَسٍ وَعِنْدَهُ خَبَازٌ لَهُ ، فَقَالَ : مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ خُبْزًا مَرْقَقًا . وَلَا شَاةَ مَسْمُوطَةَ حَتَّى لَقِيَ اللَّهَ .

[۶۰۹۲ ، ۵۱۰۵]

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۵)۔

(۶۲) قال العینی فی العمدة : ۲۱/۳۵ : وهو طبق کبیر من نحاس ، تحته کرسی من نحاس ملزوق به ، طولہ قدر

ذراع و یوضع بین کبیر من المترفین لایحمله إلا اثنان فما فوقهما۔

(۶۳) دیکھیے القاموس الحدید: ۲۶۰ (مادہ خون)

(۶۴) سفرة اسم لما یوضع علیہ الطعام ، وأصلها الطعام نفسه (إرشاد الساری: ۱۲/۱۵۶)۔ وعمدة

القاری: ۲۱/۳۵۔ وفتح الباری: ۹/۲۶۳۔

(۶۵) (۵۰۷۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا فی باب شاة مسموطة والکتف والجنب (رقم الحدیث: ۵۱۰۵)

وفی کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه وتخلیهم من الدنیا (رقم

الحدیث: ۶۰۹۲) وأخرجه ابن ماجه فی الأطعمة باب الرقاق: ۲/۱۱۰۸، (رقم الحدیث: ۳۳۳۹)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت انسؓ کے پاس تھے، ان کے پاس ان کے باورچی تھے تو انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پتلی روٹی نہیں کھائی اور نہ ہی شاة مسموطہ تناول فرمائی۔

شاة مسموطہ: اس بکری کو کہتے ہیں جس کے بال ذبح کرنے کے بعد گرم پانی سے زائل کر دیے جاتے ہیں اور کھال سمیت اس کو مُسَلَّم پکایا جاتا ہے، عام طور سے صغیر السن بکری کے بچے میں یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں (۶۶)۔

چونکہ یہ مترفین کا طریقہ ہے اس لیے اس کو پسند نہیں کیا گیا، نیز اسے اگر چھوڑ دیا جاتا تو بڑا ہو کر وہ قیمت اور گوشت کے اعتبار سے زیادہ مفید ثابت ہوتا، اسی طرح اس کی کھال سے نفع حاصل کیا جاسکتا تھا لیکن کھال سمیت پکانے سے اس کا امکان جاتا رہا اس لیے یہ پسندیدہ عمل نہیں، تاہم جائز ہے (۶۷)۔

۵۰۷۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي . عَنْ يُونُسَ قَالَ عَلِيٌّ : هُوَ الْإِسْكَافُ - عَنْ قَتَادَةَ . عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : مَا عَلِمْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ عَلَى سُكْرَجَةٍ قَطُّ . وَلَا خُبْزَ لَهُ مُرَقَّقٌ قَطُّ . وَلَا أَكَلَ عَلَى حِوَانٍ قَطُّ . قِيلَ لِقَتَادَةَ : فَعَلَى مَا كَانُوا يَأْكُلُونَ ؟ قَالَ : عَلَى السُّفْرِ . [۵۰۹۹]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۸)۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی چھوٹی طشتریوں میں کھایا ہو اور نہ آپ ﷺ نے کبھی پتلی باریک چپاتی کھائی اور نہ آپ نے خوان (میز) پر کھایا،

(۶۶) وفي فتح الباری: ۹/ ۶۶۳: "المسموط الذي أزيل شعره بالماء المسخن وشوى بجلده ويطبخ، وإنما

يصنع ذلك في الصغير السن الطرى."

(۶۷) فتح الباری: ۹/ ۶۶۳، وعمدة القاری: ۳۵/ ۲۱۔

(۶۸) (۵۰۷۱) أخرجه البخاری أيضا فيه، باب علی ما كان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وأصحابه يأكلون: رقم

الحديث: ۵۰۹۹، وأخرجه الترمذی فی الأطعمة باب ماجاء علی ما كان يأكل رسول اللہ: ۳/ ۲۵۰، رقم

الحديث: ۱۷۸۸، وأخرجه ابن ماجه فی الأطعمة، باب الأكل علی الخوان والسفرة: ۲/ ۱۰۹۵، رقم

الحديث: ۳۲۹۲۔

قاده سے پوچھا گیا کہ آخر لوگ کس چیز پر کھاتے تھے؟ تو انھوں نے فرمایا..... ”دستر خوان پر“۔
سُکَّرُجَہ کا ترجمہ طشتری کے ساتھ کیا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے پیالوں کو بھی سُکَّرُجَہ کہا جاتا ہے (۶۹)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عموماً اجتماعی حالت میں کھانا تناول فرمایا کرتے تھے، اس لیے چھوٹے برتنوں کی ضرورت نہیں پڑتی تھی، بڑے برتن میں سب ایک ساتھ کھاتے تھے۔
دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ چھوٹی طشتریاں اور چھوٹے پیالے عموماً اچار وغیرہ کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اول تو عسرت اور تنگی زیادہ تھی اور ثانیاً وہاں خوراک کی کثرت کا اہتمام نہیں تھا اور اچار، چٹنی وغیرہ کا بندوبست وہ لوگ کرتے ہیں جو کثرتِ اکل کے شوقین اور عادی ہوتے ہیں (۷۰)۔

سُفْرَ: سُفْرَة کی جمع ہے، دستر خوان کو کہتے ہیں۔

سند میں ”یونس“ سے مراد یونس بن ابی الفرات ہیں، ابن ماجہ کی روایت میں اس کی تصریح ہے، ابن معین اور امام احمد نے انہیں ثقہ قرار دیا، بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۷۱)۔
اس روایت میں ”حیس“ کا ذکر کیا گیا ہے، پنیر، کھجور اور گھی کو ملا کر ایک حلوہ بنایا جاتا ہے، اسے حیس کہتے ہیں، أَنْطَاع:..... نِطْع کی جمع ہے: دستر خوان۔

۵۰۷۲ : حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي مَرْيَمَ : أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : أَخْبَرَنِي حُمَيْدٌ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ : قَامَ النَّبِيُّ ﷺ بِنِي بَصْفِيَّةَ . فَدَعَوْتُ الْمُسْلِمِينَ إِلَى وِلِيمَتِهِ . أَمَرَ بِالْأَنْطَاعِ فُبَسِطَتْ ، فَأَلْقَى عَلَيْهَا التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ . وَقَالَ عَمْرُو ، عَنْ أَنَسٍ : بَنَى بِهَا النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطْعٍ . [ر : ۳۶۴]

(۶۹) قال العيني في العمدة: ۳۶/۲۱: ”سكرجة: بضم السين و الكاف و الراء المشددة بعدها جيم مفتوحة.....“

ہی قصاب صغار یو کل فیہا“..... وفتح الباری: ۹/۲۶۳

(۷۰) فتح الباری: ۹/۲۶۵

(۷۱) عمدة القاری: ۳۵/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۲۶۳

۵۰۷۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ، وَعَنْ وَهْبِ
 ابْنِ كَيْسَانَ قَالَ : كَانَ أَهْلُ الشَّامِ يُعَيِّرُونَ ابْنَ الزُّبَيْرِ ، يَقُولُونَ : يَا ابْنَ ذَاتِ النَّطَاقِينَ ،
 فَقَالَتْ لَهُ أَسْمَاءُ : يَا بُنَيَّ إِنَّهُمْ يُعَيِّرُونَكَ بِالنَّطَاقِينَ ، هَلْ تَدْرِي مَا كَانَ النَّطَاقَانِ ؟ إِنَّمَا كَانَ
 نِطَاقِي شَقَقْتُهُ نِصْفَيْنِ ، فَأَوْكَيْتُ قَرْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِأَحَدِهِمَا ، وَجَعَلْتُ فِي سَفَرْتِهِ آخَرَ ،
 قَالَ : فَكَانَ أَهْلُ الشَّامِ إِذَا عَيَّرُوهُ بِالنَّطَاقِينَ ، يَقُولُ : إِيهَا وَالْإِلَهِ ، تِلْكَ شِكَاةٌ ظَاهِرَةٌ عَنْكَ
 عَارِهَا . [ر : ۲۸۱۷]

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ”یا ابن ذات النطاقین“ کہا گیا، ان کی والدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر
 پر ذات النطاقین کا اطلاق کیا گیا۔

اصل میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے تشریف لے جا رہے تھے تو انھوں
 نے اپنی کمر بند کو چاک کر کے ایک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکیزے کو باندھ دیا تھا اور ایک
 سے آپ کے دسترخوان کو باندھا تھا، اس لیے ان کو ”ذات النطاقین“ کہا جانے لگا۔

أَوْكَيْتُ قَرْبَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَحَدِهِمَا

اُوکی کے معنی باندھنے کے ہیں اور قربة (قاف کے کسرہ کے ساتھ) مشکیزے کو کہتے ہیں اُو
 رَبَطْتُ فَمَهَابَهُ..... یعنی مشکیزے کا منہ ایک نطاق سے میں باندھ لیتی۔

اہل شام جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو ”ابن ذات النطاقین“ کہہ کر عار دلاتے
 تو وہ فرماتے..... اِیْہَا، وَالْإِلَهِ: بخدا! اور کہو مجھے تو بھلا لگتا ہے۔ اِیْہَا..... (ہمزہ کے کسرہ، یاء کے سکون اور
 ہاء کی تنوین کے ساتھ)..... علامہ قسطلانی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

کلمة تستعمل فی استدعاء الشیء ، وقیل: هی للتصدیق کأنه قال: صدقتم (۷۲)
 یعنی کسی چیز کو طلب کرنے کے لیے یہ کلمہ استعمال ہوتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ کسی کی بات کے
 اعتراف اور تصدیق کے لیے اس کو استعمال کرتے ہیں۔

یہاں ”إنها وإله“ ہے، احمد بن یونس کی روایت میں ”إنها ورب الكعبة“ کے الفاظ ہیں (۷۳)۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ ابو ذؤب ہذلی کے شعر کا دوسرا مصرع پڑھتے، پورا شعر یوں ہے:

وعیرنی الواشون أنى أحبها
وتلك شكاة ظاهر عنك عارها

”چغلی کھانے والوں نے مجھے عار دلائی کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (لیکن میں تو اس عار کو پسند کرتا ہوں کیونکہ) یہ تو ایسی عار ہے جس کا عیب زائل ہونے والا ہے“..... ظاہر: زائل کے معنی میں ہے (۷۴)۔ مطلب یہ ہے کہ اس سے توفضیلت ثابت ہوتی ہے کہ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لیے اتنی کمر بستگی کا اظہار کیا کہ اپنے کمر بند کو بھی دسترخوان اور مشکیزہ باندھنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت کے واسطے استعمال کیا۔

أضْب (بفتح الهمزة وضم الضاد وتشديد الباء) ضَب کی جمع ہے: گوہ، گفتار۔

۵۰۷۴ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَّانَةَ ، عَنْ أَبِي بَشِيرٍ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ أُمَّ حَفِيدِ بِنْتَ الْحَارِثِ بْنِ حَزْنٍ ، خَالََةَ ابْنِ عَبَّاسٍ ، أَهْدَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ سَمْنًا وَأَقِطًا وَأَضْبًا ، فَدَعَا بِهِنَّ ، فَأَكَلْنَ عَلَى مَائِدَتِهِ ، وَتَرَكَهُنَّ النَّبِيُّ ﷺ كَالْمُسْتَقْدِرِ لَهُنَّ ، وَلَوْ كُنَّ حَرَامًا مَا أَكَلْنَ عَلَى مَائِدَةِ النَّبِيِّ ﷺ ، وَلَا أَمَرَ بِأَكْلِهِنَّ . [ر : ۲۴۳۶]

(۷۳) فتح الباری: ۹/۲۶۶۔ وإرشاد الساری: ۱۴/۱۵۸

(۷۴) اور ابتدائی دو شعر ہیں:

هل الدهر إلا ليلة ونهارها
وإلا طلوع الشمس ثم غيارها
أبى القلب إلا أم عمرو فأصبحت
تحرق نارى بالشكاة ونارها

اور متن میں ذکر کردہ شعر کے بعد کا شعر ہے:

فإن أعتذر منها فإني مكذب
وإن تعتذر يردد عليك اعتذارها

(فتح الباری: ۹/۲۶۶) وعمدة القاری: ۲۱/۳۷

۸ - باب : السَّوِيقِ .

۵۰۷۵ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَّارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُمْ كَانُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِالصَّهْبَاءِ ، وَهِيَ عَلَى رَوْحَةٍ مِنْ خَيْبَرَ ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ ، فَدَعَا بِطَعَامٍ فَلَمْ يَجِدْهُ إِلَّا سَوِيقًا ، فَلَاكَ مِنْهُ ، فَلَكُنَّا مَعَهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ فَمَضْمَضَ ، ثُمَّ صَلَّى وَصَلَّيْنَا وَآمَّ يَتَوَضَّأُ . [ر : ۲۰۶]

۹ - باب : ما كَانَ النَّبِيُّ ﷺ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُسَمَّى لَهُ . فَيَعْلَمَ مَا هُوَ .

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کوئی چیز نہیں کھاتے تھے، جب تک آپ ﷺ کو بتانہ دیا جاتا کہ وہ کیا چیز ہے اور کونسا کھانا ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ لکھی ہے کہ عربوں کے ہاں اس زمانے میں چونکہ اشیاء خوردنی کی قلت تھی، اس لیے کھانے کی جو بھی چیز میسر ہوتی، عموماً کھالی جاتی، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی بعض چیزیں طبعی طور پر پسند نہیں تھیں، اس لیے آپ کو بتایا جاتا۔ اسی طرح بعض جانوروں کا گوشت شرعی نقطہ نظر سے حرام قرار دیا گیا تھا، آپ اس لیے بھی معلوم کرتے کہ کہیں کسی حرام جانور کا گوشت لاعلمی میں استعمال نہ ہو جائے کہ کھلانے والے نے تو حلال سمجھ کر رکھا ہو اور وہ شریعت میں حرام ہو (۷۵)۔

ترجمۃ الباب کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی طبیعت اس قسم کی ہے کہ اس کو کھانے میں بعض اشیاء مرغوب اور بعض ناپسند ہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ ایک طبعی اور غیر اختیاری حالت ہے۔

۵۰۷۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتِلٍ أَبُو الْحَسَنِ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو أَمَامَةَ بْنُ سَهْلٍ بْنُ حَنِيفٍ الْأَنْصَارِيُّ : أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ . الَّذِي يُقَالُ لَهُ سَيْفُ اللَّهِ ، أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَلَى

مِيمُونَةَ . وَهِيَ خَالَتُهُ وَخَالَتُهُ ابْنُ عَبَّاسٍ ، فَوَجَدَ عِنْدَهَا ضَبًّا مَحْتُوذًا ، قَدِمَتْ بِهِ أُخْتَهَا حُفَيْدَةَ بِنْتَ الْحَارِثِ مِنْ نَجْدٍ ، فَقَدِمَتْ الضَّبَّ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، وَكَانَ قَلَمًا يُقَدَّمُ يَدَهُ لِطَعَامٍ حَتَّى يُحَدِّثَ بِهِ وَيُسَمِّيَ لَهُ ، فَأَهْوَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ إِلَى الضَّبِّ ، فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ : أَخْبِرْنِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَا قَدَّمْتَنِي لَهُ ، هُوَ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدَهُ عَنِ الضَّبِّ ، فَقَالَ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ : أَحْرَامُ الضَّبُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (لَا ، وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بِأَرْضِ قَوْمِي ، فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ) . قَالَ خَالِدٌ : فَأَجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتُهُ ، وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ إِلَيَّ . [۵۰۸۵ ، ۵۲۱۷] (۷۶)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت میمونہ (جوان کی اور ابن عباس کی خالہ تھیں) کے یہاں گئے، ان کے پاس بھنا ہوا گوہ موجود تھا، جوان کی بہن حفیدہ بنت الحارث، علاقہ نجد سے لائی تھیں، میمونہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے وہ پیش کیا اور بہت کم ایسا ہوتا کہ آپ اپنا ہاتھ کسی کھانے کی طرف بڑھاتے تا وقتیکہ آپ سے بیان نہ کر دیا جاتا یا بتلا نہ دیا جاتا (کہ کیا چیز ہے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بھنے ہوئے گوہ (کے گوشت) کی طرف بڑھایا تو جو عورتیں حاضر تھیں ان میں سے ایک نے (دوسری خواتین کو مخاطب کر کے) کہا، ”حضور کے سامنے تم نے جو چیز پیش کی ہے وہ بتلا دو (پھر خود ہی کہنے لگی) یا رسول اللہ! یہ تو گوہ ہے“ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اٹھالیا، اس پر حضرت خالد بن ولید نے کہا ”یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں لیکن چونکہ یہ ہمارے ملک میں نہیں پایا جاتا اس لیے میری طبیعت اسے ناپسند کرتی ہے۔

حضرت خالد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے کھینچ لیا اور کھانے لگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف (تجب کی نظروں سے) دیکھتے رہے۔

فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنَ النِّسْوَةِ الْحُضُورِ: جَسْ عَوْرَتِ نِي آفِ ﷺ كُو بْتَلَايَا، طَبْرَانِي كِي رَوَايْتِ مِي

(۷۶) (۵۰۷۶) الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ الْبُخَارِيُّ أَيْضًا فِيهِ، بَابُ الشَّوَاءِ : رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۵۰۸۵، وَفِي كِتَابِ الذَّبَائِحِ، بَابُ

الضَّبِّ: رَقْمُ الْحَدِيثِ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۵۲۱۷) وَأَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي كِتَابِ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ، بَابُ إِبَاحَةِ الضَّبِّ: رَقْمُ

الْحَدِيثِ: ۱۹۳۵، وَأَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ فِي كِتَابِ الْأَطْعِمَةِ، بَابُ أَكْلِ الضَّبِّ: ۱۷۶/۲، وَأَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَةَ فِي أَبْوَابِ

الصَّيْدِ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۲۳۳)

ہے کہ وہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا تھیں (۷۷)۔

گوہ و کفتار کھانے کا حکم

جمہور علماء کے نزدیک ضب یعنی کفتار و گوہ کا گوشت مباح ہے، امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور ظاہر یہ کا یہی مسلک ہے (۷۸)۔

حضرات فقہاء کی ایک جماعت کے نزدیک گوہ حرام ہے، یہ مسلک اعمش، زید بن وہب اور حضرت علیؓ سے مروی ہے (۷۹)۔

امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے نزدیک ضب کا گوشت مکروہ ہے (۸۰)۔ امام طحاوی نے مکروہ تنزیہی فرمایا (۸۱) اور بنایہ میں علامہ عینی کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مکروہ تحریمی ہے (۸۲)۔ جمہور کا استدلال حدیث باب سے ہے، جو واضح ہے۔

حرمت کے قائلین، ابوداؤد میں عبدالرحمن بن شبل کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن أكل الضب“ (۸۳)۔

علامہ بیہقی نے اس حدیث کو اسماعیل بن عیاش کی وجہ سے معلول قرار دیا (۸۴)۔ لیکن حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ اسماعیل بن عیاش کی شامیین سے روایات مقبول ہیں اور یہ حدیث وہ شامیین سے روایت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ ابن عساکر نے اس روایت کو حضرت عائشہؓ کے طریق

(۷۷) فتح الباری: ۶۶۸/۹۔ وارشاد الساری: ۱۶۱/۱۲

(۷۸) کتاب الأم: ۱/۲۵۰، الجزء الثانی، أكل الضب، وعمدة القاری: ۳۹/۲۱۔

(۷۹) عمدة القاری: ۱۰/۵۳ (کذا فی تکملة فتح الملهم: ۳/۵۲۷)

(۸۰) عمدة القاری: ۱۰/۵۳۔

(۸۱) إعلاء السنن، کتاب الذبائح، باب النهی عن أكل الضب: ۱۶۲/۱۷۔

(۸۲) البناية شرح هداية: ۱۰/۷۰۳۔

(۸۳) سنن أبي داود، کتاب الأطعمة، باب فی أكل الضب، رقم الحدیث: ۳۷۹۶۔

(۸۴) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۶۰/۱۷۔

سے بھی نقل کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے (۸۵)۔

اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ان کو کسی نے صب ہدیہ میں دیا، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے کھانے کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا، اتنے میں ایک سائل آیا، حضرت عائشہؓ نے اسے وہی صب کھلانا چاہا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”أَتَطْعَمِيهِ مَا لَا تَأْكُلِينَ“ جو خود نہیں کھا رہی، وہ اسے کھلا رہی ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وبہ نأخذ، وهو قول أبي حنيفة“ (۸۶)۔

۱۰ - باب : طَعَامُ الْوَاحِدِ يَكْفِي الْاِثْنَيْنِ .

۵۰۷۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ . وَحَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (طَعَامُ الْاِثْنَيْنِ كَافِي الثَّلَاثَةِ ، وَطَعَامُ الثَّلَاثَةِ كَافِي الْأَرْبَعَةِ) .

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جو الفاظ نقل کیے ہیں، یہ اس حدیث کے الفاظ ہیں جو امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل کی ہے (۸۷)۔۔۔۔۔ حدیث چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھی، اس لیے امام بخاری نے ان الفاظ کو ترجمۃ الباب میں ذکر کیا اور آگے باب میں طعام الاثنین کافی الثلاثة والی روایت نقل فرمائی، دونوں روایات کے درمیان فرق ظاہر ہے، ایک آدمی کا کھانا دو کے لیے کفایت کر جاتا ہے، اس صورت میں ہر ایک کے حصہ میں نصف نصف آئے گا، دو کاتین کے لیے کافی ہے، اس میں نصف کے بجائے ہر ایک کے حصہ میں دو دو ثلث آئے گا۔

علامہ ابن منیر نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کے الفاظ حدیث باب سے اس طرح ثابت ہوتے ہیں کہ جس شخص کے لیے ثلث چھوڑنا ممکن ہو، اس کے لیے نصف چھوڑنا بھی ممکن ہوتا ہے لتقار بہما (۸۸) کیونکہ نصف اور دو دو ثلث میں صرف ایک سدس کا فرق ہے اور یہ کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔

(۸۵) السراج المنیر للعزیزی: ۳/۳۹۶۔

(۸۶) کتاب الآثار: ۱۷۹، رقم الحدیث: ۸۱۶۔

(۸۷) دیکھیے صحیح مسلم، کتاب الأَطْعَمَة، باب فضیلة المواساة فی الطعام القلیل، رقم الحدیث: ۲۰۵۸۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۲۶۹۔

ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہونے کا مطلب

باقی ان احادیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس کھانے سے ایک آدمی سیر ہو سکتا ہے اس سے دو آدمی سیر ہو جائیں بلکہ مراد یہ ہے کہ دو کا گزارا اس سے ہو سکتا ہے اسی طرح جو کھانا دو آدمیوں کو سیر کر دیتا ہے، وہ تین آدمیوں کے لیے بطور قناعت کافی ہو جاتا ہے اور ان کی بنیادی غذائی ضرورت اس سے پوری ہو جاتی ہے (۸۹)۔

اس طرح کی احادیث کا اصل مقصد ایثار اور قناعت کی ترغیب اور تعلیم دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں دیا ہے، اس میں دوسرے لوگوں کو بھی شریک کر لیا کرو۔
حدیث باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۹۰)۔

۱۱ باب : الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ .

۵۰۷۸/۵۰۸۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ وَاقِدِ ابْنِ مُحَمَّدٍ . عَنْ نَافِعٍ قَالَ : كَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ حَتَّى يُؤْتِيَ بِمَسْكِينٍ يَأْكُلُ مَعَهُ ، فَأَدْخَلْتُ رَجُلًا يَأْكُلُ مَعَهُ فَأَكَلَ كَثِيرًا ، فَقَالَ : يَا نَافِعُ ، لَا تُدْخِلْ هَذَا عَلَيَّ ، سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (الْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .

(۵۰۷۹) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَإِنَّ الْكَافِرَ ، أَوْ الْمُنَافِقَ - فَلَا أُدْرِي أَيُّهُمَا قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ - يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .

وَقَالَ ابْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِمِثْلِهِ .

(۵۰۸۰) : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو قَالَ : كَانَ أَبُو نَهَيْكٍ رَجُلًا أَكُولًا ، فَقَالَ لَهُ ابْنُ عُمَرَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (إِنَّ الْكَافِرَ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) . فَقَالَ : فَأَنَا أَوْ مِنْ بِلَلِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ .

(۸۹) فتح الباری: ۹/۶۶۸۔ وشرح مشکاة للطیبی، کتاب الأطعمة: ۸/۱۳۳۔

(۹۰) (۵۰۷۷) وأخرجه مسلم في كتاب الأطعمة، باب فضيلة المواساة في الطعام القليل، رقم الحديث:

۲۰۵۸، وأخرجه الترمذی في كتاب الأطعمة، باب ما جاء في طعام الواحد يكفي الاثنين، (رقم

الحديث: ۱۸۲۰)

۵۰۸۲/۵۰۸۱ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .

(۵۰۸۲) : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ : أَنَّ رَجُلًا كَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا كَثِيرًا ، فَاسْتَلَمَ ، فَكَانَ يَأْكُلُ أَكْلًا قَلِيلًا . فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : (إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَأْكُلُ فِي مَعَى وَاحِدٍ ، وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ) .
مَعَى: میم کے کسرہ اور عین کی تنوین کے ساتھ آنت کو کہتے ہیں۔

باب کی پہلی حدیث میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ جب تک کسی مسکین اور فقیر کو ان کے ساتھ کھانے میں شریک نہ کیا جاتا، اس وقت تک وہ کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک مرتبہ ایک آدمی ان کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے لایا گیا تو اس نے بہت زیادہ کھانا کھایا تو حضرت ابن عمرؓ فرمانے لگے کہ اس شخص کو آئندہ میرے پاس نہیں لانا کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مؤمن ایک آنت اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

مؤمن کا ایک آنت اور کافر سات آنتوں میں کھانے کا مطلب

حضرات محدثین نے اس حدیث کے مختلف مطلب بیان کیے ہیں:

① ایک مطلب یہ بیان کیا گیا کہ اس حدیث سے حقیقتاً آنتیں اور کھانا مراد نہیں، بلکہ دنیا اور اس کی لذتوں کی قلت و کثرت مراد ہے، گویا دنیا کو ”اکل“ اور اس کے اسباب کو ”امعاء“ سے تعبیر کیا اور مقصد یہ ہے کہ مؤمن دنیوی لذتوں کا زیادہ شائق نہیں ہوتا جب کہ کافر عیش پرست اور لذت پرست ہوتا ہے (۹۱)۔

(۵۰۷۸) الحدیث أخرجه البخاری ايضاً في هذا الباب رقم الحديث (۵۰۷۹)، و (۵۰۸۰) و (۵۰۸۱) و

(۵۰۸۲)، وأخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب المؤمن يأكل في معى واحد، رقم الحديث (۲۰۶۰) و

(۲۰۶۱)

(۹۱) فتح الباری: ۶۷۲/۹ - عمدة القاری: ۳۱/۲۱ - وإرشاد الساری: ۱۲/۱۶۲

② دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا کہ مؤمن رزق حلال کھاتا ہے جو نسبتاً کم ہوتا ہے اور کافر حرام کھاتا ہے جس کے ذرائع بکثرت ہوتے ہیں، قلتِ حلال اور کثرتِ حرام کو ”معی واحد“ اور ”سبعة أمتعاء“ سے تعبیر کیا گیا (۹۲)۔

③ حدیث کا مطلب مؤمن کے کھانے میں برکت اور کافر کے طعام میں بے برکتی کو بیان کرنا ہے کہ مؤمن اللہ کا نام لے کر کھاتا ہے تو برکت ہوتی ہے اور شیطان اس کے ساتھ شریک نہیں رہتا تو کم کھانا اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ جب کہ کافر اللہ کا نام لیے بغیر کھاتا ہے تو شیطان کی شرکت کی وجہ سے کم کھانا اس کے لیے کفایت نہیں کرتا (۹۳)۔

④ اس سے مراد عام قانون کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ایک خاص مسلمان کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا، جس کا ذکر مسلم وغیرہ کی روایات میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ایک مہمان آیا جو کافر تھا آپ ﷺ نے اس کے لیے ایک بکری سے دودھ دوہنے کا حکم فرمایا، بکری سے دودھ دوہا گیا، اس نے وہ دودھ پی لیا، پھر دوسری بکری دوہی گئی، وہ اس دودھ کو بھی پی گیا، اس طرح وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہو گیا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح اس کے لیے بکری دوہنے کا حکم دیا، اس نے اس کا دودھ پیا اور دوسری بکری دوہی گئی لیکن اس نے کہا میں سیراب ہو چکا ہوں، اس پر آپ ﷺ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا، مطلب یہ تھا کہ یہ آدمی جب کافر تھا تو زیادہ پیتا رہا، مسلمان ہوا تو کم پیا، تو اس حدیث میں اس خاص آدمی کا ذکر سے، عام بات اور کوئی قاعدہ کلیہ بیان کرنا مقصد نہیں ”انس من“ اور ”انکافر“ میں الف لام عہد خارجی کا ہے۔

علامہ طحاوی رحمہ اللہ نے ”مشکل الآثار“ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”إن هذا الحديث كان في كافر مخصوص وهو الذي شرب حلال سبع

شياه... وليس عندنا للحديث محمل غير هذا الوجه۔“

ابن عبد البر اور ابو بیہدہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے (۹۴)

(۹۱) فتح الباری: ۹/۶۷۲۔

(۹۳) فتح الباری: ۹/۶۷۳۔ مسند القاری: ۲۱/۳۱۔

(۹۴) فتح الباری: ۹/۶۷۳۔

لیکن اس قول پر اشکال ہو گا کہ جب یہ حدیث ایک خاص آدمی کے متعلق ہے، عام بات اس میں بیان نہیں کی گئی تو پھر حضرت ابن عمرؓ نے اس سے عموم کیسے سمجھ لیا کہ زیادہ کھانے والے فقیر کے متعلق فرمایا کہ اسے دوبارہ میرے پاس نہیں لانا۔

⑤ پانچواں مطلب یہ بیان کیا گیا کہ اس حدیث میں مؤمن کی عمومی اور غالب حالت کا ذکر ہے اور ”سبعة“ کے لفظ سے عدد مخصوص مراد نہیں بلکہ یہ مبالغہ فی التکثیر کے لیے ہے، مطلب یہ ہے کہ مؤمن کی شان اور عمومی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ کھانے پینے میں زیادہ دلچسپی نہیں لیتا، کم کھاتا ہے، زیادہ کھانا اور مستقل اسی کی فکر میں لگے رہنا کفار کی صفت ہے، قرآن کریم میں ہے ﴿والذین کفروا یتمتعون ویاکلون کماتا کل الانعام﴾ اسی طرح مؤمن کا کھانا کافر کے کھانے کے مقابلے میں عموماً ایک اور سات کی نسبت سے ہے، لیکن یہ اکثر اور اغلب کے اعتبار سے ہے، ورنہ اکثر مؤمن ایسے ہو سکتے ہیں، جو عادتاً کسی عارض کی وجہ سے زیادہ کھاتے ہوں جیسا کہ باب کی تیسری حدیث میں ہے کہ ابو نہیک زیادہ کھاتے تھے، حضرت ابن عمرؓ نے جب ان سے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے تو انھوں نے کہا میں مؤمن ہوں (کافر نہیں) اور کئی کافر ایسے ہو سکتے ہیں جو بہت کم کھاتے ہوں، حدیث بناء علی الأغلب والأكثر ارشاد فرمائی گئی ہے (۹۵)۔ اس حدیث کی تشریح میں یہی قول سب سے زیادہ دل کو لگتا ہے۔

⑥ علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا، کھانے کی خواہشات اور شہوات سات ہیں، شہوة الطبع، شہوة النفس، شہوة العین، شہوة الفم، شہوة الاذن، شہوة الانف، شہوة الجوع..... یہ آخری بھوک کی خواہش انسانی ضرورت ہے، مؤمن صرف اسی ایک خواہش کے تحت کھاتا ہے جب کہ کافر باقی خواہشات کو بھی پیش نظر رکھتا ہے، حدیث میں ”معی واحد“ اور ”امعاء سبعة“ سے یہی شہوات و خواہشات مراد ہیں (۹۶)۔

قاضی ابو بکر بن العربی نے بھی اس کے قریب قریب اس حدیث کی تشریح فرمائی (۹۷)، مکی بن عبد اللہ بن بکیر کی تعلیق امام بخاری نے جو ذکر فرمائی ہے اس کو ابو نعیم نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۸)۔

(۹۵) فتح الباری: ۶۷۳/۹، وشرح الطیبی علی مشکاة المصابیح: ۱۷۳/۸۔ عمدۃ القاری: ۳۱/۲۱

(۹۶) فتح الباری: ۶۷۳/۹۔ عمدۃ القاری: ۳۲/۲۱

(۹۷) فتح الباری: ۶۷۳/۹۔

(۹۸) ارشاد الساری: ۱۶۳/۱۲۔ وفتح الباری: ۶۷۱/۹۔ و عمدۃ القاری: ۳۲/۲۱

باب کی آخری حدیث میں ہے: أن رجلا كان يأكل كثيرا
یہ آدمی کون تھا؟ اکثر حضرات کی رائے ہے کہ یہ جہاہ غفاری تھے، امام احمد کی روایت ہے کہ یہ
نصلہ بن عمرو تھے، ابو عبید نے ”الغریب“ میں ذکر کیا ہے کہ یہ ابو نصرہ غفاری تھے اور ابن اسحاق کے قول
کے مطابق یہ تمامہ بن اثال تھے (۹۹)۔

تنبیہ

صحیح بخاری کے بعض نسخوں میں دو باب ہیں، ہمارے ہندوستانی نسخے بھی اسی کے مطابق ہیں،
پہلا باب ہے ”المؤمن يأكل في معي واحد“ اس باب کے تحت حضرت ابن عمرؓ کے مسکین کے واقعے
والی روایت ذکر کی ہے اور دوسرا باب ہے ”المؤمن يأكل في معي واحد، فيه ابو هريرة عن النبي
صلى الله عليه وسلم“ دونوں میں تکرار ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دونوں ترجموں میں اگرچہ صورت تکرار
ہے لیکن دونوں کی غرض الگ الگ ہے۔ پہلے باب سے تقلیل طعام کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اور
دوسرے باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ کھانے سے مؤمن کی غرض
صرف رفع الجوع ہونا چاہیے، کافر کی طرح مختلف شہوتوں کو پورا کرنا مؤمن کا مقصد نہیں ہونا
چاہیے (۱۰۰)۔ واللہ اعلم

۱۲ - باب : الأكل متكئا .

۵۰۸۳/۵۰۸۴ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ . عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ : سَمِعْتُ أَبَا جُحَيْفَةَ
يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (لَا آكُلُ مُتَكِّئًا) .

(۵۰۸۴) : حَدَّثَنِي عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْأَقْمَرِ ،
عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ لِرَجُلٍ عِنْدَهُ : (لَا آكُلُ وَأَنَا مُتَكِّئٌ) .

(۹۹) فتح الباری: ۶۷۱/۹۔ وارشاد الساری: ۱۲/۱۶۵-۱۶۶ (۱۰۰) تعلیقات لامع الدراری: ۳۹۳/۹۔

(۵۰۸۳) الحدیث أخرجه أبو داود في كتاب الأطعمة، باب في الأكل متكئا، رقم الحديث: ۳۷۶۹ و
۳۷۷۰ ، وأخرجه الترمذی في كتاب الأطعمة، باب ماجاء في كراهية الأكل متكئا، رقم الحديث :
۱۸۳۰: وأخرجه ابن ماجه في أبواب الأطعمة، رقم الحديث: ۳۲۶۲۔

یہ باب امام بخاری رحمہ اللہ نے تکیہ اور ٹیک لگا کر کھانا کھانے کے متعلق قائم کیا ہے اور صراحتاً کوئی حکم نہیں لگایا، کیونکہ کوئی صریح نہی اس سلسلہ میں وارد نہیں ہے۔

ٹیک لگا کر کھانے کا حکم

ٹیک لگانے کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں، ایک تو مشہور معنی ہیں کہ کسی چیز تکیہ، دیوار وغیرہ کے ساتھ ٹیک لگائی جائے، تاہم اس کے علاوہ ایک جانب پہلو کی طرف جھک کر کھانا کھانا، بائیں ہاتھ پر ٹیک لگا کر کھانا کھانا..... اس طرح کی صورتیں بھی اتکاء میں داخل ہیں، ٹیک لگا کر کھانا کھانے میں علماء کا اختلاف ہے۔

امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل اور جمہور علماء کے نزدیک ٹیک لگا کر کھانا کھانا مکروہ ہے (۱۰۲)۔

لیکن صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت سے ”اکل متکئاً“ کا جواز منقول ہے، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے حضرت ابن عباس، خالد بن ولید، عبیدہ سلمانی، محمد بن سیرین، عطاء بن یسار اور امام زہری سے مطلقاً جواز نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

حضرات حنفیہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، چنانچہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے ”لابأس بالآکل متکئاً“ (۱۰۴)۔

ان حضرات نے غالباً حدیث باب کو یا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول کیا ہے اور یا پھر افضلیت پر محمول کیا ہے۔

شوافع میں سے ابوالعاص ابن القاص کی رائے یہ ہے کہ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

(۱۰۲) عمدة القاری: ۲۱/۳۳۔

(۱۰۳) إرشادی الساری: ۱۲/۱۶۷ فتح الباری: ۹/۶۷۶۔ وعمدة القاری: ۲۱/۳۳۔

(۱۰۴) درمختار: ۵/۵۳۳ مسائل شتی فإنه قال: وهذا إذالم یکن عن تکبر، وإلا فیحرم۔

خصائص میں سے ہے (۱۰۵)۔

لیکن ظاہر یہ ہے کہ اس کو بغیر کسی دلیل کے آپ کی خصوصیت قرار نہیں دیا جاسکتا، البتہ بلا عذر ٹیک لگا کر کھانا خلاف اولیٰ ہے اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں (۱۰۶)۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے طبرانی کے حوالے سے حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا تأکل متکثراً“ علامہ عینی نے فرمایا کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں (۱۰۷)۔

ضرورت کے وقت ٹیک لگا کر کھانا کھانا بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔

کھانے کے لیے بیٹھنے کی مستحب صورتیں

کھانے کے لیے بیٹھنے میں مستحب صورت ایک تو یہ ہے کہ آدمی دونوں پاؤں پر اس طرح بیٹھے کہ سرین زمین پر نہ لگے جیسے ہمارے ہاں مدارس کے مطعم میں طلبہ بیٹھتے ہیں، چنانچہ حضرت انسؓ کی ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھانے کے وقت بیٹھنے کی یہ کیفیت منقول ہے (☆۱۰۷)۔

دوسری صورت یہ ہے دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھے، جیسے درس گاہ میں عموماً طلبہ اسی بنیت پر بیٹھتے ہیں (۱۰۸)۔

اس کے علاوہ دوزانو ہو کر بیٹھنا اور متر بجا بیٹھنا بھی بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اس میں کراہت کی کوئی علت نہیں پائی جاتی! بلکہ دوزانو اس طرح بیٹھنا کہ بائیں ہاتھ بطن پر ہو اور جھک کر کھانا کھایا جائے تو یہ

(۱۰۵) عمدة القاری: ۲۱/۴۳، وفتح الباری: ۹/۶۷۶۔

(۱۰۶) عمدة القاری: ۲۱/۴۳۔ والأبواب۔ والتراجم: ۲/۸۷۔

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۴۳۔

(☆۱۰۷) دیکھیے سنن أبی داود، کتاب الأطعمة۔ باب ماجاء فی الاکل منکثراً: ۳/۳۴۸، (رقم الحدیث:

(۳۷۷۱)

(۱۰۸) قال القسطلانی فی إرشاد الساری: ۱۲/۱۶۷: ”وإذ ثبت أنه مکروه أو خلاف الأولى فلیکن الأکل جائزاً

على ركبتيه وظهور قدميه، أو ينصب الرجل اليمنى ويجلس على اليسرى“ نیز دیکھیے تحفة الأحوذی:

۵/۵۵۸۔ وعمدة القاری: ۲۱/۴۳۔ وفتح الباری: ۹/۶۷۶۔

اولی ہے کھانا کم کھایا جائے گا اور کھانے کا احترام بھی اسی میں زیادہ ہوگا، کما سمعتُ عن شیخ الاسلام
والمسلمین سیدنا و مولانا حسین أحمد المدنی۔

حدیث باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔
بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹیک لگا
کر کھانا کھاتے دیکھا تو آپ ﷺ کو منع فرمایا، اس کے بعد آپ نے متکناً کھانا تناول فرمانا ترک کر دیا (۱۰۹)۔

علی بن الأقرم

یہاں باب کی دو حدیثوں کی سند میں علی بن الاقرم ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک
حدیث ہے (۱۱۰)۔

ابن سعد نے اہل کوفہ کے طبقہ ثالثہ میں انہیں ذکر کیا ہے (۱۱۱)۔ تیحی بن معین، ابو حاتم، عجل،
نسائی اور دارقطنی نے انہیں ثقہ قرار دیا ہے (۱۱۲)۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں انہیں ذکر کیا
ہے (۱۱۳)۔

سمعت أبا جحيفة

یہ حدیث علی بن الأقرم نے براہ راست ابو جحیفہ سے بھی سنی ہے جیسا کہ اس جملے میں
تصریح ہے اور ابو جحیفہ کے بیٹے عون کے واسطے سے بھی سنی ہے جیسا کہ سفیان کی روایت میں ہے،
اس کو اصول حدیث کی اصطلاح میں ”مزید فی متصل الاسانید“ کہتے ہیں (۱۱۴)۔

(۱۰۹) فتح الباری: ۶۷۶/۹۔ وإرشاد الساری: ۱۶۷/۱۴۔

(۱۱۰) عمدة القاری: ۴۳/۲۱۔ وفتح الباری: ۶۷۵/۹۔

(۱۱۱) طبقات ابن سعد: ۳۱۱/۶۔

(۱۱۲) دیکھیے الجرح والتعديل: ۶، رقم الترجمة: ۹۵۴، والمعرفة والتاریخ: ۶۵۱/۲۔ وتهذيب الكمال:

۳۲۴/۲۰، وتهذيب التهذيب: ۲۸۳/۷۔

(۱۱۳) کتاب الثقات لابن حبان: ۱۶۲/۵۔

(۱۱۴) فتح الباری: ۶۷۵/۹۔

۱۳ - باب : الشَّوَاءُ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «جَاءَ بِعِجْلٍ حَنِيدٍ» / هود : ۶۹ / : أَيُّ مَشْوِيٍّ .

۵۰۸۵ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ ، عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ قَالَ : أَبِي النَّبِيِّ ﷺ بِضَبِّ مَشْوِيٍّ ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ لِيَأْكُلَ . فَقِيلَ لَهُ : إِنَّهُ ضَبٌّ ، فَأَمْسَكَ يَدَهُ ، فَقَالَ خَالِدٌ : أَحْرَامٌ هُوَ ؟ قَالَ : (لَا ، وَلَكِنَّهُ لَا يَكُونُ بِأَرْضِ قَوْمِي . فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ) . فَأَكَلَ خَالِدٌ وَرَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَنْظُرُ . قَالَ مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي شَهَابٍ : بِضَبِّ مَحْنُودٍ . [ر : ۵۰۷۶]

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بھنا ہوا گوشت کھانا جائز ہے، اس کے تحت ضب والی روایت نقل کی ہے، ضب تو آپ نے طبعی ناگواری کی وجہ سے تناول نہیں فرمایا، تاہم اس کے مشوی اور بھنے ہوئے ہونے پر اعتراض نہیں کیا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ بھنا ہوا گوشت کھانے میں مضائقہ نہیں ہے (۱) ترجمۃ الباب میں ذکر کردہ آیت میں ”حنید“ کے معنی مشوی اور بھنے ہوئے کے ہیں۔

۱۴ - باب : الخَزِيرَةُ .

قَالَ النَّصْرُ : الخَزِيرَةُ مِنَ التَّحَالَةِ ، وَالْحَرِيرَةُ مِنَ اللَّيْنِ .

۵۰۸۶ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ الْأَنْصَارِيُّ : أَنَّ عِتْبَانَ بْنَ مَالِكٍ ، وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ ، مِمَّنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْأَنْصَارِ : أَنَّهُ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنِّي أَنْكَرْتُ بَصْرِي ، وَأَنَا أَصْلِي لِقَوْمِي . فَإِذَا كَانَتِ الْأَمْطَارُ سَالَ الْوَادِي الَّذِي بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ ، لَمْ أَسْتَطِعْ أَنْ آتِي مَسْجِدَهُمْ فَأُصَلِّيَ لَهُمْ ، فَوَدِدْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَنَّكَ تَأْتِي فَتُصَلِّيَ فِي بَيْتِي فَاتَّخِذْهُ مُصَلِّيًّا . فَقَالَ : (سَأَفْعَلُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . قَالَ عِتْبَانٌ : فَعَدَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَبُو بَكْرٍ حِينَ أَرْتَفَعَ النَّهَارُ ، فَاسْتَأْذَنَ النَّبِيُّ ﷺ فَأَذِنَتْ لَهُ ، فَلَمْ يَجْلِسْ حَتَّى دَخَلَ الْبَيْتَ . ثُمَّ قَالَ لِي : (أَيْنَ تُحِبُّ أَنْ أَصَلِّيَ مِنْ بَيْتِكَ) . فَأَشْرَفْتُ إِلَى نَاحِيَةِ مِنَ الْبَيْتِ ، فَقَامَ النَّبِيُّ ﷺ فَكَبَّرَ فَصَفَّنَا ،

فَصَلَّى رَكَعَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ . وَحَسَنَاهُ عَلَى خَزِيرٍ صَنَعْنَاهُ ، فَثَابَ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ مِنْ أَهْلِ الدَّارِ
ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوا ، فَقَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ : أَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَشَنِ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ : ذَلِكَ مُنَافِقٌ ،
لَا يُحِبُّ اللَّهُ وَرَسُولَهُ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا تَقُلْ ، أَلَا تَرَاهُ قَالَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، يُرِيدُ
بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ) . قَالَ : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ ، قَالَ : قُلْنَا : فَإِنَّا نَرَى وَجْهَهُ وَنَصِيحَتَهُ إِلَى الْمُنَافِقِينَ ،
فَقَالَ : (فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ : لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ، يَبْتَغِي بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ) .
قَالَ أَبُو شَهَابٍ : ثُمَّ سَأَلْتُ الْحَصِينَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْأَنْصَارِيَّ . أَحَدُ بَنِي سَالِمٍ . وَكَانَ مِنْ
سَرَاتِهِمْ . عَنْ حَدِيثِ مُحَمَّدٍ ، فَصَدَّقَهُ . [ر : ٤١٤]

نضر بن شميل فرماتے ہیں کہ خزیرہ میدے سے اور حریرہ دودھ سے بنایا جاتا ہے۔

ابن فارس نے فرمایا کہ خزیرہ آٹا اور گوشت کو ملا کر بنایا جاتا ہے (۲)۔

جوہری نے فرمایا کہ خزیرہ بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو زیادہ

مقدار پانی میں ڈال دیا جاتا ہے اور خوب پکانے کے بعد اس میں کچھ آٹا ڈال دیا جاتا ہے (۳)۔

نخالة: ایسے آٹے کو کہتے ہیں جو چھنا ہوا نہ ہو۔ امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ موٹے آٹے کو

نخالہ کہتے ہیں، اس کی تائید ایک دوسرے قول سے ہوتی ہے جس میں ”جشيشة“ وارد ہوا ہے اور اہل لغت

نے لکھا ہے کہ جشيشة یہ ہے کہ گیہوں کو موٹا سادل لیا جائے اور پھر اس میں چربی وغیرہ ڈال کر حریرہ بنالیا

جائے (۴)۔ واللہ اعلم۔

حدیث باب کتاب الصلاة میں گذر چکی ہے، اس میں واقع ”وَحَسَنَاهُ عَلَى خَزِيرَةٍ صَنَعْنَاهُ“ کی

مناسبت سے امام نے اسے یہاں ذکر فرمایا۔

(۲) فتح الباری: ۹/۶۷۸، وعمدة القاری: ۲۱/۳۵۔

(۳) فتح الباری: ۹/۶۷۸، وعمدة القاری: ۲۱/۳۵۔

(۴) النہایة لابن الأثیر: ۱/۳۷۳، و مجمع بحار الأنوار: ۱/۳۶۱۔

۱۵ - باب : الأَقِطِ .

وَقَالَ حُمَيْدٌ : سَمِعْتُ أَنَسًا : بَنَى النَّبِيُّ ﷺ بِصَفِيَّةَ ، فَأَلْقَى التَّمْرَ وَالْأَقِطَ وَالسَّمْنَ .

[ر : ۵۰۷۲]

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي عَمْرٍو ، عَنْ أَنَسٍ : صَنَعَ النَّبِيُّ ﷺ حَيْسًا . [ر : ۵۰۷۲]

۵۰۸۷ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ أَبِي بَشْرٍ ، عَنْ سَعِيدٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَهْدَتْ خَالَتِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ ضَبَابًا وَأَقِطًا وَلَبَنًا ، فَوَضِعَ الضَّبُّ عَلَى مَائِدَتِهِ ، فَلَوْ كَانَ حَرَامًا لَمْ يُوضِعْ ، وَشَرِبَ اللَّبَنَ ، وَأَكَلَ الْأَقِطَ . [ر : ۲۴۳۶]

أَقِطُ (ہمزہ کے فتح اور قاف کے کسرہ کے ساتھ) پنیر کو کہتے ہیں، حیس: کھجور، پنیر اور گھی سے

ملا کر ایک خاص قسم کا حلوا بنایا جاتا ہے، اس کو حیس کہتے ہیں۔

۱۶ - باب : السَّلْقِ وَالشَّعِيرِ .

۵۰۸۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : إِنْ كُنَّا لَنَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ ، كَانَتْ لَنَا عَجُوزٌ تَأْخُذُ أَصُولَ السَّلْقِ ، فَتَجْعَلُهُ فِي قَدْرِ لَهَا ، فَتَجْعَلُ فِيهِ حَبَّاتٍ مِنْ شَعِيرٍ ، إِذَا صَلَّيْنَا زُرْنَاهَا فَقَرَّبَتْهُ إِلَيْنَا ، وَكُنَّا نَفْرَحُ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ ، وَمَا كُنَّا نَتَغَدَّى ، وَلَا نَقِيلُ إِلَّا بَعْدَ الْجُمُعَةِ ، وَاللَّهُ مَا فِيهِ شَحْمٌ وَلَا وَدَكٌ [ر : ۸۹۶]

سَلْقِ چقدر اور شَعِيرِ جو کو کہتے ہیں، حضرت سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن ہم بڑے

خوش ہوتے تھے کیونکہ ہماری ایک بڑی بی چقدر کو لے کر ایک ہانڈی میں ڈال دیا کرتی تھیں اور اس میں جو کچھ دانے شامل کر دیا کرتی تھیں، ہم جب نماز جمعہ سے فارغ ہوتے تھے تو ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے تھے اور وہ چقدر اور جو کا وہ مرکب کھانا ہمیں پیش کرتی تھیں، اس میں نہ گوشت ہوتا تھا نہ گھی۔ وَدَك اور دسم کے ایک ہی معنی ہیں: تری، گھی، اس سے اندازہ لگائیں کہ حضرات صحابہ کرام کی زندگی اور ان کی معیشت کتنی سادہ تھی۔

۱۷ - باب : النَّهْسِ وَأَنْتِشَالِ اللَّحْمِ .

۵۰۸۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ،
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : تَعَرَّقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .
وَعَنْ أَيُّوبَ وَعَاصِمٍ ، عَنْ عِكْرَمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : أَنْتِشَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَرَقًا مِنْ
قَدْرِ ، فَأَكَلَ ثُمَّ صَلَّى ، وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۴]

نہش (نون کے فتح اور ہاء کے سکون کے ساتھ) دانت سے نوج نوج کر گوشت کھانے کو کہتے
ہیں اور انتشال اللحم کا مطلب یہ ہے کہ ہانڈی سے نکال کر گوشت کھایا جائے، اکثر یہ لفظ اس وقت
استعمال کرتے ہیں جب گوشت ابھی پوری طرح پکانہ ہو اور ہانڈی سے نکال لیا جائے ایسے گوشت کو
”نشیل“ کہتے ہیں (۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے اس حدیث کی تضعیف
کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں قطع اللحم بالسکین (چاقو چھری سے گوشت کاٹنے) کی ممانعت وارد
ہوئی ہے (۶)۔

لیکن حافظ کی یہ بات وزنی نہیں، اس حدیث کی تضعیف کی طرف امام بخاری نے اگلے باب.....
باب قطع اللحم بالسکین سے اشارہ کیا ہے اور وہاں وہ اشارہ سمجھ میں بھی آتا ہے، شیخ الحدیث مولانا
محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد امام ترمذی رحمہ اللہ کی ایک حدیث
کی طرف اشارہ کرتے ہوئے گوشت کو دانتوں سے نوج کر کھانے کا استحباب بیان کرنا ہے، ترمذی کی روایت
ہے ”انہشوا اللحم نهشا، فإنه أهنأ وأمرأ“ (۷)۔

عن محمد عن ابن عباس

یہاں باب کی پہلی حدیث محمد بن سیرین حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں، محمد بن
سیرین کا حضرت ابن عباس سے سماع ثابت نہیں ہے بلکہ شعبہ کا کہنا ہے ”أحادیث محمد بن سیرین

(۵) عمدة القاری: ۲۱/۳۷، وفتح الباری: ۹/۲۸۱۔

(۶) فتح الباری: ۹/۲۸۱۔

(۷) الأبواب والتراجم: ۲/۸۸۔

عن عبد الله بن عباس إنما سمعها من عكرمة“ یعنی در میان میں عکرمہ کا واسطہ ہے، اس لیے یہ سند منقطع ہے، محمد بن سیرین عن ابن عباس کی صرف یہی ایک روایت صحیح بخاری میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس وجہ سے دوسری روایت ایوب عن عکرمہ عن ابن عباس کے طریق سے نقل فرمائی جو متصل ہے (۸)۔ باب کی پہلی روایت میں ”تَعَرَّق“ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہڈی سے گوشت کو نوچ کر کھانے کے ہیں، دوسری روایت میں ”عَرَق“ کا لفظ آیا ہے، عین کے فتح اور راء کے سکون کے ساتھ یہ گوشت والی ہڈی کو کہتے ہیں (۹)۔

۱۸ - باب : تَعَرَّقِ الْعَضِدِ .

۵۰۹۱/۵۰۹۰ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ :

حَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ الْمَدَنِيُّ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ مَكَّةَ .

(۵۰۹۱) : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ ، عَنْ أَبِي حَازِمٍ ،

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ السَّلَمِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ قَالَ : كُنْتُ يَوْمًا جَالِسًا مَعَ رِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَنْزِلٍ فِي طَرِيقِ مَكَّةَ ، وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَازِلٌ أَمَامَنَا ، وَالْقَوْمُ مُحْرَمُونَ وَأَنَا غَيْرُ مُحْرَمٍ ، فَأَبْصَرُوا حِمَارًا وَحَشِيًّا وَأَنَا مَشْغُولٌ أَخْصِفُ نَعْلِي . فَلَمْ يُؤْذِنُونِي بِهِ ، وَأَحْبَبُوا لَوْ أَنِّي أَبْصَرْتُهُ ، فَالْتَمْتُ فَأَبْصَرْتُهُ ، فَفُتِمْتُ إِلَى الْقَرَسِ فَأَسْرَجْتُهُ ، ثُمَّ رَكِبْتُ وَنَسِيتُ السَّوْطَ وَالرُّمْحَ ، فَقُلْتُ لَهُمْ : نَاولوني السَّوْطَ وَالرُّمْحَ ، فَقَالُوا : لَا وَاللَّهِ لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ شَيْءٌ ، فَغَضِبْتُ فَنَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُمَا ثُمَّ رَكِبْتُ ، فَشَدَدْتُ عَلَى الْحِمَارِ فَعَقَرْتُهُ ، ثُمَّ جِئْتُ بِهِ وَقَدْ مَاتَ ، فَوَقَعُوا فِيهِ يَأْكُلُونَهُ ، ثُمَّ إِنَّهُمْ شَكُّوا فِي أَكْلِهِمْ إِيَّاهُ وَهُمْ حُرْمٌ ، فَرَحْنَا ، وَخَبَأْتُ الْعَضِدَ مَعِي ، فَأَدْرَكْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا عَنْ ذَلِكَ ، فَقَالَ : (مَعَكُمْ مِنْهُ شَيْءٌ) . فَنَاولْتُهُ الْعَضِدَ فَأَكَلَهَا حَتَّى تَعَرَّقَهَا وَهُوَ مُحْرَمٌ .

قال مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : وَحَدَّثَنِي زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : مِثْلُهُ .

[ر : ۱۷۲۵]

(۸) فتح الباری: ۹/۲۸۱-عمدة القاری: ۲۱/۳۷-

(۹) إرشاد الساری: ۱۲/۱۷۲-

اس باب میں بازو کا گوشت دانتوں سے نوچ کر کھانے کا ذکر امام نے کیا ہے، باب میں ذکر کردہ حضرت قتادہ کی روایت کتاب الحج میں گذر چکی ہے (۱۰)، اس میں ہے ”فناولته العضد، فأكلها حتى تعرقها“۔

قال محمد بن جعفر حدثني زيد بن أسلم

محمد بن جعفر امام بخاری کے شیخ الشیخ ہیں، ان کی دو سندیں ہیں ایک ”عن أبي حازم“ والی، جس کا متن امام بخاری نے ذکر کیا اور دوسری سند زید بن اسلم سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ”قال محمد بن جعفر“ سے یہی بتایا ہے، اس کو تعلق نہ سمجھا جائے بلکہ ما قبل سند پر اس کا عطف ہے اور متصل ہے (۱۱)۔

۱۹ - باب : قَطْعُ اللَّحْمِ بِالسَّكِينِ .

۵۰۹۲ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَعْفَرُ بْنُ عَمْرٍو
أَبْنِ أُمَيَّةَ : أَنَّ أَبَاهُ عَمْرُو بْنُ أُمَيَّةَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ ﷺ يَحْتَزُّ مِنْ كَتِفِ شَاةٍ فِي يَدِهِ ،
فَدَعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ ، فَأَلْفَاهَا وَالسَّكِينِ الَّتِي يَحْتَزُّ بِهَا ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۵]
امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طریقے سے دانت سے نوچ کر گوشت کھانا جائز ہے،
اسی طرح چھری سے گوشت کاٹ کر کھانا بھی جائز ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عائشہ کی روایت ہے ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

لا تقطعوا اللحم بالسكين، فإنه من صنيع الأعاجم، وانهشوه فإنه أهنأ وأمرأ“ (۱۲)۔

امام ابوداؤد اور امام بیہقی نے فرمایا کہ یہ روایت قوی نہیں ہے (۱۳) امام نسائی نے بھی اس کو

(۱۰) فتح الباری: ۹/۶۸۳۔

(۱۱) فتح الباری: ۹/۶۸۳، وعمدة القاری: ۲۱/۳۹۔

(۱۲) سنن أبي داود، کتاب الأطعمة، باب فی اکل اللحم ۳/۳۴۹ (رقم الحدیث: ۳۷۷۸)

(۱۳) سنن أبي داود، کتاب الأطعمة، باب فی اکل اللحم ۳/۳۴۹ (رقم الحدیث: ۳۷۷۸)

ابو معشر کی مناکیر میں شمار کیا ہے (۱۴) اور علامہ ابن الجوزی نے ایک قدم بڑھایا اور اس کو موضوعات میں ذکر فرمایا (۱۵) حسن بن محمد صغانی لاہوری نے بھی اس کو موضوعات میں نقل کیا ہے (۱۶)۔

اگر یہ روایت تسلیم کی جائے تب بھی جمع بین الروایات ممکن ہے کہ گوشت اگر اچھی طرح پکا ہوا ہو تو اسے چھری سے نہیں کاٹنا چاہیے، ابو داؤد کی روایت اسی پر محمول ہے لیکن اگر گوشت کچا ہے یا سخت ہے تو اس صورت میں چھری سے گوشت کو کاٹا جاسکتا ہے۔

چھری کانٹے سے کھانے کا حکم

البتہ چھری کانٹے سے کھانا کھانا جائز ہے کیونکہ وہ فساق و فجار اور انگریزوں اور نصاریٰ کا شعار ہے، حدیث سے چھری کے ذریعے گوشت کاٹنے کا تو ذکر ہے، کھانے کا نہیں، البتہ چمچے سے کھانا جائز ہے، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کو ہاتھ سے کھانے میں مشکل پیش آتی ہے اور چمچے سے سہولت ہو جاتی ہے جیسے پھینی ہے کہ اسے ہاتھ کے ذریعے کھانے میں دشواری پیش آتی ہے۔

چھری کانٹے میں اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی، وہ کافروں اور فاجروں کا ایک خالص شعار و تہذیب ہے اور تشبہ بالکفار ممنوع ہے۔

۲۰ - باب : ما عاب النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا .

۵۰۹۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ . عَنْ الْأَعْمَشِ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ .
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : مَا عَابَ النَّبِيُّ ﷺ طَعَامًا قَطُّ . إِنْ أَشْبَاهَهُ أَكَلَهُ . وَإِنْ كَرِهَهُ تَرَكَهُ .
[ر : ۳۳۷۰]

کھانے کے اندر عیب نکالنا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت نہیں تھی، آپ ﷺ کو کھانا مرغوب ہوتا تو تناول فرمایا کرتے تھے، مرغوب نہ ہوتا تو چھوڑ دیتے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد بھی یہ ہے کہ کھانے کے اندر عیب نکالنا درست نہیں، مثلاً یہ کہنا کہ

(۱۴) دیکھیے تنزیہ الشریعة المرفوعة، الفصل الثانی، رقم الحدیث: ۵۷/۲/۲۳۸، واللآلیء المصنوعة: ۱۹۰/۲۔

(۱۵) کتاب الموضوعات، کتاب الأطعمة، باب قطع اللحم بالسکین: ۳۰۳/۲۔

(۱۶) کتاب الموضوعات للصفغانی: ۱۲

بدمزہ ہے، کچا ہے، جلا ہوا ہے، مزیدار نہیں۔

۲۱ - باب : النَّفْحُ فِي الشَّعِيرِ . (۱۷)

۵۰۹۴ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ : أَنَّهُ سَأَلَ سَهْلًا : هَلْ رَأَيْتُمْ فِي زَمَانِ النَّبِيِّ ﷺ النَّبِيَّ ؟ قَالَ : لَا ، فَقُلْتُ : كُنْتُمْ تَنْخَلُونَ الشَّعِيرَ ؟ قَالَ : لَا . وَلَكِنْ كُنَّا نَنْفُخُهُ . [۵۰۹۷]

اس باب میں جو کے آٹے میں پھونک مارنے کا بیان ہے، تاکہ چھاکا اور بھوسا اڑ جائے۔ حضرت ابو حازم نے حضرت سہل سے پوچھا کہ کیا تم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں میدہ دیکھا تھا؟ انہوں نے کہا ”نہیں“ پھر میں نے پوچھا، کیا جو کے آٹے کو چھانتے تھے؟ انہوں نے کہا ”نہیں“ لیکن ہم لوگ اس پر پھونک مار لیا کرتے تھے۔

نقی: صاف آٹے، میدے کو کہتے ہیں: تنخلون الشعير: تم جو کو چھانتے تھے، نخلت الدقيق أى أخرجت منه النخالة..... پھونک مارنے سے مراد یہ ہے کہ جو کو پیس لیا جاتا اور پھر پھونک مار کر اس کے بھوسے اور چھلکے کو اڑا دیا کرتے تھے۔

حدیث باب امام بخاری نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے، صحاح ستہ میں سے کسی اور نے یہ حدیث نقل نہیں کی ہے (۱۸)۔

۲۲ - باب : مَا كَانَ النَّبِيُّ ﷺ وَأَصْحَابُهُ يَأْكُلُونَ .

۵۰۹۵ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَبَّاسِ الْجَرِيرِيِّ ، عَنْ أَبِي عُمَانَ الزَّهْدِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا ، فَأَعْطَى كُلَّ إِنْسَانٍ سَبْعَ تَمْرَاتٍ ، فَأَعْطَانِي سَبْعَ تَمْرَاتٍ إِحْدَاهُنَّ حَشْفَةٌ . فَلَمْ يَكُنْ فِيهَا تَمْرَةٌ أَعْجَبَ إِلَيَّ مِنْهَا ، شَدَّتْ فِي مَضَاغِي . [۵۱۲۵ : ۵۱۲۶]

(۱۷) (۵۰۹۴) الحدیث أيضا أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة، باب ما كان النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه يأكلون، رقم الحدیث: ۵۰۹۷۔

(۱۸) قال العینی: والحدیث من إفراده (عمدة القاری: ۲۱/۵۰)۔

۵۰۹۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ إِسْمَاعِيلَ ، عَنْ قَيْسٍ . عَنْ سَعْدِ قَالَ : رَأَيْتُنِي سَاعَ سَبْعَةٍ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ . مَا لَنَا طَعَامٌ إِلَّا وَرَقُ الْحَبَلَةِ . أَوْ الْحَبَلَةِ . حَتَّى يَضَعُ أَحَدُنَا مَا تَضَعُ الشَّاةُ ، ثُمَّ أَصْبَحَتْ بَنُو أَسَدٍ تُعَزِّرُنِي عَلَى الْإِسْلَامِ . خَسِرْتُ إِذَا وَضِلَّ سَعْيِي . [ر : ۳۵۲۲]

۵۰۹۷ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَأَلْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ فَقُلْتُ : هَلْ أَكَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّبِيَّ ؟ فَقَالَ سَهْلٌ : مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ النَّبِيَّ . مِنْ حِينَ أَبْتَعْتُهُ اللَّهُ حَتَّى قَبِضَهُ اللَّهُ . قَالَ : فَقُلْتُ : هَلْ كَانَتْ لَكُمْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ مَنَاقِلُ ؟ قَالَ : مَا رَأَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مَنَاقِلًا . مِنْ حِينَ أَبْتَعْتُهُ اللَّهُ حَتَّى قَبِضَهُ . قَالَ : قُلْتُ : كَيْفَ كُنْتُمْ تَأْكُلُونَ الشَّعِيرَ غَيْرَ مَنخُولٍ ؟ قَالَ : كُنَّا نَطْحَنُهُ وَنُفْخُهُ . فَيَطِيرُ مَا طَارَ ، وَمَا بَقِيَ ثَرِيَاهُ فَأَكَلْنَاهُ . [ر : ۵۰۹۴]

۵۰۹۸ : حَدَّثَنِي إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذُئْبٍ . عَنْ سَعِيدِ الْقُبَيْرِيِّ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ مَرَّ بِقَوْمٍ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ شَاةٌ مَضِيَّةٌ . فَدَعَا . فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ وَقَالَ : خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنَ الدُّنْيَا وَلَمْ يَشِعْ مِنْ خُبْرِ الشَّعِيرِ .

۵۰۹۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا مُعَاذٌ : حَدَّثَنِي أَبِي . عَنْ يُونُسَ . عَنْ قَتَادَةَ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : مَا أَكَلَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى خِوَانٍ . وَلَا فِي سَكْرَجَةٍ . وَلَا خَبْرَ لَهُ مُرَقَّقٌ . قُلْتُ لِقَتَادَةَ : عَلَى مَا يَأْكُلُونَ ؟ قَالَ : عَلَى السُّفْرِ . [ر : ۵۰۷۱]

۵۱۰۰ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ مَنْصُورٍ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ . عَنْ الْأَسْوَدِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا شَبِعَ آلَ مُحَمَّدٍ ﷺ . مُنْذُ قَدِمَ الْمَدِينَةَ . مِنْ طَعَامِ الْبُرِّ ثَلَاثَ لَيَالٍ تَبَاعًا . حَتَّى قَبِضَ . [۵۱۰۷ . ۵۱۲۲ . ۶۰۸۹ . ۶۳۰۹]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کیا کیا چیزیں تناول

فرمایا کرتے تھے، اس باب میں ان میں سے چند چیزوں کا ذکر ہے۔

پہلی روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک روز اپنے صحابہ میں کھجوریں تقسیم فرمائیں، ہر ایک کو سات سات کھجوریں عنایت کیں، مجھے بھی

سات کھجوریں دیں، ان میں ایک حشفہ یعنی ردی کھجور تھی لیکن ان کھجوروں میں اس سے زیادہ کوئی کھجور مجھے پسند نہ تھی، اس لیے کہ باقی عمدہ کھجوریں منہ میں زیادہ دیر نہیں رہیں (۱۹)۔ اور اس کو چوس چوس کر میں دیر تک لطف اندوز ہوتا رہا۔

شَدَّت: باب نصر سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے بمعنی سخت ہونا۔

مَضَاغ: میم کے فتح اور کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا، اس کا اطلاق اس طعام پر بھی ہوتا ہے جو چبایا جاتا ہے اور مطلقاً چبانے کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، کہتے ہیں لُقْمَةُ لِينَةِ الْمَضَاغِ، وشدیدة الْمَضَاغِ (۲۰)۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”یحتمل أن یکون المراد ما یمضغ به وهو الأسنان، وأن یکون المراد به المضغ نفسه“ (۲۱) یعنی یہاں حدیث میں اس سے دانت بھی مراد لے سکتے ہیں جن کے ذریعے کھانا چبایا جاتا ہے اور نفس چبانا بھی مراد لے سکتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ وہ ردی کھجور میرے دانتوں میں یا میرے چبانے میں سخت تھی۔

باب کی دوسری روایت ابواب المناقب میں گذر چکی ہے (۲۲)۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں ساتواں آدمی تھا (یعنی میں قدیم الاسلام ہوں) ہمارا کھانا درخت کے پتوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا، یہاں تک کہ بکریوں کی طرح میٹگنیاں کرتے تھے، اب بنو اسد اسلام کے بارے میں مجھے سرزنش کرتے ہیں، میں تو پھر خائب و خاسر ہو گیا اور میری ساری سعی ضائع گئی (اگر ان کے کہنے کے مطابق مجھے نماز بھی پڑھنا نہیں آیا حالانکہ میں نے ابتداء اسلام سے ساری چیزیں سیکھی ہیں)۔

(۱۹) (۵۰۹۵) الحدیث أخرجه البخاری أیضافیه، باب الرطب بالقضاء، رقم الحدیث: ۵۱۲۵-۵۱۲۶۔ وأخرجه الترمذی

فی الزهد وأخرجه النسائی فی أبواب الأطعمة، باب قسم المأكول إذا قل، رقم الحدیث: ۶۷۳۱-۱۶۸/۳۔

وأخرجه ابن ماجه فی الزهد باب معیشة اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۱۳۹۲/۳، رقم: ۳۱۵۷۔

(۲۰) عمدة القاری: ۵۱/۲۱۔

(۲۱) أرشاد الساری: ۱۷۶/۱۳۔

(۲۲) فتح الباری: ۶۸۶/۹۔

جن چھ آدمیوں نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا وہ حضرت صدیق اکبر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت زید بن حارثہ، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن بن عوف تھے (۲۳)۔
اصل میں بنو اسد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شکایت کی تھی کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نماز اچھی طرح نہیں جانتے، اس پر انھوں نے یہ ارشاد فرمایا (۲۴)۔

إلا ورق الحَبْلَة أو الحُبْلَة

حَبْلَة (حاء کے فتح اور باء کے سکون کے ساتھ) درخت اعضا کا پھل، درخت اعضا کیکر کے مشابہ ہوتا ہے، اس کا پھل لوبیا کی طرح ہوتا ہے۔ دوسرا لفظ حُبْلَة (حاء کے ضمہ اور باء کے سکون کے ساتھ) اس کے معنی بھی وہی ہیں جو حَبْلَة کے ہیں (۲۵)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حُبْلَة (حاء اور باء دونوں ضمہ کے ساتھ) کو بھی اسی معنی میں نقل کیا ہے (۲۶)۔

اور حَبْلَة (حاء اور باء دونوں کے فتح کے ساتھ) انگور کو کہتے ہیں۔ بہر حال مطلب یہ تھا کہ اس وقت تنگی اور عسرت کا زمانہ تھا، کھانے کو درخت اعضا اور انگور کے پتوں کے سوا کچھ میسر نہیں تھا، وہی کھا کر گزارا کرتے تھے۔

تُعَزِّرُنِي أَيْ تُؤَدِّبُنِي، تُرِّيْنَاهُ: بِتَشْدِيدِ الرَّاءِ، مِنْ ثَرِيَّتِ السُّوَيْقِ: إِذَا بَلَلْتَهُ بِالْمَاءِ (۲۷):
یعنی آٹے سے بھوسہ اڑانے کے بعد باقی کو ہم پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ مُنْخَلٌ: (میم کے ضمہ، نون کے سکون اور خاء کے ضمہ کے ساتھ) چھلنی کو کہتے ہیں، اس کی جمع مناخل آتی ہے۔

شَاةٌ مَصْلِيَّةٌ

باب کی چوتھی حدیث میں یہ مَصْلِيَّةٌ کا لفظ آیا ہے: مَصْلِيَّةٌ (میم کے فتح، صاد کے سکون، لام کے

(۲۳) إرشاد الساری: ۱۲/۱۷۶۔

(۲۴) عمدة القاری: ۲۱/۵۱۔

(۲۵) وفي النهاية: ۱/۳۳۴ "الحَبْلَة: بِالضَّمِّ وَسُكُونِ الْبَاءِ: ثَمَرُ السَّمُرِ يَشْبَهُ اللَّوْبِيَاءِ، وَقِيلَ: هُوَ ثَمَرُ

الْعِضَاءِ" وَالْحَبْلَة: بِفَتْحِ الْحَاءِ وَالْبَاءِ، وَرَبَّمَا سُكِنَتْ: الْأَصْلُ أَوْ الْقَضِيبُ مِنْ شَجَرِ الْأَعْنَابِ -

(۲۶) فتح الباری: ۹/۶۸۷۔

(۲۷) عمدة القاری: ۲۱/۵۲۔

کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ (مشویۃ کے معنی میں ہے: بھنی ہوئی بکری (۲۸)۔

فدعوہ، فأبی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے بکری کے بھنے ہوئے گوشت کو کھانے کی دعوت دی، آپ نے دعوت قبول نہیں فرمائی، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”لیس هذا من ترک إجابة الدعوة، لأنه فی الولیمة، لافی کل الطعام“ (۲۹)۔

مطلب یہ ہے کہ عام حالات میں دعوت قبول کرنے سے انکار کیا جاسکتا ہے، البتہ ولیمہ کی دعوت قبول کرنا حق مسلم کے زمرے میں آتا ہے اور اسے قبول کرنا چاہیے، مذکورہ دعوت، ولیمہ کی نہیں تھی۔ باب کی آخری حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۰) کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک گیہوں کی روٹی تین دن مسلسل تناول نہیں فرمائی۔

۲۳ - باب : التلبیۃ .

۵۱۰۱ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ . عَنْ عَقِيلٍ . عَنْ ابْنِ شِهَابٍ . عَنْ عُرْوَةَ . عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَّهَا كَانَتْ إِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ أَهْلِهَا . فَأَجْتَمَعَ لِلذَّكَاءِ النِّسَاءُ ، ثُمَّ تَفَرَّقْنَ إِلَّا أَهْلَهَا وَخَاصَّتَهَا ، أَمَرَتْ بِرُومَةٍ مِنْ تَلْبِينَةٍ فَطُبَخَتْ . ثُمَّ ضَعَتْ شَرِيدًا فَضَبَّتِ التَّلْبِينَةَ عَلَيْهَا . ثُمَّ قَالَتْ : كُلْنَ مِنْهَا . فَأِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : (التَّلْبِينَةُ مَجْمَعَةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيضِ . تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزَنِ) . [۵۳۶۵ ، ۵۳۶۶]

(۲۸) إرشاد الساری: ۱۴/۱۷۸۔

(۲۹) فتح الباری: ۹/۶۸۷۔

(۳۰) (۵۱۰۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا فيه ، باب ما كان السلف يدحرون في بيوتهم وأسفارهم من الطعام ، رقم الحدیث: ۵۱۰۷، وفي باب القديد، رقم الحدیث: ۵۱۲۳، وفي كتاب الرقاق، باب كيف كان عيش النبي صلى الله عليه وسلم وأصحابه وتحليلهم من الدنيا، رقم الحدیث: ۶۰۸۹، وفي الدعوات، باب التوبة، رقم الحدیث: ۶۳۰۹، وأخرجه مسلم في كتاب الزهد والرقائق، رقم الحدیث: ۲۹۷۰، وأخرجه النسائي في كتاب الضحايا: ۲/۲۰۸، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأطعمة، باب الحبز والبر: ۲۳۹۔

(۵۱۰۱) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في الأطعمة، باب التلبينة للمريض، رقم الحدیث: ۵۳۶۵، وأخرجه مسلم في كتاب السلام، باب التلبينة مجمة لفؤاد المريض، رقم الحدیث: ۲۲۱۶، وأخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ما جاء ما يطعم المريض، رقم الحدیث: ۲۰۳۹، ۳/۳۸۳، وأخرجه النسائي في الولیمة، باب التلبينة: ۳/۱۶۱، رقم الحدیث: ۶۶۹۳۔

تلبینة: ایک خاص قسم کا حلوہ یا فالودہ ہوتا ہے جو میدے یا بغیر چھنے ہوئے آٹے سے بنایا جاتا ہے، بسا اوقات اس میں شکر یا شہد بھی ملا دیا جاتا ہے، رنگ میں لبن (دودھ) کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اسے تلبینة کہتے ہیں (۳۲)۔

حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں اس کے متعلق تفصیل سے کلام کیا ہے، ان کا خیال یہ ہے کہ تلبینة کوٹے ہوئے جو کا بلا ہو پانی ہوتا ہے (۳۳)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ان کا کوئی رشتہ دار مر جاتا تو عورتیں جمع ہوتیں، پھر سب اپنے گھر چلی جاتیں، مگر خاص خاص اور قریب کی عورتیں رہ جاتیں اور تلبینہ بنانے کا حکم دیتیں، وہ پکایا جاتا، پھر ٹرید بنا کر تلبینہ اس پر ڈال دیا جاتا، پھر فرماتیں کہ اسے کھاؤ، اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔

مُجَمَّة المریض: مریض کو راحت پہنچانے والا، مَجَمَّة: میم اور جیم کے فتح کے ساتھ ای مکان الاستراحة..... ميم کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ صیغہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے: راحت پہنچانے والا (۳۴)۔

۲۴ - باب : التَّريِدِ .

۵۱۰۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا عُندَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ عَمْرٍو بْنِ مُرَّةَ الْجَمَلِيِّ . عَنْ مُرَّةَ النَّهْمَدَانِيِّ . عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (كَمَلُ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ . وَكَمَلٌ مِنَ النِّسَاءِ : إِلَّا مَرِيْمُ بِنْتُ عِمْرَانَ . وَآسِيَةُ امْرَأَةِ فِرْعَوْنَ . وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ التَّريِدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ) . [ر : ۳۲۳۰]

(۳۲) وفي النهاية: ۲۲۹/۴: "التلبينة والتلبين: حساء يعمل من دقيق أونخالة، وربما جعل فيها عسل، سميت

بها تشبيهاً باللبن لبياضها ورقتها وهي تسمية بالمرءة من التلبين، مصدر لبّن القوم: إذا سقاهم اللبن۔"

(۳۳) زاد المعاد، كتاب الطب، فصل في هديه في تغذية المريض بالطف ما اعتاده من الأغذية: ۱۲۰/۴۔

(۳۴) زاد المعاد: ۱۲۰/۴، وفتح الباری: ۶۸۷/۹۔

- ۵۱۰۳ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ . عَنْ أَبِي طَوَالَةَ . عَنْ أَنَسٍ .
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ) . [ر : ۳۵۵۹]
- ۵۱۰۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُبِيرٍ : سَمِعَ أَبَا حَاتِمٍ الْأَشْهَلِيَّ بْنَ حَاتِمٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوْنٍ .
عَنْ ثُمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ . عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى غُلَامٍ لَهُ حَبَاطٌ .
فَقَدَّمُ إِلَيْهِ قِصْعَةً فِيهَا ثَرِيدٌ . قَالَ : وَأَقْبَلَ عَلَيَّ عَمَلِهِ . قَالَ : فَجَعَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَّبِعُ اللَّذَّاءَ .
قَالَ : فَجَعَلْتُ أَتَّبِعُهُ فَأَضَعَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ . قَالَ : فَمَا زِلْتُ بَعْدُ أَحِبُّ اللَّذَّاءَ . [ر : ۱۹۸۶]
- ثرید شوربے میں روٹی بھگو کر تیار کیا جاتا ہے، عربوں میں اس کو بہت پسندیدہ کھانا شمار کیا جاتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ثرید کی فضیلت کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے باب میں جو روایات ذکر کی ہیں، ان میں ہر ایک کے اندر ثرید کی فضیلت کی طرف اشارہ موجود ہے۔

۲۵ - باب : شاة مسموطة . والكتف والجنب .

- ۵۱۰۵ : حَدَّثَنَا هُدَيْبَةُ بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا هَمَامُ بْنُ يَحْيَى . عَنْ قَتَادَةَ قَالَ : كُنَّا نَأْتِي
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَخَبَّازُهُ قَائِمٌ . قَالَ : كُلُوا . فَمَا أَعْلَمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَغِيماً
مُرَقَّقاً حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ . وَلَا رَأَى شاةً سَمِيْطاً بَعَيْنِهِ قَطُّ . [ر : ۵۰۷۰]
- ۵۱۰۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَابِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ . عَنْ الزُّهْرِيِّ .
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ أُمَيَّةِ الضَّمْرِيِّ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَنُ مِنْ كَتْفِ
شاةٍ . يَأْكُلُ مِنْهَا . فِدْعِي إِلَى الصَّلَاةِ . فَقَامَ فَطَرَحَ السُّكَّيْنِ . فَصَلَّى وَلَمْ يَتَوَضَّأْ . [ر : ۲۰۵]
- شاة مسموطة کی تعریف پہلے گذر چکی ہے الکتف: دست کا گوشت، یہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو پسند تھا اور جنب: پہلو اور پسلی کا گوشت۔

باب کی پہلی حدیث پہلے گذر چکی ہے۔

دوسری حدیث حضرت عمرو بن امیہ ضمیری سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ چھری سے کتف شاة (شانے) کا گوشت کاٹ کر تناول فرما رہے تھے

کہ آپ کو نماز کے لیے بلایا گیا، آپ نے چھری پھینک دی، کھڑے ہو گئے، نماز ادا کی اور وضو نہیں کیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ”مامست النار“ ناقض وضو نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اسی سند اور متن کے ساتھ ”کتاب الرقاق“ میں بھی باب کی پہلی

روایت کی تخریج کی ہے (۳۵)۔

۲۶ - باب : ما كان السلف يدخرون في بيوتهم وأسفارهم . من الطعام واللحم وغيره .

وقالت عائشة وأسماء : صنعنا للنبي ﷺ وأبي بكر سفرة . [ر : ۳۶۹۲]

۵۱۰۷ : حدثنا خلاد بن يحيى : حدثنا سفيان . عن عبد الرحمن بن عابس . عن

أبيه قال : قلت لعائشة : أنهى النبي ﷺ أن تؤكل لحوم الأضاحي فوق ثلاث ؟ قالت :

ما فعله إلا في عام جاع الناس فيه ، فأراد أن يطعم الغني الفقير ، وإن كنا لترفع الكراع ،

فإنك لبعده خمس عشرة . قيل : ما أضطركم إليه ؟ فضحكت . قالت : ما شبع آل محمد

ﷺ من خبز بئر مأدوم ثلاثة أيام حتى لحق بالله .

وقال ابن كثير : أخبرنا سفيان : حدثنا عبد الرحمن بن عابس بهذا . [ر : ۵۱۰۰]

۵۱۰۸ : حدثني عبد الله بن محمد : حدثنا سفيان . عن عمرو . عن عطاء . عن

جابر قال : كنا نترود لحوم الهدي على عهد النبي ﷺ إلى المدينة .

تابعه محمد . عن ابن عيينة . وقال ابن جريج : قلت لعطاء : أقال حتى جئنا المدينة ؟

قال : لا . [ر : ۱۶۳۲]

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کے

زمانے میں ذخیرہ بنا کر کس قسم کے کھانے کی چیزوں کو رکھا جاتا تھا۔

روایات باب میں گوشت ذخیرہ کرنے کا ذکر ہے، ترجمۃ الباب میں طعام اور لحم دونوں کا ذکر ہے،

امام بخاری رحمہ اللہ نے طعام کو لحم کے ساتھ لاحق کر کے روایات سے اس کا اثبات کیا ہے اس لیے کہ لحم

بھی بہر حال مطعومات میں شامل ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء کی روایت یہاں تعلقاً ذکر

(۳۵) دیکھیے صحیح البخاری، کتاب الرقاق باب کیف كان عيش ﷺ وأصحابه: (رقم الحديث: ۶۳۵۷)

کی ہے ”باب الهجرة إلى المدينة“ میں یہ روایت تفصیل کے ساتھ موصولاً گذر چکی ہے (۳۶)، وہ دونوں فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے لیے ایک سفرہ (توشہ دان) بنایا تھا۔

باب کی پہلی روایت حضرت عابس بن ربیعہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے سے منع فرمایا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ آپ نے صرف اس سال منع فرمایا جس سال لوگ بھوکے تھے تو آپ ﷺ نے چاہا کہ غنی فقیر کو کھلائیں، ہم اس کا کھر رکھ لیتے تھے اور اس کو پندرہ دن کے بعد کھاتے تھے، کسی نے پوچھا، آپ کو اس کی ضرورت کیوں پیش آتی تھی، وہ ہنس پڑیں اور کہا کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی سالن کے ساتھ گیبوں کی روٹی تین دن تک متواتر سیر ہو کر نہیں کھائی، یہاں تک کہ آپ اللہ سے جا ملے۔ یہ روایت اس تفصیل کے ساتھ پہلی بار امام بخاری نے یہاں ذکر کی ہے (۳۷)۔

وقال ابن كثير: أخبرنا سفیان، حدثنا عبدالرحمن بن عابس بهذا

یہ تعلق ہے، اس میں سفیان ثوری نے تحدیث کی تصریح کی ہے اور ”حدثنا عبدالرحمن“ کہا ہے جب کہ خلاصہ بن تخی کی روایت باب میں سفیان بن عیینہ نے ”عن عبدالرحمن“ کہا ہے، طبرانی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۳۸)۔

باب کی دوسری روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانی کا گوشت مدینہ تک لاتے تھے۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۲۹۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۱۸۲۔

(۳۷) (۵۱۰۷) أخرجه البخاری أيضا في الأيمان والندور، وأخرجه مسلم في كتاب الأضاحی باب بیان ما كان من النهی عن أكل لحوم الأضاحی الخ: ۳/۱۵۶۲، رقم الحدیث: ۱۹۷۲۔ وأخرجه الترمذی في الأضاحی باب ماجاء في الرخصة في أكلها رقم الحدیث: ۱۵۱۱، ۲/۹۵۔ وأخرجه النسائی في الأضاحی: باب النهی عن الأكل من لحوم الأضاحی: ۲/۲۰۶، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأطعمة ۲/۱۰۵۵، باب ادخار لحوم الأضاحی، رقم الحدیث: ۳۱۶۰۔

(۳۸) فتح الباری: ۹/۲۹۰۔ إرشاد الساری: ۱۲/۱۸۳۔

تابعه محمد عن ابن عیینة

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبد اللہ بن محمد کی متابعت محمد بن سلام نے کی ہے، انہوں نے بھی یہی روایت سفیان بن عیینہ سے نقل کی ہے۔ اس متابعت کو محمد بن یحییٰ بن ابی عمر نے اپنی سند میں موصولاً نقل کیا ہے (۳۹)۔

وقال ابن جریج: قلت لعطاء: أقال حتى جئنا إلى المدينة قال: لا

ابن جریج (جن کا نام عبد الملک بن عبد العزیز ہے) نے عطا سے پوچھا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنے قول ”کنان تزود لحوم الہدی“ کے بعد ”حتى جئنا إلى المدينة“ کہا تھا تو عطا نے کہا نہیں (۴۰) مقصد یہ ہے کہ حضرت جابرؓ نے ”حتى جئنا المدينة“ کے الفاظ نہیں کہے ہیں بلکہ ”فتزود لحوم الہدی إلى المدينة“ کے الفاظ کہے ہیں، مفہوم اس کا بھی وہی ہے۔

اسی سند کے ساتھ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں ”لا“ کے بجائے ”نعم“ ہے کہ حضرت جابرؓ نے یہ الفاظ کہے تھے، دونوں روایات میں تعارض ہے اور ظاہر ہے امام بخاری اور امام مسلم کی روایات میں اس طرح کا تعارض ہو جائے تو ترجیح بخاری کی روایت کو دی جائے گی، اس کے علاوہ مسند احمد اور نسائی کی روایات میں بھی ”لا“ ہے (۴۱)۔

۲۷ - باب : الحیس .

۵۱۰۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ . عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو . مَوْلَى الْمُطَّلَبِ .
أَبْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْطَبٍ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لِأَبِي طَلْحَةَ :
(الْتَمِسْ غُلَامًا مِنْ غِلْمَانِكُمْ يَخْدُمُنِي) فخرج بي أبو طلحة يردني وراءه . فكننت أخدم
رسول الله ﷺ كلما نزل . فكننت أسمعته يكثُر أن يقول : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّهَمِ

(۳۹) فتح الباری: ۹/۲۹۰۔

(۴۰) وشرحه العینی: ”أی قال عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج، قلت لعطاء بن أبی رباح: أقال أي هل قال جابر فی قوله ”کنان تزود لحوم الہدی حتى جئنا إلى المدينة“ قال عطاء: لا، أي لم يقل ذلك جابر“ (عمدة القاری: ۲۱/۵۷)۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۲۸۹، وعمدة القاری: ۲۱/۵۷۔

وَالْحَزْنَ . وَالْعَجْزَ وَالْكَسَلَ . وَالْبَحْلَ وَالْجُبْنَ . وَضَلَعَ الدِّينَ . وَغَلَبَةَ الرِّجَالَ) . فَلَمْ أزلْ أَخْدُمُهُ حَتَّى أَقْبَلْنَا مِنْ خَيْبَرَ . وَأَقْبَلَ بِصَفِيَّةَ بِنْتِ حَيٍّ قَدْ حَارَهَا . فَكُنْتُ أَرَاهُ يُحَوِّي لَهَا وَرَاءَهُ بَعَاءَةً أَوْ بِكِسَاءٍ . ثُمَّ يُرَدِّفُهَا وَرَاءَهُ . حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ صَنَعَ حَيْسًا فِي نِطْعٍ . ثُمَّ أَرْسَلَنِي فَدَعَوْتُ رَجُلًا فَأَكَلُوا . وَكَانَ ذَلِكَ بِنَاءَهُ بِهَا . ثُمَّ أَقْبَلَ حَتَّى إِذَا بَدَأَ لَهُ أُخْدٌ . قَالَ : (هَذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ) . فَلَمَّا أَشْرَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ قَالَ : (اللَّهُمَّ إِنِّي أَحْرَمُ مَا بَيْنَ جَبَلَيْهَا . مِثْلَ مَا حَرَّمَ بِهِ إِبْرَاهِيمُ مَكَّةَ . اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَدْهَمِهِمْ وَصَاعِهِمْ) . [ر : ۲۷۳۲]

حیس کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ یہ پنیر، کھجور اور گھی کو ملا کر ایک خاص حلوہ بنایا جاتا ہے، مشہور شعر آپ نے پڑھا ہے:

وَإِذَا تَكُونُ كَرِيهَةً أَدْعَى لَهَا

وَإِذَا يَحْسُ الحَيْسُ يَدْعَى جَنْدَبَ

باب کے تحت جو روایت ذکر کی ہے، وہ کتاب المغازی میں گذر چکی ہے اور وہیں اس پر بحث ہوئی

ہے (۴۲)۔

۲۸ - باب : الأكل في إناء مفضض .

۵۱۱۰ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا سَيْفُ بْنُ أَبِي سَلِيمَانَ قَالَ : سَمِعْتُ نَجَاحًا يَقُولُ : حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى : أَنَّهُمْ كَانُوا عِنْدَ حُدَيْفَةَ . فَاسْتَسْقَى فِسْقَادًا مُجُوسِيًّا . فَلَمَّا وَضَعَ الْقَدَحَ فِي يَدِهِ رَمَاهُ بِهِ وَقَالَ : لَوْلَا أَنِّي نَهَيْتُهُ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ . كَأَنَّهُ يَقُولُ : لِمَ أَفْعَلُ هَذَا . وَلَكِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (لَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَلَا الدِّيْبَاجَ . وَلَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ . وَلَا تَأْكُلُوا فِي صِحَافِهَا . فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَنَا فِي الْآخِرَةِ) .

[۵۳۰۹ . ۵۳۱۰ . ۵۴۹۳ . ۵۴۹۹] (۴۳)

(۴۲) دیکھیے کشف الباری، کتاب المغازی: ۲۵۲-۲۵۳

(۴۳) (۵۱۱۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في كتاب الأطعمة، باب الشرب في آية الذهب، رقم الحديث: ۵۳۰۹،

۵۳۱۰، وفي كتاب اللباس، باب لبس الحرير وافتراشه للرجال وقدر ما يجوز منه، رقم الحديث: ۵۳۹۳، وأخرجه

مسلم في كتاب اللباس والزينة، باب استعمال إناء الذهب والفضة، رقم الحديث: ۴۰۶۷، وأخرجه الترمذی في

أبواب الأشربة، باب ماجاء في كراهية الشرب في آية الذهب والفضة، رقم الحديث: ۱۸۷۸، ۲/۲۹۹-

وأخرجه النسائي في كتاب الزينة من السنن الفطرية، باب ذكر نهى عن لبس الديباج: ۲/۳۹۶، وأخرجه ابن

ماحه في كتاب الأشربة، باب في كتاب الأشربة، باب الشرب في آية الذهب والفضة: ۲۳۳-۱۶۷/۲-

یہ حدیث یہاں پہلی بار امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت حذیفہؓ کے پاس بیٹھے تھے، انھوں نے پانی مانگا، ایک مجوسی ان کے پاس پانی لے کر آیا، جب پیالہ ان کے ہاتھوں میں رکھا تو انھوں نے اس کو پھینک دیا اور کہا کہ اگر میں اس کو ایک یادو دفعہ منع نہ کر چکا ہوتا تو ایسا نہ کرتا (یعنی غصہ میں آکر پیالہ کو نہ پھینکتا) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ریشم اور دیباچ نہ پہنو اور نہ سونا چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ان کی رکابیوں میں کھاؤ، اس لیے کہ دنیا میں یہ کفار کا سامان ہے اور ہمارے لیے یہ آخرت میں ہوگا۔

إناء مفضض: اس برتن کو کہتے ہیں جس پر چاندی کے پانی کا ملمع کیا گیا ہو، سونے کے پانی کا ملمع کردہ برتن کو مُذْهَب کہتے ہیں۔

حدیث کی ترجمہ الباب سے مناسبت

یہاں پہلا اشکال یہ ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے باب، اکل کے متعلق قائم کیا ہے اور حدیث جو ذکر کی ہے وہ شرب سے متعلق ہے، حافظ ابن حجرؒ اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

”وحدیث حذیفۃ الذی ساقہ فی الباب، فیہ النهی عن الشرب فی آنیۃ

الذهب والفضة، ویؤخذ منه منع الأکل بطریق الإلحاق“ (۴۴)۔

یعنی حدیث اگرچہ شرب سے متعلق ہے لیکن شرب کے ساتھ اکل کو لاحق کرتے ہوئے اکل کی ممانعت بھی اس سے اخذ کی جاسکتی ہے (کیونکہ جو علت شرب کی ممانعت کی ہے وہی اکل کی ممانعت کی بھی ہے۔)

دوسرا اشکال یہ ہوتا ہے کہ ترجمہ الباب میں ”إناء مفضض“ کا ذکر ہے۔ جب کہ حدیث میں ”آنیۃ الذهب والفضة“ کا ذکر ہے، چاندی کے ملمع کیے ہوئے برتن اور چاندی کے برتن میں فرق ہے۔ علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ”مفضض“ کا لفظ اگرچہ اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو چاندی کا ملمع شدہ ہو، تاہم اگر کوئی برتن پورا پورا چاندی سے بنا ہو، تو اس پر بھی مفضض کا

اطلاق ہو سکتا ہے، اس طرح ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت موجود ہے (۴۵)۔

چاندی اور سونے کے برتن میں اکل و شرب ائمہ اربعہ کے نزدیک ناجائز اور حرام ہے (۴۶)۔

البتہ اناء مفضض اور سرج مفضض کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب امام قدوری رحمہ اللہ نے یہ نقل کیا ہے کہ ایسا برتن اور ایسی زین استعمال کرنا جائز ہے بشرطیکہ جہاں چاندی کا کام ہوا ہے اس جگہ سے اجتناب کیا جائے، نہ وہاں منہ لگایا جائے اور نہ اس پر بیٹھا جائے (۴۷)۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اس کا منہ چاندی کی جگہ سے علیحدہ رہنا چاہیے اور زین میں اس کے بیٹھنے کی جگہ چاندی سے علیحدہ ہونی چاہیے (۴۸)۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اناء مفضض کا استعمال مکروہ ہے۔ امام محمد کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے، بعضوں کے نزدیک ان کی رائے امام ابو یوسف کے ساتھ ہے اور بعض کے نزدیک امام ابو حنیفہ کے ساتھ ہے (۴۸☆)۔ یعنی اگر چاندی کی جگہ سے گریز کیا جائے تو استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۲۹ - باب : ذِکْرُ الطَّعَامِ .

۵۱۱۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ . عَنْ قَتَادَةَ . عَنْ أَنَسٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْأُتْرُجَةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ . وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ التَّمْرَةِ ، لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حَلْوٌ . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مَثَلُ الرَّيْحَانَةِ ، رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ ، لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ) . [ر : ۴۷۳۲]

(۴۵) شرح الکرمانی: ۲/۴۹۔

(۴۶) عمدۃ القاری: ۲۱/۶۰۔

(۴۷) دیکھیے القدوری، کتاب الحظرو الإباحة: ۲۵۲۔

(۴۸) الهدایة مع فتح القدير، کتاب الکراهیة: ۸/۴۴۲۔

(۴۸☆) الهدایة مع فتح القدير، کتاب الکراهیة: ۸/۴۴۲۔

۵۱۱۲ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . عَنْ أَنَسٍ .
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (فَضَّلْتُ عَائِشَةَ عَلَى النَّسَاءِ . كَفَضَلْتُ الثَّرِيدَ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ) .

[ر : ۳۵۵۹]

۵۱۱۳ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ . عَنْ نُسَيْمٍ . عَنْ أَبِي صَالِحٍ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ .
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (السَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ . يَمْسَعُ أَحَدَكُمْ نَوْمُهُ وَطَعَامُهُ . فَإِذَا قَضَى
سَهْمَهُ مِنْ وَجْهِهِ فَلْيَعْجَلْ إِلَى أَهْلِهِ) . [ر : ۱۷۱۰]

اس ترجمتہ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد کیا ہے؟ شارح بخاری ابن بطال نے فرمایا کہ
امام بخاری کا مقصد عمدہ کھانوں کی اباحت بتلانا ہے کہ عمدہ کھانا کھانے میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہ زہد کے
منافی نہیں ہے (۴۹)۔

عمدہ کھانوں کا ذکر حرص میں داخل نہیں

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام بخاری رحمہ اللہ کا
مقصد اس باب سے یہ ہے کہ مختلف اور لذیذ کھانوں کا ذکر کرنا حرص و ہوس میں داخل نہیں (۵۰)۔
اور یہ بھی ممکن ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ سنن ابی داؤد کی روایت کی طرف اشارہ کر رہے ہوں،
اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے:

”وَدِدْتُ أَنْ عِنْدِي خَبْزَةٌ بَيْضَاءٌ مِنْ بَرَّةٍ سَمْرَاءٍ مَلْبَقَةٌ بَلْبِنٍ وَسَمْنٍ“ (۵۱)۔

یعنی میرا جی چاہتا ہے کہ میرے پاس شامی گیہوں کی سفید روٹی ہوتی جو گھی اور دودھ میں تر ہوتی۔
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمدہ کھانے کا ذکر اور تمنا فرمائی، ظاہر ہے اسے حرص نہیں کہا
جاسکتا۔

لہذا اگر کوئی آدمی اپنی پسند کے عمدہ کھانے کا ذکر کبھی کرے تو اس پر حرص کا الزام لگا کر نکیر نہیں

(۴۹) فتح الباری: ۹/۶۹۳، نیز دیکھیے، عمدۃ القاری: ۲۱/۶۰۔

(۵۰) تعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۹۶، والأبواب والتراجم: ۲/۸۸۔

(۵۱) سنن ابی داؤد، کتاب الأَطْعَمَة، باب فی الجمع بین لونین من الطَّعَامِ: ۳/۳۵۹، رقم الحدیث: ۳۸۱۸۔

کی جانی چاہیے، امام بخاری کا مقصد ”باب ذکر الطعام“ سے یہی ہے۔

باب کے تحت جو تین احادیث ذکر فرمائیں، وہ پہلے گزر چکی ہیں اور تینوں میں طعام کا ذکر ہے،

پہلی میں ”طعم“ کا اور باقی دو میں طعام کا۔

باب کی آخری روایت کے آخر میں ہے ”فاذا قضیٰ نهمته من وجهه فلیعجل الیٰ اہله“

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے سفر کیا ہے جب وہ مقصد اور وہ ضرورت پوری ہو جائے تو واپس

گھر آ جانا چاہیے۔

۳۰ - باب : الأدم

۵۱۱۴ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ . عَنْ رَبِيعَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ الْقَاسِمَ ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ : كَانَ فِي بَرِيرَةَ ثَلَاثُ سِنِينَ : أَرَادَتْ عَائِشَةُ أَنْ تَشْتَرِيهَا فَتَعْتَقَهَا . فَقَالَ أَهْلُهَا : وَلَنَا الْوَلَاءُ . فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ : (لَوْ شِئْتَ شَرَطْتِيهِ لَهُمْ ، فَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ) . قَالَ : وَأَعْتَمَّتْ فَخَيْرَتْ فِي أَنْ تَقْرَ تَحْتَ زَوْجِهَا أَوْ تُفَارِقَهُ . وَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَوْمًا بَيْتَ عَائِشَةَ وَعَلَى النَّارِ بُرْمَةٌ تَفُورُ . فَدَعَا بِالْغَدَاءِ فَأَتَى بِخَبْزٍ وَأَدَمٍ مِنْ أَدَمِ الْبَيْتِ ، فَقَالَ : (أَلَمْ أَرْحَمَكُمَا) . قَالُوا : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ . وَلَكِنَّهُ لَحْمٌ تُصَدِّقُ بِهِ عَلِيٌّ بَرِيرَةَ فَأَهْدَيْتَهُ لَنَا ، فَقَالَ : (هُوَ صَدَقَةٌ عَلَيْهَا ، وَهَدِيَّةٌ لَنَا) . [ر : ۴۸۰۹]

أدم (ہمزہ اور دال کے ضمہ کے ساتھ اور دال کا سکون بھی پڑھا گیا ہے) ادم کی جمع ہے سالن کو

کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے سالن کے استعمال کے جواز کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

سب سے بہترین سالن گوشت کا ہوتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے ”سید الإدام فی الدنيا والآخرة اللحم“ (۵۲)۔

اسماعیلی نے روایت باب کو مرسل کہا ہے اور واقعاً صورتاً وہ مرسل ہے کیونکہ اس میں قاسم بن

محمد کے بعد حضرت عائشہ کا ذکر نہیں البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب النکاح اور کتاب الطلاق میں اس کو

(۵۲) فتح الباری: ۹/۶۹۳۔ سنن ابن ماجہ ۲/۱۰۹۹، باب اللحم رقم الحدیث (۳۳۰۵) ولفظہ: ”سید طعام

موصولاً بھی ذکر کیا ہے، یہاں اس کو مرسلاً ذکر کرنے پر اس لیے اکتفا کیا تا کہ ایک روایت ہمیشہ تکرار کے ساتھ ایک ہی طرح نہ کور نہ ہو، اس لیے اس کو پہلے موصولاً ذکر کیا اور یہاں مرسلماً (۵۳)۔

۳۱ - باب : الحلواء والعسل

۵۱۱۵ : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ . عَنْ أَبِي أُسَامَةَ . عَنْ هِشَامٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي فِي . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُحِبُّ الْحُلُوءَ وَالْعَسَلَ . [ر : ۴۹۱۸]

۵۱۱۶ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو أَبِي الْفَدْيِكُ . عَنْ أَبِي أَبِي ذئب . عَنْ الْمُثَنَّى . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : كُنْتُ أَلْزِمُ النَّبِيَّ ﷺ لِشَبَعِ بَطْنِي . حِينَ لَا آكُلُ الْحَمِيرَ وَلَا أَلْبَسُ الْحَرِيرَ . وَلَا يَخْدُمُنِي فَلَانٌ وَلَا فُلَانَةٌ . وَأَلْصِقُ بَطْنِي بِالْحَصْبَاءِ . وَأَسْتَقْرِئُ رَجُلَ الْآيَةِ . وَهِيَ مَعِي . كَيْ يَنْقَلِبَ بِي فَيَطْعَمَنِي . وَخَيْرُ النَّاسِ لِلنَّسَاكِينِ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ . فَلَبَّ بِنَا فَيَطْعَمُنَا مَا كَانَ فِي بَيْتِهِ . حَتَّى إِنْ كَانَ لِيُخْرِجَ إِلَيْنَا الْعُكَّةَ لَيْسَ فِيهَا شَيْءٌ . فَسْتَقْتُمُهَا . [ر : ۳۵۰۵]

حلو ہر میٹھی چیز کو کہا جاتا ہے، ہمارے ہاں سوچی کا جو حلوہ مشہور ہے، عربی زبان میں حلوہ کا لفظ اس کے لیے مخصوص نہیں ہے (۵۳) حلوہ کے بعد عسل کا ذکر کیا ہے، یہ ذکر الخاص بعد العام کی قبیل سے ہے، اس کا خاص ذکر اس لیے کیا کہ عسل کو دوسری شیریں اشیاء پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ لذیذ اور شیریں اشیاء کا استعمال جائز ہے اور یہ زہد کے منافی نہیں ہے۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شیرینی اور شہد پسند فرماتے تھے۔ علامہ ثعالبی نے ”فقہ اللغہ“ میں لکھا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس حلوہ کو پسند

(۵۳) فتح الباری: ۹/۶۹۴۔

(۵۴) وقال الحطابی: اسم الحلوى لا يقع إلا على مادخله الصنعة، وفي المخصص لابن سيدة: هي ماعولج

من الطعام بحلاوة، وقد تطلق على الفاكهة..... (فتح الباری: ۹/۶۹۵)۔

کرتے تھے وہ کھجور کو دودھ میں گوندھ کر بنایا جاتا تھا (۵۵)۔

باب کی دوسری روایت ابواب المناقب میں گذر چکی ہے (۵۶)۔

كنت أُلزم النبي صلى الله عليه وسلم لشبَع بطنِي

میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکم سیری کے لیے رہتا تھا یعنی وہیں میری شکم

سیری کا انتظام بھی ہوتا تھا، لام تعلیل کے لیے ہے..... ای لأجل شَبَع بطنِي، شَبَع: شَیْن کے کسرہ اور باء،

کے فتح کے ساتھ شکم سیری کو کہتے ہیں (۵۷)۔

حين لا آكل الخمير، ولا ألبس الحرير

یہ اس وقت کی بات ہے جب میں نہ خمیری روٹی کھاتا تھا اور نہ ریشم پہنتا تھا۔ یہاں روایت میں

”حریر“ کا لفظ ہے کہ میں اس وقت حریر نہیں پہنتا تھا جس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ گویا اب حریر کا استعمال

ہو رہا ہے، حالانکہ حریر کا استعمال ناجائز ہے، حریر کا استعمال جیسے پہلے درست نہیں تھا، بعد میں بھی درست

نہیں تھا۔

کتاب المناقب کی روایت میں ”الحریر“ کی بجائے ”الحبیر“ کا لفظ ہے جس کے معنی منقش،

دھاری دار اور مزین چادر اور کپڑے کے آتے ہیں، اس صورت میں مطلب واضح ہے کہ اس وقت میرے

پاس استعمال کے لیے منقش اور دھاری دار قسم کا عمدہ لباس نہیں ہوتا تھا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے سب کچھ دیا

تو میں نے خمیری روٹی بھی کھانی شروع کر دی اور عمدہ لباس بھی استعمال کرنے لگا۔

قاضی عیاض نے سیاق کلام کی موافقت کی وجہ سے اسی روایت کو ترجیح دی ہے (۵۸)۔

وَأَلصق بطنِي بِالْحَصْبَاءِ

اور میں اپنے پیٹ کو کنکریوں سے ملا دیا کرتا تھا (تاکہ ان کی ٹھنڈک کی وجہ سے بھوک کی حرارت

میں کمی آجائے)۔

آگے فرماتے ہیں مسکینوں کے لیے سب سے اچھے آدمی جعفر بن ابی طالب تھے، وہ ہمیں اپنے

(۵۵) فتح الباری: ۹/۶۹۶، وفقه اللغة للثعالی: ۱۰۰؛

(۵۶) فتح الباری: ۹/۶۹۶۔

(۵۷) إرشاد الساری: ۱۳/۱۹۱۔

(۵۸) فتح الباری: ۹/۶۹۶۔

ساتھ لے جاتے اور جو کچھ ان کے گھر میں موجود ہوتا، وہ کھلاتے، یہاں تک کہ بعض دفعہ خالی برتن ہی لے آتے اور میں اسے پھاڑ کر جو کچھ اس میں ہوتا اسے چاٹ لیتا۔

عُكَّة (عین کے ضمہ اور کاف مفتوحہ مشدودہ کے ساتھ) یہ گھی وغیرہ رکھنے کے لیے چمڑے کا برتن ہوتا تھا، حضرت جعفر وہ لے آتے، اس میں گھی نہیں ہوتا، تو اس کو چیر ڈالتے تھے اور چیرنے کے بعد اس کے اندر کی سطح پر جو گھی لگا ہوتا، ہم اسے چاٹ لیا کرتے تھے۔ (۵۹)

فَنَشْتَقُهَا

اس لفظ میں دو روایتیں ہیں:

① قاضی عیاض نے اس کو شمین اور فاء کے ساتھ ”نشتقها“ ضبط کیا ہے۔ اشتقاق کے معنی

ہیں: برتن میں موجود ساری چیز پی جانا۔

اس صورت میں مطلب واضح ہے کہ ہم اس ظرف میں موجود گھی کی تری وغیرہ کو صاف

کر جاتے۔

② دوسری روایت نشتقها شمین اور قاف کے ساتھ ہے جس کے معنی پھاڑنے کے ہیں، اسی

دوسری روایت کو ابن التین نے ترجیح دی ہے، اوپر تشریح اس کے مطابق کی گئی ہے (۶۰)۔

البتہ اس پر اشکال ہو گا کہ اس طرح کسی ظرف کو پھاڑ کر ضائع کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے اس کا ایک جواب تو یہ دیا کہ کسی ظرف کو بے مقصد ضائع کرنا تو یقیناً

درست نہیں لیکن یہاں تو تطیب قلب مسلم اور اس کی تسلی کے لیے ایسا کیا گیا اس لیے، اس کو اضاعت

نہیں کہا جائے گا۔

دوسرا جواب یہ دیا کہ ممکن ہے اسے اس طرح چیرتے ہو کہ اس کے بعد قابل انتفاع رہتا

ہو (۶۱)۔ واللہ اعلم۔

(۵۹) عمدة القاری: ۲۱/۶۲۔

(۶۰) دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۶۲، وفتح الباری: ۹/۶۹۷۔

(۶۱) لامع الدراری: ۹/۳۹۸۔

۳۲ - باب : الدُّبَاءُ .

۵۱۱۷ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا أَزْهَرُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِي عَوْنٍ ، عَنْ ثَمَامَةَ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى مَوْلَى لَهُ خِيَاطًا ، فَأَتَى بِدُبَاءٍ ، فَجَعَلَ يَأْكُلُهُ ، فَلَمَّ أَرَلُ أَحَبَّهُ مُنْذُ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُهُ . [ر : ۱۹۸۶]

دُبَا (دال کے ضمہ اور باء مشدودہ کے ساتھ) لوکی اور کدو کو کہتے ہیں، اس کے لیے قرع کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے، اس کے کئی فوائد ہیں، طبرانی نے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”علیکم بالقرع فإنه یزید فی الدماغ“ (۶۲)۔ تم لوکی کا استعمال کرو، یہ دماغی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

لیکن یہ روایت صحیح نہیں، اس کی سند میں عمرو بن حسین ایک راوی ہیں اور وہ متہم ہیں، علامہ ابن الجوزی نے ”کتاب الموضوعات“ میں اسے ذکر کیا ہے (۶۳)۔ ویسے لوکی کی فضیلت کے لیے روایت باب کافی ہے، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دبا کو شوق سے کھایا کرتے تھے اور حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے آپ کو شوق سے کھاتے دیکھا ہے دبا کے ساتھ مجھے محبت ہو گئی۔

۳۳ - باب : الرَّجُلُ يَتَكَلَّفُ الطَّعَامَ لِإِخْوَانِهِ .

۵۱۱۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ : كَانَ مِنَ الْأَنْصَارِ رَجُلٌ يُقَالُ لَهُ أَبُو شَعِيبٍ . وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لِحَامٌ . فَقَالَ : أَصْنَعُ لِي طَعَامًا . أَدْعُو رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ . فَدَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةٍ . فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّكَ دَعَوْتَنَا خَامِسَ خَمْسَةٍ ، وَهَذَا رَجُلٌ قَدْ تَبِعَنَا . فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتُ لَهُ . وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ) . قَالَ : بَلْ أَذِنْتُ لَهُ . قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : سَمِعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ إِسْمَاعِيلَ يَقُولُ : إِذَا كَانَ الْقَوْمُ عَلَى الْمَائِدَةِ ، لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يُنَاقِلُوا مِنْ مَائِدَةٍ إِلَى مَائِدَةٍ أُخْرَى ، وَلَكِنْ يُنَاقِلُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا فِي تِلْكَ الْمَائِدَةِ أَوْ يَدْعُوا . [ر : ۱۹۷۵]

(۶۲) عمدة القاری: ۶۲/۲۱۔

(۶۳) کتاب الموضوعات لابن الجوزی: ۲/۲۹۰۔ اللالی المصنوعة، کتاب الأطعمة: ۲/۱۸۰ لیکن اس میں نام

عمرو بن حصین ذکر کیا ہے، وتنزیہ الشریعة المرفوعة، کتاب الأطعمة، الفصل الثانی: ۲/۲۴۳۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائیوں کے لیے پر تکلف دعوت اور کھانے کا انتظام کرتا ہے تو یہ درست ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، ایک انصاری صحابی جن کو ابو شعیب کھا جاتا تھا، ان کا ایک لحام (گوشت بیچنے والا) غلام تھا، انھوں نے اپنے غلام سے کہا کہ کھانا تیار کرو، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کی دعوت کروں گا، چنانچہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کو بلایا، آپ کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہو گیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر ان سے کہا ”آپ نے ہم پانچ آدمیوں کو بلایا ہے، یہ آدمی بھی میرے ساتھ ہو گیا ہے، اگر آپ چاہیں تو اسے بھی اجازت دیدیں اور اگر نہ چاہیں تو چھوڑ دیں، انھوں نے کہا ”اسے بھی اجازت ہے۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دعوت کرنے والے انصاری صحابی اور ان کے غلام کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا، یہاں غلام کے لیے ”لحام“ صفت لائے ہیں اور کتاب البیوع میں ”قصاب“ کا لفظ ہے (۶۳)۔

خامس خمسة: پانچ آدمیوں کا پانچواں، یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا چار تھے، آپ سمیت پانچ تھے، یہ ترکیب اعداد میں استعمال ہوتی ہے، قرآن کریم میں ہے ﴿ثانی اثنین﴾ ﴿ثالث ثلاثة﴾۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت میں شریک ہونے اور بعد میں ساتھ ملنے والے شخص کے ناموں کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لا علمی کا اظہار کیا ہے (۶۵)۔

ترجمة الباب کا ثبوت

اب یہ بات رہ جاتی ہے کہ حدیث باب سے ترجمہ الباب کا ثبوت کیسے ہوگا؟

① حافظ ابن حجر اور علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ دعوت کرنے والے صحابی نے چونکہ عدد کو پانچ

(۶۳) فتح الباری: ۹/۶۹۸۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۶۹۹۔

میں منحصر کیا جس سے ظاہر اور متبادر یہی ہوتا ہے کہ انہوں نے پر تکلف طعام تیار کرایا ہوگا، اگر سادہ دعوت کرنی ہوتی اور عام کھانا کھلانا ہوتا تو پھر حصر عدد نہ کرتے (۶۶)۔

② حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت میں گوشت کا اہتمام تھا (کیونکہ گوشت کا کاروبار کرنے والے غلام سے کھانا تیار کرنے کے لیے کہا تھا) اور ظاہر ہے جس کھانے میں گوشت ہو وہ پر تکلف ہی کہلائے گا (۶۷)۔

③ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث کے طرز اور صنیع سے تکلف خود بخود سمجھ میں آرہا ہے کہ انہوں نے اپنے غلام سے بطور خاص کہا کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سمیت پانچ آدمیوں کے لیے دعوت کر رہا ہوں تم کھانا تیار کرو، اس سے یقیناً پر تکلف کھانا ہی مراد ہے (۶۸)۔

طفیلی کا حکم

یہاں حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی طفیلی کے طور پر دعوت کے بغیر گئے، آپ نے صاحب خانہ سے ان کے لیے اجازت طلب فرمائی اور انہوں نے اجازت دے دی۔ طفیلی کے لیے حکم یہی ہے کہ اگر خاص دعوت میں وہ اجازت کے بغیر چلا گیا اور داعی اس کو اجازت دینے پر دل سے راضی نہیں تو اس کے لیے کھانا کھانا جائز نہیں (۶۹)۔

ہاں اگر دعوت ایسی ہے کہ اس میں صلوات عام ہے تو اس میں خصوصی دعوت کے بغیر بھی جایا جاسکتا ہے۔

(۶۶) دیکھیے فتح الباری: ۶۹۸/۹، وإرشاد الساری: ۱۴/۱۹۳۔ وقال العینی فی عمدة القاری: ۶۳/۲۱: "إنه حصر العدد، والحاصر متكلف، لأنه ألزم نفسه بعدد معين، وهذا تكلف لاحتمال الزيادة والنقصان۔

(۶۷) لامع الدراری: ۳۹۸/۹۔

(۶۸) تعليقات لامع الدراری: ۳۹۸/۹۔

(۶۹) طفیلی، طفیل کی طرف منسوب ہے، یہ کوفہ کے ایک آدمی کا نام تھا جو اکثر دعوتوں میں بن بلائے شامل ہو جاتا تھا، اس کے بعد ہر بن بلائے شخص کے لیے "طفیلی" کا لفظ استعمال ہونے لگا، خطیب بغدادی نے طفیلیوں کے دلچسپ واقعات پر مستقل کتاب لکھی ہے۔ (دیکھیے إرشاد الساری: ۱۴/۱۹۳)۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے ”من دخل بغير دعوة دخل سارقا وخرج مغيرا“ جو آدمی بغیر دعوت کے آجاتا ہے تو وہ چور ہے اور جب واپس جائے تو وہ لوٹ کر جانے والا ہے (۷۰)۔

یہاں کراچی میں ایسا بہت ہوتا ہے، آپ نے ولیمہ وغیرہ کی دعوت سوچ پاس آدمیوں کے لیے کی ہے لیکن ارد گرد منڈلانے والے چپاس ساٹھ مزید داخل ہو گئے اور مدعو مہمانوں کے لیے کھانا کم پڑ جاتا ہے، اس طرح بن بلانے دعوتوں میں گھس جانا درست اور جائز نہیں ہے۔

البتہ مدعو کو یقین ہو کہ اگر وہ اپنے ساتھ ایک دو آدمی ایسے لے جائے جو مدعو نہیں لیکن داعی ان کی شرکت کو محسوس نہیں کرے گا تو ایسی صورت میں لے جاسکتا ہے، لے جا کر ان کے لیے صراحتاً اجازت بھی طلب کر سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور اگر قرآن سے اجازت اور طیب نفس کا علم ہو تو پھر صراحتاً اجازت طلب کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔

ایسی صورت میں اگر داعی اجازت نہ دے تو مدعو کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ دعوت میں جانے یا اس سے قبول کرنے کے بعد رد کر دے۔

البتہ دعوت قبول کرنے کے وقت شرط لگائی جاسکتی ہے کہ میرے ساتھ فلاں کی دعوت کرو گے تو قبول ہے ورنہ نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے لیے اس طرح کی شرط لگائی تھی کہ اگر عائشہؓ کی دعوت نہیں تو پھر مجھے بھی قبول نہیں (۷۱)۔

قال محمد بن يوسف: سمعت محمد بن اسماعيل البخاري يقول: إذا كان القوم

على المائدة.....

یہ تعلیق صرف ابو ذر عن المستملی کے نسخے میں ہے (۷۲)۔ محمد بن یوسف فریابی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب چند لوگ ایک دسترخوان پر بیٹھے ہوں تو ان کو یہ

(۷۰) یہ روایت ضعیف ہے (إرشاد الساری: ۱۲/۱۹۳، فتح الباری: ۹/۷۰۰)

(۷۱) مذکورہ تفصیل اور مزید تشریح کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/۷۰۰-۷۰۱۔

(۷۲) فتح الباری: ۹/۷۰۱۔

حق حاصل نہیں کہ ایک دستر خوان والے دوسرے دستر خوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو دیں، ہاں ایک ہی دستر خوان پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو آپس میں ایک دوسرے کو دینے یا نہ دینے کا اختیار ہے۔

ولكن يناول بعضهم بعضا في تلك المائدة أو يدعوا..... أي يتركوها ليعني ایک دستر خوان والے ایک دوسرے کو چاہیں دیں یا چھوڑیں، نہ دیں۔

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یہ حکم اس صورت میں ہے جب صاحب طعام کی طرف سے صراحتاً یا دلالتاً اجازت نہ ہو لیکن اگر صراحتاً یا دلالتاً اجازت ہو تو پھر چیزیں ایک دستر خوان سے دوسرے دستر خوان کی طرف منتقل کی جاسکتی ہیں، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

قوله: ولا يناول من هذه المائدة إلى مائدة أي إذالم يأذن بذلك صاحب الطعام صراحةً أو دلالة، ودلالة الإذن موجودة فيما إذا كان طعامان على مائدتين واحدا من غير فرق، وتكفل صاحب الطعام بإشباعهم جملة، فإنه لا بأس حينئذ في المناولة (۷۳)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں بیان کردہ حکم کو حدیث باب سے اخذ کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت کے بعد ایک اور آدمی کے لیے اجازت طلب کی، گویا کہ دعوت کے بعد تصرف فی الطعام کی ایک عام اجازت حاصل ہو گئی اور اس کی بنیاد پر کسی اور شخص کے لیے اجازت طلب کی جاسکتی ہے، اس کے برخلاف اگر کوئی شخص سرے سے مدعو ہی نہیں ہے تو ظاہر ہے وہ دوسرے کے لیے کیا اجازت حاصل کر سکتا ہے۔

یہی حال ایک دستر خوان پر بیٹھنے والوں کا ہے، اس دستر خوان پر جو کچھ رکھا گیا ہے وہ اس کی طرف مدعو ہیں اور اس دعوت کی بنیاد پر انہیں دستر خوان پر ایک گونہ تصرف کا حق حاصل ہے چنانچہ وہ اشیاء کو ایک دوسری کی طرف منتقل کر سکتے ہیں، لیکن دوسرے دستر خوان پر موجود اشیاء کی طرف چونکہ وہ مدعو نہیں، اس لیے وہاں کی چیزیں نہیں لے سکتے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و كأنه استنبط ذلك من استئذ ان النبي صلى الله عليه وسلم الداعي في

الرجل الطاری ، ووجه أخذه منه أن الذين دُعوا، صار لهم بالدعوة عموم
إذن بالتصرف في الطعام المدعو إليه، بخلاف من لم يدع، فيتناول من
وضع بين يديه الشيء منزلة من دعى له أو ينزل الشيء الذي وضع بين يدي
غيره منزلة من لم يدع إليه (۷۴)۔

تین باب چھوڑ کر آگے امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی کلام عبد اللہ ابن المبارک کے حوالے سے آ رہا

ہے۔

۳۴ باب : مَنْ أَضَافَ رَجُلًا إِلَى طَعَامٍ وَأَقْبَلَ هُوَ عَلَى عَمَلِهِ .

۵۱۱۹ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَنِيرٍ : سَمِعَ النَّضْرَ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوْنٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ
أَبْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَنَسٍ ، عَنْ أَنَسِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ غَلَامًا أُمِشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ،
فَدَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَلَى غَلَامٍ لَهُ خِيَاطٌ ، فَأَتَاهُ بِقِصْعَةٍ فِيهَا طَعَامٌ وَعَلَيْهِ دُبَّاءٌ ، فَجَعَلَ
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَّبَعُ الدُّبَّاءَ ، قَالَ : فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَلِكَ جَعَلْتُ أَجْمَعُهُ بَيْنَ يَدَيْهِ ، قَالَ : فَأَقْبَلَ
الْغُلَامُ عَلَى عَمَلِهِ ، قَالَ أَنَسٌ : لَا أَزَالُ أَحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ مَا رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ صَنَعَ مَا صَنَعَ

[ر : ۱۹۸۶]

اگر ایک آدمی کسی کو کھانے کی دعوت دیتا ہے، مہمان آگیا، کھانا اس کے سامنے رکھ دیا اور خود
اپنے کام میں مشغول ہو گیا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ حدیث باب میں اس کی تصریح ہے کہ غلام نے کھانا
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا اور خود اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

۳۵ - باب : المرق

۵۱۲۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ :
أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ : أَنَّ خِيَاطًا دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لَطَعَامٍ صَنَعَهُ . فَذَهَبَتْ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ،
فَقَرَّبَ خُبْزَ شَعِيرٍ ، وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ . فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَتَّبَعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حِوَالِي الْقِصْعَةِ ،
فَلَمْ أَزَلْ أَحِبُّ الدُّبَّاءَ بَعْدَ يَوْمِئِذٍ . [ر : ۱۹۸۶]

(۷۴) فتح الباری: ۹/۷۰۱۔

مرق شوربے کو کہتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کتاب الأَطْعَمَة میں مطعومات کا تذکرہ فرما رہے ہیں اور مطعومات میں شوربا بھی داخل ہے، اس لیے اس کا بھی ذکر کر دیا۔

۳۶ - باب : القَدِيدِ .

۵۱۲۱ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَى بِمِرْقَةٍ فِيهَا دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ ، فَرَأَيْتُهُ يَتَّبَعُ الدُّبَّاءَ يَأْكُلُهَا .
[ر : ۱۹۸۶]

۵۱۲۲ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامِ جَاعِ النَّاسِ ، أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنِيِّ الْفَقِيرَ ، وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ بَعْدَ خَمْسِ عَشْرَةَ ، وَمَا شَبِعَ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ بَرٍّ مَأْذُومٍ ثَلَاثًا .
[ر : ۵۱۰۰]

قدید اصل میں اس گوشت کو کہتے ہیں جس کو نمک لگا کر دھوپ میں خشک ہونے کے لیے رکھ دیا جاتا ہے اور پھر اسے حسب ضرورت موقع بموقع استعمال کیا جاتا ہے۔

باب کی دونوں روایات میں گوشت کا ذکر ہے، پہلی روایت میں قدید کا اور دوسری میں ”کُرَاع“ کا، دونوں روایات پر کلام گذر چکا۔

۳۷ - باب : مَنْ نَاولَ أَوْ قَدَّمَ إِلَى صَاحِبِهِ عَلَى المائِدَةِ شَيْئًا .

قال : وَقَالَ ابْنُ المَبَرَكِ : لَا يَأْسُ أَنْ يُناوَلَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا . وَلَا يُناوِلُ مِنْ هَذِهِ المائِدَةِ إِلَى مائِدَةٍ أُخْرَى .

۵۱۲۳ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قال : حَدَّثَنِي مالِكٌ . عَنْ إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مالِكٍ يَقُولُ : إِنَّ خِياطًا دَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ لَطَعَامِ صَنَعَهُ . قال : أَنَسٌ فَذَهَبَتْ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى ذَلِكَ الطَّعَامِ . فَتَدَرَّبَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ خُبْرًا مِنْ شَعِيرٍ . وَمَرَقًا فِيهِ دُبَّاءٌ وَقَدِيدٌ . قال أَنَسٌ : فرَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَتَّبِعُ الدُّبَّاءَ مِنْ حَوْلِ الصَّحْفَةِ . فَلَمْ أَزَلْ أَحِبُّ الدُّبَّاءَ مِنْ يَوْمِئِذٍ .

وَقَالَ ثُمَامَةُ . عَنْ أَنَسٍ : فَجَعَلْتُ أَجْمَعُ الدُّبَّاءَ بَيْنَ يَدَيْهِ . [ر : ۱۹۸۶]

اس باب میں امام بخاری کا سابقہ کلام، ابن المبارک کے قول کے طور پر آگیا ہے، ایک ہی دستر خوان پر بیٹھنے والوں کو ایک دوسرے کی طرف چیز بڑھانا اور دینا جائز ہے جیسا کہ حدیث باب میں تصریح ہے کہ حضرت انسؓ لوکی کے قتلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا رہے تھے۔

۳۸ - باب : الرُّطْبِ بِالقِثَاءِ .

۵۱۲۴ : حَدَّثَنَا عَبْدُ العَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ . قال : حَدَّثَنِي إِبراهِيمُ بْنُ سَعْدٍ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قال : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطْبَ بِالقِثَاءِ . [۵۱۳۲ . ۵۱۳۴]

رطب تازہ کھجور اور قثاء لکڑی کو کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تازہ کھجور کو لکڑی اور کھیرے کے ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے اور مقصد اس میں یہ ہوتا تھا کہ کھجور میں موجود حرارت لکڑی اور کھیرے کی برودت سے کم ہو جائے اور اعتدال پیدا ہو جائے۔

(۵۱۳۳) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في كتاب الأَطْعَمَة، باب القثاء ، رقم الحدیث: ۵۱۳۲۔ و باب جمع

اللونين أو الطعامين بمررة، رقم الحدیث: ۵۱۳۳، وأخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب أكل القثاء

بالرطب، رقم الحدیث: ۲۰۳۳، وأخرجه ابن ماجه في كتاب الأَطْعَمَة، باب القثاء والرطب يجمعان:

۱۱۰۳/۲ (رقم الحدیث: ۳۳۲۵)

باب

۵۱۲۶/۵۱۲۵ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَبَّاسِ الْجَرِيرِيِّ ، عَنْ أَبِي عُمَانَ قَالَ : تَضَيَّفْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ سَبْعًا ، فَكَانَ هُوَ وَأَمْرَأَتُهُ وَحَادِمُهُ يَعْتَقِبُونَ اللَّيْلَ أَثَلَاثًا ، يُصَلِّي هَذَا ، ثُمَّ يُوقِظُ هَذَا ، وَتَسْمِعُهُ يَقُولُ : قَسَمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ تَمْرًا ، فَأَصَابَنِي سَبْعُ تَمْرَاتٍ ، إِحْدَاهُنَّ حَشْفَةٌ .

(۵۱۲۶) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ زَكَرِيَّاءَ ، عَنْ عَاصِمِ بْنِ أَبِي عُمَانَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَنَا تَمْرًا ، فَأَصَابَنِي مِنْهُ خَمْسٌ : أَرْبَعُ تَمْرَاتٍ وَحَشْفَةٌ . ثُمَّ رَأَيْتُ الْحَشْفَةَ هِيَ أَشَدُّهُنَّ لِحْرُسِي . [ر : ۵۰۹۵]

حافظ ابن حجر، علامہ عینی اور علامہ قسطلانی وغیرہ کے نسخوں میں یہ باب بلا ترجمہ ہے، لیکن

ہمارے ہندوستانی نسخوں میں اس کا ترجمہ ”باب الحشف“ موجود ہے۔

حَشْفٌ: حَشْفَةٌ کی جمع ہے، ردی کھجور کو کہتے ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس سے قبل امام بخاری نے ایک ترجمہ قائم کیا تھا کہ دعوت میں پر تکلف کھانے کا اہتمام کرنا جائز ہے، یہاں ”باب الحشف“ کا ترجمہ قائم کر کے بتا رہے ہیں کہ وہ تکلف ضروری نہیں ہے، ہو جائے تو ٹھیک ہے، نہ ہو اور ما حاضر ہی مہمانوں کو پیش کیا جائے تو بھی ٹھیک ہے (۲)۔

تعارض روایات اور اس کا حل

یہاں باب کی پہلی روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھے سات کھجوریں عنایت فرمائیں اور دوسری روایت میں پانچ کا ذکر ہے۔

① ابن التین نے فرمایا کہ ان میں ایک روایت کو تو یا وہم پر محمول کیا جائے اور یا انہیں تعدد

واقعات پر محمول کیا جائے۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ اتحاد مخرج کی وجہ سے تعدد واقعات پر محمول کرنا ایک بعید سی بات ہے (۳)۔

② علامہ کرمانی نے مشہور جواب دیا کہ عدد اقل عدد اکثر کی نفی نہیں کرتا، لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں (۴)۔

③ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ ایک مجلس میں تقسیم کے دو مراحل کا بیان ہے۔ پہلی مرتبہ آپ نے پانچ پانچ کھجوریں تقسیم فرمائیں، دوسری روایت میں اسی کا ذکر ہے۔ پھر کچھ کھجوریں بچ رہیں تو آپ نے دوبارہ تقسیم فرمائیں اور اب کی بار دو دو کھجوریں مزید دیں، پہلی روایت میں کل اور مجموعہ کا ذکر ہے (۵)۔

تضيفت أبا هريرة، أي نزلت به ضيفاً..... سبعاً : أي سبع ليالٍ یعنی میں سات دن تک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ کے ہاں مہمان بنا رہا تو وہ، اور ان کا خادم اور ان کی بیوی تہائی تہائی رات باری باری سے اٹھتے تھے، رات کے ایک ٹلٹ میں ایک عبادت کرتا، پھر وہ آرام کے لیے لیٹ جاتا، دوسرے کو اٹھاتا پھر وہ ایک ٹلٹ عبادت کرنے کے بعد تیسرے کو اٹھاتا، یوں رات بھر گھر میں عبادت کا سلسلہ جاری رہتا۔

يَعْتَقِبُونَ : بالقاف أي: يتناوبون قيام الليل۔

۳۹ - باب : الرُّطْبِ وَالتَّمْرِ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «وَهَزَىٰ إِلَيْكَ بِيَدِهِ النَّخْلَةَ تَسَاقَطُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا» / مريم : ۲۵ .
 ۵۱۲۷ : وقال مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ . عَنْ سَفْيَانَ . عَنْ مَنْصُورِ بْنِ صَفِيَّةَ : حَدَّثَنِي أُمِّي ،
 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : تُوِّفِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَقَدْ شَبِعْنَا مِنَ الْأَسْوَدِيِّينَ : التَّمْرَ وَالْمَاءَ .
 [ر : ۵۰۶۸]

(۳) فتح الباری: ۹/۷۰۵۔

(۴) شرح الکرمانی: ۲۰/۵۶۔

(۵) فتح الباری: ۹/۷۰۵۔

تراور خشک کھجوروں کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ قائم کیا ہے، اس کے بعد قرآن کریم کی آیت نقل فرمائی ہے جس میں ترکھجور کا ذکر ہے۔

ترکھجور نفاس والی عورت کے لیے انتہائی مفید ہے، عبد بن حمید نے ربیع بن خثیم کے طریق سے روایت نقل کی ہے ”لیس للنفساء مثل الرطب، ولا للمریض مثل العسل“ (۶)۔

۵۱۲۸ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي رَبِيعَةَ . عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كَانَ بِالْمَدِينَةِ يَهُودِيٌّ . وَكَانَ يَسْلُفِي فِي تَمْرِي إِلَى الْجَدَادِ . وَكَانَتْ لِحَابِرِ الْأَرْضِ الَّتِي بِطَرِيقِ رُومَةَ . فَجَلَسْتُ . فَحَلَا عَامًا ، فَجَاءَنِي الْيَهُودِيُّ عِنْدَ الْجَدَادِ وَلَمْ أَجِدْ مِنْهَا شَيْئًا ، فَجَعَلْتُ أَسْتَنْظِرُهُ إِلَى قَابِلٍ فَيَأْتِي . فَأَخْبَرَ بِذَلِكَ النَّبِيُّ ﷺ . فَقَالَ لِأَصْحَابِهِ : (اَمْشُوا نَسْتَنْظِرُ لِحَابِرِ مِنَ الْيَهُودِيِّ) . فَحَاوُونِي فِي نَخْلٍ . فَجَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ يُكَلِّمُ الْيَهُودِيَّ . فَيَقُولُ : أبا القاسمِ لَا أَنْظِرُهُ . فَلَمَّا رَأَى النَّبِيُّ ﷺ قَامَ فَطَافَ فِي النَّخْلِ ، ثُمَّ جَاءَهُ فَكَلَّمَهُ فَأَنَّى : فَسَمْتُ فَجِئْتُ بِقَابِلِ رُطْبٍ ، فَوَضَعْتُهُ بَيْنَ يَدَيِ النَّبِيِّ ﷺ فَأَكَلَ ، ثُمَّ قَالَ : (أَيْنَ عَرِيشِكَ يَا جَابِرُ) . فَأَخْبَرْتُهُ . فَقَالَ : (أَفْرَشُ لِي فِيهِ) . فَفَرَشْتُهُ . فَدَخَلَ فَرَقَدْتُ ثُمَّ اسْتَيْقَظَ . فَجِئْتُهُ بِقَبْضَةِ أُخْرَى فَأَكَلَ مِنْهَا . ثُمَّ قَامَ فَكَلَّمَ الْيَهُودِيَّ فَأَنَّى عَلَيْهِ . فَقَامَ فِي الرُّطَابِ فِي النَّخْلِ الثَّانِيَةِ . ثُمَّ قَالَ يَا جَابِرُ : (جُدَّ وَأَقْضِ) . فَوَقَفَ فِي الْجَدَادِ ، فَجَدَدْتُ مِنْهَا مَا قَضَيْتُهُ . وَفَضَلَ مِثْلُهُ . فَخَرَحْتُ حَتَّى جِئْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَبَشَّرْتُهُ ، فَقَالَ : (أَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ) .

«عَرِشُ» / النمل : ۲۳ / وَعَرِيشٌ : بِنَاءٌ . وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : «مَعْرُوشَاتٍ» / الأنعام : ۱۴۱ / مَا يُعْرَشُ مِنَ الْكُرُومِ وَغَيْرِ ذَلِكَ . يُقَالُ : «عَرُوشَهَا» / البقرة : ۲۵۹ / أُبَيَّتْهَا . قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ : قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : فَحَلَا . لَيْسَ عِنْدِي مُقَيَّدًا . ثُمَّ قَالَ : فَحَلَا ، لَيْسَ فِيهِ شَكٌّ .

(۶) فتح الباری: ۹/۷۰۷۔

(۵۱۲۸) (يسلفي من السلف، أي يدفع له الثمن قبل نضج الثمر واستلامه)۔ (الجداد) زمن قطع النخل۔ (رومة) اسم موضع قرب المدينة۔ (فجلست) بقيت الأرض نخلًا بدون ثمر، وفي رواية (فحاست) يعني خالفت معهودها من الحمل۔ (فحلا) من التحلية، أي تأخر وفاء السلف، وفي رواية (لخلًا) أي بقيت الأرض نخلًا۔ (الكلية صفحہ پر)

حضرت جابرؓ کے قرض کا واقعہ

باب کی دوسری روایت میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ میں ایک یہودی تھا جو مجھ سے میری کھجوروں میں ان کے کاٹنے کے وقت تک کے لیے بیع سلم کیا کرتا تھا، میری ایک زمین بئر رومہ کے راستہ میں تھی، ایک سال اس زمین میں کچھ پیداوار نہ ہوئی چنانچہ میرے پاس یہودی پھل کاٹنے کے وقت آیا اور میں اس سے کچھ بھی نہیں کاٹ سکا تھا تو میں نے اس سے آئندہ سال کے لیے مہلت مانگی لیکن اس نے انکار کیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی گئی، آپ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ چلو، جابر کو اس یہودی سے مہلت دلائیں، چنانچہ یہ لوگ میرے باغ میں آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس یہودی سے مہلت دینے کو کہا تو اس نے کہا ”ابوالقاسم! میں اس کو مہلت نہیں دے سکتا“ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صورت حال دیکھی تو کھڑے ہو کر باغ میں گھومے، پھر اس یہودی کے پاس آئے اور گفتگو کی لیکن وہ نہیں مانا، میں کھڑا ہوا اور تھوڑی رطب کھجور لے کر آیا اور آپ کو سامنے ان کو رکھ دیا، آپ نے ان کو تناول فرمایا، پھر فرمایا ”جابر! آپ کی جھونپڑی کہاں ہے؟“ میں نے بتائی، آپ نے فرمایا ”میرے لیے کوئی بچھونا اس میں بچھاؤ“ میں نے بچھایا، آپ اندر داخل ہو کر آرام فرمانے لگے، بیدار ہونے کے بعد میں نے تھوڑی سی مزید تر کھجوریں پیش کیں، آپ نے انہیں تناول فرمایا، پھر یہودی سے گفتگو کی لیکن اس نے (مہلت دینے سے) انکار کر دیا تو آپ تیسری بار کھجور کے درختوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا: ”جابر، تم کاٹتے جاؤ اور اس کو ادا کرتے جاؤ، آپ کھجور کاٹنے کی جگہ بیٹھے گئے، چنانچہ میں نے اتنی کھجوریں توڑ لیں جن سے میں نے اس یہودی کا قرض ادا کر دیا اور کچھ باقی بھی بچ گیا، میں نے باہر نکل کر نبی کریم صلی اللہ

(گزشتہ سے پیوستہ) (استنظرہ) اطلب منه أن يمهلني۔ (قابل) عام ثاب۔ (رطب) ثمر النحل قبل أن يصبح تمراً (عريشك) المكان الذي اتخذته من بستانك تستظل به وتقبل فيه، والعريش ما يستظل به عند الحلوس تحته، وقبل: النساء۔ (قام في الرطبات) طاف بين النحل وعليه ثمره۔ (الثانية) المرة الثانية۔ (فوقف في الحداد) أي حال قطع الثمر وأثناءه۔ (محمد بن يوسف) هو الفرير، الراوي عن البخاري۔ (أبو جعفر) هو محمد ابن أبي حاتم وراق البخاري۔ (محمد بن إسماعيل) هو البخاري نفسه۔ (محلا ليس عندي مقيداً) أي مضبوطاً۔ (فحلاليس فيه شك) أي هذا هو الذي يظهر، والله أعلم۔

علیہ وسلم کو (دین ادا ہونے کی) خوشخبری سنائی، آپ ﷺ نے فرمایا ”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں“

عروش اور عریش سے مراد مکان ہے۔

سند میں ابو غسان کا نام محمد بن مطرف ہے اور ابو حازم کا نام سلمہ بن دینار ہے۔ اس کے بعد ابراہیم بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن ابی ربیعہ ہیں، ابو ربیعہ کا نام عمرو یا حذیفہ ہے۔ ان کے بیٹے عبد اللہ نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا، ان کا نام زمانہ جاہلیت میں ”نجیر“ تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام تبدیل کر کے ”عبد اللہ“ رکھا، زمانہ جاہلیت میں ”عبد اللہ“ اشرف قریش میں شمارے ہوتے تھے (۷)۔

ابراہیم بن عبد الرحمن

ابراہیم بن عبد الرحمن کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے (۸)۔ یہ حضرت ام کلثوم بنت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صاحبزادے ہیں حضرت عائشہؓ ان کی خالہ ہیں۔

یہ حضرت جابن بن عبد اللہؓ، حضرت عائشہؓ اور اپنے دادا حضرت عبد اللہ بن ابی ربیعہ سے روایات نقل کرتے ہیں (۹)۔

امام بخاری، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ان کی روایات نقل کی ہیں (۱۰)۔

اگرچہ ابن القطان (تکبیر بن سعید) نے ان کے بارے میں کہا ”لا یعرف له حال“ (۱۱)۔

لیکن دوسرے ائمہ جرح و تعدیل نے انہیں ثقہ قرار دیا، ابن خلفون نے فرمایا ”هو ثقة مشهور“

(۷) الإستیعاب لابن عبد البر: ۳/ ۸۹۶، والتجرید للذہبی: ۱/ ۳۱۰۔

(۸) فتح الباری: ۹/ ۷۰۸، وعمدة القاری: ۲۱/ ۶۹۔

(۹) ویکھیے تہذیب الکمال: ۲/ ۱۳۳، رقم الترجمة: ۲۰۲۔

(۱۰) تہذیب الکمال: ۲/ ۱۳۳۔

(۱۱) تہذیب التہذیب: ۱/ ۱۳۹۔

اور حاکم نے مستدرک میں ان کی حدیث کی تصحیح فرمائی ہے (۱۲)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۱۳)۔

امام بخاری نے بھی تاریخ کبیر میں ان کا تذکرہ کیا ہے (۱۴)۔

وکان یسلفنی فی تمری الی الجذاذ

”وہ یہودی اس وعدے پر کہ کھجوروں کی کٹائی پر ادائیگی ہوگی مجھے قرض دیا کرتا تھا“۔

جذاء جیم پر کسرہ اور فتح دونوں پڑھ سکتے ہیں، کٹائی کو کہتے تھے، یعنی کھجوروں کے کاٹنے کے زمانہ

تک مجھے قرض دیتا تھا۔

اس پر ایک اشکال تو یہ کیا گیا کہ ”سلف الی الجذاذ“ (کٹائی کے وقت تک قرض دینا) امام

بخاری وغیرہ کے نزدیک جائز نہیں (۱۵)۔

دوسرا اشکال یہ ہے کہ دوسرے ثقہ روایوں نے یہ قصہ نقل کیا ہے، اس میں ہے کہ قرض

حضرت جابرؓ پر نہیں تھا، بلکہ ان کے والد پر تھا، جب کہ یہاں ہے کہ قرض حضرت جابرؓ پر تھا۔ تو یہ حدیث

شاذ ہے، کیونکہ ”شاذ“ کی تعریف ہے ”مارواہ الثقة مخالفا لمارواہ أحفظ منه واضبط“ (۱۶)۔

پہلے اشکال کا جواب یہ ہے کہ ”سلف الی الجذاذ“ اس وقت جائز نہیں ہے جب عقد بیع میں

وقت متعین نہ ہو، لیکن اگر وقت متعین ہے تو اس صورت میں جائز ہے، یہاں اختصار کی وجہ سے صرف

سلف الی الجذاذ کا ذکر ہے، ورنہ اصل عقد میں وقت متعین تھا (۱۷)۔

اور دوسرے اشکال کا جواب یہ ہے کہ شذوذ تعدد واقعہ کی وجہ سے دور ہو سکتا ہے یعنی بہت ممکن

(۱۲) تعلیقات تہذیب الکمال للذکور بشار عواد: ۲/۱۳۴۔

(۱۳) کتاب الثقات لابن حبان: ۳/۱۰، اول کتاب التابعین۔

(۱۴) تاریخ البخاری الکبیر: ۱/۲۹۶-۲۹۷۔ نیز دیکھیے الحرج والتعدیل لابن ابی حاتم: ۱/۱۱۱، والجمع لابن

القیسیرانی: ۱/۲۰۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۷۰۸۔

(۱۶) دیکھیے ظفر الأمانی بشرح مختصر السید الشریف الحرجانی: ۲/۳۶۹۔ وعلوم الحدیث لابن الصلاح،

النوع الثالث معرفة الشاذ: ۷۶-۷۹۔ وتیسیر مصطلح الحدیث: ۱۱۶۔ الشاذ والمحفوظ۔

(۱۷) فتح الباری: ۹/۷۰۸، وعمدة القاری: ۲۱/۶۹۔

ہے کہ قرض حضرت جابرؓ کے والد پر بھی ہو اور حضرت جابرؓ پر بھی ہو، دونوں پر ہو۔ دوسرے ثقہ راویوں نے حضرت جابرؓ کے والد والے قصہ کو ذکر کیا اور روایت باب میں خود حضرت جابرؓ کے دین کے قصے کو ذکر کیا گیا تو اس طرح یہ حدیث تعدد واقعات کی وجہ سے شاذ نہیں رہے گی۔ شاذ تب ہوتی جب واقعہ ایک ہوتا اور ایک ثقہ راوی اس کے بیان میں اپنے سے زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرتا، یہاں ایسا نہیں ہے (۱۸)۔

فَجَلَسَتْ فَخَلَا عَامَا

اس جملے کی شرح حدیث نے مختلف تشریحات کی ہیں:

- ① ابو مروان ابن سراج نے فرمایا کہ ”جلست“ مفرد متکلم کا صیغہ ہے، حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا یعنی ادائیگی قرض سے میں پیچھے ہٹ گیا اور ”خَلَى“ یا باب تفعیل ”تخلية“ سے ہے بمعنی تاخر، اس میں ضمیر فاعل ”سلف“ بمعنی دین کی طرف راجع ہے۔ اى تاخر السلف عامما یعنی وہ قرض ایک سال کے لیے مؤخر ہونے لگا، یا ”خلا“ مجرد میں ”خلو“ سے اسی تاخر کے معنی میں ہے (۱۹)۔
- ② دوسرا مطلب اس کا یہ بیان کیا گیا کہ یہ لفظ ”جَلَسَتْ“ ہے، مفرد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر فاعل ”ارض“ کی طرف راجع ہے اور اگلا لفظ ”فَخَلَا“ نہیں بلکہ ”نَخَلَا“ ہے اور صحیح عبارت ہے ”فَجَلَسَتْ نَخَلَا عَامَا“ اى تاخرت الأرض عن الإثمار من جهة النخل یعنی زمین کھجور کا پھل دینے سے ایک سال تک کے لیے بیٹھ گئی، روایت میں ”نَخَلَا“ میں تصحیف ہو گئی اور اسے ”فَخَلَا“ کر دیا گیا (۲۰)۔

③ اصیلی کی روایت میں ”جَلَسَتْ“ کی بجائے ”حَبَسَتْ“ (بمعنی روکتا) ہے اور ابو نعیم کی

روایت میں ”حَنَسَتْ“ بمعنی ”تَأَخَّرَتْ“ ہے (۲۱) ان دونوں صورتوں میں معنی واضح ہیں۔

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/۶۹، وفتح الباری: ۹/۷۰۸۔

(۱۹) فتح الباری: ۹/۷۰۹۔

(۲۰) فتح الباری: ۹۰/۷۰۹، وعمدة القاری: ۲۱/۶۹۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/۷۰۹، وعمدة القاری: ۲۱/۶۹۔

④ اسماعیلی کی روایت میں یہ پورا جملہ اس طرح ہے..... ”فَخَنَسَتْ عَلَيَّ عَاماً“ یعنی وہ زمین مجھ پر ایک سال مؤخر ہو گئی ”عَلَيَّ“ میں تعجیف کی گئی، کسی نے اس کو ”فَخَلَى“ بنا دیا اور کسی نے ”نَخَلًا“ بنا دیا (۲۲)۔

⑤ کشمیری کی روایت میں ”فَخَاسَتْ“ ہے جس کے معنی خلاف ورزی کرنے کے آتے ہیں ای خالفت الأرض معهودہا وحملہا (۲۳)۔

ولم أجد منها شيئاً

لم أجد (ہمزہ کے فتح، جیم کے ضمہ اور وال کی تشدید کے ساتھ) باب نصر سے واحد متکلم کا صیغہ ہے جَدَّ الشَّيْءِ..... جَدًّا وَّجَدَادًا (۲۴): کاٹنا..... فہو مجدد ود، حضرت جابرؓ کا مطلب یہ تھا کہ میں نے باغ میں سے ابھی کچھ بھی نہیں کاٹا تھا۔

این عریشک

العریش: السکان الذی اتخذتہ فی البستان لتستظل بہ وتقیل فیہ (۲۵): باغ میں آرام کرنے کے لیے جو چھپر نماسی جگہ بنائی جاتی ہے اسے عریش کہتے ہیں۔

ثم قال: یا جابر جد

جد: جذاذ سے امر ہے، یعنی اے جابر، کاٹنے، واقض: ای اوف یعنی قرض ادا کیجئے۔

فقال: أشهد أنى رسول الله

اس میں چونکہ خرق عادت کے طور پر بہت کم چیز بطور معجزہ کافی ہو گئی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمایا۔

(۲۲) فتح الباری: ۹/۷۰۹۔

(۲۳) إرشاد الساری: ۱۴/۲۰۰۔

(۲۴) المعجم الوسيط: ۱/۱۰۹۔ والقاموس الوحید: ۷/۲۳

(۲۵) فتح الباری: ۹/۷۰۹۔

باب کے آخر میں حضرت ابن عباسؓ کی تعلق کتاب التفسیر میں موصولاً گزر چکی ہے (۲۶)۔

۴۰ - باب : أَكْلُ الْجَمَارِ .

۵۱۲۹ : حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : حَدَّثَنِي مُجَاهِدٌ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : بَيْنَا نَحْنُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ أَتَى بَجَمَارٍ نَخْلَةٍ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ لَمَا بَرَكَتُهُ كَبْرَكَةُ الْمُسْلِمِ) . فَظَنَنْتُ أَنَّهُ يَعْنِي النَّخْلَةَ ، فَأَرَدْتُ أَنْ أَقُولَ : هِيَ النَّخْلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، ثُمَّ التَفَتْتُ فَإِذَا أَنَا عَاشِرُ عَشْرَةِ أَنَا أَحَدُهُمْ فَسَكَتُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (هِيَ النَّخْلَةُ) . [ر : ۶۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد جمار یعنی کھجور کے گائے کا جواز بتلانا ہے کہ اسے کھانا جائز ہے۔
روایت پر تفصیلی کام کتاب العلم میں گزر چکا ہے (۲۷)۔

۴۱ - باب : الْعَجْوَةُ . (۲۸)

۵۱۳۰ : حَدَّثَنَا جُمُعَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ : أَخْبَرَنَا هَاشِمُ بْنُ هَاشِمٍ : أَخْبَرَنَا عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (مَنْ تَصَبَّحَ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعَ تَمْرَاتٍ عَجْوَةٍ ، لَمْ يَضُرَّهُ فِي ذَلِكَ الْيَوْمِ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ) . [۵۴۳۵ ، ۵۴۳۶ ، ۵۴۴۳]

عجوة مدینہ منورہ کی ایک خاص قسم کی بہت ہی مشہور کھجور ہے، کتاب الطب میں اس کی تفصیل آئے گی۔

حدیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ فضیلت بیان فرمائی ہے کہ آدمی صبح کو اگر سات عجوة کھجوریں کھالے تو اس دن نہ اس کو زہر نقصان پہنچا سکے گا نہ جادو۔

(۲۶) کشف الباری (کتاب التفسیر): ۲۰۴

(۲۷) کشف الباری (کتاب العلم):

(۲۸) (۵۱۳۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في كتاب الطب، باب الدواء بالعجوة للسحر، رقم الحديث:

۵۴۳۵، وفي باب ما يذكر في سم النبي صلى الله عليه وسلم، رقم الحديث: ۵۴۳۳، وأخرجه مسلم في

كتاب الأَطْعَمَة، باب فضل تمر المدينة، رقم الحديث: ۲۰۴۷، وأخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في

تمر عجوة: ۸/۳ (رقم الحديث: ۳۸۷۶)

جمعه بن عبد اللہ

حدیث باب امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔ اس میں امام بخاری کے شیخ ”جمعه بن عبد اللہ بلخی“ ہیں جمعه جیم کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ ہے، بعضوں نے کہا کہ ان کا نام سکی ہے، جمعه ان کا لقب ہے (۲۹)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور انہیں ”مستقیم الحدیث“ فرمایا ہے (۳۰)۔

ان کی وفات ۲۳۳ ہجری کو ہوئی ہے (۳۱)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وماله فی البخاری بل ولا فی الکتب الستة سوى هذا الحدیث“ (۳۲)۔

۴۲ - باب : الْقِرَانِ فِي التَّمْرِ .

دودو کھجوریں ملا کر کھانے میں اختلاف ہے۔

ظاہر یہ کے نزدیک دودو کھجوریں ملا کر کھانا جائز ہے (۳۳)۔

جمہور کہتے ہیں کہ مکروہ ہے (۳۴)۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں تفصیل ہے، اگر کھجوریں کئی آدمیوں کے درمیان مشترک ہوں اور ایک ساتھ کھانے کے لیے بیٹھے ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر دوا ایک ساتھ کھانا جائز نہیں ہے، البتہ اجازت ملنے کی صورت میں کوئی مضائقہ نہیں، چاہے صراحتاً اجازت مل جائے یا دلالتاً

(۲۹) تہذیب الکمال: ۵/۱۲۰، رقم الترجمة: ۹۶۲۔

(۳۰) کتاب الثقات لابن حبان: ۸/۱۶۵۔

(۳۱) تہذیب الکمال: ۵/۱۲۱، تہذیب التہذیب: ۲/۱۱۱، و خلاصة الحزرجی: ۱/ الترجمة: ۱۰۹۰۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/۷۱۱۔

(۳۳) شرح مسلم للنووی: ۲/۱۸۱۔

(۳۴) شرح النووی علی المسلم: ۲/۱۸۱، باب نہی الأکل مع جماعة عن قران تسرتین ونحوهما فی لقمة إلا

چونکہ ان میں سب کا برابر حق ہے، اب اگر کوئی دودو اٹھا کر کھائے گا تو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ وصول کرنے والا ہوگا جس کا وہ اجازت کے بغیر مستحق نہیں (۳۵)۔

البتہ اگر مشترکہ کھجوریں نہیں، ذاتی ہیں تو ان سے اپنی مرضی کے مطابق دودو کھا سکتا ہے کہ اس صورت میں ذکر کردہ علت نہیں پائی جاتی۔

حضرت عائشہؓ اور حضرت جابرؓ سے منقول ہے کہ دودو کھجوریں ملا کر کھانا اس لیے مکروہ ہے کہ اس میں حرض و ہوس کا شائبہ پایا جاتا ہے (۳۶)۔

اگر یہ علت مانی جائے تو پھر مطلقاً دودو کھجوریں ملا کر کھانا مکروہ ہونا چاہیے، چاہے وہ مشترکہ ہوں، یا ذاتی۔

امام محمد اور دوسرے کئی اہل علم کی رائے یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں قرآن فی التمر سے منع کیا گیا تھا، بعد میں اس کی اجازت دیدی گئی (۳۷)۔

حضرت بریدہؓ کی ایک مرفوع روایت بھی ”مسند بزار“ میں ہے، آپ نے فرمایا ”كنت نهيتكم عن القران في التمر، وإن الله وسع عليكم فاقربوا“ (۳۸) ”میں نے پہلے تمہیں قرآن فی التمر سے منع کیا تھا، اس لیے کہ عمرت اور قلت مال کا زمانہ تھا، اب اللہ تعالیٰ نے وسعت عطا فرمادی ہے، اس لیے اب اس میں کوئی حرج نہیں۔“

۵۱۳۱ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا جَبَلَةُ بْنُ سُحَيْمٍ قَالَ : أَصَابَنَا عَامٌ سَنَةً مَعَ ابْنِ الزُّبَيْرِ فَرَزَقَنَا تَمْرًا ، فَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ يَمُرُّ بِنَا وَنَحْنُ نَأْكُلُ ، وَيَقُولُ : لَا تَقَارِنُوا ، فَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنِ الْقِرَانِ . ثُمَّ يَقُولُ : إِلَّا أَنْ يَسْتَأْذِنَ الرَّجُلُ أَخَاهُ .

قَالَ شُعْبَةُ : الْإِذْنُ مِنْ قَوْلِ ابْنِ عُمَرَ . [ر : ۲۳۲۳]

(۳۵) شرح مسلم للنووی: ۲/۱۸۱۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۷۱۳، باب القران فی التمر

(۳۷) مرفقات شرح مشکاة، کتاب الأطعمة: ۸/۱۷۳

(۳۸) فتح الباری: ۹/۷۰۳

جبلہ بن حکیم کوفہ کے رہنے والے ہیں اور تابعی ہیں، بخاری میں ان کی روایات صرف حضرت عبد اللہ بن عمر سے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہوئے، انھوں نے ہمیں کھجوریں دیں، وہ ہمارے پاس سے گزر رہے ہوتے اور ہم کھجوریں کھا رہے ہوتے تو فرماتے ”دو کھجوروں کو ملا کر مت کھاؤ، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔“ پھر فرماتے ”مگر یہ کہ آدمی اپنے بھائی سے اجازت لے لے۔“..... (تو اس صورت میں دو ملا کر کھا سکتا ہے۔)

قال شعبة: الإذن من قول ابن عمر

یہ تعلق نہیں ہے بلکہ ما قبل سند کے ساتھ متصل ہے، شعبہ فرماتے ہیں کہ ”إلا أن يستأذن الرجل أخاه“ حدیث مرفوع کا حصہ نہیں بلکہ یہ حضرت عبد اللہ بن عمر کا قول ہے، چنانچہ خطیب نے اس روایت کی تخریج کی، اس میں تصریح ہے ”قال ابن عمر: إلا أن يستأذن الرجل أخاه“ (۳۹)۔

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شعبہ کے اصحاب میں سے بعض اس کو مرفوع نقل کرتے ہیں، بعض نے اس کو تردد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ یہ مرفوع ہے یا موقوف اور بعض نے جزم کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ یہ موقوف ہے یعنی شعبہ سے روایت کرنے والوں میں تعارض ہے۔

دوسرے تابعین میں سے سفیان ثوری، ابن اسحاق، شیبانی، مسعر اور زید بن ابی انیسہ سے یہ روایت منقول ہے۔

سفیان ثوری کی روایت کتاب الشکرہ میں گذر چکی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ”نہی أن یقرن الرجل بین التمرین جمیعاً حتی یستأذن أصحابہ“ (۴۰)۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”وہذا ظاہرہ الرفع مع احتمال الإدراج“ (۴۱)۔

شیبانی کی روایت امام ابو داؤد نے نقل کی ہے: ”نہی عن الإقران إلا أن تستأذن

(۳۹) فتح الباری: ۹/۷۱۲۔

(۴۰) صحیح البخاری، کتاب الشکرہ، باب القران فی التمرین الشکرکاء، رقم الحدیث: ۲۴۹۰۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۷۱۳۔

أصحابك“ (۴۲) یہ بھی ظاہر امر فروع ہے لیکن ادراج کا احتمال اس میں بھی ہے۔

زید بن ابی انیرہ کی روایت ابن حبان نے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ”من أكل مع قوم من تمر فلا يقرن، فإن أراد أن يفعل ذلك فليستأذنهم، فإن أذنوا، فليفعل“ (۴۳)۔ یہ بھی ظاہراً مرفوع ہے لیکن ادراج کے احتمال سے بہر حال یہ بھی خالی نہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ یہ روایت بزار نے حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی نقل کی ہے، اس میں ہے: ”قسم رسول الله صلى الله عليه وسلم تمرًا بين أصحابه فكان بعضهم يقرن، فنهى رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يقرن إلا بآذن أصحابه“ (۴۴)

اس لیے حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”فالذي ترجع عندي أن لا إدراج فيه“ یعنی تمام روایات کو سامنے رکھنے کے بعد معلوم یہ ہوتا ہے کہ اذن کا قول حدیث مرفوع کا حصہ ہے، موقوف نہیں (۴۵)۔

۴۳ - باب : الْقِنَاءِ .

۵۱۳۲ : حَدَّثَنِي إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطْبَ بِالْقِنَاءِ . [ر : ۵۱۲۴]

قنَاء کا ترجمہ کھیر اور خیار کا ترجمہ کلڑی کیا جاتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت دونوں کے بارے میں یہ تھی کہ آپ رطب یعنی تر کھجور کے ساتھ ان کو ملا کر تناول فرمایا کرتے تھے اس لیے کہ کھیرے کی تاثیر ٹھنڈی ہوتی ہے اور کھجور کی تاثیر گرم، دونوں کو ساتھ استعمال کرنے سے اعتدال پیدا ہو جاتا ہے، بطیخ (خر بوزہ) بھی آپ کھجور کے ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے، چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں ہے ”کان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأكل البطيخ بالرطب، فيقول: بكسر حر هذا

(۴۲) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب الأقران فی التمر عند الأكل: ۳/ ۳۶۲: رقم الحدیث: ۳۸۳۲۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/ ۷۱۳۔

(۴۴) فتح الباری: ۹/ ۷۱۳۔

(۴۵) فتح الباری: ۹/ ۷۱۳۔

بیرد هذا، وبرد هذا بحر هذا“ (۳۶)۔

۴۴ - باب : بَرَكَةِ النَّخْلِ .

۵۱۳۳ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ ، عَنْ زُبَيْدٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ : سَمِعْتُ ابْنَ عَسَرَ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مِنْ الشَّجَرِ شَجْرَةٌ ، تَكُونُ مِثْلَ الْمُسْلِمِ ، وَهِيَ النَّخْلَةُ) . [ر : ۶۱]

اس میں کوئی شک نہیں کہ کھجور کا درخت بڑا بابرکت درخت ہے، اس کی گٹھلی کوٹ کر جانوروں کو کھلائی جاتی ہے، اس کے پتوں سے پکھے بنائے جاتے ہیں، اس کی ٹہنیاں اور شاخیں چھت کے اندر لوگ استعمال کرتے ہیں، اس کا تنا بھی تعمیر میں ستون اور شہتیر کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، غرضیکہ ہر چیز اس کی کارآمد ہے۔

حدیث باب پر تفصیلی بحث کتاب العلم میں گذر چکی ہے (۳۷)۔

۴۵ - باب : جَمْعِ اللَّوْنَيْنِ أَوْ الطَّعَامَيْنِ بِمَرَّةٍ .

۵۱۳۴ : حَدَّثَنَا ابْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَأْكُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَاءِ . [ر : ۵۱۲۴]

تر کھجوروں کو آپ کھیرے کے ساتھ جمع فرمایا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ جمع اللونین یا جمع طعامین یعنی دو مختلف قسم کے پھلوں یا کھانوں کو جمع کیا جاسکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس باب سے شاید امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انسؓ سے مروی اس حدیث کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک برتن پیش کیا گیا، اس میں دودھ اور شہد دونوں تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”أذمان فی“

(۳۶) سنن ابی داود، کتاب الأَطْعَمَة، باب فی الجمع بین لونین فی الأکل: ۳/۳۶۳، رقم الحدیث: ۳۸۳۶۔

(۳۷) دیکھیے کشف الباری، کتاب العلم:

إناء؟..... لا أكله ولا أحرمه“ (۴۸)۔ ”دو سالن ایک برتن میں؟ میں نہ اسے کھاؤں گا اور نہ اسے حرام قرار دوں گا“ اس روایت میں چونکہ ایک مجہول راوی ہے اس لیے ضعیف ہے۔

۴۶ - باب : مَنْ أَدْخَلَ الضَّيْفَانَ عَشْرَةَ عَشْرَةَ . وَالْجُلُوسَ عَلَى الطَّعَامِ عَشْرَةَ عَشْرَةَ .

۵۱۳۵ : حَدَّثَنَا الصَّلْتُ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ الْجَعْدِ أَبِي عُمَانَ ، عَنْ أَنَسٍ . وَعَنْ هِشَامٍ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ . وَعَنْ سِنَانِ أَبِي رَبِيعَةَ ، عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ أُمَّ سَلِيمٍ أُمَّهُ ، عَمَدَتْ إِلَى مَدِينَةٍ مِنْ شَعِيرِ جَشْتِهِ ، وَجَعَلَتْ مِنْهُ خَطِيفَةً ، وَعَصَرَتْ عَكَّةً عِنْدَهَا ، ثُمَّ بَعَثَتْنِي إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَتَيْتُهُ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ فَدَعَوْتُهُ ، قَالَ : (وَمَنْ مَعِي) . فَجِئْتُ فَقُلْتُ : إِنَّهُ يَقُولُ : وَمَنْ مَعِي ؟ فَخَرَجَ إِلَيْهِ أَبُو طَلْحَةَ ، قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ صَنَعَتْهُ أُمُّ سَلِيمٍ ، فَدَخَلَ فَجِئْتُ بِهِ ، وَقَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ) . فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ، ثُمَّ قَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ) . فَدَخَلُوا فَأَكَلُوا حَتَّى شَبِعُوا ، ثُمَّ قَالَ : (أَدْخِلْ عَلَيَّ عَشْرَةَ) . فَجَعَلْتُ أَنْظُرُ ، هَلْ نَقَصَ مِنْهَا شَيْءٌ . [ر : ۴۱۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر مہمان بہت زیادہ ہوں اور جگہ تنگ ہو تو ان کو تقسیم بھی کیا جاسکتا ہے اور تھوڑے تھوڑے بٹھا کر کھانا کھلایا جاسکتا ہے، ترجمۃ الباب میں ”عشرہ“ کی قید احترازی نہیں ہے چونکہ حدیث میں ذکر تھا ”ادخل علی عشرہ ثم ادخل علی عشرہ“ تو اس کی رعایت سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں ”عشرہ“ کی قید لگائی ہے، ورنہ آپ موقع اور محل کے اعتبار سے پچاس پچاس بٹھانا چاہیں تو بھی کوئی حرج نہیں، گنجائش کے مطابق مہمانوں کو تقسیم کر کے بٹھایا جاسکتا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ان کی والدہ ام سلیم نے ایک مد جو دل کر اس کا دل لیا پکایا اور اس پر ان کے پاس موجود کچی سے گھی نچوڑ کر پکایا، پھر مجھے آنحضرت کے پاس بھیجا، میں آپ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ اس وقت حضرات صحابہؓ کے ساتھ تھے، میں نے دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے ساتھ جو ساتھی ہیں یہ بھی چلیں؟“ میں نے واپس آکر اطلاع کی کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں ”کیا وہ لوگ

بھی آئیں جو میرے ساتھ ہیں؟“..... تو ابو طلحہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ام سلیم نے جو کچھ تیار کیا ہے وہ کم ہے، آپ ﷺ تشریف لائے، وہ کھانا آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے فرمایا ”دس دس آدمیوں کو اندر بلاؤ“ وہ لوگ آئے اور سب نے آسودہ ہو کر کھانا کھایا..... یہاں تک کہ چالیس آدمی شمار کیے، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا اور اٹھ کھڑے ہوئے، میں اس کھانے کو دیکھ رہا تھا کہ اس میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوا تھا۔

جَشْتَه: أى جعلته جشيئا، والجشيس دقيق غير ناعم: یعنی اس کا دلیا بنایا، جش کے معنی دلنے اور نیم کوفتہ بنانے کے آتے ہیں۔ خطیفة اور عصیدہ کے ایک ہی معنی ہیں وہ کھانا جو آنا اور دودھ کو ملا کر بنایا جاتا ہے، گھی بھی اس میں شامل کر لیا جاتا ہے (۴۹)۔

یہاں بخاری کی روایت میں اختصار ہے، مسلم کی روایات میں تفصیل ہے کہ حضرت ابو طلحہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا..... ”یا رسول اللہ! میں نے انس کو صرف آپ کو دعوت دینے کے لیے بھیجا تھا، گھر میں ان سب لوگوں کو سیر کرنے کے لیے کھانا نہیں“ آپ ﷺ نے فرمایا ”إن الله سيبارك فيه“ اللہ اس میں برکت ڈال دیں گے (۵۰)۔

ابن بطال نے فرمایا کہ مل کر کھانا کھانا باعث برکت ہے (☆۵۰)، امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے اس سلسلے میں ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے: ”فاجتمعوا على طعامكم، واذكروا اسم الله، يبارك لكم فيه“ (۵۱)۔

(۴۹) فتح الباری: ۹/۷۱۷۔

(۵۰) صحیح مسلم: کتاب الاشریة باب جواز استناعبه غیره إلى دار من يثق برضاه الخ: ۳/۱۶۱۴ (رقم الحدیث: ۲۰۳۰)

(☆۵۰) فتح الباری: ۹/۷۱۷۔

(۵۱) سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الاجتماع علی الطعام: ۳/۳۳۶، رقم: ۳۷۶۳۔

۴۷ - باب : ما يُكْرَهُ مِنَ الثُّومِ وَالْبُقُولِ .

فِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۸۱۵]

۵۱۳۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ ، عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ : قِيلَ لِأَنْسٍ :

مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ فِي الثُّومِ ؟ فَقَالَ : (مَنْ أَكَلَ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا) . [ر : ۸۱۸]

۵۱۳۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أَبُو صَفْوَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ .

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءٌ : أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : زَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

قَالَ : (مَنْ أَكَلَ ثُومًا أَوْ بَصَلًا فَلْيَعْتَزِلْنَا . أَوْ لِيَعْتَزِلْ مَسْجِدَنَا) . [ر : ۸۱۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ان سبزیوں کو مکروہ قرار دیا جن کے اندر بو ہوتی ہے جیسے

لہسن، پیاز، مولیٰ اور گندنا ہوتا ہے۔

لہسن وغیرہ کے متعلق جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ یہ مکروہ تزیہی ہے، ظاہر یہ کے نزدیک مکروہ

تحریمی ہے کیونکہ اس کی بدبو سے فرشتوں اور لوگوں کو اذیت پہنچتی ہے۔

البتہ حرام نہیں کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے جب ان سبزیوں کو آپ ﷺ

کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے تناول نہیں فرمایا، انہوں نے دریافت کیا؟ یا رسول اللہ! کیا یہ حرام

ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”حرام نہیں، لکنی اکرہہ من أجل ریحہ..... ان کی بدبو کی وجہ سے میں

اسے ناپسند کرتا ہوں۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے (۵۲)۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”کُلْ، فَإِنِّي أَنَا جِي مِنْ لَاتِنَا جِي“ (۵۳)۔

اس سے عام لوگوں کے حق میں ان سبزیوں کے استعمال کی اباحت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ

اباحت تب ہے جب دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔

بدبو کی وجہ سے انہیں ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے، لیکن چونکہ ان میں دوسرے فوائد و منافع بھی ہیں

(۵۲) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی کراہیة أکل الثوم والبصل: ۳/۲۶۱، رقم الحدیث:

۱۸۰۷۔

(۵۳) فتح الباری: ۷/۷۱۸، وسنن أبي داود، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الثوم، رقم الحدیث: ۳۸۲۲۔

۳۲۰/۳

اس لیے پکا کر یا کسی دوسرے طریقے سے اس کی بدبو زائل کر کے ان کا کھانا بہر حال فائدہ سے خالی نہیں، چنانچہ ایک حدیث میں ہے ”إن کنتم لا بد آ کلینہما فأمیتوہما طبخاً“ (۵۴)۔

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ان کا استعمال بعض علماء کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک مکروہ تھا (۵۵)۔

روایت باب میں ہے کہ جو آدمی لہسن یا پیاز کھاتا ہے، وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا کہ وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے۔ ”مسجدنا“ سے مطلقاً مساجد مراد ہیں، مسجد نبوی کی تخصیص نہیں ہے، چنانچہ بعض روایات میں ”فلا یقربن المساجد“ کے الفاظ بھی آئے ہیں، اس لیے یہ حکم تمام مساجد کو شامل ہے (۵۶)۔

۴۸ - باب : الْکَبَاثِ . وَهُوَ ثَمَرُ الْأَرَاكِ .

۵۱۳۸ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفِيرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو وَهَبٍ . عَنْ يُونُسَ . عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ نَجِي الثُّكْبَاثَ ، فَقَالَ : (عَلَيْكُمْ بِالْأَسْوَدِ مِنْهُ فَإِنَّهُ أُيْطَبُ) . فَقِيلَ : أَكُنْتَ تَرَعِي الْغَنَمَ ؟ قَالَ : (نَعَمْ ، وَهَلْ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا رَعَاهَا) . [ر : ۳۲۲۵]

بعض نسخوں میں کباث کی تشریح ورق الاراک سے کی گئی ہے، یہ سہو ہے، پیلو کے پتے کو

کباث نہیں کہتے، بلکہ پیلو کے پھل کو کباث کہتے ہیں۔

حضرت جابر فرماتے ہیں، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقام ”مر الظهران“ میں تھے، ہم پیلو کے پھل چن رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا، سیاہ رنگ کے چن لو اس لیے کہ وہ اچھے ہوتے ہیں، آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ آپ ﷺ نے بکریاں چرائی ہیں؟ (کیونکہ ان چیزوں کو بکریاں چرانے والے لوگ عموماً جانتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اور کوئی بھی نبی ایسا نہیں گذرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔“

(۵۴) سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة باب فی أکل الثوم، رقم الحدیث: ۳۸۲۷-۳۲۱/۳

(۵۵) فتح الباری: ۳۱۸/۹۔

(۵۶) دیکھیے سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الثوم، رقم الحدیث: ۳۸۲۵-۳۲۱/۳

أطيب: أطيب کے معنی میں ہے اور اس کا مقلوب ہے، جیسے جذب، جذب۔

۴۹ - باب : المضمضة بعد الطعام .

۵۱۳۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ . عَنْ بُشَيْرِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ سُوَيْدِ بْنِ النُّعْمَانِ قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ دَعَا بِطَعَامٍ ، فَمَا أُنِيَ إِلَّا بِسَوِيْقٍ ، فَأَكَلْنَا ، فَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا . قَالَ يَحْيَى : سَمِعْتُ بُشَيْرًا يَقُولُ : حَدَّثَنَا سُوَيْدٌ : خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ إِلَى خَيْبَرَ ، فَلَمَّا كُنَّا بِالصَّهْبَاءِ ، قَالَ يَحْيَى : وَهِيَ مِنْ خَيْبَرَ عَلَى رَوْحَةٍ ، دَعَا بِطَعَامٍ فَمَا أُنِيَ إِلَّا بِسَوِيْقٍ ، فَلَكْنَاهُ . فَأَكَلْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ دَعَا بِمَاءٍ ، فَمَضْمَضَ وَمَضْمَضْنَا مَعَهُ ، ثُمَّ صَلَّى بِنَا الْمَغْرِبِ . وَلَمْ يَتَوَضَّأْ .

وَقَالَ سُفْيَانُ : كَأَنَّكَ تَسْمَعُهُ مِنْ يَحْيَى . [ر : ۲۰۶]

کھانے کھانے کے بعد کلی کرنا مستحب ہے، چونکہ دانتوں اور مسوڑھوں وغیرہ میں کھانے کا کچھ بقیہ رہ جاتا ہے، اس لیے کلی کر کے منہ صاف کر لینا چاہیے۔
باب کی دونوں روایات میں مضمضہ کا ذکر ہے۔

قال سفیان: كأنك تسمعه من يحيى

حضرت سفیان نے اپنے شاگرد علی بن عبد اللہ سے فرمایا کہ تم یہ حدیث مجھ سے سن رہے ہو، یہ سمجھو کہ تم مجھ سے نہیں، بلکہ میرے استاذ تکئی بن سعید انصاری سے سن رہے ہو، یعنی یہ مجھے اس قدر یاد ہے کہ لفظ بلفظ میں بیان کر رہا ہوں، جیسے میں نے تکئی سے سنی تھی، یہ سمجھو کہ گویا تم بھی تکئی بن سعید سے سن رہے ہو۔

۵۰ - باب : لعق الأصابع ومصها قبل أن تمسح باليدين .

۵۱۴۰ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَكَلَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَمْسَحُ بَدَهُ حَتَّى يَلْعَقَهَا أَوْ يَلْعَقَهَا) .

کھانا کھانے کے بعد ہاتھوں کو رومال سے پونچھنے سے پہلے چاٹ لیا جائے اور اس کے بعد

پھر ہاتھوں کو پونچھا جائے تو رومال زیادہ آلودہ نہیں ہوگا، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ”مسح بالمندیل“ سے غالباً اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام مسلم رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، اس میں ہے ”فلا یمسح یدہ بالمندیل حتی یلعق أصابعہ“ (۵۷)۔ یعنی انگلیاں مندیل کے ساتھ پونچھنے سے پہلے چاٹ لینی چاہئیں۔

کتنی انگلیوں سے کھایا جائے؟

فلا یسمح یدہ..... ”ید“ پورا ہاتھ نہیں بلکہ انگلیاں مراد ہیں کیونکہ مسلم شریف کی روایت میں ہے ”إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان يأکل بثلاث أصابع، فإذا فرغ لعقها“ (۵۸) یعنی آپ تین انگلیوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور فارغ ہونے کے بعد انہیں چاٹ لیا کرتے تھے۔ طبرانی نے کعب بن عجرہ کی روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ان تین انگلیوں کی تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں: رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يأکل بأصابعه الثلاث: بالإبهام، والتي تليها، والوسطى، ويلعق الوسطى، ثم التي تليها، ثم الإبهام“ (۵۹) یعنی انگوٹھے، شہادت کی انگلی اور درمیان کی بڑی انگلی..... ان تینوں سے کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اور سب سے پہلے درمیان کی بڑی انگلی، پھر شہادت کی انگلی اور آخر میں انگوٹھے کو چاٹتے تھے۔

اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے، اگرچہ پانچوں انگلیوں سے بھی کھانا جائز ہے اور ابن شہاب زہری کی ایک مرسل روایت میں آپ ﷺ سے ثابت بھی ہے، اس میں ہے ”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان إذا أكل أكل بخمس“ (۶۰)۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین انگلیوں سے زیادہ انگلیاں کھانے کے لیے استعمال کرنے

(۵۷) صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع: ۳/۱۶۰۶، رقم الحدیث: ۲۰۳۳۔

(۵۸) صحیح مسلم، کتاب الأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع، رقم الحدیث: ۲۰۳۲-۳/۱۶۰۵۔

(۵۹) مجمع الزوائد: ۳/۲۸، وطبقات ابن سعد: ۱/۳۸۱۔

(۶۰) فتح الباری: ۹/۷۲۱۔

میں ایک گونہ حرص و ہوس کا شائبہ پایا جاتا ہے جب کہ ضرورت تین انگلیوں سے پوری ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کھانا اس طرح ہے کہ تین انگلیوں سے لقمہ صحیح نہیں بنتا، تب چوتھی اور پانچویں انگلی کو بھی بلا کر اہت استعمال کیا جاسکتا ہے (۶۱)۔

حتى يَلْعَقَهَا أَوْ يُلْعِقَهَا

یہاں تک کہ خود چائے یا کسی کو چٹائے، پہلا مجرد میں باب سمع سے ہے بمعنی چاٹنا اور دوسرا باب افعال سے ہے بمعنی چٹانا۔

انگلیاں چاٹنے کی مصلحتیں

انگلیاں چاٹنے کی تین علتیں یا مصلحتیں بیان کی گئی ہیں:

① ایک تو یہ کہ چاٹنے کے بعد رومال وغیرہ سے ہاتھ پونچھنے میں زیادہ آلودگی اور تلویت نہیں ہوگی۔

② دوسری علت مسلم شریف کی ایک روایت میں بیان کی گئی ہے..... ”إذا سقطت لقمة أحدكم فليمط ما أصابها من أذى وليأكلها ولا يدعها للشيطان، ولا يمسح يده بالمنديل حتى يلعقها أو يلعقها، فإنه لا يدري في أي طعامه البركة“ (۶۲)۔

اور طبرانی کی روایت کے الفاظ ہیں..... ”فانه لا يدري في أي طعامه يبارك له“ (۶۳)۔
برکت کے اصل معنی تو زیادتی کے ہیں، یہاں اس سے کیا مراد ہے؟ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
”والمراد بالبركة ما تحصل به التغذية، وتسلم عاقبته من الأذى، ويقوى على الطاعة“ (۶۳)۔

(۶۱) فتح الباری: ۹/۴۲۱۔

(۶۲) صحیح مسلم، کتاب الأشربة والأطعمة، باب استحباب لعق الأصابع، رقم الحدیث: ۲۰۳۳۔ ۳/۱۶۰۷۔

(۶۳) فتح الباری: ۹/۴۲۲۔

(۶۴) شرح مسلم للنووی، کتاب الأطعمة۔ باب استحباب لعق الأصابع: ۲/۱۷۵۔

③ قاضی عیاض نے ایک تیسری علت بھی بیان فرمائی، انہوں نے فرمایا اس کا حکم اس لیے دیا گیا تاکہ طعام اور غذا کی قلیل سی مقدار کو بھی ہلکا اور حقیر نہ سمجھا جائے (۶۵)۔

البتہ دوسروں کو چٹانے میں اس بات کا اہتمام رہے کہ جس کو انگلیاں چٹائی جا رہی ہیں وہ کراہت اور گھن محسوس نہ کرتا ہوں جیسے بیوی، خادم، بچہ وغیرہ (۶۶)۔

بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ انگلیاں چاٹنا کوئی پسندیدہ عمل نہیں۔ علامہ خطابی رحمہ اللہ اس اعتراض اور اس کا جواب ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عاب قوم أفسد عقلهم الترفه، فزعموا أن لعق الأصابع مستقبح، كأنهم لم يعلموا أن الطعام الذي علق بالأصابع أو الصحيفة جزء من أجزاء ما أكلوه، وإذا لم يكن سائر أجزائه مستقدرا، لم يكن الجزء اليسير منه مستقدرا، وليس في ذلك أكبر من مصه أصابعه بباطن شفتيه، ولا يشك عاقل في أن لا بأس بذلك، فقد يعض الإنسان فيدخل إصبعه في فيه فيدلك أسنانه وباطن فمه، ثم لم يقل أحد أن ذلك قذارة أو سوء أدب.“ (۶۷)

حدیث باب سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ پونچھنا مستحب ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا یہ اس وقت ہے جب ہاتھوں کو دھونے کی ضرورت نہ ہو، مثلاً ہاتھوں کو کسی قسم کی کوئی چکنائی وغیرہ نہیں لگی ہے، لیکن اگر ہاتھوں پر چکنائی لگی ہے اور صرف پونچھنے سے وہ زائل نہیں ہوتی تو ایسی صورت میں ہاتھوں کو دھونا چاہیے (۶۸)۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۷۲۲۔

(۶۶) فتح الباری: ۹/۷۲۲۔

(۶۷) فتح الباری: ۹/۷۲۲۔

(۶۸) فتح الباری: ۹/۷۲۲۔

کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا چاہیئے

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ ایک روایت نقل فرمائی ہے ”من نام و فی یدہ غمر ولم یغسلہ فأصابہ شئی فلا یلو من إلی نفسه“ (۶۹) یعنی رات کو کوئی شخص اس حال میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں کھانے کی چکنائی اور بو ہو اور اس کی وجہ سے اسے کوئی گزند پہنچ جائے (مثلاً کوئی کیڑا کاٹ لے) تو وہ بس اپنے ہی کو ملامت کرے (اور اسے اپنی ہی غلطی اور غفلت کا نتیجہ سمجھے)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”برکة الطعام الوضوء قبله و الوضوء بعده“ (۷۰)۔ یعنی کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ کا دھونا (کلی کرنا) باعث برکت ہے، اس حدیث میں وضو سے وہ وضو مراد نہیں جو نماز کے لیے کیا جاتا ہے بلکہ ہاتھ دھونا اور کلی کرنا مراد ہے۔

سفیان ثوری کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو مکروہ کہتے تھے، امام ابوداؤد نے اسے ضعیف قرار

دیا (۷۰☆)۔

۵۱ - باب : المندیل .

۵۱۴۱ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ . عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ سَأَلَهُ عَنِ الْوُضُوءِ مَعًا مَسَّتِ النَّارُ ؟ فَقَالَ : لَا . قَدْ كُنَّا زَمَانَ النَّبِيِّ ﷺ لَا نَجِدُ مِثْلَ ذَلِكَ مِنَ الطَّعَامِ إِلَّا قَلِيلًا ، فَإِذَا نَحْنُ وَجَدْنَاهُ لَمْ يَكُنْ لَنَا مَنَادِيلٌ إِلَّا أَكْفْنَا وَسَوَاعِدُنَا وَأَقْدَامُنَا . ثُمَّ نَصَلِي وَلَا نَتَوَضَّأُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں کھانا کھانے کے بعد رومال سے ہاتھ پونچھنے کا جواز ثابت کیا

(۶۹) سنن ابی داؤد: کتاب الأطعمة، باب فی غسل الید من الطعام، رقم الحدیث: ۳۸۵۲-۳۶۶/۳

(۷۰) سنن الترمذی: کتاب الأطعمة، باب ماجاء فی الوضوء قبل الطعام وبعده، رقم الحدیث: ۱۸۴۶۔

(۷۰☆) سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی غسل الید قبل الطعام، (رقم الحدیث: ۳۷۶۱) ۳۶۶/۳۔

(۵۱۴۱) الحدیث اخرجہ ابن ماجہ فی کتاب الأطعمة، باب مسح الید بعد الطعام: ۲/۱۰۹۲ (رقم الحدیث: ۳۲۸۲)

ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آگ سے پکایا ہوا کھانا ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت کم نصیب ہوتا تھا اور جب ہم اس قسم کا کھانا پالیتے تو ہمارے پاس، پاؤں، بازووں اور ہتھیلیوں کے سوا کوئی رومال نہیں ہوتا تھا (یعنی ہم لوگ اپنے ہاتھ جسم کے ان ہی حصوں کے ساتھ پونچھ لیتے تھے) پھر ہم لوگ نماز پڑھتے تھے (اور کھانے کی وجہ سے) وضو نہیں کرتے تھے (کیونکہ مامست النار ناقض وضو نہیں ہے۔)

اس حدیث کے مفہوم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب ثابت کیا ہے کہ ہمارے پاس رومال نہیں ہوتا تھا اس لیے قدم اور بازو وغیرہ سے ہاتھ پونچھ لیتے تھے، اس کا مفہوم یہ نکلتا ہے کہ اگر رومال ہوتا تو ہم رومال ہی سے ہاتھ پونچھتے۔

امام قفال نے ”محاسن الشریعة“ میں لکھا ہے کہ مندیل (رومال) سے وہ رومال مراد نہیں جو وضو یا غسل کے بعد استعمال کیا جاتا ہے بلکہ وہ تولیہ مراد ہے جو کھانے کے بعد ہاتھوں کی تری اور چکنائی وغیرہ صاف کرنے کے لیے مختص کر دیا جاتا ہے۔ (۷۱)

۵۲ - باب : ما یقول إذا فرغ من طعامہ .

۵۱۴۳/۵۱۴۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ ثَوْرٍ . عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ . عَنْ أَبِي أُمَامَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ قَالَ : (الْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ . غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُودَعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى عَنْهُ . رَبَّنَا) .

(۵۱۴۳) : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ . عَنْ ثَوْرِ بْنِ يَزِيدَ . عَنْ خَالِدِ بْنِ مَعْدَانَ . عَنْ أَبِي أُمَامَةَ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا فَرَّغَ مِنْ طَعَامِهِ . وَقَالَ مَرَّةً : إِذَا رَفَعَ مَائِدَتَهُ . قَالَ : (الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي كَفَانَا وَأَرْوَانَا . غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مَكْفُورٍ) . وَقَالَ مَرَّةً : (الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبَّنَا . غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا مُودَعٍ وَلَا مُسْتَعْنَى . رَبَّنَا) .

کھانا کھانے کے بعد اللہ جل شانہ کی حمد و ثناء بیان کرنا اور شکر کرنا مستحب و مسنون ہے، احادیث

میں مختلف ادعیہ منقول ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں تین دعائیں نقل فرمائی ہیں۔

۱ پہلی دعا ہے الحمد لله كثيرا طيباً مبارک فيه، غير مكفى ولا مودع، ولا مستغنى عنه ربنا (۷۲)۔

یعنی اللہ جل شانہ کا زیادہ، عمدہ بابرکت شکر ہے جو کفایت نہیں کیا جائے گا (یعنی حق شکر ہم نہیں ادا کر سکتے) اور نہ اس کو چھوڑا جاسکتا ہے اور نہ اس سے استغنا اور بے نیازی اختیار کی جاسکتی ہے۔ اے ہمارے رب!

غير مكفى

”مکفی“ کی تشریح میں شارحین نے مختلف اقوال لکھے ہیں، اس کو حمد کی صفت بھی بنا سکتے ہیں (۷۳)، اوپر ترجمہ اسی کے مطابق کیا گیا ہے کہ ہماری طرف سے جو حمد اور شکر ہے وہ ہرگز کافی نہیں لیکن اس کو چھوڑا بھی نہیں جاسکتا، لہذا ہم اپنی استعداد و استطاعت کے مطابق آپ کی حمد و شکر ادا کرتے ہیں..... اور اس کو ”طعام“ کی صفت بھی بنا سکتے ہیں، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”..... لفظ مکفی من الکفاية، وهو اسم مفعول، أصله مكفوى على وزن مفعول، ولما اجتمعت الواو والياء، قلبت الواو ياء، وأدغمت الياء فى الياء، ثم أبدلت ضمة الياء كسرة لأجل الياء، والمعنى: هذا الذى أكلنا ليس فيه كفاية لما بعده بحيث إنه ينقطع ويكون هذا آخر الأكل، بل هو غير منقطع عنا بعد هذا، بل تستمر هذه النعمة لنا طول أعمارنا ولا تنقطع.“ (۷۵)

اس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ ”مکفی“ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، ”مرمی“ کے وزن پر ہے، ”مرمی“ کا قاعدہ اس میں جاری ہوا ہے اور یہ ”طعام“ کی صفت ہے اور مطلب یہ ہے کہ یہ جو کھانا ہم نے

(۷۲) (۵۱۳۲) أخرجه البخارى ايضاً فحیه (رقم الحديث: ۵۱۵۳) الحديث أخرجه أبو داود فى كتاب الأطعمة، باب مايقول الرجل إذا طعم (رقم الحديث: ۳۸۳۹) ۳/۱۳۶۶، وأخرجه الترمذى فى كتاب الدعوات، باب مايقول إذا فرغ من الطعام: (رقم الحديث: ۳۳۵۵) ۵/۱۵۰۸ وأخرجه ابن ماجه فى الأطعمة، باب مايقال إذا فرغ من الطعام: ۲/۱۰۹۲ (رقم الحديث: ۳۲۸۳)

(۷۳) فتح الباری: ۹/۷۲۵۔

(۷۵) عمدة القاری: ۲۱/۷۸۔

کھایا، بعد کے لیے یہ کافی نہیں ہے، گویا اس میں ضمناً اس بات کی درخواست ہے کہ یہ نعمت ہم سے منقطع نہ ہو اور مسلسل جاری رہے۔

ولا مودع

مودع (میم کے ضمہ، واو اور دال کے فتح اور تشدید کے ساتھ) باب تفعیل سے صیغہ اسم مفعول ہے بمعنی متروک، جس کو الوداع کہہ دی گئی ہو، یہ یا تو حمد کی صفت ہے کہ وہ شکر چھوڑا نہیں گیا اور یا طعام کی صفت ہے کہ اس طعام میں رغبت اور اس کی طلب متروک نہیں یا اس طعام کو ہماری طرف سے الوداع نہیں کہا گیا کہ وہ ہمارا آخری طعام ثابت ہو۔ اور مودع دال کے کسرہ کے ساتھ صیغہ اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے یعنی اس طعام کو ہم الوداع اور رخصت کرنے والے نہیں (۷۶)۔

ربنا

یہ منادی منصوب ہے، حرف ندا محذوف ہے یعنی ”یاربنا“ اور اس کو ”ہو“ مبتد محذوف کے لیے خبر بھی بنا سکتے ہیں (۷۷)۔

② دوسری دعا ہے:

الحمد لله الذي كفانا وأروانا غير مكفي ولا مكفور -

شکر اس اللہ کے لیے جس نے ہماری کفایت فرمائی، ہمیں سیراب کیا، نہ اس سے بے نیازی برتی جاسکتی ہے اور نہ ہی اس کی ناشکری کی جاسکتی ہے۔

③ تیسری دعا ہے:

الحمد لله ربنا غير مكفي، ولا مودع ولا مستغنى ربنا -

اس میں پہلا ”ربنا“ اللہ کی صفت اور دوسرا ”ربنا“ منادی ہے۔

④ ایک دعا امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے بھی نقل فرمائی ہے۔

الحمد لله الذي أطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمين (۷۸)۔

(۷۶) عمدة القاری: ۲۱/۷۸ - فتح الباری: ۹/۷۲۵۔

(۷۷) عمدة القاری: ۲۱/۷۸۔

(۷۸) سنن أبی داؤد: کتاب الأطعمة، باب ما یقول الرجل إذا طعم، رقم الحدیث: ۵۰۳۸ - ۳/۳۶۶۔

⑤ ایک دعا امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمائی ہے۔

الحمد لله الذي أطعم وسقى، وسَوَّغَهُ وجعل له مخرجاً (۷۹)۔

⑥ ایک دعا امام نسائی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

اللهم أطعمت، وسقيت، وأغنيت، وأقنيت وهديت وأحييت، فلك الحمد على

ما أعطيت (۸۰)۔

⑦ ایک اور دعا بھی امام ترمذی رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے:

الحمد لله الذي أطعمني هذا، ورزقنيهِ من غير حول مني ولا قوة (☆۸۰)۔

۵۳ - باب : الأكل مع الخادم .

۵۱۴۴ : حَدَّثَنَا حَنْصَلُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ مُحَمَّدٍ . هُوَ ابْنُ زِيَادٍ قَالَ : سَمِعْتُ

أَبَا هُرَيْرَةَ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِذَا أَتَى أَحَدَكُمْ خَادِمُهُ بِطَعَامِهِ . فَإِنْ لَمْ يُجْلِسْهُ مَعَهُ .

فَلْيُنَاوِلْهُ أَكْلَةً أَوْ أَكْلَتَيْنِ . أَوْ لُقْمَةً أَوْ لُقْمَتَيْنِ ، فَإِنَّهُ وَلِي حَرَّةٍ وَعِلَاجَةٍ) . [ر : ۲۴۱۸]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کسی خادم نے کھانا تیار کیا ہے، جب آپ کھانا کھانے کے

لیے بیٹھیں اور وہ کھانا لے کر آئے تو اس کو بھی اپنے ساتھ بٹھالیا جائے اور اگر مصلحت اجازت نہ دے یا

کھانا کم ہے تو کم از کم اس کو ایک دو لقمے ہی دے دیئے جائیں کیونکہ اس نے کھانا پکاتے ہوئے اس کی گرمی

اور تیاری کی مشقت برداشت کی ہے، اس کے لیے انتظامات کی تکلیف اٹھائی ہے تو یہ مناسب نہیں کہ آپ

اس کو بالکل نظر انداز کر دیں۔

اس میں یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر اس طریقے سے نظر انداز کیا گیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ

آئندہ پکے ہوئے کھانے میں خیانت شروع کر دے گا۔

روایت باب میں ”علاج“ مراد کھانا تیار کرنا اور بنانا ہے۔

(۷۹) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة، باب ما یقول الرجل اذا طعم، رقم الحدیث: ۵۱۳۸-۳۶۶/۳

(۸۰) فتح الباری: ۷/۲۵۵۔

(☆۸۰) الترمذی کتاب الدعوات باب ما یقول إذا فرغ من الطعام، رقم الحدیث: ۳۳۵۶-۵۰۸/۵

مسلم شریف کی روایت میں ہے ”فإن كان الطعام مشفوها قليلا فليضع في يده منه أكلة أو أكلتين“ (۸۱) یعنی خادم کو ساتھ بٹھایا جائے لیکن اگر کھانا مشفوفہ ہو یعنی اسے کھانے والے زیادہ ہوں اور کھانا کم ہو تو اس کے ہاتھ میں ایک دو لقمہ دے دیئے جائیں۔

اور ترمذی شریف کی روایت میں ہے ”إذا كفى أحدكم خادمه طعامه حره و دخانه فليأخذه بيده، فليقلعه معه، فإن أبي، فليأخذ لقمته، فليطعمها أياه“ (۸۲)۔

۵۴ - باب : الطَّاعِمُ الشَّاكِرُ مِثْلُ الصَّائِمِ الصَّابِرِ

فِيهِ : عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

اپنے آپ کو مفطرات ثلاثہ سے روکنے اور صبر کرنے والے روزہ دار کا اجر سب کو معلوم ہے لیکن کھا کر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت پر شکر کرنے والا بھی روزہ دار کی طرح مستحق اجر و ثواب ہوتا ہے۔ شارح بخاری ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی اللہ جل شانہ کا فضل و احسان ہے کہ کھانے پر شکر کرنے والے کو اجر عطا فرماتے ہیں جیسے روزے دار کو صبر کرنے پر اجر عطا فرماتے ہیں (۸۳)۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے دونوں کے درمیان وجہ تشبیہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صائم اور شاکر دونوں کے درمیان ”جس نفس“ پایا جاتا ہے، صائم میں تو ظاہر ہے اور شاکر میں اس طرح کہ وہ اپنے نفس کو منعم حقیقی کی محبت و تعظیم کا پابند بنا دیتا ہے (۸۴)۔

پھر بعض حضرات نے فرمایا، شاکر اور صائم دونوں کا ثواب برابر ہے، چنانچہ علامہ طیبی لکھتے ہیں:

ورد الإيمان نصفان: نصف صبر، ونصف شكر، وربما يتوهم متوهم أن

ثواب الشكر يقصر عن ثواب الصبر، فأزيل توهمه به يعني هما متساويان

في الثواب۔ (۸۵)

(۸۱) صحيح مسلم، كتاب الأيمان، باب إطعام المملوك مما يأكل: ۳/۱۲۸۲۔ رقم الحديث: ۱۶۶۳۔

(۸۲) سنن الترمذی، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في الأكل مع المملوك والعيال: ۳/۲۸۶، رقم الحديث: ۱۸۵۳۔

(۸۳) فتح الباری: ۹/۷۲۸۔

(۸۴) عمدة القاری: ۲۱/۸۰، وشرح طیبی، كتاب الأطعمة: ۸/۱۵۶۔

(۸۵) عمدة القاری: ۲۱/۸۰، وشرح طیبی، كتاب الأطعمة: ۸/۱۵۶۔

لیکن علامہ کرمانی رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ صائم کا اجر شاکر سے زیادہ ہے اور یہاں تشبیہ نفس استحقاق میں دی گئی ہے، کمیت و کیفیت میں نہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”التشبيه هنا في أصل الثواب، لافي الكمية ولا الكيفية والتشبه لا يستلزم المماثلة من جميع الأوجه.“ (۸۶)۔

ان کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ صائم مشہ بہ ہے اور مشہ بہ، مشہ کے مقابلے میں اعلیٰ اور ارفع ہوتا ہے (۸۷)۔

فیہ عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت صحیح بخاری میں کہیں بھی موصولاً ذکر نہیں فرمائی ہے (۸۸)۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت ذکر کی ہے ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
الطاعم الشاکر بمنزلة الصائم الصابر“ (۸۹)۔

۵۵ باب : الرَّجُلُ يَدْعِي إِلَى طَعَامٍ فَيَقُولُ : وَهَذَا مَعِي .

وقال أنس : إذا دخلت على مسلم لا يتهم ، فكل من طعامه وأشرب من شرابه .
۵۱۴۵ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ : حَدَّثَنَا شَقِيقٌ : حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ : كَانَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يُكْنَى أَبُو شُعَيْبٍ ، وَكَانَ لَهُ غُلَامٌ لَحَامٌ ، فَأَتَى النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ فِي أَصْحَابِهِ ، فَعَرَفَ الْجُوعَ فِي وَجْهِ النَّبِيِّ ﷺ ، فَذَهَبَ إِلَى غُلَامِهِ اللَّحَامِ ، فَقَالَ : اصْنَعْ لِي طَعَامًا بِكُنْهِ خَمْسَةَ ، لَعَلِّي أَدْعُو النَّبِيَّ ﷺ خَامِسَ خَمْسَةَ ، فَصَنَعَ لَهُ طَعِيمًا ، ثُمَّ أَتَاهُ فَدَعَاهُ ، فَتَبِعَهُمْ رَجُلٌ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (يَا أَبَا شُعَيْبٍ ، إِنْ رَجُلًا تَبِعْنَا ، فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتُ لَهُ ، وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ) . قَالَ : لَا ، بَلْ أَذِنْتُ لَهُ . [ر : ۱۹۷۵]

(۸۶) شرح کرمانی: ۲۰/۶۶، وفتح الباری: ۹/۲۲۸۔

(۸۷) فتح الباری: ۹/۲۲۸۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۲۲۷۔

(۸۹) وعمدة القاری: ۲۱/۸۰۔

ایک آدمی کی دعوت کی گئی، دعوت میں اس کے ساتھ بن بلائے کوئی اور آدمی گیا تو وہ وہاں کہے کہ میرے ساتھ یہ بھی ہے، اگر اجازت مل گئی تو ٹھیک ورنہ اس کے لیے دعوت میں شریک ہونا جائز نہیں، حدیث باب پہلے گذر چکی ہے اور طفیلی کا مسئلہ بھی وہاں بیان کر دیا گیا تھا۔

وقال أنس: إذا دخلت على مسلم لايتهم فكل من طعامه واشرب من شرابه
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ آپ جب کسی ایسے مسلمان کے پاس جائیں جو متہم (اور مشکوک مال رکھنے والا) نہیں ہے تو اس کے ہاں آپ کھا پی سکتے ہیں۔
طبرانی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اس مفہوم کی ایک مرفوع حدیث بھی نقل فرمائی ہے
”إذا دخل أحدكم على أخيه المسلم، فأطعمه طعاماً، فليأكل من طعامه ولايسأله
عنه“ (۹۰)۔

حضرت انس کی اس تعلق کی مناسبت ترجمۃ الباب سے بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے

ہیں:

”مطابقة هذا التعليق للترجمة من حيث إن الرجل إذا دخل على رجل
مسلم سواء بدعوة أو بغيرها، فوجد عندها أكلاً أو شرباً، هل يتناول من
ذلك شيئاً، فقال أنس: يأكل ويشرب، إذالم يكن الرجل المدخول عليه
لايتهم في دينه ولا في ماله“ (۹۱)۔

حاصل اس کا یہ ہے کہ باب میں طفیلی کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور حضرت انسؓ کی تعلق ”إذ
ادخلت على مسلم.....“ میں بلائے اور بن بلائے دونوں صورتیں داخل ہیں، بن بلائے کوئی گیا تو وہ
طفیلی ہے جس کا ترجمۃ الباب میں ذکر ہے، تعلق عام اور ترجمہ خاص ہے، امام نے عام سے خاص کا حکم ثابت
کیا ہے۔

(۹۰) المستدرک للإمام الحاکم، کتاب الاطعمة: ۳/۱۲۶، وعمدة القاری: ۲۱/۸۰۔

(۹۱) عمدة القاری: ۲۱/۸۰۔

اور اس تعلق کی حدیث باب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ومطابقة الأثر للحدیث من جهة كون اللحم لم یکن متهما، وأكل النبی

صلی اللہ علیہ وسلم من طعام، ولم یسأله“ (۹۲)۔

حضرت انسؓ کی اس تعلق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۳)۔

۵۶ - باب : إذا حضر العشاء فلا یعجل عن عشاءه .

۵۱۴۶ : حدثنا أبو الیمان : أخبرنا شعیب ، عن الزُّهْرِيّ ، وقال اللیث : حدثني یونس ،

عن ابن شهاب قال : أخبرني جعفر بن عمرو بن أمیة : أن أباه عمرو بن أمیة أخبره : أنه رأى رسول الله ﷺ یحترق من كثرة شاة في يده ، فدعی إلى الصلاة ، فألقاها والسکین التي كان یحترق بها ، ثم قام فصلى ولم يتوضأ . [ر : ۲۰۵]

۵۱۴۷ : حدثنا معلى بن أسد : حدثنا وهيب ، عن أيوب ، عن أبي قلابة ، عن أنس

ابن مالك رضي الله عنه ، عن النبي ﷺ قال : (إذا وضع العشاء وأقيمت الصلاة ، فأبدؤوا بالعشاء) .

وعن أيوب ، عن نافع ، عن ابن عمر ، عن النبي ﷺ نحوه .

وعن أيوب ، عن نافع ، عن ابن عمر : أنه تعشى مرة ، وهو يسمع قراءة الإمام .

[ر : ۶۴۱ ، ۶۴۲]

۵۱۴۸ : حدثنا محمد بن يوسف : حدثنا سفيان ، عن هشام بن عروة ، عن أبيه ،

عن عائشة ، عن النبي ﷺ قال : (إذا أقيمت الصلاة وحضر العشاء ، فأبدؤوا بالعشاء) .

قال وهيب ويحيى بن سعيد ، عن هشام : (إذا وضع العشاء) . [ر : ۶۴۰]

ترجمہ الباب ”عشاءہ“ (بفتح العين) سے مراد شام کا کھانا ہے اور پہلے والے العشاء میں دو احتمال

ہیں:

(۹۲) فتح الباری: ۹/۲۸۔

(۹۳) عمدۃ القاری: ۲۱/۸۰، وفتح الباری: ۹/۲۹۔

① العشاء (عین کے کسرہ کے ساتھ) سے مراد نماز عشاء ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگر شام کا کھانا آگیا ہے اور دسترخوان پر لگ گیا ہے تو کھانے والے کو عجلت میں نہیں ڈالا جائے گا، اسے اطمینان کے ساتھ کھانا کھانے کی اجازت ہے۔

② دوسرا احتمال یہ ہے کہ العشاء عین کے فتح کے ساتھ ہے، ضد الغدا، مراد شام کا کھانا ہے اور مطلب یہ ہے کہ شام کا کھانا جب لگ جائے تو کھانے والے کو عجلت میں نہیں ڈالا جانا چاہیے، بلکہ وہ اطمینان سے کھانا کھائے، پھر نماز پڑھے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے دوسری روایت کو راجح قرار دیا اور فرمایا کہ حدیث میں نماز مغرب کا ذکر ہے، نماز عشاء کا نہیں، اس لیے یہ عشاء بفتح العین ہے اور مراد کھانا ہے، نماز نہیں (۹۴)۔
باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں بکری کے شانے کا گوشت تھا، آپ چھری سے کاٹ کر تناول فرما رہے تھے، اذان ہوئی تو آپ نے وہ گوشت اور چھری دونوں رکھ دی اور کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہوئے۔

فألقاها: اس میں ضمیر مؤنث "قطعة اللحم" کی طرف راجع ہے، یا کتف کی طرف راجع ہے اور وہ مؤنث سماعی ہے (۹۵)۔

ترجمۃ الباب سے حدیث کی مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے چونکہ نماز کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانے میں مشغول ہونا معلوم ہوتا ہے اس لیے امام بخاری نے اسے یہاں ذکر فرمایا کہ نماز کے وقت اشتغال بالاکل جائز ہے (۹۶)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب میں ذکر کردہ آگے حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ کی روایات میں "فابدؤوا بالعشاء" امر کا صیغہ آیا ہے کہ نماز کھڑی ہو اور کھانا بھی لگ جائے تو کھانے کو مقدم کرو، امام بخاری نے عمرو بن امیہ کی یہ روایت پہلے ذکر کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ "فابدؤوا بالعشاء" میں امر وجوب کے لیے نہیں۔

(۹۴) فتح الباری: ۹/۲۹۔

(۹۵) فتح الباری: ۹/۳۰۔

(۹۶) شرح الکرمانی: ۲۰/۶۷۔

پہلی روایت کی سند میں ”وقال الليث.....“ تعلق ہے، اسے اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۷)۔

”وعن أيوب عن نافع.....“ یہ تعلق نہیں، ماقبل سند کے ساتھ متصل ہے۔ ”قال وهيب ويحيى بن سعيد.....“ یہ دونوں تعلیقات ہیں، وهيب کی روایت کو اسماعیلی نے اور يحيى بن سعيد کی روایت کو امام احمد نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۸)۔

نماز مقدم ہے یا کھانا

اکثر روایات میں ”إذا وضع العشا“ کے الفاظ آئے ہیں، اس لیے جن روایات میں ”إذا حضر العشا“ کے الفاظ آئے ہیں، وہاں ”حضر“ سے ”وضع“ مراد ہے، اگرچہ ”حضر“ عام ہے (۹۹)۔ مطلب یہ ہے کہ جب کھانا لگا دیا جائے اور دسترخوان پر رکھ دیا جائے تو کھانے کو مقدم کرنا چاہیے۔ یہ مسئلہ کتاب الصلاة میں گذر چکا ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ نزدیک ایسی صورت میں تقدیم طعام واجب ہے، وہ حدیث میں وارد صیغے کو وجوب پر محمول کرتے ہیں۔

ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اگر کھانا لگ گیا ہے اور بھوک بھی ہے تو ایسی صورت میں کھانے کو مقدم کیا جائے لیکن اگر کھانا نہیں لگا، یا بھوک نہیں ہے تو پھر نماز کو مقدم کرنا چاہیے، بھوک کی صورت میں تقدیم طعام کی وجہ یہ ہے کہ نماز بعد میں اطمینان سے پڑھی جاسکے، اگر نماز مقدم کر دی تو خیال کھانے میں اٹکار ہے گا۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مقولہ مشہور ہے ”أن أجعل الطعام صلاةً خیر من أن أجعل الصلاة طعاماً“ کھانا کھاتے ہوئے نماز کی فکر کرنا اس سے بہتر ہے کہ نماز پڑھتے ہوئے کھانے

(۹۷) فتح الباری: ۹/۴۳۰۔

(۹۸) فتح الباری: ۹/۴۳۰۔

(۹۹)

کی فکر کی جائے (۱۰۰)۔

۵۷ - باب : قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا» / الأحزاب : ۵۳ .
 ۵۱۴۹ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ،
 عَنْ صَالِحٍ ، عَنْ أَبِي شَهَابٍ : أَنَّ أُنْسًا قَالَ : أَنَا أَعْلَمُ النَّاسَ بِالْحِجَابِ ، كَانَ أَبِي بْنُ كَعْبٍ
 يَسْأَلُنِي عَنْهُ . أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَرُوسًا بِزَيْنَبَ بِنْتِ جَحْشٍ . وَكَانَ تَزَوَّجَهَا بِالْمَدِينَةِ ،
 فَدَعَا النَّاسَ لِلطَّعَامِ بَعْدَ ارْتِفَاعِ النَّهَارِ ، فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَجَلَسَ مَعَهُ رِجَالٌ بَعْدَمَا قَامَ
 الْقَوْمُ . حَتَّى قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَشَى وَمَشِيَتْ مَعَهُ ، حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ . ثُمَّ ظَنَّ
 أَنَّهُمْ خَرَجُوا فَرَجَعَ فَرَجَعَتْ مَعَهُ . فَإِذَا هُمْ جُلُوسٌ مَكَانَهُمْ . فَرَجَعَ وَرَجَعَتْ مَعَهُ الثَّانِيَةَ ،
 حَتَّى بَلَغَ بَابَ حُجْرَةِ عَائِشَةَ . فَرَجَعَ وَرَجَعَتْ مَعَهُ فَإِذَا هُمْ قَدْ قَامُوا ، فَضْرَبَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ سِتْرًا ،
 وَأَنْزَلَ الْحِجَابَ . [ر : ۴۵۱۳]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ دعوت وغیرہ میں کھانے سے فارغ ہونے کے بعد واپس
 آجانا چاہیے، وہاں بیٹھ کر مجلس آرائی کرنا اور صاحب خانہ کے لیے بار بننا درست نہیں۔
 حضرت امیر خسرو ایک بار کسی دعوت میں شریک تھے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد لوگ
 باتوں میں مشغول ہو گئے، ایک دُھنئے نے روئی دھنی شروع کی، روئی دھنئے کی ایک مخصوص آواز ہوا کرتی
 ہے، کسی نے پوچھا یہ دھنیا کیا کہہ رہا ہے؟ تو امیر خسرو نے کہا کہ یہ کہہ رہا ہے ”نان کہ خوردی خانہ برو“
 (کھانا کھا کر گھر کو چلو)۔

(۱۰۰) دیکھیے، معارف السنن، أبواب الصلاة، باب ماجاء إذا حضر العشاء وأقيمت الصلاة: ۳/۳۹۸، ومراقبة

المفاتيح، كتاب الصلاة، باب الجماعة وفضلها: ۳/۵۳۔ وحاشية الطحطاوى على الدر المختار: ۱/۲۴۱

والجوهرة النيرة: ۶۹، والبحر الرائق: ۱/۳۶۷۔

٧٤ - كتاب العقيدة

کتاب العقیقة (الأحادیث: ۵۱۵۰-۵۱۵۷)

کتاب العقیقة میں چار باب اور بارہ حدیثیں ہیں، ان میں سے تین معلق اور باقی موصول ہیں، آٹھ احادیث مکرر ہیں اور چار حدیثوں کی تخریج امام نے پہلی بار اس میں کی ہے، ان چار میں سے دو حدیثیں متفق علیہ ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۴ - کتاب العقیقة

عقیقة کے لغوی و اصطلاحی معنی

عقیقة اس جانور کو کہتے ہیں جو نو مولود کی طرف سے ذبح کیا جاتا ہے (۱)۔

ابو عبید، اصمعی اور زخشری نے فرمایا کہ ”عقیقة“ اصل میں ان بالوں کو کہا جاتا ہے جو نو مولود بچے

کے سر پر ہوتے ہیں ”عق“ کے معنی کاٹنے کے ہیں، چونکہ وہ بال کاٹے جاتے ہیں، اس لیے انہیں ”عقیقة“

کہا جاتا ہے، پھر اس حالت میں ذبح کی جانے والی بکری کو ”عقیقة“ کہا جانے لگا (۲)۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں ”العقیقة اسم الشاة المذبوحة عن الولد، سمیت بذلك لانها

تعق مذابحها، أى تشق وتقطع.....“ (۳) یعنی عقیقة اس بکری کا نام ہے جو بچے کی طرف سے ذبح کی

جاتی ہے، اسے اس لیے عقیقة کہتے ہیں کہ اس کی رگیں کاٹی جاتی ہیں۔

ایک حدیث میں بھی بکری پر عقیقة کا اطلاق کیا گیا ہے ”للغلام عقیقتان، وللجارية

عقیقة“ (۴)۔

علامہ ابن فارس نے فرمایا کہ عقیقة بچے کے بالوں اور اس کی طرف سے ذبح کی جانے والی بکری

دونوں کو کہا جاتا ہے (۵)۔

(۱) فتح الباری: ۹/۴۳۲، وإرشاد الساری: ۱۴/۲۱۹۔ والنہایة لابن الأثیر: ۳/۲۷۶۔

(۲) فتح الباری: ۹/۴۳۲، والفائق للزمخشری: ۳/۱۱، باب العین مع القاف۔

(۳) عمدة القاری: ۲۱/۸۲، وفتح الباری: ۹/۴۳۲۔

(۴) فتح الباری: ۹/۴۳۲۔

(۵) دیکھیے معجم مقاییس اللغة لابن الفارس: ۳/۴، کتاب العین، باب العین وما بعدھا فی المضاعف۔

عقیقة کا حکم

① داود ظاہری، ابن حزم اور ظاہریہ کے نزدیک عقیقة واجب ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۶)۔

② امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک عقیقة سنت مؤکدہ ہے، امام احمد کی دوسری روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۷)۔

③ حضرات مالکیہ کے نزدیک عقیقة مندوب و مستحب ہے (۸)۔

④ حضرات حنفیہ کے مسلک میں روایات و نقول مختلف ہیں:

..... امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی ظاہر الروایت تو یہ ہے کہ عقیقة مشروع نہیں ہے،

بلکہ مکروہ ہے، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ ”موطا“ میں فرماتے ہیں:

أما العقیقة فبلغنا أنها كانت فی الجاهلیة، وقد فعلت فی أول

الإسلام، ثم نسخ الأضحی کل ذبح كان قبله، ونسخ صوم شهر رمضان

کل صوم كان قبله، ونسخ غسل الجنابة کل غسل كان قبله، ونسخت

الزكاة کل صدقة كان قبلها، كذلك بلغنا (۹)۔

اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ عقیقة زمانہ جاہلیت میں رائج تھا اور ابتدائے اسلام میں بھی اس کا

رواج رہا لیکن پھر اضحیہ (قربانی) کی مشروعیت کے بعد منسوخ ہو گیا ہے۔ لہذا اب اس کی مشروعیت باقی

نہیں رہی، چنانچہ انھوں نے جامع صغیر میں تصریح فرمائی کہ ”ولایعق عن الغلام، ولا عن

الجارية“ (۱۰)۔

(۶) دیکھیے المحلی لابن حزم، کتاب العقیقة: ۶/۲۳۴۔ وأوجز المسالك: ۹/۲۰۵۔

(۷) المجموع شرح المہذب، باب العقیقة: ۸/۴۲۶۔ وإرشاد الساری: ۱۲/۲۱۹ وأوجز المسالك: ۹/۲۰۵۔

والمعنی لابن قدامة: کتاب الأضحی: ۹/۳۶۲-۳۶۳۔

(۸) دیکھیے موطا الإمام مالک کتاب العقیقة، باب العمل فی العقیقة: ۲/۵۰۲ وأوجز المسالك: ۹/۲۰۵۔

(۹) موطا الإمام محمد، کتاب الضحایا، باب العقیقة: ۲۹۱-۲۹۰۔

(۱۰) أوجز المسالك، کتاب العقیقة: ۹/۲۰۶۔

امام محمدؐ کے ذکر کردہ دلائل

امام محمد رحمہ اللہ نے یہاں ”بلغنا“ کہہ کر دو روایتوں کو جمع کیا ہے، پہلی روایت کی تخریج انھوں نے کتاب الآثار میں حضرت ابراہیم نخعی اور محمد بن الحنفیہ سے کی ہے:

① عن أبي حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم قال: كانت العقيقة في الجاهلية، فلما جاء الإسلام، رُفِضَتْ (۱۱)۔

وعنه عن رجل عن محمد بن الحنفية أن العقيقة كانت في الجاهلية، فلما جاء الإسلام، رُفِضَتْ (۱۲)۔

امام محمدؐ نے کتاب الآثار میں ایک مفہوم کی یہ دو روایتیں ذکر کرنے کے بعد فرمایا ”به نأخذ، وهو قول أبي حنيفة“۔

② اور دوسری روایت کی تخریج دارقطنی نے مسیب بن شریک کے طریق سے حضرت علیؑ سے موصول کی ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نسخت الزكاة كل صدقة، ونسخ صوم رمضان كل صوم، ونسخ غسل الجنابة كل غسل، ونسخت الأضحى كل ذبح (☆۱۲)۔

اسی طرح دارقطنی نے حارث بن نبهان کے طریق سے بھی یہ روایت حضرت علیؑ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں ”محاذبح الأضاحى كل ذبح كان قبله“ (۱۳)۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ روایت حضرت علیؑ سے موقوفاً بھی نقل کی ہے (۱۴)۔

اور علامہ ابن حزم نے ”المحلى“ میں حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن حسین سے بھی موقوفاً یہ

(۱۱) کتاب الآثار: ۱۱۶

(۱۲) کتاب الآثار: ۱۱۶

(☆۱۲) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۴/۲۸۱ (رقم الحدیث: ۳۹)

(۱۳) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح (رقم الحدیث: ۳۷) ۴/۲۷۸۔

(۱۴) إعلاء السنن، کتاب الذبائح، كشف الحقيقة عن أحكام العقيقة: ۱۷/۱۰۹۔

روایت نقل کی ہے (۱۵)۔

اور اصول حدیث کی کتابوں میں محدثین نے تصریح کی ہے کہ غیر مدرک بالقیاس امور میں حدیث موقوف بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے (۱۶)۔

امام محمد رحمہ اللہ کی ذکر کردہ دونوں روایتوں اور مذکورہ ان دوسری روایتوں سے اتنی بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علی، محمد بن علی بن الحسین، محمد بن الحنفیہ اور حضرت ابراہیم نخعی نے عقیقہ کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں تھا لیکن پھر منسوخ ہو گیا۔ البتہ حضرت علیؑ سے منقول روایت کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

دارقطنی نے یہ روایت مسیب بن شریک اور حارث بن نبہان کے طریق سے نقل کی ہے اور مسیب کے بارے میں انھوں نے کہا کہ متروک ہیں، ان کے شیخ عتبہ بن یقظان ہیں، انہیں بھی دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے (۱۷)۔

جہاں تک تعلق ہے حارث بن نبہان کا تو وہ صالحین میں سے تھے، البتہ ان کے حافظے کی کمزوری کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا گیا ہے (۱۸)۔ تاہم مسیب کی روایت اس کی متابع ہے، مسیب کو بھی اتہام بالکذب کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا گیا، بلکہ سوء حفظ کی وجہ سے انہیں ضعیف کہا گیا (۱۹)۔

اور عتبہ بن یقظان کی تو بعض محدثین نے توثیق کی ہے (۲۰)، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (۲۱)۔

لہذا اس حدیث کو بالکل بے اصل اور باطل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

(۱۵) السحلی بالآثار لابن حزم، کتاب العقیقة: ۶/۲۴۱۔

(۱۶) دیکھیے شرح نخبة الفكر: ۹۴۔

(۱۷) دیکھیے سنن الدارقطنی، باب العیة: ۴/۲۸۰-۲۸۱۔

(۱۸) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۵/۱۰۸۔

(۱۹) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۵/۱۰۸۔

(۲۰) دیکھیے میزان الاعتدال: ۳/۳۰، رقم الترجمة: ۵۲۸۰۔

(۲۱) تہذیب التہذیب: ۷/۱۰۴۔

شمس الحق عظیم آبادی نے دارقطنی کی شرح میں اس حدیث پر ایک اشکال یہ بھی کیا ہے کہ ابن اثیر کی تصریح کے مطابق اضحیہ (قربانی) کی مشروعیت سن دو ہجری میں ہوئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کا عقیدہ سن تین ہجری اور حضرت حسین کا عقیدہ سن چار ہجری میں کیا ہے اور حدیث اُم کرز آپ نے سن چھ ہجری میں حدیبیہ کے موقع پر ارشاد فرمائی ہے جس میں ہے ”عن الغلام شاتان، وعن الجارية شاة“ تو ایسی صورت میں اضحیہ کو عقیدہ کے لیے کیسے نسخ قرار دیا جاسکتا ہے، جب کہ اضحیہ کی مشروعیت پہلے اور عقیدہ کے واقعات بعد میں ہوئے ہیں، نسخ کے لیے تو مؤخر ہونا ضروری ہے (۲۲)۔

اس کا جواب دیتے ہوئے علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے ”إعلاء السنن“ میں فرمایا کہ ابن اثیر نے سن دو ہجری میں اضحیہ کی مشروعیت کی جو بات ارشاد فرمائی ہے، وہ غیر مستند ہے، انہوں نے اس کی کوئی سند ذکر نہیں کی ہے اور اگر اسے درست بھی تسلیم کیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہی کہا جائے گا کہ اضحیہ کی مشروعیت سن دو ہجری کو ہوئی ہے، تاہم وجوب اضحیہ کب ہوا؟ اس کے متعلق انہوں نے کچھ نہیں کہا اور ”محاذیج الأضحی کل ذبح“ کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ وجوب اضحیہ ہر ذبح کے لیے نسخ بنا ہے اور وجوب اضحیہ فرضیت حج کے موقع پر ہوا ہے جو ۹ھ کا واقعہ ہے، اُم کرز کی حدیث اور حضرت حسن و حسین کے عقیدے والی روایت کو مولانا ظفر احمد عثمانی نے مضطرب قرار دیا ہے اور فرمایا کہ ”فلا حجة له فیہما.....“ (۲۳)۔

③ حضرات حنفیہ کی ایک تیسری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافعؓ کی وہ حدیث ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، اس میں ہے:

”إن الحسن بن علی لما ولد، أرادت أمه فاطمة أن تعق عنه

بکبش، فقال: لاتعقی عنه، ولكن اخلقی شعر رأسه، ثم تصدقی بوزنه من

الورق فی سبیل اللہ، ثم ولد حسین بعد ذلك، فصنعت مثل ذلك (۲۴)۔

(۲۲) التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی: ۳/۲۸۰۔

(۲۳) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۷/۱۰۷ و ۱۱۰۔

(۲۴) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۲۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث حضرات حنفیہ کی سب سے قوی دلیل ہے، اس میں صاف تصریح ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسن کی ولادت کے وقت دنبہ ذبح کرنے کا ارادہ کیا لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”لا تعقی عنہ“ فرما کر انہیں منع کیا اور فرمایا ”ان کے سر کے بال کاٹ دیں، اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی کا صدقہ کر دیں“ بعد میں حضرت حسینؑ کی ولادت پر بھی انہوں نے اسی طرح کیا، معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت اور ابتدائے اسلام میں ہونے والا عقیقہ بعد میں منسوخ ہو گیا ہے۔

اس کی تائید سعید بن منصور کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے سند صحیح کے ساتھ محمد بن علی سے مرسل نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں:

”إن فاطمة إذا ولدت ولدا حلقته شعره و تصدقت بزنته و رقاً“ (۲۵)۔

البتہ ابورافعؓ کی اس حدیث کے ساتھ وہ احادیث متعارض ہیں جن میں تصریح آئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کی طرف سے دنبہ کا عقیقہ کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسن و حسین کے عقیقے کی ان روایات میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ امام حاکم نے مستدرک میں محمد بن عمرو یافعی کے طریق سے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے:

”عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن والحسين يوم السابع، و سماهما، وأمر أن يماط عن رؤوسهما الأذى“۔

حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا (۲۶) اور علامہ ذہبی نے ان کی تائید کی ہے (۲۷) اس روایت میں ”شاة“ یا ”کبش“ کا ذکر نہیں ہے۔

حاکم نے دوسری روایت محمد بن اسحاق کے طریق سے حضرت علیؑ سے نقل کی ہے، اس میں ہے

(۲۵) فتح الباری: ۹/۴۳۳۔

(۲۶) المستدرک علی الصحیحین للإمام الحاکم، کتاب الذبائح: ۴/۲۳۷۔

(۲۷) التلخیص للذہبی مع المستدرک: ۴/۲۳۷۔

”عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشاة، وقال، یا فاطمة، احلقى رأسه،
وتصدقی بزنة شعره، فوزناه، فكان درهما“ (۲۸)۔

لیکن اس روایت میں ”محمد بن اسحاق“ متکلم فیہ بھی ہیں اور مدلس بھی، اور مدلس کا عنعنہ قبول
نہیں اور یہ روایت انھوں نے ”عَنْ“ سے بیان کی ہے (۲۹)۔

البتہ اس کی تائید ابوداؤد کی روایت سے ہوتی ہے جو ”عکرمة، عن ابن عباس“ کے طریق سے
مروی ہے، اس میں ہے ”إنه صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن والحسين كبشا كبشا“..... و
إسناده صحيح (۳۰)۔

لیکن امام نسائی نے ”عکرمة، عن ابن عباس“ کے طریق سے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں
ہے ”عق عنهما كبشين كبشين“..... وإسناده صحيح (۳۱)۔
اور حاکم نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی، اس میں بھی
”کبشیں کبشیں“ کا ذکر ہے (۳۲)۔

علامہ ذہبی نے اگرچہ اسے ضعیف قرار دیا اور فرمایا کہ اس میں ایک راوی ”سوار“ ضعیف
ہیں (۳۳)، تاہم اس سے امام نسائی کی روایت کی تائید ہوتی ہے۔
حاصل یہ ہے کہ ابوداؤد کی صحیح روایت میں ایک کبش کا ذکر ہے اور اس کی تائید محمد بن اسحاق کی
ضعیف روایت سے ہوتی ہے اور نسائی کی صحیح روایت میں ”کبشیں“ کا ذکر ہے اور اس کی تائید سوار کی
ضعیف روایت سے ہوتی ہے، اس طرح دونوں کے درمیان یہ اضطراب پایا جاتا ہے، البتہ اتنی بات چاروں
روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ کیا۔

(۲۸) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الذبائح: ۴/۲۳۷۔

(۲۹) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۳۔

(۳۰) سنن أبی داؤد، کتاب الأضاحی، باب فی العقیقة: ۳/۱۰۷ (رقم الحدیث: ۲۸۴۱)۔

(۳۱) سنن النسائی، کتاب العقیقة: ۲/۱۸۸۔

(۳۲) المستدرک للإمام الحاکم: ۴/۲۳۷۔

(۳۳) التلخیص للذہبی: ۴/۲۳۷۔

تعارض روایات اور اس کا حل

اب بظاہر ان روایات اور ابورافعؓ کی روایت میں تعارض ہے کیونکہ اس میں آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو عقیقہ سے منع فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور ان کے شیخ ابن الملقن نے دونوں روایتوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ کے ہاں اس وقت چونکہ تنگی تھی، اس لیے آپ ﷺ نے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا اور ذبح کرنے سے منع فرمایا اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ خود ان کی طرف سے دنبہ ذبح کر چکے تھے، اس لیے انہیں منع فرمایا (۳۴)۔

لیکن یہ بات کوئی زیادہ قوی نہیں کیونکہ حضرت فاطمہؓ کا دنبہ کے ذبح کرنے کا ارادہ کرنا تو خود اس بات کا قرینہ ہے کہ اس وقت وہ تنگ دست نہیں تھی، اسی طرح اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی طرف سے دنبہ ذبح کر چکے تھے، پھر حضرت فاطمہؓ کو کیا ضرورت تھی کہ انہوں نے بھی ذبح کا ارادہ کیا (۳۵)۔

مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے دونوں طرح کی روایات میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اصل روایت تو ہے ”عق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن والحسین“ کہ آپ نے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کی طرف سے عقیقہ کیا، اور عقیقہ سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ان کے سر کے بالوں کے حلق کرنے اور ان کے وزن کی بہ مقدار چاندی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، جیسا کہ ابورافعؓ کی روایت میں ہے..... پھر آگے راویوں کو وہم ہو اور انہوں نے ”عق“ سے اہراق دم مراد لیا اور اپنی طرف سے ”کبش“ یا ”کبشین“ کا اضافہ کیا۔

اس کی تائید یحییٰ بن سعید اور بریدہؓ کی روایات سے بھی ہوتی ہے کہ ان میں صرف ”عق عن الحسن والحسین“ کے الفاظ ہیں..... ”کبش“ وغیرہ کا ذکر نہیں (۳۶)۔

(۳۴) فتح الباری: ۹/۴۳۳۔

(۳۵) إعلاء السنن: ۱۵/۱۰۵۔

(۳۶) إعلاء السنن: ۱۵/۱۰۵ و سنن النسائی، کتاب العقیقہ: ۲/۱۸۷۔

اس طرح ابورافع کی روایت اور دوسری قسم کی ان روایات میں تطبیق ہو سکتی ہے، لیکن اس پر حضرت ام کرڑ کی حدیث سے اشکال ہوتا ہے جس کی تخریج امام نسائی رحمہ اللہ نے کی ہے، وہ فرماتی ہیں:

”أتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالحدیبیة أسأله عن لحوم

الهدی، فسمعتہ یقول: علی الغلام شاتان، وعلی الجاریة شاة، لا یضرکم

ذکرانا کن أو إناثا“ (۳۷)۔

یہ روایت انھوں نے حدیبیہ میں سنی جو سن چھ ہجری کا واقعہ ہے۔ جب کہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے عقیقے کا واقعہ سن تین اور چار ہجری کا ہے، لہذا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو منع فرمانا ممکن ہے کسی اور مصلحت کی وجہ سے ہو، اس وجہ سے نہیں تھا کہ عقیقہ منسوخ ہو چکا ہے، ورنہ حدیبیہ کے موقع پر آپ یہ ارشاد کیوں فرماتے!

اس اشکال کا کوئی قابل اطمینان جواب کسی نے نہیں دیا اور اسے تسلیم کرتے ہوئے مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا:

”فالأولی أن یقال: إن العقیقة بإراقة الدم كانت مشروعاً إلى

زمن الحدیبیة، ثم نسخت بدلیل أنه صلی اللہ علیہ وسلم لم یعق عن ابنه

إبراهیم، ولو كانت واجبة أو سنة، لعق عنه، فإنما یؤخذ بالآخر فالآخر من

فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (۳۸)۔

”یعنی عقیقہ بالذبح حدیبیہ کے زمانے تک مشروع رہا، پھر منسوخ ہوا، اس

لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم کا عقیقہ نہیں کیا (ابراہیم کی

ولادت سن نو ہجری میں ہوئی (۳۹).....) اگر عقیقہ واجب یا مسنون ہوتا تو

آپ ﷺ ان کا عقیقہ کرتے۔“

(۳۷) سنن النسائی: ۲/۱۸۷۔ کتاب العقیقة

(۳۸) إعلاء السنن: ۱۷/۱۰۷

(۳۹) دیکھیے زاد المعاد، فصل فی أولاده صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۱۰۳، والتعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی: ۳/۲۸۰۔

لیکن یہ کوئی قوی دلیل نہیں اولاً تو اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ابراہیم کی طرف سے عقیقہ کرنا بعض روایات میں ثابت ہے (۴۰) اور ثانیاً اگر یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کا عقیقہ نہیں کیا تھا تو اس سے عقیقے کے استحباب یا اباحت کی نفی تو نہیں ہوتی، بعض مستحب چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک فرمائی ہیں، تو ترک عقیقہ دلیل کراہت کیسے بن سکتا ہے اور اس سے عقیقے کی عدم مشروعیت یا نسخ پر کیسے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

عقیقہ کی کراہت کا قول مرجوح ہے

① حقیقت یہ ہے کہ جمہور فقہاء حنفیہ نے اس سلسلے میں کراہت کا قول اختیار نہیں کیا ہے، جن حضرات نے یہ اختیار کیا ہے، کئی حنفی علماء نے ان کی تردید کی ہے، مثلاً صاحب بدائع نے کراہت کا قول اختیار کیا لیکن ملا علی قاری نے ان کا رد کیا، چنانچہ بدائع میں ہے:

”ولایعق عن الغلام والجارية عندنا..... ولنا ماروی عن سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أنه قال: نسخت الأضحیة کل دم کان قبلها..... والعقیقة كانت قبل الأضحیة، فصارت منسوخة بها كالعتیرة، والعقیقة ما كانت قبلها فرضاً، بل كانت فضلاً، وليس بعد نسخ الفضل إلا الكراهة“ (۴۱)۔

یعنی عقیقہ پہلے مستحب تھا، پھر منسوخ ہو گیا، لہذا جب اس کی فضیلت منسوخ ہو گئی تو صرف کراہت باقی رہ گئی۔

لیکن ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ فضیلت کے انقضاء سے اباحت کا انقضاء لازم نہیں آتا ہے، اس لیے کہ نسخ، زیادتی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، لہذا فضیلت جو ایک امر زائد ہے

(۴۰) دیکھیے طبقات ابن سعد، ذکر ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۱۳۵، والسیرة الحلبيّة، باب ذکر أولاده صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۳۰۹۔

(۴۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، کتاب الإستحسان: ۵/۱۲۷۔

وہ تو منسوخ ہوئی، تاہم اباحت کا منسوخ ہونا اس سے لازم نہیں آتا ہے (۴۲)۔

② مرجوح ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، جس کی تفصیل گذر چکی اور اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ اضحیٰ نے ہر سابقہ ذبح کے وجوب کو منسوخ کیا ہے اور وجوب کے منسوخ ہونے سے استحباب اور مشروعیت کا منسوخ ہونا لازم نہیں آتا، جیسے صوم رمضان نے صوم عاشوراء وغیرہ کا وجوب منسوخ کیا لیکن اس کی مشروعیت اور استحباب تو اب بھی باقی ہے، چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب رحمہ اللہ ”التعلیق الممجد“ میں لکھتے ہیں:

”بعد تسلیم ثبوتہ، ظاہرہ يدل على منسوخية وجوب العقیقة ونحوها، فإن معناه: نسخ الأضحی لزوم كل ذبح كان قبله..... ويدل عليه ضمه بنسخ شهر رمضان كل صوم كان قبله، فإنه كان صوم يوم عاشوراء، وأيام البيض فرضاً، فلما نزل صوم رمضان، نسخ وجوب ذلك..... فكما أن نسخ صوم رمضان لما قبله لم يدل إلا على عدم لزومه، لا على عدم مشروعيته، وانتفاء فضيلته، كذلك نسخ الأضحی كل ذبح كان قبله لا يدل على انتفاء استحبابه ومشروعيته“ (☆۴۲)۔

③ امام محمد رحمہ اللہ نے ”کتاب الآثار“ میں محمد بن الحنفیہ اور ابراہیم نخعی کے جو آثار نقل کیے، وہ اگرچہ غیر مدرک بالقیاس ہونے کی وجہ سے ”مرفوع“ کے حکم میں ہو سکتے ہیں، لیکن ان کے مقابلے میں احادیث مرفوعہ صریحہ میں عقیقہ کی مشروعیت ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ ”مرفوع حکمی“ کے مقابلے میں ”مرفوع صریح“ کو ترجیح حاصل ہوگی۔

(ب)..... حنفیہ کا دوسرا قول اباحت کا ہے، چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ عقیقہ نہ واجب ہے، نہ سنت ہے، بلکہ مباح ہے (☆۴۳)۔

(۴۲) التعلیق الممجد: ۲۹۱۔

(☆۴۲) التعلیق الممجد: ۲۹۱۔

(☆۴۳) فتاویٰ عالمگیریہ، کتاب الأضحیہ، باب العقیقہ: ۵/۳۶۳۔ نیز دیکھیے، الفقہ الإسلامی وأدلته:

۶۳۶/۳، وحلیۃ العلماء فی معرفۃ مذاہب الفقہاء: ۳/۳۸۳۔

حنفیہ کا قول مختار

اکثر فقہاء حنفیہ نے عقیقہ کو مستحب کہا ہے، چنانچہ امام طحاوی، علامہ عینی، ملا علی قاری وغیرہ علماء حنفیہ نے استحباب کے قول کو ترجیح دی ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے مشکل الآثار میں اس پر بحث کی ہے اور قاضی ابوالحسن یوسف بن موسیٰ نے امام طحاوی کی اس بحث کی ”المعتصر من المختصر“ کے اندر تلخیص کی ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہی ہے کہ ابتدائے اسلام میں عقیقہ واجب تھا، پھر اس کا وجوب منسوخ ہوا اور استحباب باقی رہا، انہوں نے مشکل الآثار میں ان الفاظ کے ساتھ اس پر عنوان قائم کیا ہے ”باب بیان مشکل ما روی عن رسول ﷺ فی العقیقہ، وهل هو علی الوجوب أو علی الاختیار“ (۴۳)۔

عقیقہ کی مشروعیت پر دلالت کرنے والی چند احادیث

جن احادیث سے عقیقہ کی مشروعیت یا استحباب و وجوب ثابت ہوتا ہے، ان میں سے چند تو وہ ہیں جو ما قبل میں ذکر کر دی گئی ہیں، اور کچھ آگے باب میں آرہی ہیں، کچھ یہ ہیں:

① حضرت سمرہ رضی اللہ کی مرفوع حدیث ہے:

کل غلام مرتھن بعقیقته، تذبح عنه یوم سابعه، ویسمی فیہ، ویحلق رأسه (☆۴۴)۔

حضرت سلمان بن عامر ضحاک کی مرفوع حدیث ہے:

(۴۳) دیکھیے مشکل الآثار للطحاوی: ۸۱/۳۔

(☆۴۴) الحدیث أخرجه أبو داود، فی کتاب الضحایا، باب فی العقیقہ، (رقم الحدیث: ۲۸۳۸) وأخرجه

الترمذی فی کتاب الأضاحی، باب فی العقیقہ، (رقم الحدیث: ۱۵۲۲) وابن ماجہ فی کتاب الذبائح، باب

العقیقہ، (رقم الحدیث: ۳۱۶۵) وأخرجه الدارمی فی کتاب الأضاحی، باب السنۃ فی العقیقہ: ۲/۱۱۱،

(رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

② مع الغلام عقیقة، فأهر يقوا عنه دما، وأمیطوا عنه الأذی (۴۴)۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

③ أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نعق عن الجارية شاة وعن الغلام

شاتین (۴۵)۔

④ حضرت بریدہ سلمیٰؓ کی روایت ہے ”إن الناس يعرضون على العقیقة يوم القيامة

كما يعرضون على الصلوات الخمس“ (۴۶)۔

ظاہر یہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے اس طرح کی احادیث سے عقیقہ کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔

⑤ طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ذکر کی ہے کہ انھوں نے فرمایا ”سبعة

من السنة، في الصبي يوم السابع يسمي ويختتن ويماط عنه الأذی وينقب أذنه ويعق عنه،

ويحلق رأسه..... ويتصدق بشعرو زنه ذهباً أو فضة (۴۷☆)۔

جمہور علماء کے نزدیک عقیقہ مستحب ہے اور وہ عمرو بن شعیب کی روایت سے استدلال کرتے ہیں،

اس میں ہے:

سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن العقیقة، فقال: لأحب العقوق، من أحب

منكم أن ينسك عن ولده، فليفعل عن الغلام شاتان مكافتان، وعن الجارية شاة (۴۷)۔

(۴۴) الحدیث أخرجه أبو داود، في الضحایا، باب في العقیقة، (رقم الحدیث: ۲۸۳۹) وأخرجه الترمذی في

الأضاحی، باب الأذان في أذن المولود: (رقم الحدیث: ۳/ ۹۷) وأخرجه ابن ماجه في الذبائح، باب

العقیقة، رقم الحدیث: ۳۱۶۳، وأخرجه الدارمی في كتاب الأضاحی، باب السنة في العقیقة: ۲/ ۱۱۱، (رقم

الحدیث: ۱۹۶۷)

(۴۵) الحدیث أخرجه الترمذی في الأضاحی، باب ماجاء في العقیقة، (رقم الحدیث: ۱۵۱۳) وأخرجه ابن

ماجه في الذبائح، باب العقیقة: ۲/ ۱۰۵۶ (رقم الحدیث: ۳۱۶۳)

(۴۶) المحلی بالآثار لابن حزم، كتاب العقیقة: ۲/ ۲۳۷۔

(۴۷☆) فتح الباری: ۹/ ۷۳۵

(۴۷) سنن أبي داود، كتاب الضحایا، باب في العقیقة: (رقم الحدیث: ۲۸۳۲)

اسی طرح زید بن اسلم کی روایت امام مالک رحمہ اللہ نے ”موطا“ میں نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

لأحب العقوق..... و كأنه إنما كره الاسم..... وقال: من ولد له ولد، فأحب أن ينسك عن ولده، فليفعل (۴۸)۔

اس روایت میں تصریح ہے کہ جو شخص چاہے تو عقیقہ کر سکتا ہے (تاہم واجب اور ضروری نہیں) اور اس روایت کے بعض طرق میں تصریح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال حجۃ الوداع کے موقع پر کیا گیا تھا (۴۹☆)، اس لیے امام طحاوی نے فرمایا کہ سابقہ روایتوں سے جو وجوب ثابت ہوتا ہے، وہ بعد میں منسوخ ہو گیا تھا اور اب صرف استحباب باقی رہا ہے۔

چنانچہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وبالجملة الحكم بنفي مشروعيتها في الإسلام مطلقا غير صحيح وترك الأحاديث الصريحة المرفوعة والموقوفة الواردة في هذا الباب“ (۴۹)۔

بعض حضرات نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی طرف نسبت کی ہے کہ انہوں نے عقیقہ کو بدعت کہا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ اس کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”هذا افتراء ، فلا يجوز نسبته إلى أبي حنيفة، وحاشاه أن يقول مثل هذا، وإنما قال: ليس بسنة، فمراده إما ليست بسنة ثابتة، وإما ليست بسنة مؤكدة ، وحديث عمرو بن شعيب عن جده..... يدل على الاستحباب“ (۵۰)۔

(۴۸) موطا الإمام مالك، كتاب العقیقة، باب ماجاء في العقیقة: ۲/۵۰۰، (رقم الحدیث: ۱)

(۴۹☆) أوجز المسالك: ۹/۲۰۷

(۴۹) التعليق الممجد: ۲۹۱۔

(۵۰) عمدة القاری: ۲۱/۸۳، نیز دیکھیے مالا بدمنہ: ۷۸۔

اردو فتاویٰ نے بھی عموماً استحباب کا قول اختیار کیا ہے (☆۵۰)۔

۱ - باب : تَسْمِيَةِ الْمَوْلُودِ غَدَاةَ يَوْلُدٍ ، لِمَنْ لَمْ يَعُقَّ عَنْهُ . وَتَحْنِيكِهِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ الباب میں جمع بین الروایات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دراصل بعض روایات کے اندر آتا ہے کہ بچے کا نام، اس کی پیدائش کے دن ہی رکھا جائے اور بعض روایات میں ہے کہ پیدائش کے ساتویں دن نام رکھا جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے دونوں کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر بچے کے عقیقے کا ارادہ نہ ہو تو اس کا نام اسی دن رکھا جائے لیکن اگر عقیقہ کرنے کا ارادہ ہے تو پھر ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام رکھا جائے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں ”وہو جمع لطیف، لم أره لغير البخاری“ (۵۱)۔

ترجمہ الباب میں ”لمن لم يعق عنه“ سے عقیقہ کے عدم وجوب کی طرف بھی اشارہ

ہو گیا (۵۲)۔

(☆۵۰) چنانچہ بہشتی زیور میں ہے: ”جس کے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو بہتر ہے کہ ساتویں دن اس کا نام رکھ دے اور عقیقہ کر دے، عقیقہ کر دینے سے بچے کی سب الابلاد دور ہو جاتی ہے اور آفتوں سے حفاظت رہتی ہے (بہشتی زیور، حصہ سوم، مسئلہ نمبر ۱، ص ۴۳)۔

مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی لکھتے ہیں: ”عقیقہ میں ساتویں دن کی رعایت محض مستحب ہے جیسا کہ نفس عقیقہ بھی بہت سے بہت مستحب ہے“ (فتاویٰ محمودیہ، ج ۴، ص ۳۲۲)۔

اور حضرت لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”عقیقہ سنت ہے لیکن اس کی میعاد ہے، ساتویں دن یا اکیسویں دن اس کے بعد اس کی حیثیت نفل کی ہوگی“ (آپ کے مسائل اور ان کا حل، ج ۳/۲۲۴)۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ”عقیقہ سنت ہے، اس سے بچے کی الابلاد دور ہوتی ہے“ (ص ۲۲۵)۔

مفتی کفایت اللہ صاحب لکھتے ہیں: ”عقیقہ واجب نہیں ہے، سنت ہے اگر وسعت ہو تو عقیقہ کرنا اولیٰ و افضل ہے“ (کفایت المفتی، ج ۸/۲۴۲)۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور عقیقہ میں اچک بکری ذبح کرنا یا دو ذبح کرنا یہ سب مستحب ہے“ (تقریر ترمذی، للشیخ التھانوی رحمہ اللہ، ص ۴۴۲)

(۵۱) فتح الباری: ۹/۷۳۷۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۷۳۷۔

وتحنیکہ

بچے کی پیدائش کے بعد کھجور وغیرہ کو چبا کر حلق میں تالو کے اوپر رکھ دیا جاتا ہے تاکہ اس کی حلاوت بچے کے پیٹ میں جائے، اس عمل کو تحنیک کہتے ہیں (۵۳)، بچے کے لیے بزرگوں سے یہ عمل برکت کے لیے کرایا جاتا ہے اور یہاں باب کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل ثابت ہے۔

۵۱۵۰ : حَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ نَصْرِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي بُرَيْدٌ ، عَنْ أَبِي بُرْدَةَ ، عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : وَوَلِدِي غُلَامٌ ، فَأَتَيْتُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمَاهُ إِبْرَاهِيمَ ، فَحَنَّكَهُ بِتَمْرَةٍ . وَدَعَا لَهُ بِالْبَرَكَةِ ، وَدَفَعَهُ إِلَيَّ ، وَكَانَ أَكْبَرَ وَوَلَدِ أَبِي مُوسَى . [۵۸۴۵] (۵۴)

حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا، میں اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آیا، آپ ﷺ نے اس کا نام ابراہیم رکھا اور کھجور سے اس کی تحنیک کی (یعنی کھجور چبا کر اس کے تالو میں لگائی) اس کے حق میں برکت کی دعا کی، پھر مجھے دے دیا، یہ ابو موسی کا سب سے بڑا لڑکا تھا، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس کا نام اسی دن رکھا گیا، ساتویں دن کا انتظار نہیں کیا گیا۔

بچہ کا نام کب رکھا جائے

بعض روایات میں بچے کی پیدائش کے ساتویں روز نام رکھنے کا ذکر ہے۔

چنانچہ ابن حبان اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے سند صحیح کے ساتھ روایت نقل کی ہے۔ عق

(۵۳) فتح الباری: ۹/۷۳۷۔

(۵۴) (۵۱۵۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضا في كتاب الأدب، باب من سما بأسماء الأنبياء (رقم الحدیث:

۵۸۴۶) وأخرجه مسلم في كتاب الأدب، باب استحباب تحنیک المولود عند ولادته (رقم الحدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الحسن والحسين يوم السابع وسماهما (۵۵)۔

اسی طرح امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت نقل کی ہے: ”أمرنی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتسمية المولود لسابعة“ (۵۶)۔

حضرت ابن عمرؓ نے بھی ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ:

إذا كان يوم السابع للمولود، فأهريقوا عنه دما، وأميطوا عنه الأذى وسموه (۵۷)۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتویں دن عقیقہ کے ساتھ نام رکھنا چاہیے، تاہم ساتویں

دن نام رکھنا ضروری نہیں بلکہ ولادت کے دن، یا اس سے اگلے دن بھی نام رکھا جاسکتا ہے جیسا کہ روایت

باب سے معلوم ہوتا ہے۔

کتاب الأدب میں حضرت ابوالأسید کی حدیث آرہی ہے ”أتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بابنه حين ولد فسماه المنذر“ (۵۸)۔

مسلم شریف میں حضرت انسؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے

صاحبزادے ابراہیم کے بارے میں فرمایا ”ولد لی اللیلة الغلام فسمیته باسم أبی: إبراہیم“ (۵۹)۔

اسی طرح آگے اس باب کی آخری روایت میں بھی تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے بچے کی پیدائش

کے اگلے دن اس کا نام رکھا۔

بہر حال اگر عقیقہ کا ارادہ ہے تو پھر بہتر یہ ہے کہ ساتویں دن نام رکھا جائے اور اگر ارادہ نہیں تو

پھر پیدا ہونے کے بعد اسی دن یا اگلے دن نام رکھا جائے۔

(۵۵) المستدرک کتاب الذبائح: ۳/۲۳۷۔

(۵۶) سنن الترمذی کتاب الأدب، باب ماجاء فی تعجیل اسم المولود: ۵/۱۳۲ (رقم الحدیث: ۲۸۳۲)

(۵۷) فتح الباری: ۹/۷۳۵۔

(۵۸) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب تحویل الإسم إلی اسم أحسن متہ (رقم الحدیث: ۹۱۶۱)

(۵۹) مسلم کتاب الفضائل، باب رحمة اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال: ۳/۱۸۰۷ (رقم الحدیث: ۲۳۱۵)

۵۱۵۱: حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا بِحْثِي ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : أَنِّي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَبِيٍّ يُحَنِّكُهُ ، فَبَالَ عَلَيْهِ ، فَاتَّبَعَهُ الْمَاءُ . [ر : ۲۲۰]

۵۱۵۲ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ نَصْرٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّهَا حَمَلَتْ بِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ بِمَكَّةَ ، قَالَتْ : فَخَرَجْتُ وَأَنَا مُتَمِّمٌ ، فَأَتَيْتُ الْمَدِينَةَ فَزَلْتُ قُبَاءً ، فَوَلَدْتُ بِقُبَاءٍ ، ثُمَّ أَتَيْتُ بِهِ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجْرِهِ ، ثُمَّ دَعَا بِتَمْرَةٍ فَمَضَعَهَا ، ثُمَّ تَفَلَّ فِي فِيهِ ، فَكَانَ أَوَّلَ شَيْءٍ دَخَلَ جَوْفَهُ رِبْقُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ، ثُمَّ دَعَا لَهُ وَبَرَكَ عَلَيْهِ ، وَكَانَ أَوَّلَ مَوْلُودٍ وُلِدَ فِي الْإِسْلَامِ ، فَفَرِحُوا بِهِ فَرَحًا شَدِيدًا . لِأَنَّهُمْ قِيلَ لَهُمْ : إِنَّ الْيَهُودَ قَدْ سَحَرْتَكُمْ فَلَا يُوَلِّدُ لَكُمْ . [ر : ۳۶۹۷]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں عبد اللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ ہی میں حاملہ ہو گئی تھی، حمل کے دن پورے ہونے کو تھے کہ میں مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئی، میں قبائیں اتری تو وہیں پر میرا بچہ پیدا ہوا، پھر میں اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئی اور میں نے اسے آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا، آپ ﷺ نے کھجور منگوائی، اس کو چبایا، پھر اس کے منہ میں ڈال دیا، چنانچہ سب سے پہلے اس کے پیٹ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن داخل ہوا، پھر اس کے تالو میں وہ کھجور لگائی اور اس کے حق میں دعا کی اور اس پر مبارک باد دی، یہ سب سے پہلا لڑکا تھا جو اسلام میں پیدا ہوا، لوگ بہت زیادہ خوش ہوئے، اس لیے کہ مسلمانوں کے متعلق کہا جاتا تھا کہ ان پر یہودیوں نے جادو کر دیا ہے، اس لیے ان کے ہاں اولاد نہیں ہوگی۔

یہ روایت باب ہجرۃ النبی الی المدینہ میں گذر چکی ہے۔

ابن سعد نے ”طبقات“ میں اس واقعے کے متعلق ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے:

”لما قدم المهاجرون المدينة، أقاموا لايولد لهم، فقالوا: سحرتنا يهود حتى كثرت في ذلك القالة، فكان أول مولود بعد الهجرة عبد الله بن الزبير، فكبر المسلمون تكبيرة واحدة، حتى ارتجت المدينة تكبيرا“ (۶۰)۔

چونکہ یہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ یہودیوں نے جادو کیا ہے اور مسلمانوں کے ہاں بچے نہیں ہوں گے، اس لیے جب حضرت عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی تو مسلمانوں نے نعرہ تکبیر لگایا اور مدینہ منورہ تکبیر کی صداؤں سے گونجنے لگا۔

روایت باب میں ہے ”وَأَنَا مَتَمٌ“ یعنی حمل کی مدت تمام ہونے والی تھی اور بچے کی ولادت کا وقت بالکل قریب تھا۔

ثم تفل في فيه: أي بزق عليه السلام في فمه یعنی کھجور چبانے کے بعد اس کا عرق بچے کے منہ میں ڈالا۔ بَرَكَ عَلَيْهِ: اس کے لیے برکت کی دعا کی، دَعَا لَهُ بِالْبِرْكَاةِ..... ثم حنكه بتمره: یعنی چبائے ہوئے کھجور کے اجزاء کو اس کی زبان اور تالو سے لگایا۔

۵۱۵۳ : حَدَّثَنَا مَطَرُ بْنُ الْفَضْلِ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَوْنٍ .
عَنْ أَنَسِ بْنِ سِيرِينَ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ أَبُو لَآئِي طَلْحَةَ يَشْتَكِي .
فَخَرَجَ أَبُو طَلْحَةَ . فَتَبَضَّ الصَّبِيُّ . فَلَمَّا رَجَعَ أَبُو طَلْحَةَ قَالَ : مَا فَعَلَ ابْنِي . قَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ :
هُوَ اسْتَكْنُ مَا كَانَ . فَتَرَبَّتْ إِلَيْهِ الْعِشَاءُ فَتَعَشَّى . ثُمَّ أَصَابَ مِنْهَا . فَلَمَّا فَرَّغَ قَالَتْ : وَإِذَا الصَّبِيُّ .
فَلَمَّا أَصْبَحَ أَبُو طَلْحَةَ أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرَهُ ، فَقَالَ : (أَعْرَسْتُمُ اللَّيْلَةَ) . قَالَ :
نَعَمْ . قَالَ : (اللَّهُمَّ بَارِكْ لَهُمَا) . فَوَلَدَتْ غُلَامًا . قَالَ لِي أَبُو طَلْحَةَ : أَحْفَظْهُ حَتَّى تَأْتِي بِهِ
النَّبِيُّ ﷺ . فَأَتَى بِهِ النَّبِيُّ ﷺ وَأُرْسِلَتْ مَعَهُ بَسْمَاتٌ . فَأَخَذَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ : (أَمَعَهُ
شَيْءٌ) . قَالُوا : نَعَمْ . تَمْرَاتٌ ، فَأَخَذَهَا النَّبِيُّ ﷺ فَمَضَّغَهَا ، ثُمَّ أَخَذَ مِنْ فِيهِ . فَجَعَلَهَا فِي
فِي الصَّبِيِّ وَحَنَكَهُ بِهِ . وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللَّهِ .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عَدِي . عَنْ ابْنِ عَوْنٍ : عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسِ .

وساق الحديث . [ر : ۱۲۳۹]

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو طلحہؓ کا ایک بچہ بیمار تھا، ابو طلحہؓ باہر (کہیں سفر پر) نکلے تو بچے کا انتقال ہو گیا، جب ابو طلحہؓ واپس ہوئے تو پوچھا، میرے بچے کا کیا حال ہے؟ ام سلیم نے کہا ”وہ پہلے سے زیادہ سکون کی حالت میں ہے“ اور رات کا کھانا پیش کیا (انہوں نے کھانا کھایا) پھر اپنی بیوی سے ہم

بستری کی، جب فارغ ہوئے تو بیوی نے کہا ”بچے کو دفن کر آؤ (کیونکہ اس کا انتقال ہو چکا ہے) ابو طلحہ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تم نے رات اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہے؟“..... انھوں نے کہا ”ہاں“..... تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں میاں بیوی کے لیے برکت کی دعا کی اور فرمایا اللهم بارک لهما..... چنانچہ ام سلیم کا بیٹا پیدا ہوا (راوی حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ) مجھ سے ابو طلحہ نے کہا ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جانے تک اس کی حفاظت کرو“ چنانچہ وہ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے، ام سلیم نے ان کے ساتھ کچھ کھجوریں بھی بھیجیں، آپ ﷺ نے بچے کو لیا اور فرمایا ”کیا کچھ ساتھ بھی ہے؟“ لوگوں نے کہا ”ہاں چند کھجوریں ہیں“ آپ ﷺ نے وہ کھجوریں لیں، انہیں چبایا اور منہ مبارک سے نکال کر اسے بچے کے منہ میں ڈال دیا اور ان کے ساتھ اس کی تحنیک کی اور اس کا نام ”عبداللہ“ رکھا۔

وار الصبی: بچے کو چھپا دو یعنی دفن کر دو..... ”وار“ باب مفاعله سے امر ہے، واری - مؤاراة:

چھپانا..... أعرستم: اعراس سے ہے، جماع و ہم بستری مراد ہے۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے دو طریق سے نقل کی ہے، ایک طریق میں ان کے شیخ مطربن الفضل ہیں اور دوسرے میں محمد بن المثنیٰ ہیں اور دونوں روایات کے الفاظ مختلف ہیں۔ مطربن کے طریق میں ابن عون انس بن سیرین سے روایت کرتے ہیں اور یہاں اسی طریق کے الفاظ ہیں جب کہ محمد بن المثنیٰ کے طریق میں ابن عون محمد بن سیرین سے روایت کرتے ہیں، اس کے الفاظ یہاں نہیں، وہ روایت امام بخاری نے کتاب اللباس میں ذکر کی ہے (۶۱)۔

۲ - باب : إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الصَّبِيِّ فِي الْعَقِيقَةِ

إِمَاطَةُ بِمَعْنَى إِزَالَةٍ هِيَ، يَعْنِي بَنِيَّ سَ عَقِيقَةٍ فِي أَذَى كَالْإِزَالَةِ كَمَا جَاءَتْ هِيَ، أَذَى سَ كَمَا مَرَادُ هِيَ؟

اکثر حضرات فرماتے ہیں، اس سے ولادت کے وقت بچے کے سر پر جو بال ہوتے ہیں، وہ مراد ہیں، إِمَاطَةُ

اذی سے حلق راس مراد ہے، مطلب یہ ہے کہ عقیقہ میں بچے کے سر کے بال صاف کر دینے چاہیں (۶۲)۔

۵۱۵۴ : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ
سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ : (مَعَ الْغُلَامِ عَقِيْقَةً) .
وَقَالَ حَجَّاجٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ وَقَتَادَةُ وَهَيْشَامُ وَحَبِيبٌ . عَنْ أَبِي سَيْرِينَ ،
عَنْ سَلْمَانَ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَقَالَ غَيْرٌ وَاحِدٍ : عَنْ عَاصِمٍ وَهَيْشَامٍ . عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ سَيْرِينَ .
عَنِ الرَّبَابِ ، عَنْ سَلْمَانَ بْنِ عَامِرٍ الضَّيِّيِّ . عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَرَوَاهُ يَزِيدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ . عَنْ
أَبِي سَيْرِينَ . عَنْ سَلْمَانَ : قَوْلُهُ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت نقل فرمائی ہے ”مع الغلام عقیقة“ اس کے چار طرق ذکر کیے

ہیں:

① پہلا طریق موصول ہے، لیکن مرفوع نہیں ہے، سلمان بن عامر صحابی ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے (۶۳)۔

② دوسرا طریق امام بخاری نے ”وقال حجاج.....“ کہہ کر بیان فرمایا ہے، حجاج بن منہال، حماد بن سلمہ سے نقل کرتے ہیں، حماد چار شیوخ سے نقل کرتے ہیں، ایوب، قتادہ، ہشام بن حسان اور حبیب بن شہید..... یہ طریق مرفوع ہے لیکن موصول نہیں، امام نے اس کو تعلق کے طور پر ذکر کیا ہے، امام طحاوی اور بیہقی نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۶۴)۔

③ تیسرا طریق امام نے ”وقال غير واحد عن عاصم.....“ سے نقل فرمایا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”غير واحد“ کا مصداق سفیان بن عیینہ ہے، امام احمد نے ان کے نام کی تصریح کے ساتھ یہ حدیث نقل فرمائی ہے (۶۵)۔

(۶۲) فتح الباری: ۹/۴۳۷

(۶۳) فتح الباری: ۹/۴۳۷۔ ان کی وفات حضرت عثمان یا حضرت عمرؓ کے دور میں ہوئی، دیکھیے الإصابة: ۲/۶۲۔

(۶۴) فتح الباری: ۹/۴۳۷۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۴۳۸۔

یہ طریق بھی مرفوع ہے لیکن امام نے اس کو تعلیقاً نقل کیا ہے، اس تعلیق میں حفصہ بنت سیرین ”رباب“ سے نقل کرتی ہیں۔ یہ رباب بنت صلیع، حضرت سلمان بن عامر کی بھتیجی ہیں (۶۶)۔ ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (۶۷)، حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں ان کے متعلق ”مقبولة“ کے الفاظ لکھے ہیں (۶۸)۔ علامہ ذہبی نے انہیں ”مجبولات“ کے ضمن میں ذکر کیا ہے (۶۹) صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلیق ہے (۷۰)۔

امام مسلم کے علاوہ باقی اصحاب صحاح ستہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں (۷۱)۔
 ④ چوتھا طریق امام بخاری نے یزید بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے، یہ بھی تعلیق ہے، امام طحاوی نے اسے موصولاً نقل فرمایا ہے (۷۲)۔

ترجمة الباب سے مناسبت

ذکر کردہ ان چار طرق سے امام بخاری رحمہ اللہ نے جو الفاظ ”مع الغلام عقیقة“ کے نقل کیے ہیں، ان کی ترجمة الباب سے بظاہر کوئی مناسبت نظر نہیں آتی۔
 حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حماد بن زید کا جو طریق امام نے موصولاً نقل کیا ہے، وہ یہاں مختصر ہے، امام احمد نے اسے تفصیلاً نقل کیا ہے، اس میں یہ الفاظ بھی متن حدیث میں شامل ہیں ”فأهريقوا عنه دما، وأميطوا عنه الأذى“ (۷۳)۔

(۶۶) تہذیب الکمال: ۳۵/۱۷۱۔

(۶۷) کتاب الثقات: ۳/۲۳۴۔

(۶۸) تقریب التہذیب: ۷۳۷، رقم الترجمة: ۸۵۸۲۔

(۶۹) میزان الاعتدال: ۳/رقم الترجمة: ۱۰۹۵۴۔

(۷۰) فتح الباری: ۹/۷۳۸۔

(۷۱) تہذیب الکمال: ۳۵/۱۷۱۔

(۷۲) فتح الباری: ۹/۷۳۸۔

(۷۳) فتح الباری: ۹/۷۳۷۔

اور یہ امام بخاری کی عادت ہے کہ بسا اوقات مختصر روایت ذکر کرتے ہیں، جب کہ ترجمۃ الباب کا ثبوت تفصیلی روایت سے ہوتا ہے۔

وقال أصبغ : أخبرني ابن وهب . عن جرير بن حازم . عن أيوب السخيتاني . عن محمد بن سيرين : حدثنا سلمان بن عامر الضبي قال : سمعت رسول الله ﷺ يقول : (مع الغلام عقیقة ، فأهرقوا عنه دما ، وأميطوا عنه الأذى) .

یہ بعض حضرات کے نزدیک تعلق ہے، کیونکہ امام بخاری نے ”حدثنی“ یا ”أخبرنی“ نہیں فرمایا

ہے۔

اور اکثر حضرات فرماتے ہیں کہ اصبغ سے چونکہ امام بخاری صحیح بخاری میں بکثرت روایات نقل کرتے ہیں، اس لیے یہ صورتاً اگر تعلق ہے لیکن درحقیقت موصول ہے (۷۴)۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ لڑکے کے ساتھ ایک عقیقہ یعنی ایک بکری ہے، لہذا تم اس کی طرف سے خون بہاؤ اور اس سے اذی کو دور کرو۔

مع الغلام عقیقة

حضرت حسن اور حضرت قتادہ نے اس کے مفہوم مخالف سے استدلال کر کے فرمایا کہ لڑکی کا عقیقہ نہیں کیا جائے گا۔

جمہور کے نزدیک دونوں کا عقیقہ کیا جائے گا، جمہوران روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں لڑکی کے عقیقہ کا حکم دیا گیا ہے جن کی تفصیل گذر چکی ہے (۷۵)۔

(۷۴) فتح الباری: ۹/۷۳۷

(۷۵) فتح الباری: ۹/۷۳۹

فأهر يقوا عنه دما

تم لڑکے کی طرف سے خون بہاؤ، اس میں ”دم“ مبہم ہے، جمہور کے نزدیک لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے جیسا کہ روایات میں گذر چکا ہے کہ ”عن الغلام شاتان، وعن الجارية شاة“ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دونوں کی طرف سے ایک ایک بکری ذبح کی جائے گی۔

وہ حضرت حسن اور حضرت حسین کے عقیقے کے سلسلے میں وارد ہونے والی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عقیق عن الحسن والحسین کبشا کبشا“۔ لیکن یہ بات پہلے تفصیل سے آچکی ہے کہ ان روایات میں اضطراب ہے بعض میں ”کبشا“ اور بعض میں ”کبشین“ کا ذکر ہے، اس لیے اس سے غلام کے لیے ایک کبش پر استدلال کرنا درست نہیں ہے، جب کہ کئی روایات میں ”عن الغلام شاتان“ کی تصریح آچکی ہے۔

أمیطوا عنه الأذی

أمیطوا بمعنی أزیلوا: زائل کرو، ہٹاؤ، اذی کے بارے میں تین قول ہیں۔

- ① مشہور قول یہ ہے کہ اس سے وہ بال مراد ہیں جو بچے کے سر پر ولادت کے وقت ہوتے ہیں۔
- ② دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے وہ خون مراد ہے جو زمانہ جاہلیت میں عقیقہ کرتے وقت بچے کے سر پر ڈال دیا جاتا تھا، جس بکری یا جانور کو عقیقہ میں ذبح کرتے تھے، اس کا خون بچے کے سر پر ڈال دیا کرتے تھے (۷۶)۔

اسلام نے اس کی ممانعت کر دی کہ اس طرح بچے کے سر پر خون نہ بہایا جائے، اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

- ③ ایک قول یہ بھی ہے کہ ”اذی“ سے ختنہ مراد ہے اور مطلب یہ ہے کہ عقیقہ کے ساتھ بچے

کاخندہ بھی کر لیا کرو (۷۷)۔

یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۷۸)۔

۵۱۵۵ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي الْأَسْوَدِ : حَدَّثَنَا قُرَيْشُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ الشَّهِيدِ قَالَ : أَمَرَنِي أَبُو سَيْرِينَ أَنْ أَسْأَلَ الْحَسَنَ : مِمَّنْ سَمِعَ حَدِيثَ الْعَقِيْقَةِ ؟ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ : مِنْ سَمُرَةَ بْنِ جَنْدَبٍ .

یہ عبد اللہ بن محمد بن ابی الاسود ہیں، ابوالاسود کا نام حمید ہے، قریش بن انس کی بخاری میں صرف یہی ایک روایت ہے۔ آخر عمر میں ان کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا، ان کے اختلاط کا یہ دور سن ۲۰۳ھ سے ۲۰۶ھ تک رہا۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”فمن سمع منه قبل ذلك فسماعه صحيح“ (۷۹)۔

اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ولعل سماع شيخ البخاري عن قریش كان قبل الاختلاط“ (۸۰)۔

قریش کے شیخ حبیب بن شہید ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین نے مجھے حکم دیا کہ میں حضرت حسن بصری سے پوچھوں کہ انھوں نے عقیقہ کی حدیث کن سے سنی ہے؟ چنانچہ میں نے ان سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا ”سمره بن جندب سے“۔

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے فرمایا ”لا يصح للحسن سماع عن سمرة إلا حديث العقیقة وحده“ (۸۱)۔

(۷۷) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

(۷۸) (۵۱۵۴) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی العقیقة: ۱/۲۷۸۔ وأخرجه أبو داود، فی کتاب الضحایا، باب فی العقیقة: ۲/۳۶، وأخرجه النسائی فی کتاب العقیقة: ۲/۱۸۷، وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الذبائح، باب العقیقة: ۲۲۸۔

(۷۹) فتح الباری: ۹/۷۴۰۔

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۸۷۔

لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں علی بن المدینی کا قول نقل کیا ہے کہ ”سماع الحسن من سمرۃ صحیح“ یعنی صرف عقیقہ والی حدیث میں نہیں بلکہ دوسری روایات میں بھی حضرت حسن کا سماع حضرت سمرہ بن جندب سے صحیح اور ثابت ہے (۸۲)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث عقیقہ ذکر نہیں فرمائی، حافظ فرماتے ہیں ”و كأنه اکتفی عن ایراده بشهرته“ (۸۳)۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے وہ روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”الغلام مرتھن بعقیقة، تذبح عنه یوم السابع، ویحلق رأسه، ویسمی“ امام ترمذی اس کے بعد فرماتے ہیں ”هذا حدیث حسن صحیح، والعمل علی هذا عند أهل العلم يستحبون أن یذبح عن الغلام العقیقة یوم السابع، فإن لم یتھیا یوم السابع، فیوم الرابع عشر، فإن لم یتھیا عقیق عنه یوم إحدی وعشرین“ (۸۴)۔

مرتھن بعقیقة

مرتھن (تا اور ہاء کے فتح کے ساتھ) بمعنی رہن ہے یعنی نو مولود اپنے عقیقہ کی وجہ سے گروی اور مرہون ہوتا ہے، عقیقہ اس کے لیے لازمی ہے (۸۵)۔ اس کے چار مطلب مشہور ہیں۔

① امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ شفاعت کے متعلق ہے، مطلب یہ ہے اگر بچے کی طرف سے عقیقہ نہیں کیا گیا اور وہ مر گیا تو والدین کے حق میں وہ سفارش نہیں کر سکے گا، اس کی سفارش قبول نہیں کی جائے گی، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے اس معنی کو سب سے عمدہ قرار دیا ہے (۸۶)۔

(۸۲) عمدۃ القاری: ۸۸/۲۱۔

(۸۳) فتح الباری: ۴۳۱/۹۔

(۸۴) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب من العقیقة: ۱۰۱/۳، (رقم الحدیث: ۱۵۲۲)

(۸۵) یعنی العقیقة لازمة له، لا بد منها، فشبہہ بلزومها، وعدم انفکاکها منها بالرهن فی بدالمرتھن۔

(۸۶) عمدۃ القاری: ۸۸/۲۱۔

② دوسرے معنی ہیں مرہون بأذی شعرہ یعنی بالوں کی اذی اس کے ساتھ رہتی ہے یہاں تک کہ عقیقہ کے وقت اس کے بال صاف کر دیے جاتے ہیں (۸۷)۔

③ علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملے سے عقیقہ کا لزوم اور وجوب بتلانا مقصود ہے، اس لیے کہ کوئی شے جب مرہون ہوتی ہے تو وہ مرتہن کے قبضے میں ہوتی ہے اور رہن رکھوانے والے کے لیے دین و قرض ادا کیے بغیر اس سے انتفاع ممکن نہیں ہوتا، انتفاع کے لیے دین کا ادا کرنا ضروری ہے تو جس طرح اداء دین لازم ہے، اسی طرح عقیقہ بھی لازم ہے۔

④ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے ”تحفة الودود فی أحكام المولود“ میں فرمایا کہ غلام کا اپنے عقیقے میں مرہون ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے، حدیث میں آتا ہے ”مامن مولود إلا ویمسہ الشیطان“ اسی لیے پیدائش کے بعد بچہ رونے لگتا ہے تو جب تک بچے کا عقیقہ نہیں کیا جاتا وہ شیطان کے تسلط سے آزاد نہیں ہوتا، عقیقہ کرنے کے بعد وہ شیطانی تسلط کے آثار سے آزاد اور محفوظ ہو جاتا ہے۔

يُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ

ساتویں دن اس کی طرف سے ذبح کیا جائے گا، ”يُذْبَحُ“ مجہول ہے۔ باپ ذبح کرے گا، ورنہ جن کے ذمہ بچے کا نفقہ ہے وہ ذبح کریں گے (۸۸)۔ اس جملے سے استدلال کر کے امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقیقہ ساتویں دن کے ساتھ موقت اور خاص ہے، ساتویں دن سے پہلے اگر کوئی کرے گا تو نہیں ہوگا اور ساتویں دن گزرنے کے بعد فوت ہو جائے گا (۸۹)۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ساتواں دن اختیار کے لیے ہے، تعیین و تحدید کے لیے نہیں، لہذا اس سے پہلے بھی ہو سکتا ہے اگرچہ مختار ساتواں دن ہے (۹۰)۔

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۷۳۳۔

(۸۹) فتح الباری: ۹/۷۳۲۔

(۹۰) فتح الباری: ۹/۷۳۲۔

اگر سابع اول میں فوت ہو گیا تو سابع ثانی یعنی چودھویں تاریخ کو کیا جائے، سابع ثانی میں بھی نہیں ہوا تو سابع ثالث یعنی اکیسویں تاریخ کو کرے (۹۱)۔

بچے کی ولادت کا دن ان سات دنوں میں شمار نہیں ہوگا، امام مالک رحمہ اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ ولادت کے دن کے بعد والادن پہلا دن شمار کیا جائے گا، ہاں اگر بچہ طلوع فجر سے پہلے پیدا ہوا ہو یعنی رات کو پیدا ہوا ہو تو اگلادن شمار ہوگا (۹۲)۔

سابع اول (ساتواں دن) سابع ثانی (چودھواں دن) اور سابع ثالث (اکیسواں دن) ان تین میں عقیقہ کرنا مختار ہے، اس کے بعد کے اسابع میں بھی بالغ ہونے سے پہلے کیا جاسکتا ہے، البتہ بالغ ہونے کے بعد پھر عقیقہ کا حکم ساقط ہو جاتا ہے، کوئی دوسرا اس کی طرف سے عقیقہ نہیں کر سکتا، ہاں اگر خود اپنی طرف سے اپنا عقیقہ کرنا چاہے تو اس کی گنجائش ہے (۹۳) کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے نبوت کے بعد خود اپنا عقیقہ کیا تھا، یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس سے بعض علماء نے بالغ ہونے کے بعد خود اپنا عقیقہ کرنے کے جواز پر استدلال کیا ہے (۹۴)۔

حضرت محمد بن سیرین فرماتے تھے: ”لو أعلم أني لم يعق عنى لعققت عن نفسي“ (۹۵)۔
اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے ”إذالم يعق عنك فعق عن نفسك وإن كنت رجلاً“ (☆۹۵)

ویسمی

قنادہ کے اکثر شاگردوں نے اس کو ”ویسمی“ ہی نقل کیا ہے، اس کے دو معنی مشہور ہیں۔

(۹۱) فتح الباری: ۹/۴۲۔

(۹۲) عمدة القاری: ۸۹/۲۱، وفتح الباری: ۹/۴۲۔

(۹۳) شرح المہذب: ۸/۳۳۲۔

(۹۴) فتح الباری: ۹/۴۲۔

(۹۵) فتح الباری: ۹/۴۲۔

(☆۹۵) إعلاء السنن، کتاب الذبائح: ۱۷/۱۲۱۔

① ایک تو یہ کہ عقیقہ کے وقت بچے کا نام رکھا جائے گا، اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

② دوسرے یہ کہ ذبح کے وقت تسمیہ پڑھا جائے گا (۹۶)، چنانچہ ابن ابی شیبہ نے قتادہ سے

روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”و یسمی علی العقیقة، کما یسمی علی الأضحیة: بسم اللہ عقیقة فلان“ (۹۷)۔

اور قتادہ کی اس روایت کے دوسرے طریق میں یہ الفاظ ہیں: ”اللہم منک و لک، عقیقة

فلان، بسم اللہ و اللہ اکبر، ثم یذبح“ (۹۸)۔

لیکن ان دو معنوں میں پہلے معنی زیادہ مشہور ہیں۔ البتہ قتادہ کے اصحاب میں سے ہمام نے اس لفظ

کو ”یَدْمِی“ نقل کیا ہے۔

امام أبوداود رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمام سے وہم ہوا ہے، اصل لفظ ”یسمی“ ہے جیسا کہ قتادہ کے

اکثر اصحاب نے نقل کیا ہے (۹۹)۔

لیکن امام أبوداود کی بات پر اس سے شبہ ہوتا ہے کہ ہمام سے جب ”یدمی“ کی تشریح پوچھی گئی

تو انھوں نے فرمایا کہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس کی رگوں سے بہنے والے خون کے سامنے روئی وغیرہ

رکھ دی جاتی ہے اور خون سے تر ہونے کے بعد اسے بچے کے سر پر رکھ دیتے ہیں جس سے خون اس کے

چہرے پر بہ پڑتا ہے، اس عمل کو تدمیہ کہتے ہیں (۱۰۰) اور زمانہ جاہلیت میں لوگ عقیقہ کے وقت یہ عمل

کیا کرتے تھے۔

علامہ ابن حزم نے بھی ”المحلی“ میں امام أبوداود کے اس اعتراض کو وہم قرار دیا اور کہا کہ

”یدمی“ وہم نہیں، بلکہ صحیح ہے۔

(۹۶) فتح الباری: ۹/۷۴۱۔

(۹۷) مصنف ابن ابی شیبہ: وفتح الباری: ۹/۷۴۱۔

(۹۸) مصنف ابن ابی شیبہ: وفتح الباری: ۹/۷۴۱۔

(۹۹) سنن أبی داود، کتاب العقیقة، کتاب الأضاحی، باب (رقم الحدیث: ۲۸۳۸)

(۱۰۰) فتح الباری: ۹/۷۴۱۔

ابن حزم نے حضرت ابن عمرؓ، عطاء، حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ سے تدمیہ کے اس عمل کا استحباب نقل کیا ہے (۱۰۱)۔

ابن المنذر نے صرف حضرت حسن اور حضرت قتادہ سے استحباب نقل کیا ہے (۱۰۲)۔
لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت حسن بصری سے سند صحیح کے ساتھ تدمیہ کی کراہت کا قول نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں ”تدمیہ“ کا یہ عمل مشروع تھا، پھر منسوخ ہو گیا۔ اس عمل کے نسخ پر چند احادیث دلالت کرتی ہیں:

① ابن حبان نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل فرمائی ہے ”کانوا فی الجاهلیة إذا عقوا عن الصبی، خضبوا قطنة بدم العقیقة، فإذا حلقوا رأس الصبی، وضعوها علی رأسه، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: اجعلوا مکان الدم خلوقاً“ (۱۰۴) اور ابوالشیخ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے: ”ونہی أن یمس رأس المولود بدم“ (۱۰۵)۔

② ابن ماجہ نے یزید بن عبداللہ مزنی کی روایت نقل کی ہے: ”إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: یعق عن الغلام، ولا یمس رأسه بدم“ (۱۰۶)۔

یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ یزید بن عبداللہ تابعی ہیں، صحابی نہیں (۱۰۷)۔

③ امام ابوداؤد اور حاکم نے بھی حضرت عائشہؓ کی روایت کے مثل ایک روایت عبداللہ بن بریدہ

(۱۰۱) فتح الباری: ۹/۷۲۱ نیز دیکھیے المعلی لابن حزم، کتاب العقیقة: ۶/۲۳۶

(۱۰۲) فتح الباری: ۹/۷۲۱۔

(۱۰۳) مصنف ابن ابی شیبہ: وفتح الباری: ۹/۷۲۲۔

(۱۰۴) الإحسان بترتیب صحیح ابن حبان کتاب الأطعمة، باب العقیقة: ۸/۳۵۵ (رقم الحدیث: ۵۲۳۸)

(۱۰۵) فتح الباری: ۹/۷۲۱۔

(۱۰۶) سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب العقیقة (رقم الحدیث: ۳۱۶۶)

(۱۰۷) فتح الباری: ۹/۷۲۱۔

سے نقل کی ہے، اس کے آخر میں ہے ”فلما جاء الله بالإسلام، كنانذبح شاة، ونحلق رأسه، ونلطحه بزعفران“ (۱۰۸)۔

یہ روایت اگرچہ مرفوع نہیں ہے، لیکن حضرت عائشہؓ کی حدیث کے لیے شاہد ہے (۱۰۹)۔ ان احادیث کی وجہ سے جمہور تدمیہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”فالحق أن ذلك كان في أول الإسلام، ثم نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عنه كما في حديث يزيد بن عبد الله المزني، ووبريدة الأسلمي“ (۱۱۰)۔

فائدہ

عقیقہ میں بکری یا بکر اذبح کرنا سنت ہے، اور بہتر یہ ہے کہ اس بکری کی ہڈیاں نہ توڑنی جائیں، اس کا گوشت خود بھی کھائیں، صدقہ بھی کریں اور اقرباء و احباب کو بھی کھلائیں، حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں اس کی تصریح وارد ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے نقل کی ہے (۱۱۱) بکری کے علاوہ گائے، اونٹ وغیرہ سے عقیقہ تو ہو جائے گا لیکن وہ افضل نہیں ہے، افضل شاة ہے، دنبہ وغیرہ بھی شاة کے حکم میں ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں عقیقہ کی مشروعیت کی کئی مصلحتیں اور فوائد بیان کیے ہیں:

① ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے بچے کا نسب معاشرہ میں خوب متعارف ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں شخص کا بچہ ہے۔

(۱۰۸) سنن أبی داود، کتاب الأضاحی، باب العقیقة، رقم الحدیث: ۲۸۴۳۔ والمستدرک للحاکم، کتاب

الذبائح والعقیقة: ۳/۲۳۸۔

(۱۰۹) فتح الباری: ۹/۷۴۱۔

(۱۱۰) إعلاء السنن: ۱۷/۱۲۱۔

(۱۱۱) المستدرک للإمام الحاکم: ۳/۲۳۸۔ وأقره الذهبی۔

② اس سے سخاوت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، مال کی محبت، بخل اور کنجوسی کی مذموم صفت پر ضرب

پڑتی ہے۔

③ یہ خوشی کا موقع ہوتا ہے، عقیقہ میں اس خوشی پر شکر ادا کرنے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

④ عقیقہ بچے کے لیے خیر و بھلائی اور برکت پر مشتمل دعاؤں کا سبب بھی ہے کیونکہ عقیقہ کا

گوشت مساکین اور فقراء کو کھلانے سے ان کے دل سے دعائیں نکلیں گی جو بچے کے لیے برکت و بھلائی کا

ذریعہ بنیں گی (۱۱۲)۔

۳ - باب : الْفَرْع .

۵۱۵۶ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ . عَنْ ابْنِ

الْمُسَبِّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ) .

وَالْفَرْعُ : أَوَّلُ النَّتَاجِ ، كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاعِيهِمْ . وَالْعَتِيرَةُ فِي رَجَبٍ . [۵۱۵۷]

۴ - باب : الْعَتِيرَةُ .

۵۱۵۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ الزُّهْرِيُّ : حَدَّثَنَا عَنْ سَعِيدِ

ابْنِ الْمُسَبِّبِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (لَا فَرْعَ وَلَا عَتِيرَةَ) .

قَالَ : وَالْفَرْعُ : أَوَّلُ نِتَاجٍ كَانَ يُنْتَجُ لَهُمْ ، كَانُوا يَذْبَحُونَهُ لِطَوَاعِيهِمْ . وَالْعَتِيرَةُ فِي

رَجَبٍ . [ر : ۵۱۵۶]

فرع اونٹنی کے اس پہلے بچے کا نام ہے جو زمانہ جاہلیت میں بتوں کے نام پر ذبح کیا جاتا تھا (۱۱۳)۔

اور عتیرہ اس ذبیحہ کو کہا جاتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں ماہِ رجب کے پہلے عشرہ میں لوگ کرتے تھے،

(۱۱۲) حجة الله البالغة: ۲/۳۱۲۔

(۵۱۵۶) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی باب العتيرة (رقم الحدیث: ۵۱۵۷) وأخرجه مسلم فی کتاب

الأضاحی باب الفرع والعتيرة (رقم الحدیث: ۱۹۷۶) وأخرجه الترمذی فی کتاب الأضاحی باب الفرع

والعتيرة (رقم الحدیث: ۱۵۱۳)

(۱۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۸۸۔

اس کو ”رجبہ“ بھی کہتے ہیں (۱۱۴)۔

احادیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرغ اور عتیرہ کی نفی فرمائی ہے۔

غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا بالاتفاق حرام ہے، البتہ عتیرہ اور فرغ اللہ کے نام اب کیا جاسکتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے استحباب منقول ہے، حضرت ابن سیرین رجب میں عتیرہ ذبح کرتے تھے،

امام طحاوی نے ”مشکل الآثار“ میں حضرت ابن عمر سے بھی عتیرہ کا ثبوت نقل کیا ہے (۱۱۵)۔

کئی احادیث سے فرغ اور عتیرہ کا جواز معلوم ہوتا ہے، ان میں سے چند یہ ہیں:

① امام نسائی رحمہ اللہ نے حارث بن عمرو سے روایت نقل فرمائی ہے کہ ایک آدمی نے عتیرہ اور

فرغ کے متعلق آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ”من شاء عتیر، ومن شاء لم یعتیر، ومن شاء

فرغ، ومن شاء لم یفرغ“ (۱۱۶)۔

② امام نسائی نے ایک روایت نقل فرمائی ہے، ابوذر بن لقیط بن عامر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم سے دریافت کیا ”یا رسول اللہ إنا کنا نذبح الذبائح فی الجاهلیة فی رجب، فناکل، ونطعم

من جاءنا، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا بأس به“ (۱۱۷)۔

③ طبرانی نے مجتم اوسط میں حضرت ابن عمر کی روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ سے عتیرہ کے

بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”ہی حق“ (۱۱۸)۔

④ مجتم اوسط میں یزید بن عبد اللہ مزنی سے روایت ہے ”ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم قال فی الإبل فرغ، وفی الغنم فرغ“ (۱۱۹)۔

(۱۱۴) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

(۱۱۵) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔

(۱۱۶) سنن النسائی، کتاب الفرغ والعتیرة، باب لافرع ولاعتیرة، (رقم الحدیث: ۴۵۵۲) ۴/۷۹۔

(۱۱۷) سنن النسائی، کتاب الفرغ والعتیرة، باب تفسیر الفرغ، (رقم الحدیث: ۴۵۵۷) ۳/۸۱۔

(۱۱۸) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۷۳۶۔

(۱۱۹) عمدة القاری: ۸۹/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۷۳۶۔

⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت مخنف بن سلیم کی حدیث نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرفات میں کہتے ہوئے سنا ”یا ایہا الناس علی کل اهل بیت فی کل عام اضحیة وعتیرة“ (۱۲۰)۔

⑥ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نیشہ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے آواز دے کر کہا ”یا رسول اللہ، انا کنا نعتر عتیرة فی الجاہلیة، فی رجب، فما تأمرنا؟ قال: اذ بحو اللہ فی ای شہر کان، قال: انا کنا نفرع فرعا فی الجاہلیة، فما تأمرنا؟ فقال: فی کل سائمة فرع“ قال أبو قلابة: السائمة مائة (۱۲۱)۔

یہ تمام احادیث فرع اور عتیرہ کی اباحت پر دلالت کرتی ہیں اور امام شافعی کے لیے مستدل ہیں۔ لیکن جمہور علماء فرع اور عتیرہ کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ قاضی عیاض اور علامہ حازمی نے فرمایا کہ نبی کی احادیث، اباحت کی احادیث کے لیے ناخ ہیں (۱۲۲)، ابن المنذر فرماتے ہیں:

”ومعلوم أن النهی لایکون إلا عن شئی قد کان یفعل، ولانعلم أن أحدا من أهل العلم یقول: إن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان نہا ہم عنہما ای عن الفرع والعتیرة، ثم أذن فیہما“ (۱۲۳)۔

(۱۲۰) سنن الترمذی، کتاب الأضحی، (رقم الحدیث: ۱۵۱۸) ۳/۹۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۸۹۔ وفتح الباری: ۷۳۶/۹۔

(۱۲۱) سنن أبی داؤد کتاب الأضحی، باب فی العتیرة، (رقم الحدیث: ۲۸۳۰) ۳/۱۰۳۔

(۱۲۲) عمدۃ القاری: ۲۱/۸۹۔

(۱۲۳) عمدۃ القاری: ۲۱/۸۹۔

٧٥ - كتاب الذبائح والصيد

کتاب الذبائح والصيد (الأحاديث: ۵۱۵۸-۵۲۲۴)

کتاب الذبائح والصيد میں اڑتیس ابواب اور ترانوے (۹۳) احادیث ہیں، ان میں سے اکیس احادیث معلق اور بقیہ موصول ہیں، ۷۹ احادیث مکرر ہیں اور چودہ احادیث کی پہلی بار اس میں تخریج کی گئی ہے، نو حدیثیں متنق علیہ ہیں، کتاب الذبائح میں صحابہ اور تابعین وغیرہ کے چوالیس آثار ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷۵ - کتاب الذبائح والصيد

ذبائح ذبیحة کی جمع ہے، ذبیحة مذبوحة کے معنی میں ہے، وہ جانور جس کو ذبح کیا جائے (۱)۔
 صید باب ضرب کا مصدر ہے اور اسم مفعول صید کے معنی میں ہے، وہ جانور جس کا شکار کیا جائے (۲)۔

۱ - باب : التسمية على الصيد .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : « يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُبْلِغَنَّكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ أَيْدِيكُمْ وَرِمَاحُكُمْ »
 الآیة / المائدة : ۹۴ .

وَقَوْلِهِ جَلَّ ذِكْرُهُ : « أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ » / المائدة : ۱ . وَقَوْلِ
 اللَّهِ تَعَالَى : « حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ - إِلَى قَوْلِهِ - فَلَا تَحْسَبُوهُمْ وَأَحْسُونِ » / المائدة : ۳ .
 وَقَالَ أَبُو عَبَّاسٍ : « الْعُقُودُ » / المائدة : ۱ : « الْعُهُودُ . مَا أُحِلَّ وَحُرِّمَ . « إِلَّا مَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ » :
 « يَحْرِمَنَّكُمْ » / المائدة : ۲ : « يَحْمَلَنَّكُمْ . « شَنَانٌ » / المائدة : ۲ : « عَدَاوَةٌ . « الْمُنْحَنَفَةُ » :
 « تُحْنَقُ فَتَمُوتُ . « الْمَوْقُودَةُ » : تُضْرَبُ بِالْخَشَبِ يَقْدُهَا فَتَمُوتُ . « وَالْمَرْدِيَّةُ » : تَتَرَدَّى مِنَ الْجَبَلِ .
 « وَالنَّطِيحَةُ » تُنطَحُ الشَّاةُ . فَمَا أَدْرَكَتْهُ يَتَحَرَّكُ بِذَنبِهِ أَوْ بِعَيْنِهِ فَأَذْبَحُ وَكُلُّ .

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے شکار پر تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنے کا وجوب بیان کیا ہے۔

بعض نسخوں میں یہاں ”باب“ نہیں ہے، ابتدا میں قرآنی آیات امام نے معمول کے مطابق ذکر

فرمائی ہیں، ابتدائی تین آیات سورۃ مائدہ میں ہیں، پہلی آیت ہے:

(۱) عمدة القاری: ۲۱/۹۰۔

(۲) إرشاد الساری: ۱۴/۲۲۸۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَلُونَكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ أَيْدِيكُمْ

وَرَمَاحِكُمْ لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بِعَدْوِكَ فَلَهُ عَذَابٌ

الْيَمِّ ﴿١﴾-

(١) (ليلونكم) ليختبرن التزامكم لأمر الله تعالى ونبيه (بشيء من الصيد) بإرسال بعض الحيوانات البرية التي يحل صيدها وأكلها (تناله رماحكم وأيديكم) والمعنى : يبعثه عليكم بحيث يصح في مشاغل أيديكم . ولا يكلفكم كبير مشقة للحصول عليه . بل يستطيع أحدكم أن يمسكه بيده . أو يجرحه برمح أو رمح في يده . (الآية) وتمتها : «لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ فَمَنْ اعْتَدَىٰ بِعَدْوِكَ فَلَهُ عَذَابٌ الْيَمِّ .» ليشير من يراف الله في السر والعلن . ومن تنهار عزيمته أمام عرض الدنيا وشهوة النفس ويتجاوز حدود شرع الله تعالى . فيقع في سخطه وأليم عقابه (بهيمة الأنعام) هي الإبل والبقر والغنم وما يشابهها من الحيوانات الوحشية . (إلا ما يتلى عليكم) إلا ما سذكركم تحريمه . ونعمة الآية : «غَيْرَ مُجَلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حَرَمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ» أي أحلنا لكم الأنعام في حال امتناعكم من صيد الحيوان الحري وأنتم محرمون . فلا يجوز للمحرم أن يقتل صيداً في حال إحرامه مطلقاً . (الميتة) هي كل حيوان ذهبت حياته بدون ذبح شرعي . (إلى قوله) وتمتها : «وَالدَّمَّ وَلَحْمَ الْخَيْزِيرِ وَمَا أَهْلٌ يَغْيِرُ اللَّهُ بِهِ وَالْمُنْخِفَةَ وَالْمَوْقُودَةَ وَالْمُتْرَدِيَةَ وَالنَّطِيحَةَ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النَّصَبِ وَأَنْ تَسْتَقِيمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَلِكَ فَسَقَ الْيَوْمَ يَسُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا عَشْوَهُمْ وَآخِشُونَ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُمْ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَنْتُمْ عَلَيْكُمْ يَغْنِي وَرَضِيَتْ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَحَدِّثٍ لِأَنَّهُ قَالَ اللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ .» (أهل لغير الله) ذكر عند ذبحه اسم غير الله تعالى . من الإهلال وهو رفع الصوت . (وما أكل السبع) ما أكل منه حيوان مفترس له ناب يعدو به على الناس أو الدواب . (إلا ما ذكيتم) إلا ما أدركنموه . مما سبق ذكره . وفيه حياة مستقرة فذبحتموه ذبحاً شرعياً (النصب) حجارة منصوبة حول الكعبة . يذبحون عليها تعظيماً لها وتقرباً لأصنامهم . وقيل : هي الأصنام . والمراد : ما ذبح من أجلها

(تستقيموا) تطلبوا معرفة ما قسم لكم . (بالأزلام) جمع زلم . وهي قطع خشية كتب على بعضها أفعال . وبعضها لا تفعل وبعضها مهمل . يضربون بها إذا أرادوا القيام بعمل ما . (فسق) خروج عن طاعة الله عز وجل . (يشس) يشسوا من الطعن به أو أن يرجعوكم عنه . (آخشوهم) تخافوهم . (أكملت) بيان ما تحتاجون إليه من الأحكام . (وأتممت) باكمال الدين والشرعة . (مخمصة) جماعة (منحاضة لاثم) مائل إلى المخالفة وفعل ما هو محرم . (يقدها) يشخها ضرباً بعضاً أو يحجر . (تردى) تسقط من علو

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہیں آزمائے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ (ظاہر طور پر بھی) معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے، پس جو شخص اس کے بعد حد سے تجاوز کرے گا، اس کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنا ممنوع ہے، محرم کے آس پاس شکار کے جانور پھریں گے، اس کے ہاتھ اور نیزے دونوں کی زد میں شکار ہوگا، اب یہ ایک امتحان اور آزمائش کی گھڑی ہوگی جو اس آزمائش میں کامیاب ہوا، وہ تو کامیاب رہا لیکن جس نے شریعت کے حکم کی خلاف ورزی کی، اس کے لیے آخرت میں المناک عذاب ہے۔

دوسری آیت بھی سورۃ مائدہ کی ہے:

﴿احلت لکم بہیمۃ الانعام الا ما یتلی علیکم غیر محلی

الصيد وانتم حرم ان اللہ یحکم ما یرید﴾۔

”تمہارے لیے چوپائے مویشی حلال کیے گئے ہیں سوائے ان کے جو تم کو (آگے آیت میں) بتلا دیئے جائیں گے (کہ ان کا استعمال حلال نہیں) لیکن احرام کی حالت میں تم شکار کو حلال مت سمجھنا، اللہ تعالیٰ جو چاہیں حکم کریں۔“

تیسری آیت بھی سورۃ مائدہ کی ہے:

﴿حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغير اللہ بہ

والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذکیتم وما

ذبح علی النصب و ان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق الیوم یئس الذین

کفروا من دینکم فلا تخشوہم و اخشون﴾۔

”تم پر حرام کیے گئے ہیں مردار جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور جو جانور

غیر اللہ کے لیے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو جانور گلا گھٹنے سے مر جائے، جو کسی ضرب سے

مر جائے اور جو اونچائی سے گر کر مر جائے اور جو کسی کی ٹکڑ (سینگ مارنے) سے مر جائے اور جسے درندے نے کھایا ہو مگر (ان قسموں میں سے) جس کو تم نے (مرنے سے پہلے) ذبح کر لیا ہو (تو وہ حلال ہے) اور جو جانور غیر اللہ کی پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی حرام ہے کہ تم گوشت کو تیروں کے ذریعہ تقسیم کرو، یہ گناہ کا کام ہے کفار آج تمہارے دین کے (مغلوب ہونے) سے ناامید ہو گئے ہیں، سو تم کفار سے مت ڈرو، مجھ سے ڈرو۔“

مذکور تینوں آیتوں کی مناسبت کتاب اور باب سے واضح ہے۔

وقال ابن عباس: العقود: العهود ما أحل و حرم۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آیت کریمہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾ میں عقود سے وہ عہد مراد ہیں جو حلال اور حرام کے متعلق کیے جائیں اور ﴿إِلَّا مَا بَتَلَىٰ عَلَيْكُمْ﴾ سے خنزیر وغیرہ مراد ہیں جن کا ذکر دوسری آیت میں کر دیا گیا ہے۔

يجرمنكم: يحملنكم، شأن: عداوة

آیت کریمہ میں ہے ﴿وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنَ قَوْمٍ اٰن صَدُوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ اس میں ”يجرمنكم“، ”يحملنكم“ کے معنی میں ہے اور شأن عداوت کے معنی میں ہے یعنی کسی قوم کی عداوت تم کو مسجد حرام سے روکنے پر آمادہ نہ کر دے۔

المنخنقة.....

منخنقة سے وہ جانور مراد ہے جسے گلا گھونٹ کر مارا جائے، موقودہ وہ ہے جس کو لاشی سے مارا جائے (چنانچہ عرب بولتے ہیں) یوقدھا فتموت اور متردیه وہ ہے جو پہاڑ سے گر کر مر جائے، نطیحة وہ ہے جسے بکری اپنے سینگوں سے مارے۔

اگر تو اس کو دم ہلاتا ہو یا آنکھ پھڑکاتا ہو پائے (کہ زندگی کی رمتق اس میں موجود ہے) تو اسے ذبح

کر کے کھالے۔

۵۱۵۸ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا زَكَرِيَاءُ . عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ صَيْدِ الْمِعْرَاضِ . قَالَ : (مَا أَصَابَ بِحَدِّهِ . فَكَلَّهُ . وَمَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَهُوَ وَقِيدٌ) . وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْكَلْبِ . فَقَالَ : (مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ فَكُلْ . فَإِنَّ أَخَذَ الْكَلْبُ ذِكَاةً . وَإِنْ وَجَدْتَ مَعَ كَلْبِكَ أَوْ كِلَابِكَ كَلْبًا غَيْرَهُ ، فَخَشِيتَ أَنْ يَكُونَ أَخَذَهُ مَعَهُ . وَقَدْ قَتَلَهُ فَلَا تَأْكُلْ . فَإِنَّمَا ذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ عَلَى كَلْبِكَ وَمَنْ تَذَكَّرَهُ عَلَى غَيْرِهِ) . [ر : ۱۱۷۳]

حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معراض سے شکار کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس کی دھار سے زخمی ہو جائے تو اس کو کھالے اور اگر اس کی چوڑائی سے زخمی ہو تو وہ موقودہ کے حکم میں ہے..... اور میں نے آپ سے کتے کے شکار کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شکار آپ کے لیے روکے رکھے (اور خود اسے نہ کھائے) تو آپ اسے کھائیں اس لیے کہ کتے کا شکار کو اس طرح پکڑنا ذبح کرنا ہے اور اگر آپ اپنے کتے یا کتوں کے ساتھ کوئی دوسرا کتا پائیں اور آپ کو اندیشہ ہو کہ اس نے بھی اس کے ساتھ شکار پکڑ کر مارا ہے تو تم اس کو نہ کھاؤ، اس لیے کہ تم نے اپنے کتے پر بسم اللہ پڑھی ہے، دوسرے کتے پر تو نہیں پڑھی ہے۔

مِعْرَاض

معراض بروزن محراب ایک تیر کا نام ہے، جس کی تشریح اور تفسیر میں اہل لغت کے مختلف اقوال ہیں:

① امام خلیل نحوی اور اہل لغت کی ایک جماعت نے فرمایا سہم لاریش لہ ولانصل یعنی ایسا تیر جس کے پر ہوتے ہیں نہ پیکان بے پر کا تیر۔

② ابن درید اور ابن سیدہ نے فرمایا: سہم طویل لہ أربع قذرقاق، فإذا رمی بہ اعترض۔

لہا تیر جس کے چار بادیک پر ہوتے ہیں، جب اسے پھینکا جاتا ہے تو وہ پر کھل جاتے ہیں۔

③ علامہ خطابی نے فرمایا: المعراض نصل عریض لہ ثقل ووزانۃ یعنی معراض چوڑا اور

بھاری تیر ہوتا ہے۔

④ بعضوں نے کہا یہ ایک لکڑی ہوتی ہے جو دونوں طرف سے باریک اور درمیان سے موٹی ہوتی

ہے۔

۵ بعضوں نے کہا کہ ایک بھاری لکڑی ہوتی ہے جس کا سر ادھار والا ہوتا ہے، امام نووی نے اسی قول کو قوی قرار دیا (۷) مشہور پہلا قول ہے (۸)۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شکار کو اس کی دھار کی طرف لگی ہو تو وہ شکار جائز ہے لیکن اگر یہ تیر شکار کو چوڑائی میں لگا ہو تو پھر اس شکار کا کھانا جائز نہیں، وہ موقوذة کے حکم میں ہے، جیسا کہ حدیث میں اس کی تصریح کر دی گئی ہے، وما أصاب بعرضه فهو وقيد..... وقيد بمعنى موقوذة ہے۔

کتے کے شکار کے جواز کی شرطیں

- وسألته عن صيد الكلب، فقال: ما أمسك عليك، فكل
 كلب كاطلاق كته پر بھی ہوتا ہے اور دوسرے درندوں پر بھی لغتاً اس کا اطلاق ہوتا ہے (۹)۔
 كلب اور دوسرے درندے اگر شکار کریں تو وہ شکار کھانا تین شرطوں کے ساتھ جائز ہیں:
- ۱ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ معلّم اور تربیت یافتہ ہو۔
 - ۲ دوسری شرط یہ ہے کہ شکار پر اسے بھیجتے ہوئے تسمیہ پڑھا ہو۔
 - ۳ تیسری شرط یہ ہے کہ اس شکار سے کتے نے کھایا نہ ہو (۱۰)۔

(۷) مذکورہ اقوال و تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/۳۹، وعمدة القاری: ۲۱/۹۲۔

(۸) لسان العرب: ۹/۴۲، وتاج العروس: ۵/۵۰۔

(۹) تکملة فتح الملهم: ۳/۴۸۲۔

(۱۰) یہ تینوں شرطیں حدیث باب اور قرآن کی آیت سے ماخوذ ہیں، جیسا کہ آگے آ رہا ہے، علامہ شامی نے پندرہ شرطیں ذکر کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: (قوله بحمسة عشر شرطاً) حمسة في الصائت: وهو أن يكون من أهل الذكاة، وأن يوجد منه الإرسال، وأن لا يشاركه في الإرسال من لا يحل صيده، وأن لا يترك التسمية عامداً، وأن لا يشترك بين الإرسال، والأخذ بعمل آخر..... وحمسة في الكلب: أن يكون معلماً، وأن يذهب على سنن الإرسال، وأن لا يشاركه في الأخذ ما لا يحل صيده، وأن يقتله جرحاً، وأن لا يأكل منه..... وحمسة في الصيد: أن لا يكون من الحشرات، وأن لا يكون من بنات الماء إلا السمك، وأن يمنع نفسه بجناحه أو قوائمه، وأن لا يكون متقوياً بناه أو مخلبه، وأن يموت بهذا قبل أن يصل إلى ذبحه (رد المحتار: ۵/۳۲۸)

کلب معلّم کب ہوگا

شکار کے جواز کے لیے کلب کا معلّم اور سدھایا ہوا ہونا ضروری ہے البتہ وہ معلّم کب کہلائے گا، اس میں اختلاف ہے۔

امام احمد اور حضرات صاحبین کے نزدیک کلب کے معلّم ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اسے تین بار شکار کے لیے چھوڑا جائے اور تینوں بار وہ شکار پکڑ کر مالک کے پاس لائے اور خود اس سے نہ کھائے، ایسا کلب معلّم کہلائے گا، امام ابو حنیفہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے البتہ اس روایت میں تیسری بار کا شکار کھانا امام صاحب کے نزدیک جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک جائز نہیں۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں اس طرح کی کوئی تحدید نہیں ہے، یہ مبتلی بہ کی رائے پر موقوف ہے، جب صائد کو ظن غالب ہو جائے کہ کتا معلّم بن گیا ہے تو اس کے ظن غالب کے مطابق فیصلہ کر دیا جائے گا۔

حضرات شوافع اس میں عرف کا اعتبار کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عرف میں جو کلب معلّم سمجھا جائے گا، شرعاً وہ معلّم کہلائے گا اور اس کا شکار کھانا درست ہوگا (۱۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ تعلیم کلب میں ترک اکل کا اعتبار نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ کتابلانے سے آئے اور بھگانے سے بھاگ جائے، یہی اس کے معلّم ہونے کے لیے کافی ہے، وہ حضرت ابو ثعلبہ نخعی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”إذا أرسلت كلبك وذكر اسم الله عليه، فكل وإن أكل“ (۱۲)۔

جمہور کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ”وإن أكل“ کا اضافہ داؤد بن عمر کا تفرد ہے اور داؤد کو ائمہ جرح و تعدیل نے ضعیف قرار دیا ہے (۱۳)۔

(۱۱) مذکورہ مذاہب کے لیے دیکھیے، مغنی لابن قدامة: ۵۴۳/۸، وهدایة، کتاب الصيد والذبائح: ۵۰۳/۴، والمجموع شرح المہذب: ۱۰۷/۹۔

(۱۲) سنن أبی داؤد، کتاب الصيد، باب فی الصيد (رقم الحدیث: ۲۸۵۲) ۱۰۹/۳۔

(۱۳) دیکھیے إعلیاء السنن: ۳۶/۱۸۔

نیز یہ اضافہ، حضرت عدی بن حاتم کی حدیث باب سے متعارض بھی ہے کیونکہ اس کے بعض طرق میں تصریح ہے ”فإن أكل، فلا تأكل، فإني أخاف أن يكون إنما أمسك على نفسه۔“ اور ثقہ کے مقابلہ میں ضعیف راوی کا اضافہ قبول نہیں کیا جاتا ہے (۱۴)۔

پھر امام ابو حنیفہ، امام احمد کے نزدیک ترک اکل کی یہ قید کتے اور دوسرے شکاری درندوں کے متعلق ہے لیکن باز اور شاہین وغیرہ میں یہ شرط نہیں ہے، اس کے معلم ہونے کے لیے صرف یہ شرط ہے کہ وہ بلانے سے آجائے (۱۵)۔

امام شافعی رحمہ اللہ اس میں بھی ”ترك اكل“ کی قید لگاتے ہیں اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے مجالد کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ما علمت من كلب أوباز، ثم أرسلته، وذكر اسم الله، فكل مما أمسك عليك، قلت: وإن قتل؟ قال: إذا قتله، ولم يأكل منه شيئاً، فإنما أمسك عليك“ (۱۶)۔

حضرات حنفیہ اور حنابلہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں ”باز“ کا ذکر مجالد کا تفرّد ہے، مجالد ضعیف راوی ہیں، انھوں نے حفاظ کی مخالفت کی ہے (۱۷)، یہ حضرات اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جو امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں سند صحیح متصل کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے: ”إذا أرسلته، فقتل، فكل، فإن الكلب إذا ضربته لم يعد، وإن تعلم الطير أن يرجع إلى صاحبه، وليس يضرب، إذا أكل من الصيد، وبتف من الريش، فكل“ (۱۸)۔

(۱۴) تکملة فتح الملهم: ۳/۳۸۲۔

(۱۵) تکملة فتح الملهم: ۳/۳۸۲۔

(۱۶) سنن أبي داود، كتاب الصيد والذبائح، باب في الصيد: ۳/۱۰۹۔ (رقم الحديث: ۲۸۵۱)

(۱۷) تکملة فتح الملهم: ۳/۳۸۳۔

(۱۸) كتاب الآثار، باب صيد الكلب: ۱۳۹۔ كتاب الآثار کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: ”وما أمسك عليك كلبك إن كان عالماً، فكل، فإن أكل فلا تأكل منه، فإنما أمسك على نفسه، وأما الصقر والبازي، فكل وإن أكل، فإن تعليمه إذا دعوته أن يحيئك ولا يستطيع ضربه حتى يدع الأكل۔“

ذبیحہ اور شکار کے وقت بسم اللہ پڑھنے کا حکم

ذبیحہ اور شکار کے وقت بسم اللہ پڑھنے کے حکم میں اختلاف ہے:

- ① حضرات حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک عمداً بسم اللہ چھوڑ دینے سے ذبیحہ اور شکار حلال نہیں ہوگا، البتہ اگر نسیاناً تسمیہ ترک ہو گیا تو ذبیحہ اور شکار حلال ہوگا، ان کے نزدیک صحت ذبیحہ اور شکار کے لیے تسمیہ شرط ہے لیکن قصد و عمدہ کی حالت میں، نسیان کی حالت میں نہیں (۱۹)۔
 - ② امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ذبیحہ میں یہی مسلک ہے البتہ شکار میں ان کے نزدیک تسمیہ عمدہ اور نسیان دونوں حالتوں میں شرط ہے اور ایک روایت میں وہ شکار میں بھی فرق کرتے ہیں چنانچہ ارسال سہم (تیر مارنے میں) میں تو نسیان کو جائز قرار دیتے ہیں، ارسال کلب میں نہیں (۲۰)۔
 - ③ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تسمیہ علی الذبیحہ اور تسمیہ علی الصيد مسنون ہے، واجب نہیں، لہذا ترک تسمیہ چاہے عمدہ ہو یا نسیاناً، ذبیحہ اور شکار حرام نہیں ہوگا (۲۱)۔
- لیکن ان کے مسلک میں اتنی تفصیل بھی ہے کہ ذبیحہ کے وقت عمداً بسم اللہ ترک کرنے والے نے تہاون کی وجہ سے اور معمولی سمجھ کر بسم اللہ ترک نہ کی ہو، اتفاقاً ایک آدھ دفعہ تسمیہ ترک کر دیا ہو، تاہم اگر اس نے بسم اللہ کو غیر اہم سمجھ کر چھوڑا، یا ترک تسمیہ کا معمول بنا دیا تو ایسی صورت میں ان کے نزدیک بھی ذبیحہ حلال نہیں ہوگا (۲۲)۔

دلائل جمہور

- ① جمہور کا پہلا استدلال قرآن کریم کی آیت ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾ سے ہے۔ اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت میں ہے ﴿وَإِذْ كُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ﴾۔

(۱۹) المغنی لابن قدامة: ۸/ ۵۶۵۔

(۲۰) المغنی لابن قدامة: ۸/ ۵۶۵۔

(۲۱) شرح مسلم للنووی: ۲/ ۱۳۵، وقلیوبی وعمیرة: ۳/ ۲۳۵۔

(۲۲) کتاب الأم، باب ذبائح اهل الكتاب: ۲/ ۱۳۱۔

② آگے حضرت ابو ثعلبہ نخعی رضی اللہ عنہ کی روایت آرہی ہے، اس میں ہے ”وما صدت بقوسک فذکرت اسم اللہ فکل، وما صدت بکلبک المعلم فذکرت اسم اللہ فکل“۔

③ رافع بن خدیجؓ کی روایت بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے ”ما انهر الدم، و ذکر اسم اللہ علیہ، فکل، لیس السن والظفر“۔

البتہ نسیان کی حالت میں ترک تسمیہ سے مندرجہ ذیل احادیث کی وجہ سے ذبیحہ حرام نہیں ہوگا:

① بیہقیؒ اور دارقطنیؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت نقل کی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا

”المسلم یکفیه اسمہ، فإن نسی أن یسمی حین یذبح، فلیسم، ولیدکر اسم اللہ علیہ، ثم لیأکل“ (۲۳)۔

② دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ”الرجل منا یذبح وینسی أن یسمی اللہ؟ قال: اسم اللہ فی فم کل مسلم“ (۲۴)۔

③ عبد بن حمید نے راشد بن سعد سے مرسل روایت نقل کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”ذبیحۃ المسلم حلال، سمی أولم یسم، مالم یتعمد، والصيد كذلك“ (۲۵)۔

امام شافعیؒ کا استدلال

امام شافعی رحمہ اللہ قرآن کریم کی آیت ﴿إِذَا مَاذَكَيْتُمْ﴾ سے استدلال کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس میں تذکیہ کا ذکر ہے اور اس کے لیے تسمیہ کی شرط نہیں لگائی گئی ہے، تذکیہ لغت میں فتح و شق کو

(۲۳) إعلاء السنن: ۶۷/۱۷، وأخرجه الحاكم في المستدرک: ۲۳۳/۴، موقوفا علی ابن عباس، نیز دیکھیے نصب الراية للزيلعي: ۲۶۱/۲۔

(۲۴) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۲۹۵/۴۔

(۲۵) الدر المنثور: ۳۲/۳۔

کہتے ہیں (۲۶)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہاں تذکیہ سے شرعی تذکیہ مراد ہے، جس میں تسمیہ شرط ہے، لغوی تذکیہ مراد نہیں، اگر کسی شکار کو درندہ مار دے اور کوئی مرنے کے بعد اسے ذبح کر دے تو وہ بالاتفاق حلال نہیں، حالانکہ وہاں لغوی تذکیہ پایا جاتا ہے۔ لیکن چونکہ شرعی تذکیہ نہیں پایا جاتا، اس لیے وہ میتہ کے حکم میں ہے، حلال نہیں، معلوم ہوا ”إلما ذکیتم“ میں تذکیہ سے شرعی تذکیہ مراد ہے (۲۷)۔

امام شافعی رحمہ اللہ حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں، جس میں ہے:

”إن قوما قالوا للنبي صلى الله عليه وسلم : إن قوما يأتوننا بلحم

لاندرى أذكر اسم الله عليه أم لا؟ فقال: سموا عليه أنتم وكلوه، قالت:

وكانوا حديثي عهد بالكفر“ (۲۸)۔

”یعنی ہمارے پاس کچھ نو مسلم گوشت لاتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ

انہوں نے ذبیحہ کے وقت بسم اللہ پڑھی ہے یا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”تم بسم اللہ

پڑھو اور کھاؤ“۔

لیکن یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ کا مستدل ہونے میں صریح نہیں، کیونکہ اس میں یہ کہا گیا ہے

کہ تم بسم اللہ پڑھو اور کھاؤ، مقصد یہ ہے کہ جب مسلمان گوشت لایا ہے تو اس کے بارے میں خواہ مخواہ

بدگمانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے، حسن ظن سے کام لینا چاہیے، جب تک صراحتاً ترک تسمیہ عمداً معلوم نہ

ہو جائے، بدگمانی نہیں کرنی چاہیے۔

لہذا اس حدیث سے ترک تسمیہ عمداً میں ذبیحہ کی حلت پر استدلال کرنا درست نہیں (۲۹)۔

(۲۶) شرح مسلم للنووی: ۱۳۵/۲۔

(۲۷) إعلاء السنن: ۵۷/۱۷۔

(۲۸) یہ روایت آگے بخاری میں آرہی ہے۔

(۲۹) مرقات شرح مشکاة، کتاب الصيد والذبائح: ۸/۱۱۱، وتكملة فتح الملهم: ۳/۳۸۵۔

۲ - باب : صَيْدِ الْمِعْرَاضِ .

وَقَالَ ابْنُ عَسْرٍ فِي الْمَقْتُولَةِ بِالْبُنْدُقَةِ : تِلْكَ الْمَوْقُودَةُ .

وَكْرَهَهُ سَالِمٌ وَالْقَاسِمُ وَمُجَاهِدٌ وَإِبْرَاهِيمُ وَعَطَاءٌ وَالْحَسَنُ .

وَكْرَهُ الْحَسَنُ : رَمَى الْبُنْدُقَةَ فِي الْقُرَى وَالْأَمْصَارِ ، وَلَا يَرَى بَأْسًا فِيمَا سِوَاهُ .

۵۱۵۹ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ ، عَنْ

الشَّعْبِيِّ قَالَ : سَمِعْتُ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْمِعْرَاضِ .

فَقَالَ : (إِذَا أَصَبْتَ بَحْدَهُ فَكُلْ) . فَإِذَا أَصَابَ بِعَرْضِهِ فَقَتْلُ فَإِنَّهُ وَقِيدٌ فَلَا تَأْكُلْ) . فَقُلْتُ :

أُرْسِلُ كُلِّي ؟ قَالَ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كُلْبُكَ وَسَمَّيْتَ فَكُلْ) . قُلْتُ : فَإِنْ أَكَلْ ؟ قَالَ : (فَلَا

تَأْكُلْ) . فَإِنَّهُ لَمْ يُمْسِكْ عَلَيْكَ ، إِنَّمَا أُمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ) . قُلْتُ : أُرْسِلُ كُلِّي فَأَجِدُ مَعَهُ كُلْبًا

آخَرَ ؟ قَالَ : (لَا تَأْكُلْ) ، فَإِنَّكَ إِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كُلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى آخَرَ) . [ر : ۱۱۷۳]

معراض کی تفسیر میں مختلف اقوال کا بیان گذر چکا ہے، معراض کے شکار کا حکم بھی گذر چکا ہے کہ

اگر تیر چوڑائی میں شکار کو لگا ہو تو وہ شکار، موقودہ کے حکم میں ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں، اس کے بعد امام

بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا اثر نقل کیا ہے کہ انھوں نے بندقہ کے شکار کے متعلق فرمایا

کہ وہ موقودہ کے حکم میں ہے۔

بندقہ سے غلہ، مراد ہے، یعنی مٹی کی بنی ہوئی وہ گولی جسے غلیل کے ذریعہ پھینکتے ہیں، ہمارے

زمانے کی بندوق کی بارودی گولی مراد نہیں، اس کا حکم آگے آرہا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے اس اثر کو بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۰)۔

و كرهه سالم والقاسم ومجاهد وإبراهيم وعطاء والحسن

سالم بن عبد اللہ بن عمرؓ، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، مجاہد بن جبیر، ابراہیم نخعی، عطاء بن ابی

رباح اور حسن بصری نے بندقہ کے شکار کو مکروہ قرار دیا۔

سالم، قاسم، مجاہد اور ابراہیم نخعی کی تعلیقات کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۱)۔
عطا کی روایت کو عبدالرزاق اور حضرت حسن بصریؒ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا (۳۲)۔

و کره الحسن رمی البندقۃ فی القرى والأمصار
حضرت حسن بصریؒ بستیوں اور شہروں میں بندقہ سے شکار کو مکروہ کہتے تھے کیونکہ وہاں لوگوں کا
ہجوم رہتا ہے، کسی شخص کے زخمی ہونے کا خطرہ ہوتا ہے لیکن ان کے علاوہ صحرا میں بندقہ سے شکار میں
کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

۳ - باب : ما أصاب المعراض بعرضه .

۵۱۶۰ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ، عَنْ هَمَّامِ بْنِ
المَحَارِثِ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنْ أُرْسِلَ الْكِلَابُ
المُعَلَّمَةُ ؟ قَالَ : (كُلُّ مَا أَمْسَكَ عَلَيْكَ) . قُلْتُ : وَإِنْ قَتَلَنِي ؟ قَالَ : (وَإِنْ قَتَلَنِي) . قُلْتُ :
وَإِنَّا نُرْمِي بِالْمُعْرَاضِ ؟ قَالَ : (كُلُّ مَا خَرِقَ) . وَمَا أَصَابَ بِعَرَضِهِ فَلَا تَأْكُلْ) . [ر : ۱۷۳]

ترجمہ الباب کا مقصد

اس ترجمہ الباب اور اس سے پہلا ترجمہ الباب دونوں ایک جیسے ہیں اور بظاہر دونوں میں تکرار
معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باب اول میں صید معراض کا مصداق
بتلانا مقصود تھا کہ کون سا شکار صید معراض کہلائے گا اور اس باب سے صید معراض کا حکم بیان کرنا مقصود
ہے کہ اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں، لہذا دونوں ترجموں کا مقصد الگ الگ ہے، تکرار نہیں ہے (۳۳)۔

(۳۱) فتح الباری: ۹/۴۵۳، وعمدة القاری: ۲۱/۹۳۔

(۳۲) فتح الباری: ۹/۴۵۳، وعمدة القاری: ۲۱/۹۳۔

(۳۳) الأبواب والتراجم: ۲/۹۱۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ پہلے باب سے امام بخاری رحمہ اللہ صید المعراض کا جواز بتلا رہے تھے اور یہ دوسرا باب لا کر اس بات کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ صید معراض جائز تو ہے لیکن اس وقت جب شکار اس کی دھار کی جانب کے لگنے سے مرا ہو، اگر چوڑائی اور عرض سے شکار مرا ہو تو پھر وہ حلال نہیں جیسا کہ گذر چکا ہے۔

۴ - باب : صید القوس .

وقال الحسن وإبراهيم : إذا ضرب صيدا . فبان منه يد أو رجل . لا تأكل الذي بان وتأكل سائرہ .

وقال إبراهيم : إذا ضربت عنقه أو وسطه فكله .

وقال الأعمش . عن زید : استعصى على رجل من آل عبد الله حصاراً . فأمرهم أن يضربوه حيث يسر . دعوا ما سقط منه واكلوه .

تیر سے شکار کرنے کی شرطیں

تیر سے شکار کرنا بالاتفاق جائز ہے، البتہ اس کے حلال ہونے کے لیے ایک شرط تو یہ ہے کہ تیر پھینکتے ہوئے بسم اللہ پڑھی گئی ہو، قصد اُتسمیہ ترک نہ کیا گیا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین یا ظن غالب ہو کہ شکار تیر لگنے ہی سے مرا ہے، کسی اور چیز سے اس کی موت واقع نہیں ہوئی، اگر شک ہو جائے کہ اس کی موت کسی اور چیز سے واقع ہوئی ہے تو اس شکار کا استعمال درست نہیں ہے اور تیسری شرط یہ ہے کہ تیر پھینکنے کے بعد شکار کے غائب ہونے کی صورت میں اس کی تلاش مسلسل جاری رکھی گئی ہو (۳۴)۔

وقال الحسن وإبراهيم: إذا ضرب صيدا فبان منه يد أو رجل ، لا تأكل الذي بان

حضرت حسن بصری اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ جب شکار کو مارا اور اس کے

ہاتھ یا پاؤں (یا جسم کا کوئی اور حصہ) اس سے الگ ہو جائے (اور وہ زندہ تھا، بعد میں پھر مر گیا) تو جو حصہ الگ

ہوا ہے، اس کو کھانا جائز نہیں، باقی سارا کھا سکتے ہیں۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ موصولاً نقل کیا ہے ”إنه قال فی رجل ضرب صیدا، فأبان منه يداً أو رجلاً، وهو حي ثم مات، قال: لا تأكله، ولا تأكل ما بان منه إلا أن تضربه، فتقطعه، فيموت من ساعته، فإذا كان كذلك فليأكله“ (۳۵)۔

حضرت ابراہیم نخعی کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۶)۔

وقال إبراهيم: إذا ضربت عنقه أو وسطه فكله

حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب آپ نے شکار کو گردن یا اس کے بالکل درمیان میں تیر مارا ہو (اور وہ مر گیا ہو) تو اسے کھائیں۔ وَسَطُ السِّنِّ کے فتح کے ساتھ بالکل درمیان (مرکز دائرہ) کو کہتے ہیں (۳۷)۔

وقال الأعمش عن زيد استعصى على رجل من آل عبد الله حماراً، فأمرهم أن يضربوه حيث تيسر، دعوا ما سقط منه، وكلوه۔

اعمش نے زید سے نقل کیا کہ آل عبد اللہ میں سے ایک شخص سے حمار وحشی (نیل گائے، تیر لگنے کے بعد) بھاگ گیا تو عبد اللہ نے حکم دیا کہ جہاں پر موقع ہو ماریں اور جو حصہ اس کا گر جائے اس کو چھوڑ دیں اور باقی کھائیں۔

اس تعلیق میں زید سے ابن وہب اور عبد اللہ سے حضرت عبد اللہ بن مسعود مراد ہیں اور ”حمار“ سے حمار وحشی یعنی نیل گائے مراد ہے: حضرت عبد اللہ بن مسعود کے خاندان کا ایک آدمی نیل گائے کا شکار نہ کر سکا تھا اس تعلیق میں اسی کا ذکر ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس آدمی کا نام مجھے معلوم نہ

(۳۵) فتح الباری: ۹/۷۵۵۔

(۳۶) فتح الباری: ۹/۷۵۵۔ عمدة القاری: ۲۱/۹۵۔

(۳۷) قال العيني: وسط: بفتح السين المهملة: لأنه اسم لمعنى ما بين طرفي الشئ، كمرکز الدائرة، وبالسكون

اسم مبهم لداخل الدائرة (عمدة القاری: ۲۱/۹۵)

ہوسکا (۳۸)۔

اس تعلق کو ابن ابی شیبہ نے موصولا نقل کیا ہے (۳۹)۔

استعصی کے معنی بے قابو ہونے کے ہیں، استعصی علیہ حمار یعنی حمار وحشی تیر لگنے کے بعد اس آدمی سے بے قابو ہو گیا، اس کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

امام ابو حنیفہ اور سفیان ثوری کے نزدیک اگر شکار کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں برابر ہیں تو دونوں کا استعمال درست ہے، اگر ایک ثلث الگ ہو گیا ہے اور وہ سر کی جانب سے ہے تو بھی سب کا استعمال جائز ہے لیکن اگر ایک ثلث سر کی جانب سے نہیں بلکہ دم کی جانب سے الگ ہوا ہے تو پھر اس جدا ہونے والا ثلث کا استعمال جائز نہیں (۴۰)۔

۵۱۶۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ : حَدَّثَنَا حَيْوَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي رِبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيُّ .
 عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ . عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ الْحُسَيْنِيِّ قَالَ : قُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ . إِنَّا بَارِضٌ قَوْمُ أَهْلِ الْكِتَابِ .
 أَفَلَا كُلُّ فِي آيَتِهِمْ ؟ وَبَارِضٌ صَيْدٌ . أَصَيْدٌ بِقَوْسِي . وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمُعَلَّمٍ وَبِكَلْبِي الْمُعَلَّمِ .
 فَمَا يَصْلُحُ لِي ؟ قَالَ : (أَمَّا مَا ذَكَرْتَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ : فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَهَا فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا .
 وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَأَغْسِلُوهَا وَكُلُوا فِيهَا . وَمَا صَدَّتْ بِقَوْسِكَ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَكُلْ . وَمَا صَدَّتْ
 بِكَلْبِكَ الْمُعَلَّمِ فَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ فَكُلْ . وَمَا صَدَّتْ بِكَلْبِكَ غَيْرَ مُعَلَّمٍ فَأَذْرِكْ ذَكَاتَهُ فَكُلْ) .

[۵۱۷۰ . ۵۱۷۷]

حضرت ابو ثعلبہ نخسینی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں اہل کتاب کی زمین میں رہتا ہوں، کیا میں ان کے برتنوں میں کھا سکتا ہوں؟ اور شکار کی زمین میں رہتا ہوں، کمان سے اور کلب غیر معلم اور کلب معلم سے شکار کرتا ہوں تو میرے لیے کون سی صورت بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اہل کتاب کے متعلق جو تم نے ذکر کیا، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر تم ان کے علاوہ کوئی برتن پاؤ تو ان کے برتنوں میں نہ کھاؤ اور

(۳۸) فتح الباری: ۹/۷۵۵۔

(۳۹) عمدۃ القاری: ۲۱/۹۵۔

(۴۰) عمدۃ القاری: ۲۱/۹۵۔

اگر اور برتن نہ ملے تو اسے دھولو، پھر اس میں کھاؤ اور اپنی کمان سے جو تم نے شکار کیا ہے، اگر اس پر بسم اللہ پڑھ لی ہے تو کھاؤ، سکھائے ہوئے کتے کے ذریعہ جو شکار کیا ہے، اس پر اگر تم نے بسم اللہ پڑھ لی ہے تو کھاؤ، کلب غیر معلم کے ذریعہ جو شکار تم نے کیا اور اس کے ذبح کرنے کا موقع تم نے پایا تو اس کو بھی (ذبح کرنے کے بعد) کھا سکتے ہو۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۴۱)۔

یہ روایت حضرت ابو ثعلبہ خسی رضی اللہ عنہ سے ہے، حضرت ابو ثعلبہ کے نام میں مختلف اقوال ہیں۔ جرثوم، جرہم، ناشب، غرنوق، ناشر، لاش، لاشن، ان کے والد کے نام میں بھی اختلاف ہے، عمرو، ناشب، جلیہم، حمیر (۴۲)۔

یانبی اللہ إنا بأرض قوم اهل الكتاب

اس سے شام کی سر زمین مراد ہے، عرب کے کئی قبائل شام میں رہ کر نصرانی بن گئے تھے، ان میں سے ایک قبیلہ حضرت ابو ثعلبہ کا بھی تھا (۴۳)۔

(۴۱) (۵۱۶۱) الحدیث أخرجه البخاری أيضا فی باب ماجاء فی التصید، (رقم الحدیث: ۵۱۷۰) وباب آتیة المحوس والمیثة (رقم الحدیث: ۵۱۷۷) وأخرجه مسلم فی کتاب الصيد والذبائح، باب الصيد بالکلاب المعلمة، رقم الحدیث: ۱۹۳۰، وأخرجه أبو داود فی کتاب الأطعمة، باب الأکل فی آتیة اهل الكتاب، (رقم الحدیث: ۳۸۳۹) وأخرجه الترمذی فی الصيد، باب ماجاء مایؤکل من صید الكلب ومالا یؤکل، (رقم الحدیث: ۱۳۹۱) وفي السیر، باب ماجاء فی الانتفاع بآتیة المشركین، (رقم الحدیث: ۱۶۰۵) وفي الأطعمة، باب ماجاء فی الأکل فی آتیة الكفار، (رقم الحدیث: ۱۸۵۸) وأخرجه النسائی فی الصيد، باب صید الكلب الذی لیس بمعلم (رقم الحدیث: ۴۲۶۶) وأخرجه فی الصيد، باب صید الكلب، (رقم الحدیث: ۳۲۳۶) وباب صید القوس (رقم الحدیث: ۳۲۵۰)

(۴۲) فتح الباری: ۹/۷۵۶۔

(۴۳) فتح الباری: ۹/۷۵۶۔

کفار کے برتنوں کو استعمال کرنے کا حکم

أفناكل في آنتهم،..... آنية: إناء کی جمع ہے اور أوانی آنية کی جمع ہے۔

مشرکین اور کفار کے برتنوں کے استعمال کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں نجاست کے ہونے کا یقین ہو تو ایسی صورت میں بغیر دھوئے ان کا استعمال جائز نہیں، حرام ہے، ہاں اگر دھولے گئے تو پھر ان کا استعمال جائز ہے۔

اور اگر ان میں نجاست نہیں ہے تو ایسی صورت میں بغیر دھوئے ان کا استعمال مکروہ ہے، حرام نہیں اور دھونے کے بعد ان کا استعمال بلا کراہت جائز ہے، چاہے اور برتن ملیں یا نہ ملیں، چنانچہ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ويكره الأكل والشرب في أواني المشركين قبل الغسل، ومع هذا لو أكل أو شرب فيها قبل الغسل جاز، ولا يكون أكلا ولا شارباً حراماً، وهذا إذالم يعلم بنجاسة الأواني، فأما إذا علم، فإنه لا يجوز أن يشرب ويأكل منها قبل الغسل، ولو شرب أو أكل كان شارباً و آكلاً حراماً“ (۴۴)۔

حدیث باب کے الفاظ ”فإن وجدتم غير آنتهم فلاتأكلوا فيها“ سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوسرے برتن میسر ہوں تو اہل کتاب کے برتن استعمال نہیں کرنے چاہئیں، جب کہ فقہاء نے اس کی اجازت دی ہے، بظاہر دونوں میں تعارض ہے۔

اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا ہے کہ مذکورہ سوال ان برتنوں کے متعلق تھا جن میں نجاست ہوتی تھی۔ چنانچہ ابو داؤد کی روایت میں تصریح ہے ”إنا نجاور أهل الكتاب، وهم يطبخون في قدورهم الخنزير، ويشربون في آنتهم الخمر“ (۴۵)۔ اور ظاہر ہے کہ خنزیر اور خمر دونوں نجس ہیں، ایسے

(۴۴) فتاوی عالمگیری: ۵/۳۴۷۔

(۴۵) سنن أبی داؤد، کتاب الأطعمة باب الأكل في آنية أهل الكتاب: ۳/۳۶۳ (رقم الحدیث: ۴۸۳۹)

برتنوں کا استعمال دھوئے بغیر ناجائز اور حرام ہیں اور اگر دوسرے برتن موجود ہوں تو ان کا استعمال دھونے کے باوجود مکروہ ہے۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں نہی تنزیہی ہے جو جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے لہذا فقہاء کے فتویٰ اور حدیث کے ظاہر مفہوم دونوں میں کوئی تعارض نہیں (۴۶)۔
علامہ ابن حزم اور ظاہر یہ نے حدیث کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے فرمایا کہ مشرکین اور کفار کے برتنوں کا استعمال دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ دوسرے برتن نہ ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ انہیں دھویا جائے (۴۷)۔

۵ - باب : الخذف والبندقة .

۵۱۶۲ : حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ : حَدَّثَنَا وَكَيْعٌ وَبُرَيْدُ بْنُ هَارُونَ ، وَاللَّفْظُ لِبُرَيْدٍ ، عَنْ كَهْمَسِ بْنِ الْحَسَنِ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغْفَلٍ : أَنَّهُ رَأَى رَجُلًا يُحْدِفُ ، فَقَالَ لَهُ : لَا تُحْدِفُ ، فَإِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ ، أَوْ كَانَ يَكْرَهُ الْخَذْفَ ، وَقَالَ : (إِنَّهُ لَا يُصَادُ بِهِ صَيْدٌ وَلَا يُنْكَأُ بِهِ عَدُوٌّ ، وَلَكِنَّمَا قَدْ تَكْسِرُ السِّنَّ ، وَتَفْقَأُ الْعَيْنَ) . ثُمَّ رَأَاهُ بَعْدَ ذَلِكَ يُحْدِفُ ، فَقَالَ لَهُ : أَحَدَّثَكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ أَنَّهُ نَهَى عَنِ الْخَذْفِ أَوْ كَرِهَ الْخَذْفَ ، وَأَنْتَ تُحْدِفُ ، لَا أَكَلِمَكَ كَذَا وَكَذَا . [ر : ۴۵۶۱]

خَذْف (خاء کے ساتھ) انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکنے کو کہتے ہیں، ابن المنذر نے فرمایا الخذف: رميك حصاة أو نواة تأخذ بين سبابتيك وترمي بها اور خذف (حاء مہملہ کے ساتھ) رمی بالعصا لٹھی سے کسی چیز کے مارنے اور پھینکنے کو کہتے ہیں (۴۸)۔

ابن اثیر نے فرمایا حذف رمی اور ضرب دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۴۹) اور بندوق کے

(۴۶) فتح الباری: ۹/۷۵۶۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۷۵۷۔

(۴۸) عمدة القاری: ۲۱/۹۶۔

(۴۹) عمدة القاری: ۲۱/۹۶، النهاية لابن الأثير: ۱/۳۵۶۔

متعلق علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں طینة مدورة مجففة یرمی بها عن الجلاہق (۵۰) یعنی مٹی سے بنی ہوئی وہ گول سی خشک گولی جو غلیل کے ذریعہ پھینکی جاتی ہے، اس کو اردو میں غلہ کہتے ہیں۔

غلیل سے شکار کا حکم

جُلاہق (جیم کے ضمہ اور ہاء کے کسرہ کے ساتھ) غلیل کو کہتے ہیں، غلیل سے جو شکار کیا جاتا ہے، اس کے بارے میں جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب تک اس کو ذبح نہ کیا جائے، اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ وہ موقوذہ کے حکم میں ہے (۵۱)۔

اسی طرح ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”ولاتأکل من البندقة إلا ما ذکیت“ (۵۲)۔

ابن المسیب اور ابن ابی لیلیٰ سے بندقہ یعنی غلہ کے ذریعہ شکار کا جواز منقول ہے (۵۳)۔

بندوق کی گولی سے شکار کا حکم

باقی آج کل بندوق کی گولی سے جو شکار کیا جاتا ہے، اس کے حکم کے متعلق بھی فقہاء کے اقوال میں اختلاف ہے۔

متقدمین کی کتابوں میں بندوق کی بارودی گولی کے متعلق کوئی حکم نہیں ملتا کیونکہ بارود کی گولی آٹھویں یا دسویں صدی ہجری میں عام ہوئی ہے۔

حنفیہ میں سے ابن عابدین اور ابن نجیم نے گولی کے شکار کو موقوذہ کے حکم میں قرار دے کر ناجائز کہا ہے، الا یہ کہ وہ زندہ حالت میں مل جائے اور اسے شرعی طریقے سے ذبح کر دیا جائے (۵۴)۔

(۵۰) عمدة القاری: ۲۱/۹۶۔

(۵۱) المغنی لابن قدامة: ۱۱/۳۷۔

(۵۲) المغنی لابن قدامة: ۱۱/۳۷۔

(۵۳) المغنی لابن قدامة: ۱۱/۳۷۔

(۵۴) ردالمحتار: ۶/۳۷۱۔ و تذکرة الرشید: ۱/۱۳۹۔

مالکیہ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، چنانچہ علامہ درددیر، علامہ دسوقی اور علامہ صاوی نے اس کے جواز کی تصریح کی ہے (۵۵)۔ علامہ شوکانی نے بھی اسے جائز قرار دیا ہے (۵۶)، حنفیہ میں سے علامہ سندھی نے بھی اسے جائز کہا ہے (۵۷)۔

یہ حضرات فرماتے ہیں کہ بندوق کی گولی میں خرق پایا جاتا ہے۔

یہ اختلاف بندوق کی عام بارود کی گولی میں ہے، لیکن اگر گولی محدود، دھاری دار اور نوک دار ہو جیسے بعض صورتوں میں کلاشنکوف، جی تھری اور تھری ناٹ تھری وغیرہ کی گولی یا نوک دار چہرہ والا کارتوس ہوتا ہے تو ایسی نوک دار گولی کا شکار بالاتفاق درست ہے کیونکہ اس میں خرق پایا جاتا ہے اور چھید کر پار ہونے کی صلاحیت اس میں ہوتی ہے اس لیے ایسی گولی آلات جارحہ میں شمار ہوگی۔

اس میں اصل وہی ہے کہ جو چیز خود جارح نہ ہو بلکہ زور اور پریشر سے شکار کو زخمی کر کے مار دے تو وہ موقودہ کے حکم میں ہے اور حلال نہیں، بندوق کی عام گولی اور غلیل کی گولی بھی چونکہ خود جارح نہیں، اس لیے اس کا شکار اگر قبل الذبح مر جائے تو اس کا استعمال جائز نہیں۔

حدیثی یوسف بن راشد.....

حضرت عبداللہ بن مغفل نے ایک آدمی کو انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو اس سے کہا کہ کنکریاں مت پھینکو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے یا یہ کہا کہ آپ خذف یعنی انگلیوں کے ذریعہ کنکریاں پھینکنے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہو سکتا ہے اور نہ اس سے کوئی دشمن زخمی ہو سکتا ہے، ہاں البتہ بسا اوقات کسی کا دانت توڑ دیتا ہے اور آنکھ پھوڑ دیتا ہے، حضرت عبداللہ بن مغفل نے پھر اس آدمی کو کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو کہا ”میں نے تجھ سے رسول اللہ

(۵۵) حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر للدردیر: ۲/۱۰۳، وحاشیۃ الصاوی علی الشرح الصغیر للدردیر:

۱۶۲/۲۔

(۵۶) فتح القدر: ۲/۹۔

(۵۷) التحریر المختار للعرفانی: ۳۱۵۔

صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی کہ آپ ﷺ نے اسے مکروہ سمجھا ہے لیکن اس کے باوجود تم انگلیوں سے کنکریاں پھینک رہے ہو، میں تم سے آئندہ گفتگو نہیں کروں گا۔

انہ رأی رجلا

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آدمی کا نام مجھے معلوم نہ ہو سکا (۵۸)۔

انہ لایصاد بہ صید

یعنی کنکریاں انگلیوں سے پھینک کر عموماً شکار نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس طرح کی کنکری لگنے سے کوئی شکار مر بھی جائے تو وہ موقوفہ کے حکم میں ہے اور اس کا استعمال جائز نہیں ہے (۵۹)۔

ولاینکأ بہ عدو

نکأ..... نکایۃ باب فتح سے اس کے معنی ہیں، زخمی کرنا، یعنی دشمن کو بھی میدان جنگ میں اس عمل کے ذریعہ سے زخمی نہیں کیا جاسکتا، البتہ قریب بیٹھے ہوئے اپنے ہی آدمیوں میں کسی کے دانت ٹوٹنے یا آنکھ پھوڑنے کا ذریعہ بن سکتا ہے مقصد یہ ہے کہ اس حرکت سے فائدہ تو کچھ بھی نہیں، نہ اس سے دشمن کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے اور نہ شکار کیا جاسکتا ہے، البتہ اپنے کسی آدمی کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

لاأکلمک کذا وکذا

کذا وکذا یہاں مبہم ہے، مسلم کی روایت میں ”لاأکلمک أبدا“ ہے (۶۰)۔

اس سے معلوم ہوا کہ سنت کی مخالفت کرنے والے شخص سے ترک تعلق اور ترک کلام اختیار کیا جاسکتا ہے اور یہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے ترک کلام کی جو نہی وارد ہوئی ہے اس میں داخل نہیں، کیونکہ وہ نہی اس شخص سے متعلق ہے جو کسی سے اپنے ذاتی غصہ اور نفرت کی وجہ سے ترک کلام کرے (۶۱)۔

(۵۸) فتح الباری: ۹/۵۵۸۔

(۵۹) فتح الباری: ۹/۵۵۸۔

(۶۰) فتح الباری: ۹/۵۵۹۔

(۶۱) فتح الباری: ۹/۵۵۹۔

۶ - باب : مَنْ أَقْتَى كَلْبًا لَيْسَ بِكَلْبِ صَيْدٍ أَوْ مَاشِيَةٍ .

۵۱۶۳/۵۱۶۵ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَانَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (مَنْ أَقْتَى كَلْبًا ، لَيْسَ بِكَلْبِ مَاشِيَةٍ أَوْ ضَارِيَةٍ ، نَقَصَ كُلَّ يَوْمٍ مِنْ عَمَلِهِ قِيرَاطَانِ) .
 (۵۱۶۴) : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا حَنْظَلَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ قَالَ : سَمِعْتُ سَالِمًا يَقُولُ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ يَقُولُ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : (مَنْ أَقْتَى كَلْبًا ، إِلَّا كَلْبًا ضَارِيًا لَصَيْدٍ أَوْ كَلْبَ مَاشِيَةٍ ، فَإِنَّهُ يَنْقُصُ مِنْ أَجْرِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ) .
 (۵۱۶۵) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (مَنْ أَقْتَى كَلْبًا ، إِلَّا كَلْبَ مَاشِيَةٍ ، أَوْ ضَارِيًا ، نَقَصَ مِنْ عَمَلِهِ كُلَّ يَوْمٍ قِيرَاطَانِ) .

اقتناء کے معنی پالنے کے ہیں اور ماشیۃ اسم ہے جو اونٹ، گائے اور بکری کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس کی جمع مواشی ہے، کلب ماشیہ یعنی وہ کتا جس کو جانوروں وغیرہ کی حفاظت کے لیے پالا جاتا ہے۔
 باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عمر کی روایت تین طرق سے نقل کی ہے، ان کا حاصل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کتا پالتا ہے اور وہ نہ شکار کے لیے ہے اور نہ ہی حفاظت کے لیے تو اس کے عمل میں سے ہر دن دو قیراط کا اجر کم کیا جاتا ہے، معلوم ہوا کہ اگر وہ شکار یا حفاظت کی غرض سے کتا پالتا ہے تو اس کی شریعت میں اجازت ہے۔

لیس بکلب صید ولا ضاریۃ

ضاریۃ اسم فاعل مؤنث کا صیغہ ہے، باب سمع سے ہے، ضریۃ الکلْبُ بالصید: کتے کا شکار کا عادی ہونا، ضاری: شکاری، شکار کا عادی، ضاریۃ مؤنث کے بجائے ”ضاری“ مذکر ہونا چاہیے کیونکہ یہ کلب کی صفت ہے لیکن ”ماشیۃ“ کی مناسبت سے ”ضاریۃ“ لے آئے ہیں تاکہ دونوں میں وزن کے اعتبار سے تناسب برقرار رہے، جیسے کہتے ہیں لا دریت ولا تلوت جب کہ ”تلوت“ ہونا چاہیے لیکن ”دریت“

کی مناسبت سے ”تلیت“ کہہ دیا جاتا ہے (۶۲)۔

۷ - باب : إِذَا أَكَلَ الْكَلْبُ .

وقوله تعالى : «يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ الْجَوَارِحِ مُكَلَّبِينَ / المائدة: ۴ / الصَّوَائِدُ وَالْكَوَابِسُ . «أَجْتَرَحُوا» / الجاثية: ۲۱ / : اَكْتَسَبُوا .
«تَعَلَّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ - إِلَى قَوْلِهِ - سَرِيعُ الْحِسَابِ» .
وقال ابن عباس : إن أكل الكلب فقد أفسده . إنما أمسك على نفسه ، والله يقول :
«تَعَلَّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ» . فَضَرَبُ وَتَعَلَّمُ حَتَّى تَتْرَكَ .
وكرهه ابن عمر .

وقال عطاء : إن شرب الدم ولم يأكل فكل .

۵۱۶۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُضَيْلٍ . عَنْ بِيَانٍ . عَنِ الشَّعْبِيِّ .
عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قُلْتُ : إِنَّا قَوْمٌ نَصِيدُ بِهِذِهِ الْكِلَابِ ؟
فَقَالَ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كِلَابُكَ الْمُعَلَّمَةَ ، وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ ، فَكُلْ مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَإِنْ قَتَلْنَ .
إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ ، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أَمْسَكَهُ عَلَى نَفْسِهِ ، وَإِنْ خَالَطَهَا كِلَابٌ مِنْ
غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ) . [ر : ۱۷۳]

علامہ یعنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ باب إذا أكل الكلب شرط ہے اور جواب شرط ”لا يؤكل“

محذوف ہے (۶۲☆)۔

اس کے بعد باب امام بخاری نے سورۃ مائدہ کی آیت کریمہ ذکر فرمائی ہے۔

﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِنَ

(۶۲) عمدة القارى: ۹۸/۲۱-الحديث أخرجه البخارى فيه ايضاً، رقم الحديث: (۵۱۶۳) وايضاً فيه (رقم

الحديث: ۵۱۶۵)

(۶۲☆) عمدة القارى: ۹۸/۲۱

الجوارح مکلبین تعلموهن مما علمکم اللہ فکلوا مما امسکن علیکم
 واذ کروا اسم اللہ علیہ واتقوا للہ ان اللہ سریع الحساب ﴿﴾

”لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لیے حلال کیے گئے ہیں؟
 (یعنی جتنے حلال شکار ذبح سے حلال ہو جاتے ہیں کیا کتے اور باز وغیرہ کے شکار کرنے
 سے وہ سب حلال رہتے ہیں) آپ فرمادیجیے تمہارے لیے طیبات (ستہری چیزیں)
 حلال کی گئی ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم تعلیم دو اور تم ان کو (شکار پر) چھوڑو بھی
 اور ان کو اس طریقہ سے تعلیم دو جس طرح اللہ نے تمہیں سکھایا ہے تو ایسے شکاری
 جانور جس شکار کو تمہارے لیے پکڑیں اس کو کھا لو اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو۔“
 حضرات فقہاء کرام نے شکار کے لیے مذکورہ آیت سے پانچ شرطیں مستنبط کی ہیں:

آیت کریمہ سے پانچ شرطوں کا استنباط

پہلی شرط یہ کہ وہ کتایا باز سدھایا اور سکھایا ہو، یہ شرط ”وما علمتم“ سے ماخوذ ہے۔
 دوسری شرط یہ ہے کہ آدمی نے اپنے ارادے سے شکاری کتے یا باز کو شکار پکڑنے کے لیے چھوڑا
 ہو، یہ نہ ہو کہ وہ خود بخود شکار کے پیچھے دوڑ کر اسے پکڑ لیں، یہ شرط ”مکلبین“ سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ لفظ
 تکلیب سے مشتق ہے جس کے معنی کتوں کے سکھلانے اور سدھانے کے ہیں، پھر ہر شکاری جانور (باز
 وغیرہ) کے سکھلانے اور شکار پر چھوڑنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا، چنانچہ بعض مفسرین نے اس کی
 تفسیر ار سال سے کی ہے جس کے معنی ہیں شکار پر چھوڑنا۔

تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور شکار سے خود نہ کھائے بلکہ تمہارے پاس لائے یہ شرط ”مما
 امسکن علیکم“ سے ماخوذ ہے۔

چوتھی شرط ”بسم اللہ“ پڑھنے کی ہے جس کا حکم ”واذ کروا اسم اللہ“ میں دیا گیا ہے۔

اور پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ شکاری کتہ یا شکار کو زخمی بھی کر دے، یہ شرط ”الجوارح“ سے اخذ کی

گئی ہے، یہ شرط صرف امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے (۶۳)۔

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہ حکم ان وحشی جانوروں سے متعلق ہے جو انسان کے قبضہ میں نہ ہوں، لیکن اگر کوئی وحشی جانور قبضے میں آگیا تو پھر وہ ذبح کے بغیر حلال نہیں ہوگا۔

الصوائد والکواسب

صوائد: صائدا کی جمع ہے اور کواسب کا سببہ کی جمع ہے۔ علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ”الجوارح“ کی صفت ہے (۶۴) اور حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا یہ کلاب کی صفت ہے (۶۵) یعنی شکار کرنے اور کمانے والے درندے یا کتے۔

اجترحوا: اکتسبوا

یہ لفظ ایک دوسری آیت میں ہے ﴿والذین اجترحوا السيئات﴾ فرماتے ہیں کہ اجترحوا کے معنی کام کرنے اور کمانے کے ہیں، کواسب کی مناسبت سے اس لفظ کو امام بخاریؒ نے یہاں ذکر کیا کہ اجترح اکتساب کے معنی میں آتا ہے۔

وقال ابن عباس: إذا أكل الكلب فقد أفسده ، إنما أمسك على نفسه والله

يقول.....

حضرت عبداللہ بن عباسؒ فرماتے ہیں کہ جب کتے نے شکار کھالیا تو اس نے اسے فاسد کر دیا (اب اس کا استعمال جائز نہیں کیونکہ) وہ اس نے اپنے لیے پکڑا ہے، جبکہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تم ان کتوں کو سدھاؤ (اور جب اس نے خود کھالیا تو معلوم ہوا کہ وہ سدھایا ہوا نہیں ہے، لہذا اس کا استعمال درست نہیں) سدھانے کا طریقہ یہ ہے کہ انہیں مارا جائے اور سکھایا جائے یہاں تک کہ وہ شکار پکڑنے کے بعد اس سے کھانا چھوڑ دے حتیٰ تترك یعنی الأكل ، تترك کا مفعول بہ اكل ہے۔

(۶۳) دیکھیے معارف القرآن، سورة المائدة: ۳/۴۱۔

(۶۴) عمدة القاری: ۲۱/۹۹۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۶۱۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس تعلیق کو سعید بن منصور نے موصولاً نقل کیا ہے (۶۶)۔
و کرہہ ابن عمرؓ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایسے شکار کو جس سے کتے نے کھایا ہو مکروہ سمجھتے تھے۔

وقال عطاء: إن شرب الدم ولم يأكل، فكل

حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ کتے نے شکار کا خون پی لیا لیکن اس کا گوشت نہیں کھایا تو

ایسے شکار کا استعمال جائز ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۶۷)۔

۸ - باب : الصَّيْدُ إِذَا غَابَ عَنْهُ يَوْمَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةً .

۵۱۶۷ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ يَزِيدَ : حَدَّثَنَا عَاصِمٌ . عَنِ الشَّعْبِيِّ .

عَنْ عَبْدِ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَسَمَّيْتَ فَأَمْسَكَ وَقَتَلَ فَكُلْ ، وَإِنْ أَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ . فَإِنَّمَا أَمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ . وَإِذَا خَالَطَ كِلَابًا . لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهَا ، فَأَمْسَكْنَ وَقَتَلْنَ فَلَا تَأْكُلْ ، فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي أَيُّهَا قَتَلَ . وَإِنْ رَمَيْتَ الصَّيْدَ فَوَجَدْتَهُ بَعْدَ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ لَيْسَ بِهِ إِلَّا أَثَرُ سَهْمِكَ فَكُلْ ، وَإِنْ وَقَعَ فِي الْمَاءِ فَلَا تَأْكُلْ) .

وقال عَبْدُ الْأَعْلَى ، عَنْ دَاوُدَ . عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَبْدِ بْنِ : أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَرْمِي

الصَّيْدَ فَيَقْتَفِرُ أَثَرَهُ الْيَوْمَيْنِ وَالثَّلَاثَةَ . ثُمَّ يَحِدُّهُ مَيْتًا وَفِيهِ سَهْمُهُ . قَالَ : (يَا أَكُلْ إِنْ شَاءَ) .

[ر : ۱۷۳]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں یہ مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے شکار کیا لیکن وہ

شکار اس سے غائب ہو گیا اور دو تین دن کے بعد ملا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر شکاری کو یقین ہو کہ شکار اسی

کے تیر سے مرا ہے تو اسے کھا سکتا ہے لیکن اگر شکار میں مرنے کی کوئی اور علامت اور سبب بھی نظر آ رہا ہو

(۶۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۰، وفتح الباری: ۹/۷۱۔

(۶۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۰۔

مثلاً پانی میں ڈوبا ہوا ہے، یا کسی پہاڑی سے گرا ہوا معلوم ہو رہا ہے تو ایسی صورت میں اس کا استعمال جائز نہیں۔

لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ شکاری، شکار کرنے کے بعد اس کی تلاش مسلسل جاری رکھے۔

وقال عبدالأعلى عن داود، عن عامر عن عدی أنه قال للنبي صلى الله عليه وسلم

يرمى الصيد فيقتفى أثره اليومين.....

حضرت عدی بن حاتم نے سوال کیا کہ شکار پر تیر پھینک دیا گیا اور (غائب ہونے کے بعد) اس کی تلاش دو یا تین دن شکاری نے جاری رکھی، پھر اس کو اس حالت میں مردہ پایا کہ شکاری کا تیر اس کے جسم میں پیوست تھا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، اگر وہ چاہے تو کھا سکتا ہے۔

یقتفی: اقتفاء سے ہے جس کے معنی تتبع اور تلاش کرنے کے آتے ہیں، یہ لفظ ”یقتفر“ بھی

مروی ہے، اقتفار کے معنی بھی تلاش و تتبع کے ہیں (۶۸)۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”إذارمیت سهمك فغاب عنك،

فأدرکتہ، فكل مالم ينتن“ (۶۹) اس میں ”مالم ينتن“ کی قید ہے کہ جب تک وہ بدبودار نہ ہو جائے، اس وقت تک کھا سکتے ہیں، اگر وہ اس قدر بدبودار ہو چکا ہے کہ اس کا کھانا مضر صحت ہے تو اس کا استعمال تب تو حرام ہے لیکن اگر اس میں تھوڑی بہت بدبو پیدا ہوئی ہے تو اس کا استعمال جائز ہے تاہم حدیث کی وجہ سے کراہت تنزیہی سے بہر حال خالی نہیں۔

عبدالاعلیٰ کی مذکورہ تعلیق کو امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۰)۔

(۶۸) عمدة القاری: ۱۰۱/۲۱۔

(۶۹) فتح الباری: ۹/۷۳۔

(۷۰) عمدة القاری: ۱۰۱/۲۱، وفتح الباری: ۹/۷۳۔

۹ - باب : إذا وجد مع الصيد كلبا آخر

۵۱۶۸ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي السَّفَرِ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنْ أُرْسِلَ كَلْبِي وَأَسْمَى ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كَلْبُكَ وَسَمَّيْتَ ، فَأَخَذَ فَقَتَلَ فَأَكَلَ فَلَا تَأْكُلْ ، فَإِنَّمَا أُمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ) . قُلْتُ : إِنْ أُرْسِلَ كَلْبِي ، فَأَجِدُ مَعَهُ كَلْبًا آخَرَ ، لَا أُدْرِي أَيُّهُمَا أَخَذَهُ ؟ فَقَالَ : (لَا تَأْكُلْ ، فَإِنَّمَا سَمَّيْتَ عَلَى كَلْبِكَ وَلَمْ تُسَمِّ عَلَى غَيْرِهِ) . وَسَأَلْتُهُ عَنْ صَيْدِ الْمُعْرَاضِ . فَقَالَ : (إِذَا أَصَبْتَ بِحَدِّهِ فَكُلْ ، وَإِذَا أَصَبْتَ بِعَرَضِهِ فَقَتَلْ فَإِنَّهُ وَقِيدٌ ، فَلَا تَأْكُلْ) . [ر : ۱۷۳]

شکاری کے کتے کے ساتھ کوئی دوسرا کتا شکار کرنے میں شریک ہو گیا تو اس کا کھانا جائز نہیں،

حدیث شریف میں اس کی علت بیان کر دی ہے کہ ”فإنما سمیت علی کلبک ولم تسم علی

غیره“۔

۱۰ - باب : ما جاء في التصيد

۵۱۶۹ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنِي أَبُو فُضَيْلٍ ، عَنْ بِيَانٍ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ : إِنَّا قَوْمٌ نَتَّصِدُ بِهَذِهِ الْكِلَابِ ، فَقَالَ : (إِذَا أُرْسِلَتْ كِلَابُكَ الْمُعْلَمَةَ ، وَذَكَرْتَ اسْمَ اللَّهِ ، فَكُلْ مِمَّا أُمْسَكَ عَلَيْكَ ، إِلَّا أَنْ يَأْكُلَ الْكَلْبُ فَلَا تَأْكُلْ . فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَكُونَ إِنَّمَا أُمْسَكَ عَلَى نَفْسِهِ . وَإِنْ خَالَطَهَا كَلْبٌ مِنْ غَيْرِهَا فَلَا تَأْكُلْ) . [ر : ۱۷۳]

۵۱۷۰ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ حَيَّوَةَ بْنِ شَرِيحٍ ، وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ أَبِي رَجَاءٍ : حَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ ، عَنْ حَيَّوَةَ بْنِ شَرِيحٍ : قَالَ سَمِعْتُ رِبِيعَةَ بْنَ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ عَائِدُ اللَّهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا ثَعْلَبَةَ الْخُسَيْنِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : أَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّا بَارِضٌ قَوْمٌ أَهْلُ الْكِتَابِ ، نَأْكُلُ فِي آيَتِهِمْ .

وَأَرْضٍ صَيْدٍ أَصِيدُ بِقَوْسِي . وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمَعْلَمِ وَالَّذِي لَيْسَ مُعَلَّمًا . فَأَخْبِرَنِي : مَا الَّذِي يَحِلُّ لَنَا مِنْ ذَلِكَ ؟ فَقَالَ : (أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ قَوْمِ أَهْلِ الْكِتَابِ تَأْكُلُ فِي آيَتِهِمْ : فَإِنْ وَجَدْتُمْ غَيْرَ آيَتِهِمْ فَلَا تَأْكُلُوا فِيهَا . وَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَأَغْسِلُوهَا ثُمَّ كُلُوا فِيهَا . وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بِأَرْضِ صَيْدٍ : فَمَا صِدَّتْ بِقَوْسِكَ فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ثُمَّ كُلْ . وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ الْمَعْلَمِ فَأَذْكُرِ اسْمَ اللَّهِ ثُمَّ كُلْ . وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ مُعَلَّمًا فَأَذْرِكْتِ ذَكَاتَهُ فَكُلْ) .

[ر : ۵۱۶۱]

۵۱۷۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي هِشَامُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظُّهْرَانِ ، فَسَعَوْا عَلَيْهَا حَتَّى لَعِبُوا . فَسَعَيْتُ عَلَيْهَا حَتَّى أَخَذْتُهَا ، فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ ، فَبَعَثَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِوَرِكَيْهَا وَفَخَذَهَا فَقَبَلَهُ .

[ر : ۲۴۳۳]

۵۱۷۲ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ ، مَوْلَى عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ . عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : أَنَّهُ كَانَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . حَتَّى إِذَا كَانَ بَعْضُ طَرِيقِ مَكَّةَ . تَخَلَّفَ مَعَ أَصْحَابٍ لَهُ مُحْرَمِينَ ، وَهُوَ غَيْرُ مُحْرَمٍ . فَرَأَى حِمَارًا وَحَشِيًّا ، فَاسْتَوَى عَلَى فَرَسِهِ . ثُمَّ سَأَلَ أَصْحَابَهُ أَنْ يُنَاولُوهُ سَوْطًا فَأَبَوْا ، فَسَأَلَهُمْ رُمْحَهُ فَأَبَوْا . فَأَخَذَهُ ثُمَّ شَدَّ عَلَى الْحِمَارِ فَقَتَلَهُ ، فَأَكَلَ مِنْهُ بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَأَبَى بَعْضُهُمْ ، فَلَمَّا أَدْرَكُوا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ سَأَلُوهُ عَنْ ذَلِكَ . فَقَالَ : (إِنَّمَا هِيَ طُعْمَةٌ أَطَعَمَكُمُوهَا اللَّهُ) .

حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي قَتَادَةَ : مِثْلُهُ . إِلَّا أَنَّهُ قَالَ : (هَلْ مَعَكُمْ مِنْ لَحْمِهِ شَيْءٌ) . [ر : ۱۷۲۵]

شکار کرنے کا حکم

تصيد باب تفاعل سے ہے جس میں تکلف کی خاصیت پائی جاتی ہے۔

اس باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے شکار کرنے کا حکم بیان کیا ہے، شکار کو اگر کوئی ذریعہ معاش

بناتا ہے تو یہ مشروع ہے، اسی طرح اگر کوئی اسے ذریعہ معاش نہیں بناتا لیکن کبھی کبھی شکار کر لیتا ہے تو یہ

مباح ہے، اور اگر کوئی شوقیہ شکار کرتا ہے تو امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک یہ مکروہ ہے لیکن جمہور کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ شکار کو ذبح کر کے اس سے انتفاع حاصل کیا جائے۔ اگر انتفاع اور ذبح کرنے کا ارادہ نہیں، ویسے ہی جانوروں کو مارنا ہے تو یہ بالاتفاق ناجائز اور حرام ہے (۷۱)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے شکار کی مشروعیت کو اس لیے بیان کیا کہ ایک حدیث سے اس کی عدم مشروعیت کا کسی کو وہم ہو سکتا ہے جس میں ہے ”من سکن البادية جفا، ومن اتبع الصيد غفل“ یعنی جو شخص دیہات میں رہا، اس نے ظلم کیا، جفا کے دو معنی ہیں، ایک جفا علی نفسہ یعنی اس شخص نے اپنے اوپر ظلم کیا کیونکہ دیہات میں آدمی کی تعلیم و تربیت کے مواقع بہت کم ہوتے ہیں، اس کے مقابلے میں شہر میں تعلیم و تربیت کے لیے ماحول سازگار ہوتا ہے تو دیہات میں رہ کر اپنے آپ کو تعلیم و تربیت سے دور رکھنا اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

جفا کے دوسرے معنی سختی اور سنگ دلی کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جو شخص دیہات اور بادیہ میں رہتا ہے، وہ سنگ دل ہو جاتا ہے، اس کا دل سخت ہوتا ہے، شہریوں کے مقابلے میں واقعتاً دیہاتیوں کی طبیعت میں سختی اور درشتگی زیادہ ہوتی ہے، ومن اتبع الصيد غفل یعنی جو شکار کے پیچھے پڑا، وہ غافل ہو گیا، شکار کے شوقین عموماً خود غفلت کا شکار ہو جاتے ہیں۔

یہ حدیث اس صورت پر محمول ہے جب آدمی شکار کے عمل میں اس طرح مستغرق ہو جائے کہ نماز اور دوسرے فرائض و واجبات کی ادائیگی میں خلل واقع ہونے لگے، ورنہ فی نفسہ شکار کی مشروعیت میں کوئی کلام نہیں (۷۲)۔

باب کی تیسری حدیث میں ہے ”أنفجنا أرنبا بمرا لظهران“ أنفج کے معنی ہیج کے ہیں، برا بیچتہ کرنا، ابھارنا، مرا الظهران: مکہ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، لغبوا بمعنی تعبوا ہے: تھک جانا۔

(۷۱) فتح الباری: ۹/۷۵۲۔

(۷۲) الأبواب والتراجم: ۲/۹۱۔

۱۱ - باب : التَّصِيدِ عَلَى الْجِبَالِ .

۵۱۷۳ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلِيمَانَ الْجَعْفِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو وَهَبٍ : أَخْبَرَنَا عَمْرُو : أَنَّ أَبَا النَّضْرِ حَدَّثَهُ . عَنْ نَافِعِ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ ، وَأَبِي صَالِحِ مَوْلَى التَّوَّامَةِ : سَمِعْتُ أَبَا قَتَادَةَ قَالَ : كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِيمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ وَهُمْ مُحْرِمُونَ ، وَأَنَا رَجُلٌ حِلٌّ عَلَى فَرَسٍ ، وَكُنْتُ رِقَاءً عَلَى الْجِبَالِ ، فَبَيْنَا أَنَا عَلَى ذَلِكَ ، إِذْ رَأَيْتُ النَّاسَ مُتَشَوِّفِينَ لَشَيْءٍ . فَذَهَبْتُ أَنْظُرُ ، فَإِذَا هُوَ حِمَارٌ وَحْشٍ ، فَقُلْتُ لَهُمْ : مَا هَذَا ؟ قَالُوا : لَا نَدْرِي . قُلْتُ : هُوَ حِمَارٌ وَحْشِيٌّ . فَقَالُوا : هُوَ مَا رَأَيْتَ . وَكُنْتُ نَسِيتُ سَوَاطِي . فَقُلْتُ لَهُمْ : نَاوِلُونِي سَوَاطِي . فَقَالُوا : لَا نُعِينُكَ عَلَيْهِ ، فَزَلْتُ فَأَخَذْتُهُ ، ثُمَّ ضَرَبْتُ فِي أَثَرِهِ . فَلَمْ يَكُنْ إِلَّا ذَاكَ حَتَّى عَقَرْتُهُ ، فَأَتَيْتُ إِلَيْهِمْ . فَقُلْتُ لَهُمْ : قَوْمُوا فَأَحْتَمِلُوا . قَالُوا : لَا نَمْسُهُ . فَحَمَلْتُهُ حَتَّى جِئْتُهُمْ بِهِ ، فَأَبَى بَعْضُهُمْ . وَأَكَلَ بَعْضُهُمْ ، فَقُلْتُ : أَنَا أَسْتَوْقِفُ لَكُمْ النَّبِيَّ ﷺ ، فَأَذْرَكْتُهُ فَحَدَّثْتُهُ لِحَدِيثٍ . فَقَالَ لِي : (أَبِي مَعَكُمْ شَيْءٌ مِنْهُ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، فَقَالَ : (كُلُوا ، فَهَوَ طَعْمٌ أَطْعَمَكُمْ مَوْهَا لِلَّهِ) . [ر : ۱۷۲۵]

تصيد کے معنی حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے کئے ہیں ”شکار کو ہی مشغلہ بنا لینا“۔

سند میں ابوالنضر کے دو شیخ ہیں، ایک نافع مولیٰ ابی قتادہ اور دوسرے ابوصالح مولیٰ توأمہ۔

ابوالنضر کا نام سالم ہے (۱)۔

ابوصالح کا نام مبہان ہے، مبہان کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے (۲)، یہ توأمہ کے آزاد

کردہ غلام تھے، توأمہ جڑواں بچی کو کہتے ہیں، یہاں توأمہ سے توأمہ بنت امیہ بن خلف جمعی مراد ہیں، چونکہ

یہ اپنی ایک بہن کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں، اس لیے انھیں توأمہ کہا جانے لگا (۳)، یہ صفوان بن

(۱) فتح الباری: ۹/۶۶۔

(۲) فتح الباری: ۹/۶۶، وتہذیب الکمال: ۲۹/۳۱۱۔

(۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۴۔

امیہ کی بہن تھیں (۴)۔

لغات حدیث کی تشریح

حدیث باب میں چند الفاظ کے معنی دیکھ لیں، وہم مُحْرَمُونَ: یعنی وہ لوگ احرام میں تھے، یہ جملہ حالیہ ہے۔ وَأَنَارَ جَلَّ جَلَّ“ علی فرسی: یعنی میں اپنے گھوڑے پر حلال تھا، حالت احرام میں نہیں تھا، جَلَّ (حاء کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی حلال ہے۔ رَأَيْتَ النَّاسَ مَتَشَوِّفِينَ لَشَيْءٍ: میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ کسی چیز کو دیکھ رہے ہیں، تَشَوَّفَ فُلَانٌ لَشَيْءٍ: دیکھنا، كُنْتُ رَقَاءً عَلَى الْجِبَالِ: میں پہاڑوں پر بہت چڑھنے والا تھا، رَقَاءً: رَقِيَ يَرْقِي: باب سمع سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ضَرَبْتُ فِي أَثْرِهِ: یعنی خرچت فی أثرہ..... أثر ہمزہ اور ثاء کے فتح کے ساتھ اور ہمزہ کے کسرہ اور ثاء کے سکون کے ساتھ دونوں طرح استعمال ہوتا ہے (۵)، یعنی میں اس کے پیچھے، اس کے تعاقب میں نکلا۔

عَقَرْتُهُ: جرحتہ: میں نے اس کو زخمی کیا۔

ترجمۃ الباب کا مقصد

اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ شکار وغیرہ امر مباح کے لیے اپنے آپ کو یا سواری کو اگر تھوڑی بہت مشقت میں ڈال دیا جائے تو یہ جائز ہے، چنانچہ ابن منیر لکھتے ہیں:

”نبہ بھذہ الترجمة علی جواز ارتکاب المشاق لمن له غرض

لنفسه أولدابه، إذا كان الغرض مباحا، وأن التصيد في الجبال

كهو في السهل، وأن إجراء الخيل في الوعر جائز للحاجة، وليس

هو من تعذيب الحيوان“ (۶)۔

(۴) تہذیب الکمال: ۳۱۱/۲۹۔

(۵) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۰۴/۲۱۔

(۶) فتح الباری: ۷۶۶/۹۔

١٢ - باب : قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ» / المائدة : ٩٦ .

وقال عمر : صَيْدُهُ مَا أَصْطِيدَ ، وَ «طَعَامُهُ» / المائدة : ٩٦ : مَا رَمَى بِهِ .

وقال أبو بكر : الطَّافِي حَلَالٌ .

وقال ابن عباس : طَعَامُهُ مَيْتُهُ ، إِلَّا مَا قَدِرْتَ مِنْهَا ، وَالْجَرِيُّ لَا تَأْكُلُهُ الْيَهُودُ ، وَنَحْنُ

نَأْكُلُهُ .

وقال شريح . صَاحِبُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ .

وقال عطاء : أَمَّا الطَّيْرُ فَأَرَى أَنْ يَذْبَحَهُ .

وقال ابن جريج : قُلْتُ لِعَطَاءٍ : صَيْدُ الْأَنْهَارِ وَقَلَاتِ السَّيْلِ ، أَصَيْدٌ بَحْرِيٌّ هُوَ ؟ قَالَ :

نَعَمْ . ثُمَّ تَلَا : «هَذَا عَذْبُ فُرَاتٍ سَائِعٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أَجَاجٌ وَمِنْ كُلِّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا»

/ فاطر : ١٢ .

وَرَكِبَ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى سَرَجٍ مِنْ جُلُودِ كِلَابِ الْمَاءِ .

وقال الشعبي : لَوْ أَنَّ أَهْلِي أَكَلُوا الضَّفَادِعَ لَأَطَعَمْتُهُمْ .

وَلَمْ يَرِ الْحَسَنُ بِالسُّلْحَفَاءِ بَأْسًا .

وقال ابن عباس : كُلُّ مَنْ صَيْدَ الْبَحْرَ وَإِنْ صَادَهُ نَصْرَانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ .

وقال أبو الدرداء في المرئي : ذَبَحَ الْخَمْرَ النَّيَّانُ وَالشَّمْسُ .

٥١٧٤/٥١٧٥ : حَدَّثَنَا مَسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى . عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو :

أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ : غَزَوْنَا جَيْشَ الْخَبَطِ ، وَأَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ . فَجَعَلْنَا جُوعًا

شَدِيدًا . فَأَلْقَى الْبَحْرَ حُوتًا مَيْتًا لَمْ يَرِ مِثْلَهُ ، يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ ، فَأَكَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ . فَأَخَذَ

أَبُو عُبَيْدَةَ عَظْمًا مِنْ عِظَامِهِ ، فَمَرَّ الرَّكِيبُ تَحْتَهُ .

(٥١٧٥) : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَمْرٍو قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرًا

يَقُولُ : بَعَثَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثِمِائَةَ رَاكِبٍ ، وَأَمِيرُنَا أَبُو عُبَيْدَةَ ، نَرُصِدُ عِيرًا لِقُرَيْشٍ ، فَأَصَابَنَا

جُوعٌ شَدِيدٌ حَتَّى أَكَلْنَا الْخَبَطَ ، فَسَمِّيَ جَيْشَ الْخَبَطِ ، وَأَلْقَى الْبَحْرَ حُوتًا يُقَالُ لَهُ الْعَنْبَرُ ،

فَأَكَلْنَا نِصْفَ شَهْرٍ وَأَدَّهْنَا بِوَدَّكِهِ ، حَتَّى صَلَحَتْ أَجْسَامُنَا . قَالَ : فَأَخَذَ أَبُو عُبَيْدَةَ ضِلْعًا مِنْ أَضْلَاعِهِ فَنَصَبَهُ فَمَرَّ الرَّأْكِبُ تَحْتَهُ ، وَكَانَ فِينَا رَجُلٌ ، فَلَمَّا أَشْتَدَّ الْجُوعُ نَحَرَ ثَلَاثَ جَزَائِرٍ ، ثُمَّ ثَلَاثَ جَزَائِرٍ ، ثُمَّ نَهَاهُ أَبُو عُبَيْدَةَ . [ر : ۲۳۵۱]

وقال عمر: صيده ما اصطيد وطعامه مارمی به

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کریم کی آیت ﴿احل لکم صید البحر و طعامہ﴾ میں صید سے مراد وہ ہے جس کو جال وغیرہ سے شکار کیا جائے اور طعام سے مراد وہ ہے جس کو سمندر پھینک دے۔

عبد بن حمید نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۷)۔

وقال أبو بكر: الطافي حلال

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ سمك طافي حلال ہے، طافی اس مچھلی کو کہتے ہیں جو مر کر پانی کے اوپر آجائے۔

اس تعلیق کو امام طحاوی، ابن ابی شیبہ اور دارقطنی نے موصولاً نقل کیا ہے (۸)۔

وقال ابن عباس: طعامه: ميتته، الإما قد رت منها

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ﴿احل لکم صید البحر و طعامہ﴾ میں طعام سے سمندر کے غیر مذبووح جانور مراد ہیں، مگر جس سے آپ نفرت کریں (اور اس کے کھانے کو ناپسند کریں)۔ طبری نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۹)۔

والجری لاتأكله اليهود، ونحن نأكله

(۷) فتح الباری: ۹/۷۶۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۰۳۔

(۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۵، وفتح الباری: ۹/۷۶۷، وسنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۳/۲۶۷، (رقم

الحديث: ۴)

(۹) فتح الباری: ۹/۷۶۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۰۵۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جری کو یہود نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں، جری کو جریت بھی کہتے ہیں، علامہ خطابی نے فرمایا کہ یہ سانپ کے مشابہہ ایک مچھلی ہوتی ہے، بعضوں نے کہا الجری سمک لاقشر له، اس کو مرماہی بھی کہتے ہیں۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا ہندی ترجمہ مجھے معلوم نہیں ہو سکا، فرمایا کہ ”بعضوں نے اس کا ترجمہ ”جھینگا“ کیا ہے جب کہ جھینگے کے مچھلی ہونے میں مجھے تردد ہے۔“ (۹۶۹) (جھینگے کا حکم آگے آرہا ہے۔)

اس تعلق کو عبدالرزاق اور ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰)۔

وقال شریح صاحب النبی: کل شیء فی البحر مذبوح، وقال عطاء: اما الطیر فأری

أن تذبحه

یہ تعلق امام بخاری نے ”تاریخ“ میں اور ابن مندہ نے ”المعرفة“ میں موصولاً نقل کی ہے (۱۱)۔

عمرو بن دینار اور ابوالزبیر دونوں شریح سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا ”کل شئی فی البحر مذبوح“ عطاء کے سامنے جب یہ بات ذکر کی گئی تو انھوں نے فرمایا کہ البتہ طیر یعنی پرندہ کے متعلق میرا خیال ہے کہ اس کو آپ ذبح کریں یعنی عطاء نے ”کل شئی مذبوح“ سے ”طیر“ کو مستثنیٰ کیا، طیر سے آبی طیر مراد ہے۔

دارقطنی نے اس تعلق کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے (۱۲) لیکن حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ

”الموقوف أصح“ (۱۳)۔

وقال ابن جریج: قلت لعطاء: صید الأنهار وقلات السیل أصد بَحْرِهِو؟ قال: نعم،

ثم تلا: ﴿هَذَا عَذْبُ فِرَاتٍ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَمَنْ كُلَّ تَاكَلُونَهُ لِحْمًا طَرِيًّا﴾

(۹۶۹) فیض الباری: ۳/۳۴۰

(۱۰) فتح الباری: ۹/۷۶۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۰۵، وإرشاد الساری: ۱۲/۲۴۸۔

(۱۱) فتح الباری: ۹/۷۶۸۔

(۱۲) سنن الدارقطنی، باب الصيد و الذبائح: ۳/۲۶۹، ولفظه: ”إن اللہ تعالیٰ ذبح ما فی البحر لبني آدم“

(۱۳) فتح الباری: ۹/۷۶۸۔

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے پوچھا کہ نہروں اور چٹانوں میں جمع شدہ پانی کے شکار کا کیا حکم ہے، کیا وہ بھی ”صيد بحر“ کے حکم میں ہے؟ تو انھوں نے کہا ”ہاں“ اور پھر قرآن کریم کی مذکورہ آیت تلاوت فرمائی جس میں بیٹھے اور کڑوے دونوں پانیوں کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ ﴿وَمَنْ كَلَّ تَأْكُلُوهُ لِحِمَاتِهِ﴾..... قلات: قُلْتُ (قاف کے فتح کے ساتھ) کی جمع ہے جیسے بحر بحار، بسا اوقات چٹانوں کے اندر بڑے بڑے گڑھے پڑ جاتے ہیں جن میں پانی جمع ہو جاتا ہے، اس کو قلت کہتے ہیں، حافظ فرماتے ہیں: هو النقرة في الصخرة يُسْتَنْقَعُ فِيهَا الْمَاءُ (۱۴)۔

عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں یہ تعلق موصولاً نقل کی ہے (۱۵)۔

وركب الحسن علي سرج من جلود كلاب الماء

حضرت حسن پانی کے کتوں کی کھالوں سے بنائی گئی زین پر سواری کے وقت بیٹھتے تھے۔

حسن سے یا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں اور یا اس سے حضرت حسن بصری رحمہ

اللہ مراد ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض نسخوں میں ”حسن“ کے بعد ”رضی اللہ عنہ“ کا جملہ بھی لکھا ہے جو صحابی کے لیے استعمال ہوتا ہے جبکہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں (۱۶)۔

وقال الشعبي: لو أن أهلي أكلوا الضفادع لأطعمتهم

حضرت عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے گھر والے مینڈک کھاتے تو

میں انھیں کھاتا۔

ضفادع، ضفدع کی جمع ہے، ضفدع ضاد کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ درست ہے، اس

(۱۴) فتح الباری: ۹/۷۶۹، نیز دیکھیے النهاية لابن الأثير: ۳/۹۹۔

(۱۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۶۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۷۶۹۔

میں ایک لغت عین کے بغیر ”ضفادی“ بھی ہے (۱۷)۔

مینڈک کھانے کا حکم

جمہور کے نزدیک مینڈک حرام ہے، اس کا کھانا جائز نہیں ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک مینڈک کا استعمال جائز ہے۔ پھر ان کے مذہب میں اختلاف ہے ”مدونة“ میں ابن القاسم نے ان کا مسلک یہ نقل کیا ہے کہ بغیر ذبح کیے مینڈک کھانا جائز ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ اگر مینڈک پانی میں رہتا ہے تو وہ بغیر ذبح کے کھا سکتے ہیں لیکن خشکی میں یا کبھی خشکی اور کبھی پانی میں رہنے والے مینڈک کو ذبح کیے بغیر کھانا درست نہیں ہے (۱۸)۔

جمہور سنن دارمی کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوامیں مینڈک کے استعمال کی اجازت طلب کی گئی تو آپ نے منع فرمایا (۱۹)۔

امام ابو داؤد نے بھی اس طرح کی روایت کتاب الطب میں نقل کی ہے (۲۰)۔
شعبی کی اس تعلیق کو کس نے نقل کیا، یہ معلوم نہیں ہو سکا (۲۱)۔

ولم ير الحسن بالسلحفاة بأسا

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کچھوہ کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔

اس تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۲)۔

وقال ابن عباس: كُلُّ مَنْ صِيدَ الْبَحْرَ نَصْرَانِيٌّ أَوْ يَهُودِيٌّ أَوْ مَجُوسِيٌّ

(۱۷) فتح الباری: ۹/۲۹، وعمدة القاری: ۲۱/۱۰۶۔

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔

(۱۹) دیکھیے سنن الدارمی، عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔

(۲۰) سنن أبی داؤد، کتاب الطب، باب فی الأدوية المکروهة، (رقم الحدیث: ۳۸۷۱) ۳/۷۔

(۲۱) چنانچہ تعلیق التعلیق جلد ۴، صفحہ ۵۱۰ پر یہاں واما قول الشعبي کے بعد جگہ خالی ہے، شراح نے بھی خاموشی

اختیار کی ہے۔

(۲۲) فتح الباری: ۹/۲۹۔

یعنی صید البحر کا استعمال جائز ہے اگرچہ وہ شکار کسی نصرانی یا یہودی یا مجوسی نے کیا ہو۔
بخاری کے قدیم نسخوں میں عبارت اس طرح ہے لیکن یہ درست نہیں، چنانچہ بعض نسخوں میں
صحیح عبارت ”وإن صاده“ کے اضافہ کے ساتھ اس طرح ہے ”كُلُّ مِنْ صَيْدِ الْبَحْرِ، وَإِنْ صَادَهُ
نَصْرَانِي أَوْ يَهُودِي.....(۲۳)“

بیہقی نے اس تعلق کو موصولاً نقل کیا ہے (۲۴)۔

وقال أبو الدرداء: في المرى ذبح الحمر النینان والشمس

حضرت ابو الدرداء کا نام عویر بن مالک ہے (۲۵)، مری میم کے ضمہ اور راء کے سکون کے
ساتھ ہے، ابراہیم حربی نے اس کے متعلق فرمایا:

هو يعمل بالشام، يوخذ الخمر، فيجعل فيها الملح والسمك

ويوضع في الشمس، فيتغير طعمه إلى طعم المرى (۲۶)۔

یعنی شراب میں نمک اور مچھلی ملا کر اسے دھوپ میں رکھ دیا جاتا ہے، اس

عمل سے شراب کا ذائقہ تبدیل ہو جاتا ہے اور جو چیز تیار ہوتی ہے اسے مری

کہتے ہیں۔

نینان نون کی جمع ہے، نون مچھلی کو کہتے ہیں، ترکیب میں ”الحمر“ ”ذبح“ فعل معروف کے لیے

مفعول بہ ہے اور ”النینان“ فاعل ہے یعنی مری میں مچھلی اور دھوپ دونوں خمر کو ذبح یعنی حلال کر دیتے

ہیں، جس طرح میتہ ذبح سے حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح شراب مری میں نمک، مچھلی اور دھوپ سے ایک

دوسری چیز بن کر حلال ہو جاتی ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ثم تفسير كلام أبي الدرداء بقوله: ”في المرى“ مقدم لفظاً،

(۲۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷، وفتح الباری: ۹/۷۹۔

(۲۴) وفتح الباری: ۹/۷۹۔

(۲۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۷۔

(۲۶) وفتح الباری: ۹/۷۷۰۔

ولكن في المعنى متأخر، تقديره: ذبح الخمر النينا والشمس في
المُرَى (۲۷)۔“

ابراہیم حربی نے اس تعلق کو ”غریب الحدیث“ میں موصولاً نقل کیا ہے (۲۸)۔
باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر کی ہے، اس پر کلام کتاب المغازی میں گذر
چکا ہے (۲۹)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت دو مسئلے بیان کیے ہیں اور ان دونوں میں حضرات فقہاء
کا اختلاف ہے۔

سمندری جانوروں کا حکم

پہلا مسئلہ سمندری اور مائی جانوروں کی حلت اور حرمت کا ہے۔
سمندری جانوروں میں سے مچھلی کی حلت پر تو اجماع ہے اور اس کے حلال ہونے میں کسی کا بھی
اختلاف نہیں ہے (۳۰) البتہ باقی حیوانات کے متعلق اختلاف ہے۔
ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تمام سمندری جانور حلال ہیں۔
حضرات شافعیہ نے البتہ مینڈک کو مستثنیٰ قرار دیا ہے (۳۱)۔
حضرات مالکیہ نے انسان بحری، کلب بحری اور خنزیر بحری کو حلت کے حکم سے مستثنیٰ قرار دیا ہے

(۲۷) عمدة القاری: ۱۰۷/۲۱۔ حضرت کشمیری رحمہ اللہ نے اس کا ترجمہ ”کانجی“ سے کیا ہے (دیکھیے فیض الباری:
۳۴۰/۳)۔

(۲۸) وفتح الباری: ۷۷۰/۹۔

(۲۹) کشف الباری، کتاب المغازی: ۵۸۴-۵۸۵۔

(۳۰) إعلاء السنن: ۱۷/۱۸۷۔

(۳۱) المجموع شرح المہذب، کتاب الذبائح: ۳۰-۳۱۔

لیکن علامہ درذیر نے علی الاطلاق بحری حیوانات کی حلت کو قول مختار قرار دیا ہے (۳۲)۔
 حضرات حنابلہ کے نزدیک بھی مطلقاً بحری حیوانات حلال ہیں (۳۳)۔
 حضرات حنفیہ کے نزدیک بحری حیوانات میں سے صرف مچھلی حلال ہے، باقی تمام حیوانات بحریہ حرام ہیں (۳۴)۔
 امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک قول بھی حنفی مذہب کے مطابق منقول ہے (۳۵)۔
 حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے (۳۶)۔
 امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی ائمہ ثلاثہ کے مطابق ہے جیسا کہ تعلیقات باب سے معلوم ہوتا ہے۔

ائمہ ثلاثہ کے دلائل اور ان کے جوابات

ائمہ ثلاثہ قرآن کریم کی آیت ﴿احل لكم صيد البحر﴾ سے استدلال کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ ”صيد البحر“ مطلق ہے، تمام حیوانات بحریہ کو شامل ہے۔
 لیکن یہ استدلال دو باتوں کے ثبوت پر موقوف ہے، جب تک وہ ثابت نہ ہو جائیں، استدلال تمام نہیں ہو سکتا۔

پہلی بات یہ کہ آیت میں ”صيد“ سے مراد ”مصيد“ لیا جائے ”صيد“ مصدر ہے، اس کے معنی شکار کرنے کے ہیں، ”مصيد“ اسم مفعول کا صیغہ ہے شکار کو کہتے ہیں، یعنی وہ جانور جس کو شکار کیا جائے، پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا ”تمہاری لیے سمندر میں شکار کرنے کو حلال قرار دیا گیا ہے“ اور دوسری

(۳۲) الشرح الصغير للدردير: ۱۸۲/۲۔

(۳۳) المغنی لابن قدامة، کتاب الصيد و الذبائح: ۳۳۸/۹۔

(۳۴) أحكام القرآن للحصاص: ۴۷۹/۲، والمغنی لابن قدامة: ۳۳۸/۹۔

(۳۵) فتح الباری: ۷۷۲/۹۔

(۳۶) أحكام القرآن للحصاص: ۴۷۹/۲۔

صورت میں ترجمہ ہوگا ”تمہارے لیے سمندر کا شکار حلال کر دیا گیا ہے۔“

ائمہ ثلاثہ کا مسلک اسی وقت اس لفظ سے ثابت ہو سکتا ہے جب ”صيد“ سے شکار والا جانور مراد لیا جائے، لیکن اگر مصدری معنی مراد لیے جائیں تو پھر ان کا مسلک اس سے ثابت نہیں ہو سکے گا کیونکہ سمندر میں شکار کرنا حنفیہ کے نزدیک بھی درست اور حلال ہے اور چونکہ لفظ ”صيد“ مصدر ہے، اس لیے اس کو اصل مصدری معنی پر محمول کرنا ہی حقیقت ہے، مصدر اسم مفعول کے معنی میں مجازاً استعمال ہوتا ہے، مجاز کے لیے قرینہ ضروری ہے اور یہاں مجازی معنی مراد لینے کے لیے کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا۔

بلکہ سیاق کلام حقیقی معنی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اس کے بعد ارشاد ہے ﴿وحرّم علیکم صید البر ما دمتم حرماً﴾ اس جملے میں ”صيد“ سے بالاتفاق مصدری معنی مراد ہیں، کیونکہ شکار کرنا احرام کی حالت میں حرام ہے، شکار کھانا منہج کے لیے حرام نہیں بلکہ جائز ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر ”صيد“ کو ”مصيد“ کے معنی میں لیا جائے تو جمہور کا مسلک تب ثابت ہوگا جب ”صيد البحر“ کی اضافت استغراق کے لیے ہو کہ سمندر کے تمام شکار حلال قرار دیئے گئے ہیں، لیکن استغراق پر کوئی قرینہ نہیں پایا جاتا بلکہ عدم استغراق کا قرینہ پایا جاتا ہے کیونکہ ﴿وحرّم علیکم صید البر﴾ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں ”صيد البر“ میں ”صيد“ سے ”مایو کل لحمہ“ یعنی وہ جانور مراد ہیں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے، کیونکہ ”غیر ما کول اللحم“ تو ہر حال میں حرام ہیں، آدمی چاہے محرم ہو یا غیر محرم، لہذا جب یہاں اضافت استغراق کے لیے نہیں تو ”صيد البحر“ میں بھی اضافت استغراق کے لیے نہیں ہونی چاہیے (۳۷)۔

② جمہور کا دوسرا استدلال حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہے کہ ایک آدمی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم بحری سفر کرتے ہیں اور میٹھا پانی ہمارے پاس کم ہوتا ہے، اگر ہم اس کو وضو میں استعمال کریں تو پیا سے رہ جائیں گے، کیا ایسی صورت میں ہم سمندر کے پانی سے وضو

(۳۷) تکملة فتح الملہم، کتاب الصيد والذبائح: ۳/۵۰۷-۵۰۸، وأحكام القرآن للحصاص: ۲/۴۷۹، نیز

دیکھیے فیض الباری: ۳/۴۳۰۔

کر سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا ”هو الطهور ماءه والحل میتته“ (۳۸)۔

حضرات حنفیہ کہتے ہیں کہ ”میتتہ“ میں اضافت استغراق کے لیے نہیں، بلکہ اس سے میتہ معبودہ مراد ہے اور وہ مچھلی ہے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”أحلت لنا میتتان ودمان، فأما المیتتان: فالجراد والحوت، وأما الدمان: فالطحال والكبد“ (۳۹)۔

اس حدیث میں صرف دو میتات کے متعلق حلت کا حکم بیان کیا گیا ہے، ایک ٹڈی اور دوسری مچھلی، اس میں میتہ سے مراد وہ جانور ہے جو ذبح نہیں کیا جاتا، یا جس کا خون نہیں بہتا، معلوم ہوا کہ ان دو کے علاوہ باقی میتات قرآن کریم کی آیت ﴿حرمت علیکم المیتة.....﴾ کی بناء پر حرام ہیں، چاہیں ان کا تعلق بر سے ہوں یا بحر سے (۴۰)۔

③ جمہور کا تیسرا استدلال حضرت شریح کی روایت سے ہے جس کو یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلقاً ذکر کیا ہے کہ ”کل شئی فی البحر مذبوح“۔

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے دارقطنی نے مرفوع روایت نقل کی ہے ”مامن دابة فی البحر إلا قد ذکاها اللہ لبنی آدم“ (۴۱)۔

حضرات حنفیہ میں سے بعض علماء نے اس کا جواب دیا کہ اس سے مراد مچھلی ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ نے ہر قسم کی مچھلی حلال قرار دی ہے کیونکہ دارقطنی ہی نے دوسری روایت نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں: ”إن اللہ تعالیٰ قد ذبح کل نون فی البحر لبنی آدم“ اور ”نون“ کا اطلاق صرف مچھلی پر ہوتا ہے (۴۲)۔

(۳۸) سنن أبی داود، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بماء البحر، (رقم الحدیث: ۸۳) ۱/۲۱ و سنن الترمذی،

أبواب الطہارۃ، باب ماجاء فی ماء البحر أنه طہور (رقم الحدیث: ۶۹) ۱/۱۰۱

(۳۹) سنن ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب الكبدة والطحال، (رقم الحدیث: ۳۳۱۳) ۲/۱۱۰۱

(۴۰) تکملة فتح الملہم: ۳/۵۰۹، وفتح القدير، کتاب الکراہیۃ: ۸/۳۲۲۔

(۴۱) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۳/۲۶۷۔

(۴۲) سنن الدارقطنی، باب الصيد والذبائح: ۳/۲۶۷۔

لیکن یہ جواب کوئی زیادہ دل کو نہیں لگتا کیونکہ بعض احادیث میں مچھلی کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ جن احادیث میں مطلقاً حیوانات کو حلال قرار دیا گیا ہے، ان سے بھی مچھلی ہی مراد ہے۔

دلائل احناف

حنفیہ کی ایک دلیل تو اوپر والی حدیث ”أحلت لنا ميتتان.....“ ہے اور دوسرے وہ قرآن کریم کی آیت ﴿وَيَحْرَمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ﴾ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانور خبائث میں داخل ہیں (☆۴۲)

تیسرے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلق سے استدلال کرتے ہیں جسے یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمایا کہ ”طعامه ميتته إلا ما قدرت منها“ یعنی سمندر کے غیر مذبوح جانور طعام البحر ہیں جو کہ حلال ہیں لیکن جس کے کھانے میں طبیعت کی رغبت نہ ہو وہ طعام البحر نہیں اور مچھلی کے علاوہ باقی سمندری جانوروں کا گوشت کوئی مرغوب شے نہیں ہے۔

بلاشبہ حضرات حنفیہ کا مسلک احوط ہے لیکن جمہور کا مسلک اقرب الی النصوح ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک بھی جمہور کے مطابق ہے، انھوں نے جو تعلیقات اور احادیث ذکر کی ہیں، ان سے مطلقاً حیوانات بحر یہ کی حلت معلوم ہوتی ہے۔

سمک طافی کا مسئلہ

دوسرا اختلافی مسئلہ سمک طافی کا ہے یعنی وہ مچھلی جو سمندر کے اندر از خود مر جائے اور پانی کے اوپر آجائے تو اس کا کھانا جائز ہے کہ نہیں؟

ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے (۴۳)۔

(☆۴۲) فتح القدیر، کتاب الکراہیۃ، فصل فی ما یحل أكله.....: ۴۲۲/۸۔

(۴۳) فتح الباری: ۷۷۱/۹۔

جمہور کا استدلال

جمہور کا پہلا استدلال تو حدیث باب سے ہے کہ حضرات صحابہ نے ”عنبر“ نامی وہ مچھلی استعمال کی

تھی۔

لیکن اس سے ان کا استدلال تام نہیں کیونکہ اس حدیث میں کوئی ایسی تصریح نہیں جس سے معلوم ہو سکے کہ وہ سمک طافی تھی اور از خود مری تھی، ہو سکتا ہے کہ سمندر نے اس کو خشکی کی طرف پھینک دیا ہو اور اس کے نتیجے میں وہ مری ہو، ایسی مچھلی کا کھانا بالاتفاق جائز ہے (۴۴)۔

ائمہ ثلاثہ حضرت صدیق اکبرؓ کے اثر سے بھی استدلال کرتے ہیں جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے

یہاں تعلیقا ذکر کیا ہے۔

امام اعظم کی دلیل

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جسے امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ما ألقى البحر أو جزر عنه فكلوه، ومامات فيه وطفاء، فلاتأكلوه“ (۴۵)۔ اس میں تصریح ہے کہ سمک طافی کو نہ کھائیں اور حلت و حرمت کے درمیان جب تعارض ہو جائے تو احتیاط اسی میں ہے کہ جانب حرمت کو ترجیح دی جائے (☆۴۵)۔

جھینگے کا حکم

جہاں تک تعلق ہے جھینگے کا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک تو وہ جائز ہی ہے، اکثر حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے کیونکہ وہ مچھلی کی ایک قسم ہے۔ بعض علماء نے اس کے عدم جواز کا قول اختیار کیا ہے اور کہا ہے کہ

(۴۴) دیکھیے فیض الباری: ۴/۳۳۰۔

(۴۵) سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمۃ، (رقم الحدیث: ۳۸۱۵)

(☆۴۵) لامع الدراری: ۹/۴۱۳۔

جھینگا مچھلی نہیں، بلکہ ایک مستقل الگ قسم ہے لیکن جمہور اس کو مچھلی ہی میں شمار کرتے ہیں (۴۶)۔
باب کی تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے عنبر مچھلی والی جو روایت نقل کی ہے، یہ کتاب المغازی میں
گزر چکی ہے۔ حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے۔

۱۳ - باب : أَكْلُ الْجَرَادِ .

۵۱۷۶ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَانَ بْنَ أَوْفَى
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : غَزَوْنَا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ سَبْعَ غَزَوَاتٍ أَوْ سِتًّا . كُنَّا نَأْكُلُ مَعَهُ الْجَرَادَ .
قَالَ سُفْيَانُ وَأَبُو عَوَانَةَ وَإِسْرَائِيلُ . عَنْ أَبِي يَعْفُورٍ ، عَنْ أَبَانَ بْنِ أَوْفَى : سَبْعَ غَزَوَاتٍ .

(۴۶) مچھلی کے حلال ہونے میں تو کوئی اختلاف نہیں، البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جھینگا مچھلی میں شامل ہے یا نہیں؟ علم
حیوان کے جدید ماہرین کے نزدیک جھینگا مچھلی میں شامل نہیں، کیونکہ جدید ماہرین کے نزدیک ”مچھلی ریڑھ کی ہڈی
والا وہ جانور ہے جو کھپڑوں کے ذریعہ سانس لیتا ہے“ جب کہ جھینگانہ ریڑھ کی ہڈی رکھتا ہے اور نہ ہی کھپڑوں کے
ذریعہ سانس لیتا ہے (دیکھیے دائرۃ المعارف للبیستانی: ج ۱۰، ص ۶۰)۔ لیکن اس کے برعکس مشہور علمائے لغت نے
جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا ہے، ابن درید، علامہ فیروز آبادی، علامہ زبیدی اور دمیری کی یہی رائے ہے، چنانچہ ابن
درید جمہرة اللغة: ج ۳، ص ۴۱۴ میں لکھتے ہیں ”وإربیان ضرب من السمک“ علامہ زبیدی نے بھی یہی فرمایا ہے
(دیکھیے تاج العروس: ۱/۱۳۶) اور علامہ دمیری رحمہ اللہ (حیاء الحيوان: جلد: اول، ص ۴۷۳) میں لکھتے ہیں
”الروبیان هو سمک صغیر جدا أحمر“ یعنی جھینگا سرخ رنگ کی ایک چھوٹی سی مچھلی ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ امداد الفتاوی (ج ۴، ص ۱۰۴) میں تحریر فرماتے ہیں ”..... احقر کو اس کے سمک ہونے
میں بالکل اطمینان ہے“..... حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاوی محمودیہ (ج ۵، ص ۱۰۷، ۱۲۰،
۱۲۳) میں، حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے مجموعۃ الفتاوی (ج: دوم، ص ۲۹۷) میں، مفتی
عبدالرحیم لاجپوری نے فتاوی رحیمیہ (ج: ششم، ص ۲۹۷) میں اور مفتی عبدالسلام چانگامی نے جواہر الفتاوی
(ج: اول، ص ۵۸۴) میں جھینگے کو مچھلی میں شمار کیا ہے، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب (تکملہ فتح
الملہم: ج: سوم، ص ۵۱۴) میں لکھتے ہیں:

فلا ينبغي التشديد في مسألة الإربیان عند الإفتاء، ولا سيما في حالة كون المسألة مجتهدا فيها من
أصلها، ولا شك أنه حلال عند الأئمة الثلاثة، وأن اختلاف الفقهاء يورث التحقيف، غير أن الاحتباب عن
أكله أحوط وأولى“

جراد: جَرَادَة کی جمع ہے، ٹڈی کو کہتے ہیں، یہ جَرَد سے مشتق ہے لآنه لاينزل على شئى الا جرده (۴۷)، اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک طيار يعنى اڑنے والی، دوسری وَثَاب يعنى کودنے والی، ٹڈی بغیر ذبح کیے کھانا جائز ہے، البتہ مالکیہ کے ہاں مشہور یہ ہے کہ اس کو ذبح کرنا جوازِ اکل کے لیے شرط ہے (۴۸)۔

پھر ذبح کرنے کے طریقے میں اختلاف ہے، بعضوں نے کہا اس کا سر کاٹا جائے، بعضوں نے کہا آگ یا بانڈی میں اس کا گرنا ہی اس کا ذبح ہونا ہے (۴۹)۔

ابو یَعْفُور

ان کا نام وقدان یا واقد ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ واقد، ان کا نام اور وقدان، ان کا لقب ہے، ابو یَعْفُور دو ہیں، ایک اکبر اور دوسرے اصغر، جو اصغر ہیں، ان کا نام عبدالرحمن بن عبید ہے، دونوں ثقہ ہیں، ابو یَعْفُور اکبر کی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک یہاں اور دوسری کتاب الصلاة، ابواب الرکوع میں (۵۰)۔ ابو یَعْفُور اصغر نے صحابہ میں کسی سے روایت نہیں سنی، جبکہ ابو یَعْفُور اکبر نے حضرت ابن عمرؓ، حضرت انسؓ وغیرہ سے روایات سنی ہیں، ۱۲۰ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۵۱)۔

سبع غزوات أوستا

یہ شک شعبہ کو ہے کہ سات غزوات کہا ہے یا چھ۔

(۴۷) فتح الباری: ۹/۷۷۴۔

(۴۸) فتح الباری: ۹/۷۷۴۔

(۴۹) فتح الباری: ۹/۷۷۴۔

(۵۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری: ۹/۷۷۴-۷۷۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۰۹۔

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۰۹۔ نیز دیکھیے، تہذیب الکمال: ۳۰/۳۵۹، وطبقات ابن سعد: ۶/۳۳۸، وثقات ابن

حبان: ۵/۳۹۹ وسیر اعلام النبلاء: ۵/۲۱۳ وتہذیب التہذیب: ۱۱/۱۲۳ والجمع لابن القیسرانی: ۲/۵۳۵

والکاشف للذہبی: ۳/الترجمة: ۶۱۵۸۔

کنانا کل معہ الجراد

یہاں معیت سے یا صرف غزوہ میں معیت مراد ہے، کھانے میں نہیں اور یا کھانے میں معیت مراد ہے، دوسرے احتمال کی تائید ابو نعیم کی روایت سے ہوتی ہے جس میں ”ویأکل معنا“ کے الفاظ ہیں (۵۲)۔

شوافع میں علامہ صیری کا خیال تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ٹڈی کھانا پسند نہیں کرتے تھے (۵۳)، وہ امام ابو داؤد کی ایک روایت سے استدلال کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹڈی کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”لا آکلہ ولا أحرمه“ (۵۴)۔

لیکن یہ روایت مرسل ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے ٹڈی کی حلت پر اجماع نقل کیا ہے (۵۵)۔ تاہم ابن العربی نے شرح ترمذی میں حجاز کی ٹڈیوں اور اندلس کی ٹڈیوں کے درمیان فرق کیا ہے اور کہا ہے کہ اندلس کی ٹڈیاں سراپا ضرر ہیں (۵۶)، لہذا اگر کسی علاقے کی ٹڈیوں کے متعلق معلوم ہو کہ وہ مضر صحت ہیں تو ان کا استعمال پھر درست نہیں ہوگا۔

قال سفیان وأبو عوانة وإسرائيل عن أبي يعفور عن ابن أبي أوفى سبع غزوات سفیان کی تعلیق کو دارمی نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۷) ابو عوانہ کی تعلیق امام مسلم نے موصولاً نقل کی ہے (۵۸) اور اسرائیل کی تعلیق طبرانی نے موصولاً نقل کی ہے (۵۹)، ان تینوں روایات میں سات غزوات کا ذکر ہے۔

(۵۲) فتح الباری: ۹/۷۷۵۔

(۵۳) فتح الباری: ۹/۷۷۵۔

(۵۴) سنن أبي داود، کتاب الأطعمة، باب فی أکل الجراد، (رقم الحدیث: ۳۸۱۳) ۳/۳۵۷۔

(۵۵) شرح مسلم للنووی، کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد: ۲/۱۵۲۔

(۵۶) فتح الباری: ۹/۷۷۵۔

(۵۷) سنن الدارمی، کتاب الصيد، باب فی أکل الجراد، (رقم الحدیث: ۲۰۱۰) ۲/۱۲۶۔

(۵۸) صحیح مسلم، کتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الجراد (رقم الحدیث: ۱۹۵۲) ۳/۱۵۳۶۔

(۵۹) فتح الباری: ۹/۷۷۶۔

۱۴ - باب : آنية المجوس والميتة .

۵۱۷۷ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ حَيَّوَةَ بْنِ شَرِيحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ يَزِيدَ الدَّمَشَقِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيُّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو ثَعْلَبَةَ الْخَشِيُّ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّا بَارِضُ أَهْلِ الْكِتَابِ ، فَتَأْكُلُ فِي آيَاتِهِمْ ، وَبَارِضُ صَيْدٍ ، أَصِيدُ بِقَوْسِي ، وَأَصِيدُ بِكَلْبِي الْمَعْلَمِ وَبِكَلْبِي الَّذِي لَيْسَ بِمَعْلَمٍ ؛ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (أَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بَارِضُ أَهْلِ كِتَابٍ : فَلَا تَأْكُلُوا فِي آيَاتِهِمْ إِلَّا أَنْ لَا تَجِدُوا بُدًّا ، فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا بُدًّا فَاغْسِلُوهَا وَكُلُوا ، وَأَمَّا مَا ذَكَرْتَ أَنَّكَ بَارِضُ صَيْدٍ : فَمَا صِدَّتْ بِقَوْسِكَ فَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ الْمَعْلَمِ فَادْكُرِ اسْمَ اللَّهِ وَكُلْ ، وَمَا صِدَّتْ بِكَلْبِكَ الَّذِي لَيْسَ بِمَعْلَمٍ فَادْكُرْ ذَكَاتَهُ فَكُلْهُ) . [ر : ۵۱۶۱]

۵۱۷۸ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ : حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عُبَيْدٍ ، عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ قَالَ : لَمَّا أَمْسَوْا يَوْمَ فَتَحُوا خَيْبَرَ ، أَوْقَدُوا النَّيْرَانَ ، قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (عَلَامٌ أَوْقَدْتُمْ هَذِهِ النَّيْرَانَ) . قَالُوا : لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَنْسِيَّةِ . قَالَ : (أَهْرِيقُوا مَا فِيهَا ، وَأَكْسِرُوا قُدُورَهَا) . فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَقَالَ : نُهْرِيقُ مَا فِيهَا وَنَغْسِلُهَا ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (أَوْ ذَاكَ) . [ر : ۲۳۴۵]

حدیث سے ترجمہ الباب کا ثبوت

ترجمہ الباب میں ”آنية المجوس“ کہا ہے، جب کہ باب کی روایت میں اہل کتاب کے اوانی کا ذکر ہے۔ ابن منیر نے فرمایا کہ چونکہ نجاسات سے نہ بچنے کا سبب مجوس اور اہل کتاب دونوں میں مشترک ہے، اس لیے امام بخاری نے ایک سے دوسرے کا حکم ثابت کیا ہے (۶۰)۔
علامہ کرمانی نے فرمایا کہ مجوسیوں کو اہل کتاب پر قیاس کر کے امام بخاری نے حکم ثابت کیا ہے (۶۱)۔

(۶۰) فتح الباری: ۹/۷۷۷

(۶۱) شرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۹۲۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ درحقیقت بعض طرق میں مجوسیوں کا بھی ذکر ہے، امام بخاری نے ترجمۃ الباب سے ان طرق کی طرف اشارہ کیا ہے، امام بخاری عموماً اس طرح کرتے ہیں کہ بعض طرق جو ان کی شرط پر پورے نہیں اترتے، انہیں ترجمۃ الباب میں لے آتے ہیں اور حدیث اپنی شرط کے مطابق کوئی دوسری لے آتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

وهذه طريقة يكثر منها البخاري، فما كان في سنده مقال، يترجم به، ثم يورد في الباب ما يؤخذ بالحكم منه بطريق الإلحاق ونحوه (۶۲)۔

الميتة

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے میتہ کا بھی ذکر کیا ہے، ابن منیر فرماتے ہیں:

به بذكر الميتة على أن الحمير لما كانت محرمة لم تؤثر فيها الذكاة، فكانت ميتة، ولذلك أمر بغسل الآنية منها (۶۳)۔

یعنی باب کی دوسری حدیث میں گدھوں کے گوشت کی حرمت کا حکم بیان کیا گیا ہے، گدھے ذبح کیے گئے تھے اور ان کا گوشت پکایا جا رہا تھا کہ حرمت کا حکم آگیا، کھر چونکہ میتہ اور حرام قرار دیئے گئے، اس لیے ان کی حلت کے لیے ذبح مؤثر نہیں رہا، کیونکہ ذبح حلال جانوروں میں مؤثر رہتا ہے، حرام میں نہیں۔

۱۵ - باب : التسمیة علی الذبیحة . ومن ترك متعمداً .

قال ابن عباس : من نسي فلا بأس .

وقال الله تعالى : «ولا تأكلوا مما لم يذكر اسم الله عليه وإنه لفسق» / الأنعام : ۱۲۱ / :

والناسي لا يسمى فسقاً .

وقوله : «وإن الشياطين ليوحون إلى أوليائهم ليجادلوكم وإن أطمعتهمم إنكم لمشركون»

/ الأنعام : ۱۲۱ / .

(۶۲) فتح الباری: ۹/۷۷۷۔

(۶۳) فتح الباری: ۹/۷۷۷۔

تسمیہ کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیق نقل کر کے اُس مسلک کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا جس میں ترک تسمیہ ناسیاً سے ذبیحہ حرام نہیں قرار پاتا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تعلیق کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ کیونکہ یہ نام نہ لینا ایک فاسقانہ روش ہے جب کہ ناسی یعنی بھولنے والا فاسق نہیں ہوتا۔

وقوله تعالى ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لِيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ.....﴾

امام بخاری رحمہ اللہ نے اُس آیت سے درحقیقت اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے نقل فرمائی ہے، کفار کہتے تھے کہ جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اسے مت کھاؤ (کیونکہ اسے انسانوں نے مارا ہے) اور جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسے کھاؤ (کیونکہ وہ قدرتی موت مرا ہے) اس کی مزید وضاحت ابوداؤد کی ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ یہودی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ”جس کو ہم انسان قتل کریں اسے تو آپ کھاتے ہیں اور جس کو اللہ مار دے، اسے نہیں کھاتے“..... تو اس پر آیت کریمہ ﴿وَلَا تَاْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ.....﴾ نازل ہوئی..... (۶۴) اور ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لِيُوحُونَ إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ﴾ فرما کر کفار کی اس طرح کی بحثوں اور مجادلہ کو شیطانی وساوس سے تعبیر کیا گیا۔

۵۱۷۹ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عِبَادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ بِذِي الْحُلَيْفَةِ ، فَأَصَابَ النَّاسَ جُوعٌ ، فَأَصَبْنَا إِبِلًا وَغَنَمًا ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ فِي أُخْرِيَاتِ النَّاسِ ، فَعَجَلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ ، فَدَفَعَ إِلَيْهِمُ النَّبِيُّ ﷺ فَأَمَرَ بِالْقُدُورِ فَأُكْفِتَتْ ، ثُمَّ قَسَمَ فَعَدَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْغَنَمِ بَعِيرٍ ، فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ ، وَكَانَ فِي الْقَوْمِ خَيْلٌ بَسِيرَةٌ ، فَطَلَبُوهُ فَأَعْيَاهُمْ ، فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ ، فَمَا نَدَّ عَلَيْكُمْ مِنْهَا

فَأَصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا) . قَالَ : وَقَالَ جَدِّي : إِنَّا لَنَرُجُو . أَوْ نَخَافُ ، أَنْ نَلْتَقِيَ الْعَدُوَّ غَدًا . وَلَيْسَ
مَعَنَا مُدَى ، أَفَنَذِيعُ بِالْقَصَبِ ؟ فَقَالَ : (مَا أَنْتُمْ أَلَدُّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ فَكُلُّ . لَيْسَ السِّنُّ
وَالظُّفْرُ . وَسَاحِرُكُمْ عَنْهُ : أَمَّا السِّنُّ فَعِظْمٌ . وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى الْحَبْشَةِ) . | ر : ۲۳۵۶ |

حضرت رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذی الحلیفہ
میں تھے، لوگوں کو بھوک لگی تو ہم نے ایک اونٹ اور ایک بکری ذبح کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
لوگوں میں سب سے پیچھے تھے، لوگوں نے جلدی کر کے ہانڈیاں چڑھادیں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم لوگوں کے پاس پہنچے تو آپ نے ہانڈیوں کے الٹ دینے کا حکم دیا، پھر (مال غنیمت) تقسیم کیا، اس
طرح کہ دس بکریوں کو ایک اونٹ کے برابر رکھا، ان میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا، جماعت میں گھوڑے
تھوڑے تھے، انھوں نے اس کو پکڑنا چاہا، مگر عاجز رہے، ان میں ایک آدمی نے اس کی طرف تیر پھینکا تو اللہ
تعالیٰ نے اس کو روک دیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان جانوروں میں بھی وحشی جانوروں
کی طرح بھگوڑے ہوتے ہیں، جب کوئی جانور بھاگ جائے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔"

راوی عبایہ کہتے ہیں کہ میرے دادا (حضرت رافع بن خدیجؓ) نے عرض کیا کہ ہمیں امید
ہے..... یا کہا ہمیں خوف ہے..... کہ کل ہمیں دشمن سے مقابلہ کرنا ہو گا اور ہمارے پاس کوئی چھری نہیں تو
کیا ہم بانس سے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ "جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو تو
اس کو کھا سکتے ہو لیکن دانت اور ناخن نہیں ہونا چاہیے، اس کے متعلق بتادوں کہ دانت تو ہڈی ہے اور ناخن
حبشیوں کی چھری ہے۔"

فَعَجَلُوا فَنَصَبُوا الْقُدُورَ

یعنی حضرات صحابہ نے جلدی کر کے ہانڈیاں چڑھادیں، امام ابو داؤد کی روایت میں ہے "فانطلق

ناس من سرعان الناس فذبحوا ونصبوا قدورهم قبل أن يقسم" (۶۵)۔

(۶۵) فتح الباری: ۹/۸۰ و سنن ابی داؤد، کتاب الأضاحی، باب فی الذبیحة بالمروءة، (رقم الحدیث: ۲۸۲۱)

فَدْفَعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهِمْ
 دُفِعَ: فعل مجہول بمعنی وصل ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو پچھلی صفوں میں تھے، ان تک پہنچ گئے۔

فأمر بالقدور فأكفنت

آپ نے ہانڈیوں کے متعلق حکم دیا، چنانچہ وہ الٹ دی گئیں۔

اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ یہ لوگ دارالاسلام میں داخل ہو گئے تھے اور دارالاسلام میں داخل ہونے کے بعد تقسیم سے پہلے مال غنیمت میں سے کچھ کھانا درست نہیں اور یہاں مال غنیمت اب تک تقسیم نہیں ہوا تھا۔

اور دوسری وجہ یہ لکھی ہے کہ اس موقع پر لوگوں نے اپنی ضرورت اور حاجت کے بقدر نہیں لیا، بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کیے بغیر ضرورت سے زیادہ لے لیا تھا جو کہ جائز نہیں تھا، اس لیے آپ نے ہانڈیاں الٹ کر انھیں تنبیہ فرمائی (۶۶)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

یہاں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ گوشت تو مال ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے، پھر آپ نے ہانڈیاں الٹ کر گوشت کیوں کر ضائع کیا؟
 امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ہانڈیاں الٹ کر شور بہ اور پانی وغیرہ بہا دیا تھا، گوشت ضائع نہیں کیا تھا (۶۷)۔

لیکن اس جواب پر امام ابو داؤد کی روایت سے شبہ ہوتا ہے کیونکہ اس میں ہے ”جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم يمشى على قوسه، فأكفأ قدورنا بقوسه، ثم جعل يُرمئ اللحم

(۶۶) فتح الباری: ۹/۷۸۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۱۳۔

(۶۷) فتح الباری: ۹/۷۸۱، وشرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی، باب جواز الذبح بكل ما أنهر الدم:

بالتراب“ (۶۸)۔ اس روایت میں تصریح ہے کہ آپ نے گوشت مٹی میں پھینک دیا تھا۔
اس شبہ کو یہ کہہ کر دور کیا جاسکتا ہے کہ گوشت کو مٹی میں پھینک دینے سے اس کا ضائع ہونا لازم
نہیں آتا کیونکہ اسے دھو کر استعمال کیا جاسکتا ہے (۶۹)۔

اور یہ جواب بھی دیا جاسکتا ہے کہ عام حالات میں اگرچہ کوئی شے ضائع کرنی جائز نہیں لیکن
زجر و تنبیہ کے وقت اس کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

و کان فی القوم خیل یسیرة

یعنی لوگوں کے پاس گھوڑے بہت کم تھے، مطلب یہ ہے کہ اگر گھڑ سوار بکثرت ہوتے تو بد کے
ہوئے اونٹ کا گھیراؤ کیا جاسکتا تھا، لیکن گھوڑے کم تھے، اس لیے وہ قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

فطلبوه فأعیاهم

لوگوں نے اس کا پیچھا کیا لیکن اس نے لوگوں کو تھکا دیا، اُعیاء کے معنی تھکانے کے ہیں۔

فأهوی إلیه رجل

ایک آدمی نے اس کی طرف تیر پھینکا، اس کا ارادہ کیا، حافظ فرماتے ہیں کہ اس رجل کا نام مجھے
معلوم نہ ہو سکا (۷۰)۔

فحبسه الله الله نے اس کو روکا یعنی تیر اس کو لگا اور وہ ٹھہر گیا۔

إن لهذه البهائم أو ابد..... أو ابد: آبدۃ کی جمع ہے جس کے معنی وحشت اور غریب ہونے کے

ہیں، آبدۃ یعنی عجیبہ و غریبہ (۷۱)۔

إنالرجو أو نخاف راوی کو شک ہے کہ نرجو کہا تھا یا نخاف کہا تھا۔

(۶۸) فتح الباری: ۹/۷۸۱، وسنن أبی داود، کتاب الجهاد، باب فی النهی عن النهی، إذا کان فی الطعام قلة
فی أرض العدو، (رقم الحدیث: ۲۷۰۳) ۳/۶۶۔

(۶۹) فتح الباری: ۹/۷۸۱۔

(۷۰) فتح الباری: ۹/۷۸۲۔

(۷۱) فتح الباری: ۹/۷۸۳۔

ولیسٹ معنا مُدّی

مُدّی: مُدّیة (میم کے ضمہ اور ذال کے سکون کے ساتھ) کی جمع ہے، چھری کو کہتے ہیں، ان کا مطلب یہ تھا کہ کل دشمن سے ہماری مڈ بھیڑ ہوگی، مال غنیمت میں ہم کو جانور مل سکتے ہیں جنہیں ذبح کرنے کی ضرورت ہوگی، اسی طرح خود ہمیں اپنے جانوروں کو ذبح کرنے کی ضرورت بھی پڑ سکتی ہے، اس لیے چھری کے علاوہ اور کس چیز سے ذبح جائز ہو سکتا ہے (۷۲)۔

لیس السن والظفر

السنن والظفر یہ دونوں لفظ یا تو منصوب ہیں، منصوب ہونے کی صورت میں ”لیس“ استثناء ہوگا اور مستثنی ہونے کی وجہ سے یہ دونوں منصوب ہوں گے اور یا مرفوع ہیں، مرفوع ہونے کی صورت میں یہ ”لیس“ کا اسم ہوں گے اور خبر محذوف ہوگی، ای لیس السن والظفر مباحا، لیکن منصوب ہونے کا احتمال اس لیے راجح ہے کہ داود بن عیسیٰ کی روایت ”لیس“ کی بجائے ”إلا سنا وظفرا“ ہے (۷۳)۔

أما السن فعظم

یعنی دانت تو ہڈی ہے اور ہڈی سے کسی چیز کو ذبح کرنا جائز نہیں، عدم جواز کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہڈی سے ذبح کرنے میں ہڈی خون سے نجس ہو جائے گی اور ہڈیوں کو نجس کرنے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ ہڈیاں جنات کی غذا ہیں، امام نووی نے یہ وجہ بیان کی ہے (۷۴)۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں تعذیب حیوان ہے، ہڈی سے جانور جلد ذبح نہیں ہوتا تو وہ عذاب میں مبتلا ہوگا، اس لیے منع فرمایا (۷۵)۔

(۷۲) فتح الباری: ۹/۷۸۳۔

(۷۳) فتح الباری: ۹/۷۸۱۔

(۷۴) فتح الباری: ۹/۷۸۱، وشرح مسلم للنووی: کتاب الأضاحی، باب جواز الذبائح بكل ما أنهر الدم:

۱۵۷/۲۔

(۷۵) فتح الباری: ۹/۷۸۳۔

وأما الظفر فمدى الحبشة

اور ناخن حبشیوں کی چھریاں ہیں، حبشی چونکہ کافر تھے اور تشبہ بالکفار جائز نہیں، اس لیے منع فرمایا۔ نیز اس میں تعذیب حیوان بھی ہے (۷۶)۔

اگر ناخن اور دانت جسم سے جدا ہیں اور کسی نے ان سے جانور کو ذبح کیا تو ذبح صحیح ہے البتہ اس طرح ذبح کرنا مکروہ ہے۔

تاہم اگر ناخن اور دانت جسم سے جدا نہیں ہوئے اور کسی نے اپنے ناخن یا اپنے دانتوں سے کوئی جانور ذبح کیا تو ذبح درست نہیں ہوگا (۷۷)۔

۱۶ - باب : ما ذبح على الثَّصْبِ وَالْأَصْنَامِ .

۵۱۸۰ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ الْمُخْتَارِ : أَخْبَرَنَا مُوسَى ابْنُ عُقْبَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي سَالِمٌ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ يُحَدِّثُ . عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : أَنَّهُ لَقِيَ زَيْدَ ابْنَ عُمَرَ بْنِ نُفَيْلٍ بِأَسْفَلِ بَلَدِ حِ . وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْوَحْيُ . فَقَدَّمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ سُفْرَةَ فِيهَا لَحْمٌ . فَأَبَى أَنْ يَأْكُلَ مِنْهَا . ثُمَّ قَالَ : إِنِّي لَا آكُلُ مِمَّا تَذْبَحُونَ عَلَى أَنْصَابِكُمْ . وَلَا آكُلُ إِلَّا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ . [ر : ۳۶۱۴]

اصنام اور بتوں کے نام پر ذبح کرنا حرام ہے، روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نزول وحی سے پہلے زید بن عمرو بن نفیل سے مقام اسفل بلدح میں ملاقات ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گوشت کا دسترخوان پیش کیا گیا، آپ نے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا کہ میں اس ذبیحہ کو نہیں کھاتا ہوں جس کو تم نے اپنے بتوں کے نام پر ذبح کیا ہو۔

یہاں روایت میں ہے ”فقدّم إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم سفرة اللحم“ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت کا دسترخوان زید بن عمرو بن نفیل کی خدمت میں پیش کیا اور

(۷۶) فتح الباری: ۹/۷۸۳۔

(۷۷) ردالمحتار: ۵/۲۰۸۔

کشمیہ کی روایت میں ہے ”فَقُدِّمَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَفْرَةٌ“ یعنی حضور اکرم کی خدمت میں دسترخوان پیش کیا گیا، اس صورت میں ”قُدِّمَ“ مجہول کا صیغہ ہے۔

ابن منیر نے دونوں روایات کے درمیان تطبیق دیتے ہوئے کہا کہ وہاں موجود لوگوں نے دسترخوان حضور کی خدمت میں پیش کیا اور آپ نے پھر زید بن عمرو بن نفیل کی طرف بڑھایا اور زید نے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ میں غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتا ہوں (۷۸)۔

زید بن عمرو بن نفیل مشہور صحابی حضرت سعید بن زید کے والد ہیں، حضرت سعید بن زید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، زید بن عمرو بن نفیل زمانہ جاہلیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر عمل کرتے تھے۔

نُصِبَ..... بت کو کہتے ہیں، صادر سکون اور ضمہ دونوں درست ہے، اس کی جمع أنصاب آتی ہے (۷۹)۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ نصب اس پتھر کو کہا جاتا تھا جسے مشرکین نے بیت اللہ کے پاس نصب کر دیا تھا اور بتوں کے نام کا ذبیحہ اسی پتھر پر رکھ کر کیا جاتا تھا (۸۰)۔

۱۷ - باب : قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ)

۵۱۸۱ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ قَيْسٍ ، عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سَفْيَانَ الْبَجَلِيِّ قَالَ : ضَحَيْتَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَضْحِيَّةَ ذَاتِ يَوْمٍ ، فَإِذَا أَنَا قَدْ ذَبَحُوا ضَحَايَاهُمْ قَبْلَ الصَّلَاةِ ، فَلَمَّا أَنْصَرَفَ رَأَاهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُمْ قَدْ ذَبَحُوا قَبْلَ الصَّلَاةِ ، فَقَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى . وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ حَتَّى صَلَّيْنَا فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ) .

[ز : ۹۴۲]

(۷۸) دیکھیے فتح الباری: ۹/۷۸۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۱۳، والمتواری علی تراجم أبواب البخاری: ۲۰۵۔

(۷۹) مختار الصحاح: ۶۶۱

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۳، وفتح الباری: ۹/۷۸۶۔

ترجمة الباب كافائده ومقصد

ایک باب قبل ”تسمیہ علی الذبیحہ“ کا باب گذر چکا ہے یہاں دوبارہ لے آئے ہیں جس سے بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے بعد مذکورہ ترجمہ الباب قائم کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بسم اللہ بھولنے والا، بسم اللہ کو چھوڑنے والا نہیں ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”فائدة هذه الترجمة بعد تقدم الترجمة على التسمية التنبيه على أن الناسى يذبح على اسم الله، لأنه لم يقل فيه ”فليسم“ وإنما جعل أصل ذبح المسلم على اسم الله من صفة فعله ولو أزمه، كما ورد: ”ذكر الله على قلب كل مسلم سمي، أولم يسم“ (۸۱)

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس توجیہ کو وجیہ قرار دیا (۸۲)۔
باب کی مناسبت حدیث سے ظاہر ہے۔ اَضْحَاة (بفتح الهمزة) اَضْحِيَّة کے معنی میں ہے۔

۱۸ - باب : ما أَنَهَرَ الدَّمَ مِنَ الْقَصَبِ وَالْمَرْوَةِ وَالْحَدِيدِ .

۵۱۸۳/۵۱۸۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمَقْدَمِيُّ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ : سَمِعَ ابْنَ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ : يُخْبِرُ ابْنَ عُمَرَ : أَنَّ أَبَاهُ أَحْبَرَهُ : أَنَّ جَارِيَةَ لَهُمْ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بَسْلَعٍ ، فَأَبْصَرَتْ بِشَاةٍ مِنْ غَنَمِهَا مَوْتًا ، فَكَسَرَتْ حَجْرًا فَذَبَحَتْهَا ، فَقَالَ لِأَهْلِهِ : لَا تَأْكُلُوا حَتَّى آتِيَ النَّبِيُّ ﷺ فَاسْأَلَهُ ، أَوْ حَتَّى أُرْسِلَ إِلَيْهِ مِنْ يَسْأَلُهُ ، فَأَتَى النَّبِيُّ ﷺ أَوْ بَعَثَ إِلَيْهِ ، فَأَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِأَكْلِهَا .

(۵۱۸۳) : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا جُوَيْرِيَّةٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ بَنِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَ عَبْدَ اللَّهِ : أَنَّ جَارِيَةَ لِكَعْبِ بْنِ مَالِكٍ تَرْعَى غَنَمًا لَهُ بِالْجَبِيلِ الَّذِي بِالسُّوقِ . وَهُوَ بَسْلَعٌ ، فَأَصِيبَتْ شَاةٌ ، فَكَسَرَتْ حَجْرًا فَذَبَحَتْهَا بِهِ ، فَذَكَرُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَأَمَرَهُمْ بِأَكْلِهَا . [ر : ۲۱۸۱]

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۳۔

(۸۲) الأبواب والتراجم: ۲/۹۲۔

۵۱۸۴ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عُبَايَةَ بْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعٍ ، عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ قَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ لَيْسَ لَنَا مُدَى ، فَقَالَ : (مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ) . لَيْسَ الظُّفْرُ وَالسِّنُّ ، أَمَّا الظُّفْرُ فَمُدَى الْحَبَشَةِ ، وَأَمَّا السِّنُّ فَعَظْمٌ . وَنَدَّ بَعِيرٌ فَحَبَسَهُ . فَقَالَ : (إِنَّ لِهَذِهِ الْإِبِلِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ) . فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَأَصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا) . [ر : ۲۳۵۶]

بانس، پتھر اور لوہے میں سے جو بھی چیز جانور کا خون بہائے اس کے ذریعے ذبح کرنا درست ہے۔
قصب بانس کو کہتے ہیں اور مروہ سفید پتھر کو کہتے ہیں (۸۳)۔

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

روایاتِ باب میں قصب اور مروہ کا ذکر نہیں البتہ بعض دوسری روایات میں ان کا ذکر ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے غالباً ان ہی روایات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ترجمۃ الباب میں ان کا ذکر کیا ہے کیونکہ وہ روایات امام بخاری کی شرط پر نہیں چنانچہ طبرانی کی روایت میں ہے ”أفندبع بالقصب والمروة“ (۸۴)۔

اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں ذبح بالمروہ کا ذکر ہے، محمد بن صفوان سے روایت ہے کہ ”ذبحت أرنبین بمروة ، فأمرني النبي صلى الله عليه وسلم بأكلهما“ (۸۵)۔
امام حاکم نے اس روایت کی تصحیح کی ہے (۸۶)۔

جہاں تک حدید یعنی لوہے سے ذبح کرنے کا ذکر ہے تو وہ باب کی آخری روایت سے اس طرح

(۸۳) فتح الباری: ۹/۷۸۷۔

(۸۴) شرح مسلم للنووی، کتاب الاضاحی، باب جواز الذبح بكل ما أنهر الدم..... ۲/۱۵۷۔

(۸۵) سنن الترمذی، کتاب الذبائح، باب ماجاء فی الذبیحة بالمروة: ۴/۷۰ (رقم الحدیث: ۱۳۷۲) و سنن

ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب ما یذکی بہ: ۲/۱۰۶۰ (رقم الحدیث: ۳۱۷۵)

(۸۶) المستدرک للإمام الحاکم، کتاب الذبائح: ۳/۲۳۵۔

ثابت ہوتا ہے کہ اس میں ”ولیسست معنامدی“ کے الفاظ ہیں یعنی ہمارے پاس چھریاں نہیں ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں چھریوں سے ذبح کرنے کا معمول تھا جیسا کہ آج بھی ہے (۸۷)۔

باب کی پہلی روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک کی ایک باندی سلح پہاڑی کے پاس بکریاں چرا رہی تھی، اس نے ایک بکری کو مرتے دیکھا تو ایک پتھر توڑ کر اس کو ذبح کیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس کے کھانے کی اجازت دی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جاریہ کا نام مجھے معلوم نہیں ہو سکا (۸۸)۔

۱۹ - باب : ذبیحۃ المرأۃ والأمة .

۵۱۸۶/۵۱۸۵ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا عَبْدَةُ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ ابْنِ لَكْعَبِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّ امْرَأَةً ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ . فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا .

وَقَالَ اللَّيْثُ : حَدَّثَنَا نَافِعٌ : أَنَّهُ سَمِعَ رَجُلًا مِنَ الْأَنْصَارِ : يُخْبِرُ عَبْدَ اللَّهِ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَنَّ جَارِيَةَ لِكْعَبِ بْنِ مَالِكٍ : ذَبَحَتْ شَاةً بِحَجَرٍ ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ . فَأَمَرَ بِأَكْلِهَا .

(۵۱۸۴) : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ ، عَنْ مُعَاذِ بْنِ سَعْدٍ ، أَوْ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ جَارِيَةَ لِكْعَبِ بْنِ مَالِكٍ كَانَتْ تَرْعَى غَنَمًا بِسَلْعٍ . فَأَصَابَتْ شَاةً مِنْهَا ، فَأَدْرَكَهَا فَذَبَحَهَا بِحَجَرٍ . فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ : (كَلَوْهَا) .

[۲۱۸۱]

عورت کا ذبیحہ جائز ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ ترجمہ الباب قائم کر کے ان لوگوں پر رد کیا ہے جو عورت کے ذبیحہ کو

(۸۷) فتح الباری: ۹/۷۸۷۔

(۸۸) فتح الباری: ۹/۷۸۷۔

ناجائز کہتے ہیں (۸۹)، محمد بن عبدالحکم نے امام مالک سے ذبیحة المرأة کی کراہت نقل کی ہے لیکن ”مدونہ“ میں مطلقاً جواز منقول ہے (۹۰)۔

جمہور علماء کے نزدیک اگر عورت ذبح کرنا جانتی ہو تو اس کا ذبیحہ بلا کراہت جائز ہے (۹۱)۔
چنانچہ روایت باب میں عورت کے ذبیحہ کا ذکر ہے، یہ روایت اس سے پہلے باب میں گذر چکی ہے۔

لیث کی تعلیق کو اسماعیلی نے موصولاً نقل کیا ہے (۹۲)۔

عن معاذ بن سعد أو سعد بن معاذ

راوی کوشک ہے، معاذ بن سعد سے یہ روایت ہے یا سعد بن معاذ سے، علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معاذ اور سعد دونوں صحابی ہیں اور الصحابة کلہم عدول، لہذا حضرت سعد ہوں یا حضرت معاذ، اس سے روایت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا (۹۳)۔

۲۰ - باب : لَا يُذَكَّى بِالسِّنِّ وَالْعَظْمِ وَالظُّفْرِ .

۵۱۸۷ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ رِفَاعَةَ ، عَنْ رَافِعِ

أَبْنِ خَدِيجٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (كُلُّ - يَعْنِي - مَا أَنْهَرَ الدَّمَ ، إِلَّا السِّنَّ وَالظُّفْرَ) .

[ر : ۲۳۵۶]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت جو مسئلہ بیان کیا ہے، اس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

(۸۹) عمدة القاری: ۱۱۶/۲۱۔

(۹۰) عمدة القاری: ۱۱۶/۲۱، والمدونة الكبرى، کتاب الذبائح: ۶۷/۲۔

(۹۱) فتح الباری: ۹/۷۸۷، وعمدة القاری: ۱۱۶/۲۱۔

(۹۲) عمدة القاری: ۱۱۷/۲۱۔

(۹۳) شرح بخاری للکرمانی: ۹۹/۲۰۔

۲۱ - باب : ذبیحة الأعراب ونحوهم .

۵۱۸۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أُسَامَةُ بْنُ حَفْصِ الْمَدَنِيِّ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ . عَنْ أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ قَوْمًا قَالُوا لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّ قَوْمًا يَأْتُونَنَا بِاللَّحْمِ . لَا نَدْرِي : أَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ أَمْ لَا ؟ فَقَالَ : (سَمُّوا عَلَيْهِ أَنْتُمْ وَكُلُوهُ) . قَالَتْ : وَكَانُوا حَدِيثِي عَهْدًا بِالْكَفْرِ .

تَابِعَهُ عَلِيُّ بْنُ الدَّرَاوَرْدِيِّ . وَتَابِعَهُ أَبُو خَالِدٍ وَالتُّفَّافِيُّ . [ر : ۱۹۵۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ کوئی دیہاتی اور اعرابی اگر ذبح کرنا چاہے تو اس کا ذبیحہ درست ہے جیسا کہ روایت باب میں تصریح ہے۔

اکثر نسخوں میں ”ذبیحة الأعراب“ کے بعد ”ونحوهم“ کے الفاظ ہیں، البتہ کشمیر کی روایت میں ”ونحوهم“ کے الفاظ ہیں (۹۴)۔

وكانوا حديثي عهد بالكفر: یعنی وہ پوچھنے والے نئے نئے کفر سے اسلام کی طرف آئے تھے۔ حدیث باب سے بعض لوگوں نے تسمیہ علی الذبیحہ کے عدم وجوب پر استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ تسمیہ علی الذبیحہ اگر واجب ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو اعراب کا ذبیحہ کھانے کی اجازت نہ دیتے۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ یہ ابتدائے اسلام کا واقعہ ہے، چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے ”وذلك في أول الإسلام“ (۹۵)۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ گوشت لانے والے وہ اعراب تسمیہ کے حکم سے جاہل نہ تھے، اس لیے آپ نے سوال کرنے والوں کو ایک طرح کی تنبیہ فرمائی کہ تم ”بسم اللہ“ پڑھ لیا کرو اور لانے والوں کے متعلق یہی گمان کیا جانا چاہیے کہ انھوں نے ”بسم اللہ“ پڑھ لی ہوگی (۹۶)۔

(۹۴) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹۱/۹

(۹۵) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹۱/۹

(۹۶) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹۳/۹

تابعه علی عن الدراوردی

یعنی علی بن المدینی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ؛ شیخ اسامہ بن حفص کی متابعت کی ہے، اسامہ نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے نقل کی ہے اور علی بن المدینی نے عبدالعزیز بن محمد دروردی سے نقل کی ہے۔

اسماعیلی نے اس تعلق کو موصولاً نقل کیا ہے (۹۷)۔

و تابعه أبو خالد و الطفاوی

اسامہ کی متابعت سلیمان بن حیان ابو خالد نے بھی کی ہے، اس متابعت کو امام بخاری رحمہ اللہ نے

کتاب التوحید میں موصولاً نقل کیا ہے (۹۸)۔

اور محمد بن عبدالرحمن طفاوی نے بھی اسامہ کی متابعت کی ہے، طفاوی (بضم الطاء) طفاوہ بنت

حزم بن زیاد کی طرف منسوب ہے۔ طفاوی کی متابعت امام بخاری نے کتاب البیوع میں موصولاً نقل کی ہے (۹۹)۔

۲۲ - باب : ذبائح أهل الكتاب وشحومها ، من أهل الحرب وغيرهم .

وَقَوْلِهِ تَعَالَى : «الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ

حِلٌّ لَهُمْ» / المائدة : ۵ / .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ نَصَارَى الْعَرَبِ ، وَإِنْ سَمِعْتَهُ يُسَمِّي لِغَيْرِ اللَّهِ فَلَا تَأْكُلُ .

وَإِنْ لَمْ تَسْمَعَهُ فَقَدْ أَحَلَّهُ اللَّهُ لَكَ وَعَلِمَ كُفْرَهُمْ . وَيُذَكَّرُ عَنْ عَلِيٍّ نَحْوَهُ .

وَقَالَ الْحَسَنُ وَإِبْرَاهِيمُ : لَا بَأْسَ بِذَبِيحَةِ الْأَقْلَفِ .

وَقَالَ أَبُو عَبَّاسٍ : طَعَامُهُمْ : ذَبَائِحُهُمْ .

(۹۷) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۹۱

(۹۸) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۹۱

(۹۹) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۹۱

۵۱۸۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ حَمِيدِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعْقِلٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مُحَاصِرِينَ قَصْرَ خَيْبَرَ ، فَرَمَى إِنْسَانٌ جِرَابَ فِيهِ شَحْمٌ ، فَتَرَوْتُمْ لِأَخِذِهِ ، فَأَلْتَفْتُ فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ فَاسْتَحْيَيْتُ مِنْهُ . [ر : ۲۹۸۴]

ترجمہ الباب کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے ذبائح اور ان ذبائح کے شحوم (چربیوں) دونوں کا استعمال جائز ہے، یہی جمہور علماء کا مسلک ہے۔

امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ جو چیزیں اہل کتاب کے لیے حرام قرار دی گئی تھیں، ان کا استعمال جائز نہیں، جیسے شحوم ہیں، یہ چونکہ اہل کتاب کے لیے حرام تھیں، لہذا کسی مسلمان کے لیے اہل کتاب کے ذبح کردہ جانوروں کے شحوم جائز نہیں (۱۰۰)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنے معمول کے مطابق ترجمہ الباب میں قرآن کریم کی آیت کو بطور استدلال پیش فرمایا ہے، آیت کریمہ ﴿وَطَعَامَ الَّذِينَ آتُوا الْكِتَابَ﴾ میں طعام سے اہل کتاب کے ذبائح مراد ہیں (۱۰۱)۔

اہل کتاب کے ذبائح بالاتفاق حلال ہیں کیونکہ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ ان کے نزدیک بھی حرام ہے۔

لیکن دوسرے مشرکین اور کفار کے ذبائح حلال نہیں ہیں کیونکہ وہ تسمیہ نہیں پڑھتے اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں (۱۰۲)۔

اہل کتاب کے ذبیحہ کی شرطیں

فقہاء نے اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کے لیے تین شرطیں لکھی ہیں:

(۱۰۰) عمدة القاری: ۱۱۹/۲۱- وفتح الباری: ۹/۹۴

(۱۰۱) عمدة القاری: ۱۱۹/۲۱- وفتح الباری: ۹/۹۵

(۱۰۲) عمدة القاری: ۱۱۹/۲۱-

اول یہ کہ ذبح اسلامی طریقے سے کیا ہو۔

دوم یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام واقعہً لیا ہو۔

سوم یہ کہ ذبح کرنے والا واقعہً اہل کتاب ہو۔

ان میں سے کوئی بھی شرط فوت ہوگئی تو پھر ذبیحہ جائز نہیں ہوگا۔ مثلاً اگر معلوم ہو جائے کہ ذبح کے وقت اللہ کے نام کے بجائے صرف حضرت مسیح علیہ السلام کا نام لیا گیا ہے یا ذبح کرنے والا اہل کتاب میں سے نہیں بلکہ ملحد ہے تو ایسا ذبیحہ کھانا جائز نہیں (☆۱۰۲)۔

اہل کتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل ہوں اور تورات وانجیل میں سے کسی پر ایمان رکھتے ہوں، اگرچہ ان کے عقائد مشرکانہ ہوں۔

آج کل یورپ کے اہل کتاب عموماً دہریہ اور ملحد ہوتے ہیں، ان میں سے بہت سے اللہ کے وجود کے بھی قائل نہیں، اس لیے ایسے لوگوں کا ذبیحہ درست نہیں، ہاں اگر کسی کے متعلق معلوم ہو کہ وہ واقعاً اہل کتاب میں سے ہے تو اس کا ذبیحہ درست ہوگا۔

وقال الزہری: لا بأس بذبیحة نصاری العرب

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نصاری عرب کے ذبیحہ کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ وہ ذبیحہ غیر اللہ کے نام پر کیا گیا ہے تو پھر اسے نہیں کھانا چاہیے۔ اس تعلق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

ویذکر عن علی نحوہ

یعنی امام زہری کے قول کی طرح ایک قول حضرت علی سے بھی نقل کیا جاتا ہے ”یذکر“ مجہول کا صیغہ لا کر امام بخاری نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

حضرت علیؑ سے بعض نصاری عرب کے ذبائح کی ممانعت بھی منقول ہے۔ چنانچہ عبدالرزاق نے سند صحیح کے ساتھ حضرت علیؑ کا یہ اثر نقل کیا ہے کہ:

(☆۱۰۲) فتاوی ہندیہ: ۵/۲۸۵۔ ورد المحتار: ۶/۲۹۷۔

(۱۰۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۱۹۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۳۔

”لاتأكلوا ذبائح نصاری بنی تغلب، فإنهم لم يتمسکوا من دینهم
إلا بشرب الخمر“ (۱۰۴)۔

وقال الحسن وإبراهيم: لا بأس بذبيحة الأقف

اقلف غیر مختوں کو کہتے ہیں یعنی ایسا شخص جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اس کا ذبیحہ جائز ہے، چونکہ
حضرت ابن عباسؓ اور امام احمدؒ سے عدم جواز منقول ہے (☆۱۰۴) اس لیے امام بخاری نے یہ اثر نقل فرمایا
حضرت حسن بصری کے اثر کو عبدالرزاق نے اور ابراہیم نخعی کی تعلیق کو ابو بکر خلال نے موصولاً نقل کیا
ہے (۱۰۵)۔

وقال ابن عباس: طعامهم: ذبائحهم

قرآن کریم کی آیت ﴿و طعام الذین او توا الكتاب﴾ میں طعام سے ذبائح مراد ہیں، حضرت
ابن عباسؓ کی تعلیق کو طبری نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۶)۔
روایت باب میں ہے ”نزوت“..... نزو کے معنی کودنے کے آتے ہیں یعنی میں چربی کی اس تھیلی
کو لینے کے لیے کودا، یہ روایت کتاب المغازی میں غزوہ خیبر کے تحت گزر چکی ہے۔

۲۳ - باب : مَا نَدَّ مِنَ الْبَهَائِمِ فَهُوَ بِمَنْزِلَةِ الْوَحْشِ .

وَأَجَازُهُ ابْنُ مَسْعُودٍ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : مَا أَعْجَزَكَ مِنَ الْبَهَائِمِ مِمَّا فِي يَدَيْكَ فَهُوَ كَالصَّيْدِ . وَفِي بَعِيرٍ تَرَدَّى
فِي بئرٍ : مِنْ حَيْثُ قَدَرْتُ عَلَيْهِ فَذَكَّهُ .
وَرَأَى ذَلِكَ عَلِيٌّ وَابْنُ عُمَرَ وَعَائِشَةُ .

(۱۰۴) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۵۔

(☆۱۰۴) دیکھیے المعنی لابن قدامة، کتاب الصيد والذبائح: ۹/۳۱۱۔

(۱۰۵) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۵۔

(۱۰۶) عمدة القاری: ۱۱۸/۲۱۔

۵۱۹۰ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ : حَدَّثَنَا بَحْبِيُّ : حَدَّثَنَا سَنِّيَانُ : حَدَّثَنَا أَبِي . عَنْ عُبَايَةَ
 ابْنِ رِفَاعَةَ بْنِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ . عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّا لَأَقْوَمُ
 الْعَدُوِّ غَدًا . وَلَيْسَتْ مَعَنَا مَدَى . فَقَالَ : (اعْجَلْ ، أَوْ أَرِنْ ، مَا أَنْهَرَ الدَّمَ وَذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ ،
 لَيْسَ السِّنُّ وَالظُّفْرُ . وَسَأُحَدِّثُكَ : أَمَّا السِّنُّ فَعِظْمٌ . وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمَدَى الْحَبْشَةِ) . وَأَصْبْنَا نَهَبِ
 إِبِلٍ وَغَنَمٍ . فَنَدَّ مِنْهَا بَعِيرٌ فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ . فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِنَّ لِهَذِهِ الْإِبِلِ
 أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ . فَإِذَا غَلِبَكُمْ مِنْهَا شَيْءٌ فَأَفْعَلُوا بِهِ هَكَذَا) . [ر : ۲۳۵۶]

اگر کوئی جانور بدک کر بھاگ جائے تو وہ وحشی جانوروں کے حکم میں ہو جاتا ہے اور تیر تلواریں
 وغیرہ کے ذریعہ سے اسے دور سے مار کر کھایا جاسکتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر آپ کا جانور بھاگ جائے اور اسے قابو میں لانا مشکل ہو
 تو وہ شکار کے حکم میں ہے، لہذا اسے دور سے بھی مار کر کھانا جائز ہے، اسی طرح کوئی جانور کنویں میں گر گیا تو
 اسے ذبح کرنے کے لیے جسم کے جس حصے پر وار کا موقع ملے، اس وار سے وہ ذبح سمجھا جائے گا، مثلاً کسی
 نے اس کے ران میں نیزہ مارا اور اس سے وہ مر گیا تو اس کا کھانا جائز ہے۔

حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ کی بھی یہی رائے تھی۔

امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جمہور علماء کا یہی مسلک ہے۔

امام مالکؓ فرماتے ہیں کہ ”لا یجوز أن یدکى أصلاً إلا فی الحلق واللبة“ (۱۰۷)۔

حضرت ابن مسعودؓ کی تعلیق کو ابن ابی شیبہ نے، حضرت ابن عباسؓ کی تعلیق کو عبدالرزاق نے،
 حضرت علیؓ کی تعلیق کو ابو بکر نے، حضرت ابن عمرؓ کی تعلیق کو عبدالرزاق نے اور حضرت عائشہؓ کی تعلیق کو
 ابن حزم نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۰۸)۔

حدیث باب چند ابواب پہلے گزر چکی ہے۔

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۰۔

(۱۰۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۰۔ وفتح الباری: ۹/۷۹۶۔

۲۴ - باب : النَّحْرُ وَالذَّبْحُ .

وَقَالَ أَبُو جُرَيْجٍ . عَنْ عَطَاءٍ : لَا ذَبْحَ وَلَا نَحْرَ إِلَّا فِي الْمَذْبُوحِ وَالْمُنْحَرِ . قُلْتُ : أَيْزِي مَا يُذْبَحُ أَنْ أَنْحَرَهُ ؟ قَالَ : نَعَمْ . ذَكَرَ اللَّهُ ذَبْحَ الْبَقْرَةِ . فَإِنْ ذَبَحْتَ شَيْئًا يُنْحَرُ جَارٍ . وَالنَّحْرُ أَحَبُّ إِلَيَّ ، وَالذَّبْحُ قَطْعُ الْأَوْدَاجِ . قُلْتُ : فَيُخَلَّفُ الْأَوْدَاجُ حَتَّى يَقْطَعَ النَّحْاعُ ؟ قَالَ : لَا إِخَالَ .

وَأَخْبَرَنِي نَافِعٌ : أَنَّ ابْنَ عُمَرَ نَهَى عَنِ النَّخْعِ ، يَقُولُ : يَقْطَعُ مَا دُونَ الْعَظْمِ . ثُمَّ يَدْعُ حَتَّى تَمُوتَ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبُحُوا بَقْرَةَ» /البقرة: ۶۷/ .
وَقَالَ : «فَذَبِّحُوهَا وَمَا كَادُوا يَفْعَلُونَ» /البقرة: ۷۱/ .

وَقَالَ سَعِيدٌ : عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : الذَّكَاءُ فِي الْحَلْقِ وَاللَّبَّةِ .

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ ، وَابْنُ عَبَّاسٍ ، وَأَنْسٌ : إِذَا قَطَعَ الرَّأْسَ فَلَا بَأْسَ .

۵۱۹۳/۵۱۹۱ : حَدَّثَنَا خَلَادُ بْنُ يَحْيَى : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ . عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ قَالَ :

أَخْبَرْتَنِي فَاطِمَةُ بِنْتُ الْمُنْذِرِ أُمْرَأَتِي ، عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَتْ : نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ .

(۵۱۹۲) : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ : سَمِعَ عَبْدَةَ ، عَنْ هِشَامٍ . عَنْ فَاطِمَةَ . عَنْ أَسْمَاءَ قَالَتْ :

ذَبَحْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا . وَنَحْنُ بِالْمَدِينَةِ . فَأَكَلْنَاهُ .

(۵۱۹۳) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ الْمُنْذِرِ : أَنَّ أَسْمَاءَ

بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ : نَحَرْنَا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَرَسًا فَأَكَلْنَاهُ .

تَابَعَهُ وَكَيْعٌ . وَابْنُ عُيَيْنَةَ ، عَنْ هِشَامٍ : فِي النَّحْرِ . [۵۲۰۰]

نحر کے معنی

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نحر کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ومعنى النحر أن

یضربها بحربة أو نحوها فی الوهدة التي بین أصل عنقها و صدرها“ (۱) یعنی جانور کے حلق اور سینے کے درمیان جو گڑھا سا ہوتا ہے، اس میں نیزہ وغیرہ مارنے کو نحر کہا جاتا ہے۔

ذبح والے جانور کو نحر کرنے کا حکم

اونٹ میں نحر اور دوسرے جانوروں میں ذبح افضل ہے (۲) البتہ اس میں اختلاف ہے کہ نحر والے جانور کو ذبح کیا یا ذبح والے جانور کو نحر کیا گیا تو یہ جائز ہے یا نہیں؟
حضرات مالکیہ میں سے ابن القاسم نے اس کو ناجائز قرار دیا، لہذا ان کے نزدیک اگر کسی نے اونٹ کو ذبح کیا تو یہ جائز نہیں ہوگا۔

امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس طرح کرنا مطلقاً کراہت جائز ہے۔
امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور کے نزدیک ذبح والے جانور کو نحر کرنا اور نحر والے کو ذبح کرنا جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے (۳)۔

وقال ابن جریج عن عطاء: لا ذبح ولا نحر إلا فی المذبح والمنحر
ابن جریج (عبد الملک بن عبد العزیز) حضرت عطاء بن ابی رباح سے نقل کرتے ہیں کہ
ذبح (حلق پر چھری پھیرنا) اور نحر (سینے پر برچھامارنا) حلق اور سینے پر ہی ہوتا ہے۔
مذبح اور منحر دونوں ظرف کے صیغے ہیں، مقصد یہ ہے کہ جانور کے کسی اور حصے کو ذبح کیا یا
نیزہ مارا تو وہ ذبح درست نہیں ہوگا، کہ ذبح اختیاری سے متعلق یہی حکم ہے، ہاں اگر کوئی وحشی جانور ہو، یا
پالتو جانور بدک جائے تو اس صورت میں ”ذبح اضطراری“ بھی جائز ہے کہ جانور کے جس حصے کو بھی مار کر
خون بہایا جائے، ذبح درست ہوگا۔

(۱) المغنی لابن قدامة، کتاب الذبائح: ۹/۳۱۷۔

(۲) فتح الباری: ۹/۷۹۹، وعمدة القاری: ۲۱/۱۲۱۔

(۳) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۱۲۱۔

قلت: أيجزى ما يذبح أن أنحره؟ قال: نعم.....

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ جو جانور ذبح کیا جاتا ہے میں اگر اس کا نحر کر دوں تو یہ کافی ہوگا؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں وہ بھی کافی ہو جائے گا، اللہ جل شانہ نے قرآن کریم میں گائے کو ذبح کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح اگر آپ نحر والے جانور کو ذبح کر دیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن ذبح کے مقابلے میں نحر میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ ہے۔ بقرہ یعنی گائے کے متعلق تو قرآن کریم میں ”ذبح“ کا لفظ استعمال ہوا ہے، ارشاد ہے ﴿ان الله يامرکم ان تذبحوا بقرۃ﴾ لیکن حدیث میں نحر کا لفظ آیا ہے (۴)۔

عطاء بن ابی رباح نے ”ذَكَرَ اللَّهُ ذَبْحَ الْبَقْرَةِ“ سے اسی استدلال کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حدیث میں تو بقرہ کے لیے ”نحر“ آیا ہے اور قرآن میں ”ذبح“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، معلوم ہوا کہ نحر والے کو ذبح اور ذبح والے کو نحر کیا جاسکتا ہے۔

والذبح: قطع الأوداج

أوداج: وَ دَج (بفتح الواو والذال) کی جمع ہے، گردن میں خون کی نالی کو کہتے ہیں، ہر جانور کی گردن میں خون کی دو رگیں ہوتی ہیں انہیں ”وَدَجَان“ کہا جاتا ہے (۵)۔
خون کی یہ نالیاں اگرچہ دو ہیں لیکن یہ کلمہ تغلیباً چار نالیوں کے لیے فقہاء استعمال کرتے ہیں، دو تو یہی خون کی رگیں ہیں اور دونالیاں اور ہیں:

① حلقوم: سانس لینے کی نالی۔ ② المرىء: خوراک و غذا والی نالی (۶)۔

ذبح کے لیے کتنی رگیں کاٹنا ضروری ہے

ذبح کرنے کی مکمل صورت تو یہی ہے کہ مذکورہ چاروں نالیوں کو کاٹا جائے، تاہم اگر کسی نے ان

(۴) عمدة القاری: ۱۲۱/۲۱۔

(۵) قال ابن سنیة: ”الودجان عرقان متصلان من الرأس إلى السخر، والجمع أوداج“ (لسان العرب: ۲/۳۹۷)۔

(۶) بدائع الصنائع: ۳۱/۵۔

چار میں سے بعض کو کاٹنا اور بعض کو چھوڑ دیا تو ذبح جائز ہو گیا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے:
امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک وَدَجِین اور حلقوم کو کاٹنا واجب ہے اور مری، یعنی خوراک والی نالی کو کاٹنا واجب نہیں (۷)۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلقوم اور مری، کو کاٹنا واجب ہے، وَدَجِین (خون کی نالیوں) کو کاٹنا ضروری نہیں ہے (۸)۔

امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۹)۔

امام احمد رحمہ اللہ کی دوسری روایت میں چاروں کو کاٹنا واجب ہے (۱۰)۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ "لَا أَكْثَرَ حَكْمِ الْكُلِّ" کے اصول کے مطابق فرماتے ہیں کہ ان چار میں سے جو بھی تین کٹ جائیں تو ذبیحہ کے جواز کے لیے کافی ہو جائے گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک بھی تین کا کاٹنا کافی ہے لیکن وہ فرماتے ہیں کہ ان تین میں حلقوم اور مری، شامل ہونے چاہئیں، حلقوم اور مری، کا کاٹنا ان کے نزدیک جوازِ ذبیحہ کے لیے ضروری ہے (۱۱)۔

اکثر حنفیہ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کو اختیار کر کے اسی پر فتویٰ دیا ہے (۱۲)۔

قلت: فَيُخَلَّفُ الْأَوْدَاجُ حَتَّى يَقْطَعَ النَّخَاعُ، قَالَ: لَا أُخَالِ

ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں نے عطاء بن ابی رباح سے پوچھا کہ رگیں پیچھے چھوڑ دی جائیں یہاں تک کہ حرام مغز کاٹ دیا جائے تو یہ صورت جائز ہوگی؟ انھوں نے فرمایا کہ میں اسے ٹھیک نہیں سمجھتا، ابن جریج فرماتے ہیں کہ نافع نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ابن عمرؓ نے حرام مغز کاٹنے سے منع فرمایا

(۷) الذخيرة للقرافي: ۴/۱۳۳-فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

(۸) کتاب الأم: ۲/۲۵۹، فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

(۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۲۔

(۱۰) أحكام الذبائح: ۸۔

(۱۱) دیکھیے بدائع الصنائع: ۵/۳۱-۳۲۔

(۱۲) فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

ہے۔

يُخَلَّفُ: مجہول کا صیغہ ہے ”اوداج“ اس کا نائب فاعل ہے یعنی رگیں (کاٹ کر) پیچھے چھوڑ دی جائیں اور آگے حرام مغز بھی کاٹ دیا جائے۔

ينخاع (نون کے کسرہ، فتح اور ضمہ کے ساتھ) حرام مغز کو کہتے ہیں، یہ گردن کی ہڈی میں ایک سفید رگ ہوتی ہے (۱۳)۔

”وأخبرني نافع“ یہ ابن جریج کا قول ہے۔

صاحب ہدایہ نے فرمایا کہ اگر کسی نے ذبح کرتے ہوئے حرام مغز بھی کاٹ ڈالا تو اس طرح کرنا مکروہ ہے، تاہم ذبیحہ کھانا حرام نہیں ہوگا (۱۴)۔

ابن جریج کی مذکورہ تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۵)۔

وقال سعيد بن جبیر عن ابن عباس: الذكاة في الحلق واللبة

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ذبح صرف حلق اور سینے ہی میں ہوگا۔

لَبَّة (لام کے فتح اور باء کی تشدید کے ساتھ) موضع القلادة من الصدر: سینے کی اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں ہار ہوتا ہے، اس کو منخر بھی کہتے ہیں (۱۶)۔ اس تعلیق کا مطلب یہ ہے کہ ذبح والے جانوروں کو حلق سے کاٹا جائے گا اور نحر والے جانور (اونٹ وغیرہ) کو منخر یعنی سینے میں برچھمار کر ذبح کیا جائے گا، ذبح اختیاری میں حلق اور لبہ کے علاوہ جانور کے کسی اور حصے کو کاٹ کر مارنے سے جانور حلال نہیں ہوگا۔

حلق کے اعلیٰ، اوسط اور اسفل کسی بھی حصہ پر چھری رکھ کر ذبح کیا جاسکتا ہے۔

علامہ عینی نے فرمایا کہ ”الذكاة في الحلق واللبة“ میں ”فی“ ”بین“ کے معنی میں ہے یعنی

(۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۲، هو الذی یکون فی فقار الصلب شبيه بالمخ وهو متصل بالقفا، يقال له أيضاً:

خيطة الرقبة (فتح الباری: ۹/۷۹۹)۔

(۱۴) دیکھیے الهدایة مع فتح القدير کتاب الذبائح: ۸/۳۱۵۔

(۱۵) فتح الباری: ۹/۷۹۹۔

(۱۶) فتح الباری: ۹/۸۰۰۔

حلق اور سینے کے درمیان جانور کو ذبح کیا جائے گا (۱۷)۔

سعید بن منصور اور امام بیہقی نے اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۸)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ تعلیق ذکر کر کے شاید اس حدیث کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ایک صحابی نے آپ سے پوچھا ”یا رسول اللہ اُما تکون الذکاة إلامن اللبۃ والحلق قال: فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لو طعنت فی فخذھا لأجزأعنک“ (۱۹) یعنی ران میں نیزہ مارنے سے بھی ذبح درست ہو جائے گا۔

لیکن جن لوگوں نے اس حدیث کو قوی قرار دیا ہے، انہوں نے اس حدیث کو ذبح اضطراری پر محمول کیا ہے (۲۰)۔

وقال ابن عمر، و ابن عباس و أنس: إذا قطع الرأس فلا بأس

یعنی ذبح کرتے ہوئے اگر سر کاٹ دیا جائے تو کوئی حرج نہیں، حضرت ابن عمر کے اثر کو ابو موسیٰ نے، حضرت ابن عباس کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے اور حضرت انس کے اثر کو بھی ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۱)۔

ذبح کرتے ہوئے سر کاٹ دینا مکروہ ہے تاہم ذبیحہ جائز ہوگا (۲۲)۔

نحرنا علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرسا، فأکلناہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۲۳)۔

(۱۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۲۳۔

(۱۸) فتح الباری: ۹/۸۰۰۔

(۱۹) سنن أبی داود، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی ذبیحة المتردیه، (رقم الحدیث: ۲۸۵۲) ۳/۱۰۳۔

(۲۰) فتح الباری: ۹/۸۰۰۔

(۲۱) فتح الباری: ۹/۸۰۰، وعمدة القاری: ۲۱/۱۲۳۔

(۲۲) دیکھیے ہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الذبائح: ۸/۳۱۵۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۲۲۔

(۲۳) (۵۱۹۳) الحدیث أخرجه مسلم فی الذبائح، باب فی أكل لحوم الخیل (رقم الحدیث: ۱۹۳۲) ۳/۱۵۳۱،

وأخرجه ابن ماجه فی الذبائح، باب لحوم الخیل (رقم الحدیث: ۳۱۹۰) ۲/۱۰۶۳، وأخرجه النسائی فی

الأطعمة، باب نسخ تحريم لحوم الخیل، (رقم الحدیث: ۶۶۳۳) ۳/۱۵۲۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ ہم نے عہد نبوی میں گھوڑا نحر کیا اور کھایا، پہلی روایت میں ”نحرنا“ کا لفظ ہے اور دوسری روایت میں ”ذبحنا“ ہے، گھوڑے کو نحر بھی کیا جاسکتا ہے اور ذبح بھی، لیکن ذبح افضل ہے، نحر اور ذبح ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں، ہشام سے روایت کرنے والوں نے کہیں ”نحرنا“ اور کہیں ”ذبحنا“ کا لفظ استعمال کیا (۲۴)۔

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ دونوں الگ الگ واقعات ہیں، ایک میں گھوڑے کو ذبح کیا گیا تھا اور دوسرے میں نحر (۲۵)۔

تابعہ و کعب و ابن عیینہ عن ہشام فی النحر

یعنی و کعب اور سفیان ابن عیینہ نے ہشام کے شاگرد جریر کی متابعت ”نحر“ میں کی ہے، انھوں نے

بھی اپنی روایت میں نحر کا لفظ استعمال کیا ہے، یہ متابعت امام احمد نے موصولاً نقل کی ہے (۲۶)۔

۲۵ باب : ما یکرہ من المثلة والمضبورة والمجثمة (۲۷)

۵۱۹۴ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ : دَخَلْتُ مَعَ أَنَسِ

عَلَى الْحَكَمِ بْنِ أَيُّوبَ ، فَرَأَى غُلَسَانًا ، أَوْ فِتْيَانًا ، نَصَبُوا دَجَاجَةً يَرْمُونَهَا . فَقَالَ أَنَسٌ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ تُصْبَرَ الْبَهَائِمُ .

(۲۴) فتح الباری: ۸۰۱/۹، وعمدة القاری: ۱۲۳/۲۱۔

(۲۵) شرح مسلم للنووی، کتاب الذبائح، باب إباحة لحوم الخیل: ۱۵۰/۲۔

(۲۶) عمدة القاری: ۱۲۳/۲۱۔

(۲۷) (۵۱۹۴) الحدیث أخرجه مسلم فی کتاب الصيد والذبائح، باب النهی عن صید البهائم، (رقم الحدیث:

۱۶۵۶)، وأخرجه أبو داود فی کتاب الضحایا، باب فی الرفق بالذبیحة، (رقم الحدیث: ۲۸۱۶)، وأخرجه

ابن ماجه فی کتاب الأضاحی، باب النهی عن صبر البهائم وعن المثلة، (رقم الحدیث: ۳۲۲۵)، وأخرجه

النسائی فی الضحایا، باب النهی عن السجثة، رقم الحدیث: ۴۴۳۹۔

۵۱۹۶/۵۱۹۵ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يَعْقُوبَ : أَخْبَرَنَا إِسْحَاقُ بْنُ سَعِيدِ بْنِ عَمْرٍو ، عَنْ أَبِيهِ : أَنَّهُ سَمِعَهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ . وَغُلَامٌ مِنْ بَنِي يَحْيَى رَابِطٌ دَجَاجَةٌ يَرْمِيهَا . فَمَشَى إِلَيْهَا أَبُو عُمَرَ حَتَّى حَلَّهَا . ثُمَّ أَقْبَلَ بِهَا وَبِالْغُلَامِ مَعَهُ فَقَالَ : ارْجُرُوا غُلَامَكُمْ عَنْ أَنْ يَصْبِرَ هَذَا الطَّيْرَ لِلْقَتْلِ . فَإِنِّي سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى أَنْ تُصْبِرَ بِهَيْسَةً أَوْ غَيْرَهَا لِلْقَتْلِ .

(۵۱۹۶) : حَدَّثَنَا أَبُو النُّعْمَانِ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ . عَنْ أَبِي بَشِيرٍ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ قَالَ : كُنْتُ عِنْدَ أَبِي عُمَرَ ، فَسَرُّوا بِفَتِيَةٍ . أَوْ بِنَفَرٍ ، نَصَبُوا دَجَاجَةَ يَرْمُونَهَا . فَلَمَّا رَأَوْا أَبِي عُمَرَ تَفَرَّقُوا عَنْهَا . وَقَالَ أَبُو عُمَرَ : مَنْ فَعَلَ هَذَا ؟ إِنْ النَّبِيَّ ﷺ لَعَنَ مَنْ فَعَلَ هَذَا .

تَابِعَهُ سُلَيْمَانُ ، عَنْ شُعْبَةَ : حَدَّثَنَا الْمُهَالِبُ . عَنْ سَعِيدٍ . عَنْ أَبِي عُمَرَ : لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَثَلَ بِالْحَيَوَانِ . وَقَالَ عَدِيٌّ . عَنْ سَعِيدٍ . عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ . عَنْ النَّبِيِّ ﷺ .

۵۱۹۷ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِهَالِبٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَدِيٌّ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ : سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : أَنَّهُ نَهَى عَنِ النَّهْبَةِ وَالْمَثَلَةِ . [ر : ۲۳۴۲]

یہاں مثلہ سے مراد ہے زندہ حالت میں حیوان کے اعضاء کو کاٹنا۔

مصبورة اس جانور کو کہتے ہیں جس کو باندھنے کے بعد تیر یا گولی وغیرہ کا نشانہ لگا کر مارا جائے۔

مجثمہ بھی مصورہ کے معنی میں ہے، اس طرح اگر کسی جانور کو مار کر قتل کیا گیا ہو تو اس کا کھانا

جائز نہیں ہے (۲۸)۔

روایت باب، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔ پہلی روایت میں ہشام بن زید کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کے ساتھ حکم ابن ایوب کے پاس گیا، حضرت انسؓ نے چند لڑکوں یا نوجوانوں کو دیکھا کہ ایک مرغی کو باندھ کر تیر مار رہے ہیں، حضرت انسؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو باندھ کر تیر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بن سعید کے پاس گئے تو یحییٰ کے بیٹوں میں ایک کو

دیکھا کہ مرغی باندھ کر اس کو پتھر سے مار رہا ہے، حضرت ابن عمر مرغی کے پاس پہنچے اور اسے کھول دیا، پھر اس مرغی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ساتھ والے لڑکے سے کہا کہ اپنے بچوں کو پرندوں کو قتل کے لیے باندھ کر مارنے سے روکو، کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے چوپائے وغیرہ کو باندھ کر مارنے سے منع فرمایا ہے۔

باب کی یہ دوسری حدیث اصحاب صحاح میں سے صرف امام بخاری نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں ”والحدیث من افرادہ“ (۲۹)۔

ثم أقبل بها وبالغلام معه فقال:

یعنی پھر اس مرغی کو لے کر اپنے ساتھ کھڑے لڑکے سے کہا۔

هذا الطير

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ طیر کا اطلاق مفرد پر بہت کم ہوتا ہے، مفرد کے لیے ”طائر“ مستعمل ہے، طیر عموماً جمع کے لیے آتا ہے، یہاں اس کا اطلاق مفرد پر کیا گیا ہے (۳۰)۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہاں ”طیر“ سے جنس طیر مراد لیا جاسکتا ہے اس لیے ”طائر“ کے بجائے طیر کا لفظ استعمال کیا ہے (۳۱)۔

علامہ عینی نے اس کو رد کیا اور فرمایا کہ اشارہ ایک کی طرف تھا جو تعیین کے لیے ہوتا ہے، ایسی صورت میں جنس کیسے مراد لے سکتے ہیں (۳۲)۔

تابعه سليمان عن شعبة

یعنی ابو بشر (جن کا نام جعفر بن ابی وحشیہ ہے) کی متابعت سلیمان بن حرب نے شعبہ سے روایت نقل کر کے کی ہے، اس متابعت کو بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۳)۔

(۲۹) عمدة القاری: ۱۲۵/۲۱۔

(۳۰) شرح بخاری للکرمانی: ۱۰۳/۲۰۔

(۳۱) فتح الباری: ۸۰۳/۹۔

(۳۲) عمدة القاری: ۱۲۵/۲۱۔

(۳۳) عمدة القاری: ۱۲۵/۲۱، وفتح الباری: ۸۰۳/۹۔

وقال عدی عن سعید عن ابن عباس عن النبی ﷺ

ابو بشر اور منہال نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کی ہے اور عدی بن ثابت نے سعید بن جبیر کے طریق سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرمائی ہے۔

اس تعلق کو امام مسلم نے موصولاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں ”لاتتخذوا شیئاً فیہ الروح

غرضاً“ یعنی کسی ذی روح چیز کو نشانہ اور ہدف مت بناؤ (۳۴)۔

باب کی آخری روایت میں ”نُہیۃ“ کا لفظ آیا ہے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”ہو أخذ مال

الغیر قہراً و جہراً“ (۳۵)۔

۲۶ - باب : لحم الدجاج .

۵۱۹۸ ۵۱۹۹ . حدثنا يحيى : حدثنا وكيع . عن سفيان . عن أيوب . عن أبي قلابه .

عن زهدم الحرمي . عن أبي موسى . يعني الأشعري . رضي الله عنه . قال : رأيت النبي ﷺ يأكل دجاجاً .

(۵۱۹۹) : حدثنا أبو معمر : حدثنا عبد الوارث : حدثنا أيوب بن أبي تميمة . عن

القاسم . عن زهدم قال : كنا عند أبي موسى الأشعري . وكان بيننا وبين هذا الحي من

جرم إحاء . فأني بطعام فيه لحم دجاج . وفي القوم رجل جالس أحمر . فلم يدن من

طعامه . قال : أدن . فقد رأيت رسول الله ﷺ يأكل منه . قال : إني رأيتُه أكل شيئاً

فقدرتُه . فحلفت أن لا آكله . فقال : أدن أخبرك . أو أحدثك : إني أتيت النبي ﷺ في

نفر من الأشعريين . فوافقتُه وهو غضبان . وهو يقسم نعماً من نعم الصدقة . فاستحملناه

فحلف أن لا يحملنا . قال : (ما عندي ما أحملكم عليه) . ثم أتى رسول الله ﷺ بهب من

إبل . فقال : (أين الأشعريون؟ أين الأشعريون) . قال : فأعطانا خمس ذود غر الذرى .

(۳۴) عمدة القاری: ۱۲۵/۲۱۔

(۳۵) عمدة القاری: ۱۲۵/۲۱۔

فَلَبَّشْنَا غَيْرَ بَعِيدٍ . فَقُلْتُ لِأَصْحَابِي : نَسِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينَهُ ، فَوَاللَّهِ لَئِنْ تَغَفَّلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمِينَهُ لَا نُفْلِحُ أَبَدًا . فَرَجَعْنَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّا اسْتَحْمَلْنَاكَ . فَحَالَفْتَ أَنْ لَا تَحْمِلَنَا . فَظَنْنَا أَنَّكَ نَسَيْتَ بَيْتَكَ . فَقَالَ : (إِنَّ اللَّهَ هُوَ حَمَلُكُمْ . إِنِّي وَاللَّهِ - إِنْ شَاءَ اللَّهُ - لَا أَحْلِفُ عَلَى بَيْتِي . فَأَرَى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا . إِلَّا أَتَيْتُ الَّذِي هُوَ خَيْرٌ وَتَحَلَّلْتَهَا) .

[ر : ۲۹۶۴]

دجاج اسم جنس ہے، دال پر زبر، زیر اور پیش تینوں اعراب درست ہیں، مفرد دجاجة ہے (۳۶)۔

ابراہیم حربی نے ”غریب الحدیث“ میں اس کی تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ دجاج: دال کے کسرہ کے ساتھ مرغی کے لیے استعمال ہوتا ہے، جس کا واحد دیک ہے اور دال کے فتح کے ساتھ مرغی کے لیے مستعمل ہے جس کا مفرد دجاجة ہے (۳۷)۔

یہ دَجَّ يَدْجُجُ سے مشتق ہے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں، مرغی بھی چونکہ آگے پیچھے بڑی تیز چلتی ہے، اس لیے اسے دجاجة کہتے ہیں (۳۸)۔ مرغی بالاتفاق حلال ہے۔

روایت باب میں زہد بن مضرب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس بیٹھے تھے، ہمارے درمیان اور جرم کے اس قبیلے کے درمیان بھائی چارہ تھا، کھانا لایا گیا جس میں مرغی کا گوشت تھا، لوگوں میں ایک سرخ رنگ کا آدمی بیٹھا تھا، وہ کھانے کے قریب نہیں آیا، ابو موسیٰ نے ان سے کہا کہ قریب آ جاؤ کیونکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے، اس آدمی نے کہا کہ ”میں نے مرغی کو ایسی چیز کھاتے دیکھا جس سے مجھے گھن آتی ہے تو میں نے قسم کھائی کہ میں مرغی نہیں کھاؤں گا“ ابو موسیٰ نے فرمایا کہ ”نزدیک آئیں، آپ کو بتلا دوں کہ میں چند اشعریوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس وقت پہنچا کہ آپ غصہ کی حالت میں تھے اور صدقہ

(۳۶) فتح الباری: ۹/۸۰۵-عمدة القاری: ۲۱/۱۲۶۔

(۳۷) فتح الباری: ۹/۸۰۵-عمدة القاری: ۲۱/۱۲۶۔

(۳۸) فتح الباری: ۹/۸۰۵-عمدة القاری: ۲۱/۱۲۶۔

کے جانور تقسیم فرما رہے تھے، ہم نے آپ سے سواری کے لیے جانور مانگا تو آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ ہمیں سواری نہیں دیں گے، فرمایا کہ میرے پاس تمہیں سواری دینے کے لیے کوئی جانور نہیں ہے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غنیمت کے اونٹ آئے تو آپ نے فرمایا، اشعری کہاں ہیں؟ اشعری کہاں ہیں؟ پھر ہمیں اونچی کوہان والے پانچ سفید اونٹ دیئے، کچھ دیر ہم ٹھہرے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قسم بھول گئے ہیں اگر ہم نے حضور ﷺ کو ان کی قسم سے غافل رکھا تو بخدا، ہم کبھی فلاح نہیں پائیں گے، چنانچہ ہم آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لوٹ آئے اور کہا، یا رسول اللہ! ہم نے آپ سے سواری مانگی تو آپ ﷺ نے قسم کھاتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ ہمیں سواری نہیں دیں گے، (اور پھر ہمیں دیدی) ہمیں خیال ہوا کہ شاید آپ اپنی قسم بھول گئے، آپ ﷺ نے فرمایا ”تمہیں اللہ نے سواری دی ہے اور میں تو بخدا جب بھی کسی بات پر قسم کھاتا ہوں اور پھر بھلائی اس کے غیر میں دیکھوں تو وہی کام کرتا ہوں جس میں بھلائی ہوتی ہے اور کفارہ دے کر قسم توڑ دیتا ہوں۔“

زَهْدَم

زہدم (زاء کے فتح کے ساتھ) بصرہ کے ثقہ راوی ہیں، ان کے والد کا نام مُضَرَّب (بضم المیم، وفتح الصاد، وتشدید الراء المکسورة) ہے، یہ قبیلہ جَرْم کے ہیں، صحیح بخاری میں ان کی دو حدیثیں ہیں، ایک حدیث باب اور دوسری کتاب المناقب میں گذر چکی ہے (۳۹)۔

کنا عند ابی موسیٰ الأشعری وکان بیننا و بین هذا الحی من جرم إحاء

اس عبارت میں شاید راوی سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ زہدم جرمی ہیں، اس عبارت کا مفہوم ہے کہ ہمارے درمیان اور اس قبیلہ جرم کے درمیان بھائی چارہ تھا، جب وہ خود قبیلہ جرم کے ہیں تو پھر یہ کہنا کہ ہمارے درمیان اور جرم کے درمیان بھائی چارہ تھا، کوئی مفہوم نہیں رکھتا، وہ کہنا یہ چاہ رہے ہیں کہ ہمارے قبیلہ جرم اور ابو موسیٰ اشعری کے قبیلہ کے درمیان بھائی چارہ تھا، چنانچہ کتاب التوحید کے آخر

میں امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ ہیں ”کان بین هذا الحی من جرم و بین الأشعریین و ذّ و إحاء“ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ”و هذه الرواية هي المعتمدة“ (۴۰)۔

وفی القوم رجل جالس أحمر

حافظ ابن حجر نے کئی دوسری روایات نقل کر کے فرمایا کہ اس رجل سے مراد خود راوی حدیث زہدم ہیں، البتہ انہوں نے اپنے آپ کو مبہم رکھا (۴۱)۔

إني رأيتہ يأكل شيئاً فقد رتہ

مرغی وغیرہ اگر گندگی کھائے تو اس کی وجہ سے اس کی حلت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، ہاں اگر اس قدر گندگی کھالے کہ اس کی وجہ سے اس کے گوشت میں بدبو پیدا ہو جائے تو پھر اس کا کھانا مکروہ ہے، بعضوں نے مکروہ تحریمی کہا اور بعضوں نے تنزیہی (۴۲)۔

فأعطانا خمسَ ذؤد عُردُ الذری

ذؤد (ذال کے فتح اور واو کے سکون کے ساتھ) تین سے دس تک اونٹوں کی جماعت کو ذؤد کہتے ہیں، خمس ذؤد پانچ اونٹ، یہ مرکب اضافی ہے، ابوالبقاء نے فرمایا کہ مرکب اضافی کے بجائے ”خمسًا ذؤد“ ہونا چاہیے اس صورت میں ”ذؤد“ ”خمسًا“ سے بدل ہوگا۔ عُرد: یہ اُغر کی جمع ہے، بمعنی سفید، الذری: (بضم الدال) یہ ذرّوۃ کی جمع ہے، ذرّوۃ کل شئی: أعلاه، ہر چیز کے بلند حصے کو ذرّوہ کہتے ہیں، یہاں اس سے کوہان مراد ہیں، یعنی پانچ بلند کوہان والے سفید اونٹ آپ ﷺ نے ہمیں عطا فرمائے (۴۳)۔

اس حدیث سے متعلق باقی بحثیں ان شاء اللہ کتاب الأیمان والندور میں آئیں گی۔

(۴۰) فتح الباری: ۹/۷۰۶۔

(۴۱) فتح الباری: ۹/۷۰۶۔

(۴۲) ردالمحتار مع درمختار: ۶/۳۴۰۔

(۴۳) مذکورہ تشریح کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۱۲۷، وفتح الباری: ۹/۸۰۸۔

۲۷ - باب : لحوم الخیل .

۵۲۰۰ : حَدَّثَنَا الْحُمَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ . عَنْ فَاطِمَةَ . عَنْ أَسْمَاءَ

قَالَتْ : نَحَرْنَا فَرَسًا عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَكَلْنَاهُ . [ر : ۵۱۹۱]

۵۲۰۱ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ

عَلِيِّ . عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لَحْمِ الْخُمْرِ ،

وَرَخَّصَ فِي لَحْمِ الْخَيْلِ . [ر : ۳۹۸۲]

گھوڑے کا گوشت کھانے کا حکم

امام شافعی، امام احمد، حنفیہ میں صاحبین اور جمہور علماء کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا بلا کراہت جائز ہے (۴۴)۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مکروہ ہے، (۴۵) امام اعظم اور امام مالک سے مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی دونوں طرح کی روایتیں منقول ہیں (۴۶)۔
جمہور حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں۔

اسی طرح حضرت جابرؓ کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں ”إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى يوم الخيبر عن لحوم الحمير الأهلية، وأذن في لحوم الخيل“ (۴۷)۔
امام ابو حنیفہ، امام ابوداؤد کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكل لحوم الخيل والبغال والحمير“ (۴۸)۔

(۴۴) دیکھیے شرح المنہذب: ۹/۴، و کتاب الآثار: ۱۸۰۔

(۴۵) أوجز المسالك كتاب الصيد، باب ما يكره من أكل الدواب: ۹/۱۸۰۔

(۴۶) أوجز المسالك كتاب الصيد، باب ما يكره من أكل الدواب: ۹/۱۸۰، وتكملة فتح الملهم: ۳/۵۲۵۔ وقال

أبو حنيفة: أكره لحم الخيل فحمله أبو بكر الرازي على التنزيه، وصحح عنه أصحاب المحيط والهداية

والذخيرة التحريم وهو قول أكثرهم، وعن بعضهم: يأثم آكله، ولا يسمى حراما (فتح الباری: ۹/۸۱۱)۔

(۴۷) صحيح مسلم، كتاب الذبائح، باب أكل لحوم الخيل (رقم الحديث: ۱۹۱۴) ۳/۳۵۲

(۴۸) سنن أبي داود، كتاب الأطعمة، باب في أكل لحوم الخيل (رقم الحديث: ۳۷۹۰) ۳/۳۵۲

٢٨ - باب : لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَنْسِيَّةِ .

فيه : عن سلمة . عن النبي ﷺ . [ر : ٣٩٦٠]

٥٢٠٢ : حَدَّثَنَا صَدُوقٌ : أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ سَالِمٍ وَنَافِعٍ . عَنْ ابْنِ عُمَرَ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ يَوْمَ خَيْبَرَ .

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنِي نَافِعٌ . عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ : نَهَى

النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ .

تَابِعَةُ ابْنِ الْمُبَارَكِ . عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ . عَنْ نَافِعٍ . وَقَالَ أَبُو أُسَامَةَ . عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ، عَنْ سَالِمٍ .

[ر : ٣٩٧٨]

٥٢٠٣ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ

وَالْحَسَنِ ابْنَيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ، عَنْ أَبِيهِمَا ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ

عَنِ الْمُتَعَةِ عَامَ خَيْبَرَ ، وَعَنْ لُحُومِ حُمْرِ الْأَنْسِيَّةِ . [ر : ٣٩٧٩]

٥٢٠٤ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ . عَنْ عَمْرٍو ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ ،

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ خَيْبَرَ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ ، وَرَخِصَ فِي لُحُومِ

الْخَيْلِ . [ر : ٣٩٨٢]

٥٢٠٥ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي عَلِيُّ ، عَنْ الْبَرَاءِ

وَإِبْنِ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَا : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ . [ر : ٢٩٨٦]

٥٢٠٦/٥٢٠٧ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي . عَنْ صَالِحٍ .

عَنْ ابْنِ شِهَابٍ : أَنَّ أَبَا إِدْرِيسَ أَخْبَرَهُ : أَنَّ أَبَا ثَعْلَبَةَ قَالَ : حَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لُحُومَ الْحُمْرِ

الْأَهْلِيَّةِ .

تَابِعُهُ الزُّبَيْدِيُّ وَعُقَيْلٌ . عَنْ ابْنِ شِهَابٍ .

(٥٢٠٧) : وَقَالَ مَالِكٌ ، وَمَعْمَرٌ ، وَالْمَاجِشُونُ ، وَيُونُسُ ، وَابْنُ إِسْحَاقَ . عَنْ الزُّهْرِيِّ :

نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ . [٥٢١٠ . ٥٤٤٤]

۵۲۰۸ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ . عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ مُحَمَّدٍ .
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ جَاءَهُ جَاءٌ فَقَالَ : أَكَلْتِ الْحُمْرَ .
ثُمَّ جَاءَهُ جَاءٌ فَقَالَ : أَكَلْتِ الْحُمْرَ . ثُمَّ جَاءَهُ جَاءٌ فَقَالَ : أَكَلْتِ الْحُمْرَ . فَأَمَرَ مُنَادِيًا فَنَادَى فِي
النَّاسِ : (إِنَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يَبَيِّنُكُمْ عَنْ لُحُومِ الْحُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ . فَإِنَّهَا رِجْسٌ) . فَأَكْفَيْتِ الْقُدُورُ .
وَإِنَّهَا لَتَفُورُ بِاللَّحْمِ . [ر : ۳۹۶۳]

۵۲۰۹ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرُو : قُلْتُ لَجَابِرِ بْنِ زَيْدٍ :
يَزْعُمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ حُمْرِ الْأَهْلِيَّةِ ؟ فَقَالَ : قَدْ كَانَ يَقُولُ ذَلِكَ الْحَكَمُ بْنُ عَمْرٍو
الْغِفَارِيُّ عِنْدَنَا بِالْبَصْرَةِ . وَلَكِنْ أَبِي ذَاكِ الْبَحْرِ ابْنُ عَبَّاسٍ وَقَرَأَ : «قُلْ لَا أَجِدُ فِيهَا أُوحِيَ إِلَيَّ
مُحَرَّمًا» .

گدھے کے گوشت کا حکم

حمر و حشیة بالاتفاق حلال ہیں، حمر! نسیة یعنی گدھوں کا گوشت جمہور علماء کے نزدیک
حرام ہے (۴۹)۔

امام مالک رحمہ اللہ سے تین روایتیں ہیں، ایک جمہور کے مطابق، دوسری مطلقاً جواز کی اور تیسری
کراہت کی (۵۰)، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی جواز منقول ہے جیسا کہ یہاں باب کی آخری روایت
میں ہے، حضرت ابن عباسؓ سے دوسری روایت میں توقف منقول ہے، چنانچہ شععی نے ان سے نقل کیا
ہے کہ انھوں نے فرمایا:

”لأدري أنهي عنه رسول الله صلى الله عليه وسلم من أجل أنه

كان حمولة الناس، فكره أن تذهب حمولتهم، أو حرمتها ألبتة يوم

خيبر“ (۵۱)۔

(۴۹) فتح الباری: ۹/۸۱۸، ۸۱۹، والأبواب والتراجم: ۲/۹۳

(۵۰) فتح الباری: ۹/۸۱۸

(۵۱) فتح الباری: ۹/۸۱۸

یعنی مجھے معلوم نہیں کہ خیبر کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گدھوں کے گوشت سے جو ممانعت فرمائی ہے، یہ اس وجہ سے تھی کہ آپ کو سواری ختم ہو جانے کا اندیشہ تھا کیونکہ لوگ گدھوں پر سواری کرتے تھے یا قطعی طور پر آپ نے اس کو حرام قرار دیا۔

جمہور علماء کے نزدیک احادیث باب کی وجہ سے گدھوں کا گوشت حرام ہے۔ بعض احادیث میں لحوم حمر کی حرمت کی یہ وجہ بھی ذکر کی گئی ہے کہ وہ گندگی کھاتے ہیں، یہ وجہ بھی آئی ہے کہ اس طرح سواریوں کے لیے جانور ناپید ہو جائیں گے لیکن یہاں باب میں حضرت انسؓ کی روایت میں اصل وجہ ذکر کی گئی ہے کہ ”فبانھا رجس“۔

جو حضرات اسے جائز کہتے ہیں، وہ ابوداؤد کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں، غالب بن ابجر فرماتے ہیں کہ ہم قحط میں مبتلا ہو گئے، گھر میں صرف گدھے رہ گئے تھے اور کوئی چیز کھانے کی نہیں تھی، انہوں نے آکر حضور اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ آپ نے گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا ہے جب کہ میرے ہاں گدھوں کے سوا اور کچھ نہیں تو آپ نے فرمایا ”أطعم أهلك من سمین حمرک، فبانما حرمتها من أجل جوال القرية، یعنی الجلالة“ (۵۲) یعنی آپ اپنے گھروالوں کو گدھوں کا گوشت کھلا سکتے ہیں، میں نے تو گندگی کھانے کی وجہ سے انہیں حرام قرار دیا تھا۔

لیکن حافظ ابن حجر اور امام نووی نے فرمایا کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے اور اس کا متن احادیث صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے شاذ ہے (۵۳)۔

فیه عن سلمة عن النبی ﷺ

سلمہ بن الاکوع کی روایت امام بخاری نے کتاب المغازی میں موصولاً نقل کی ہے (۵۴)۔

(۵۲) سنن ابی داؤد، کتاب الأطعمة، (رقم الحدیث: ۳۸۰۹)

(۵۳) فتح الباری: ۸۱۸/۹، وشرح مسلم للنووی، کتاب الذبائح: باب تحریم أكل لحم الحمر الإنسیة:

فيه عن سلمة عن النبي ﷺ

سلمة بن الاكوع کی روایت امام بخاری نے کتاب المغازی میں موصولاً نقل کی ہے (۵۴)۔

وقال مالك ومعمرو والماجنون ويونس وابن اسحاق عن الزهري.....

امام مالک کی تعلیق اگلے باب میں موصولاً آرہی ہے، معمرو اور یونس کی روایت حسن بن سفیان نے موصولاً نقل کی ہے، ماجنون (یوسف بن یعقوب) کی تعلیق امام مسلم نے موصولاً نقل کی ہے اور ابن اسحاق کی روایت اسحاق بن راہویہ نے موصولاً نقل کی ہے (۵۵)۔

قد كان يقول ذاك الحكم بن عمرو الغفاري عندنا بالبصرة

حمیدی نے اپنی مسند میں اس میں اتنا اضافہ کیا ہے ”قد كان يقول ذلك الحكم بن عمرو عن رسول الله صلى الله عليه وسلم“ یعنی یہاں بخاری کی روایت میں تو صرف اتنا ہے کہ نبھی عن لحموم الحمير الانسية کی بات ہمارے ہاں بصرہ میں حکم بن عمرو کہا کرتے تھے لیکن حمیدی کی روایت میں ہے کہ حکم یہ بات حضور اکرم ﷺ سے نقل کر کے مرفوعاً بیان کرتے تھے۔

ولكن أبي ذلك البحر ابن عباس، وقرأ: ﴿قل لأجد فيما أوحى إلي محرماً﴾

”بحر“ حضرت ابن عباس کی صفت ہے کیونکہ وہ علم کا سمندر تھے صفت کو مبالغہ موصوف پر مقدم کیا ہے، ابن مردویہ کی روایت میں تفصیل ہے، اس میں ہے:

كان أهل الجاهلية يأكلون أشياء ويتركون أشياء تقذراً، فبعث الله نبيه، وأنزل كتابه، وأحل حلاله، وحرم حرامه فما أحل فهو حلال، وما حرم فهو حرام، وما سكت عنه فهو عفو، وتلا هذه: ﴿قل لأجد فيما أوحى إلي...﴾ حاکم نے ابن مردویہ کی اس روایت کی تصحیح فرمائی ہے (۵۶)۔

(۵۵) دیکھیے فتح الباری: ۹/۸۱۶-۸۱۷۔

(۵۶) المستدرک للإمام الحاکم، کتاب الأطعمة ۳/۱۱۵

(۵۷) فتح الباری: ۹/۸۱۸۔

۲۹ باب : أَكْلَ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ (۵۸)

۵۲۱۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ الْخَوْلَانِيِّ ، عَنْ أَبِي ثَعْلَبَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى عَنْ أَكْلِ كُلِّ ذِي نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ ، تَابِعَهُ يُونُسُ ، وَمَعْمَرٌ ، وَأَبْنُ عُيَيْنَةَ ، وَالْمَاجِشُونُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ . [ر : ۵۲۰۶]

ناب سامنے کے چار دانتوں کے برابر والے دانت کو کہتے ہیں، یہ دونوں جانب ہوتے ہیں، اردو میں اس کو گچلی کہتے ہیں (۵۹)، درندے ناب ہی کے ذریعہ چیر پھاڑتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والمراد بالناب ما يعدو به على الحيوان ويتقوى به“ (۶۰)۔

درندوں کے گوشت کا حکم

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر گچلیوں والے درندوں کے کھانے سے منع فرمایا ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک یہ نہی تحریم پر محمول ہے، چنانچہ گچلیوں والے درندوں (شیر چیتا وغیرہ) کا گوشت حرام ہے، اسی طرح چونچ سے شکار کرنے والے جانور (شاہین، کرگس وغیرہ) بھی حرام ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں ہے ”نہی عن كل ذي ناب من السباع وعن كل ذي مخلب من“

(۵۸)(۵۲۱۰) الحديث أخرجه البخاري أيضا في كتاب الطيب ، باب ألبان الأتن ، (رقم الحديث: ۵۳۳۳) وأخرجه مسلم في كتاب الصيد والذبائح ، باب تحريم أكل كل ذي ناب ، (رقم الحديث: ۱۹۳۲) ، وأخرجه أبو داود في الأئمة ، باب النهي عن أكل السباع ، (رقم الحديث: ۳۸۰۲) ، وأخرجه الترمذي في الصيد ، باب في كراهية كل ذي ناب ، (رقم الحديث: ۵۰۳) ، وأخرجه ابن ماجه في الصيد ، باب كل ذي ناب من السباع ، (رقم الحديث: ۳۲۷۲) ، وأخرجه النسائي في الصيد ، باب تحريم أكل السباع ، (رقم الحديث: ۴۳۲۵)

(۵۹) القاموس الوحيد: ۱۷۳۱۔

(۶۰) عمدة القاری: ۱۳۲/۲۱۔

الطير“ (۶۱)۔

امام مالک رحمہ اللہ کی مشہور روایت میں کچلیوں والے درندے مکروہ ہیں، حرام نہیں، وہ قرآن کریم کی آیت کے عموم سے استدلال کرتے ہیں ﴿قُلْ لَا أُجَدِّفِي مَا وَحَىٰ إِلَيَّ مَحْرَمًا عَلَيَّ طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خَنْزِيرٍ﴾ (۶۲) وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جن جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، ان میں کچلیوں والے درندے شامل نہیں ہیں (۶۳)۔

جمہور فرماتے ہیں کہ یہ آیت مکی ہے اور حدیث باب، ہجرت کے بعد کی ہے، آیت کا حکم نزول کے وقت سے متعلق ہے کہ جن جانوروں کی حرمت آیت میں بیان نہیں کی گئی، وہ حلال ہیں، تاہم مستقبل میں تحریم کی نفی اس میں نہیں ہے (۶۴)۔

حدیث میں ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں

ذوناب سے کون سے درندے مراد ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واختلف القائلون بالتحريم في المراد بماله ناب، فقليل: إنه ما يتقوى به، ويصول على غيره، ويصطاد ويعدو بطبعه غالباً كالأسد والفهد والصقر والعقاب وأما ما لا يعدو كالضبع والثعلب فلا، وإلى هذا ذهب الشافعي والليث ومن تبعهما، وقد ورد في حل الضبع أحاديث لا بأس بها“ (۶۵)۔

(۶۱) صحيح مسلم (مع التكملة) كتاب الصيد: ۵۰۰/۳۔

(۶۲) سورة الأنعام: ۱۴۵۔

(۶۳) فتح الباری: ۸۲۰/۹۔ وروی عنه: أن العادي منه حرام كالأسد والذئب والفهد، وغير العادي مكروه

كالثعلب، (حاشية الدسوقي على شرح الكبير: ۱۱۷/۲)۔

(۶۴) فتح الباری: ۸۲۰/۹۔

(۶۵) فتح الباری: ۸۲۰/۹۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک حدیث باب اپنے عموم پر ہے، لہذا ہر ذوناب درندہ حرام ہے، ضبع بھی ذوناب ہے، اس لیے وہ بھی حرام ہے۔ ائمہ ثلاثہ ضبع (بجو) کو مباح قرار دیتے ہیں (۶۶)، وہ مستدرک حاکم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبع کھانے کی اجازت دی ہے (۶۷)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ حضرت جابرؓ کی حدیث کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

وحدیث جابر لیس بمشہور، وهو محلل، والمحرّم يقضى على

المسيح احتياطاً، وقيل: حدیث جابر منسوخ، وقيل: حدیث جابر

انفرد به عبدالرحمان بن أبي عمار، وليس بمشهور بنقل العلم، ولا هو

حجة إذا انفرد، فكيف إذا خالفه من هو أثبت منه (۶۸)۔

① یعنی حدیث جابر محلل (حلال قرار دینے والی) ہے اور حدیث باب محرم (حرام قرار دینے

والی) ہے اور محرم میح کا حکم ساقط کر دیتی ہے۔

② حدیث جابر منسوخ ہے۔

③ حدیث جابرؓ کا راوی عبدالرحمن مشہور اور قابل حجت نہیں، خاص کر جب اس نے اپنے سے

ثقل راوی کی مخالفت کر دی ہو۔

تابعه يونس ومعمروا بن عيينة والماجشون عن الزهري

یعنی امام مالک کی متابعت ان حضرات نے کی ہے، اس سے پہلے باب میں ان متابعات کو موصولاً

نقل کرنے والوں کا ذکر گذر چکا ہے، سوائے سفیان ابن عیینہ کے، ان کی متابعت امام بخاریؒ نے کتاب

الطب میں موصولاً نقل کی ہے (۶۹)۔

(۶۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۲۔

(۶۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۲۔

(۶۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۲۔

(۶۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۲۔

۳۰- باب : جلود الميتة .

۵۲۱۱، ۵۲۱۲ : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا أَبِي ، عَنْ
صَالِحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو شَهَابٍ : أَنَّ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ أَخْبَرَهُ : أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ مَرَّ بِشَاةٍ مَيْتَةٍ . فَقَالَ : (هَلَّا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا بَهَا) .
قَالُوا : إِنَّمَا مَيْتَةٌ . قَالَ : (إِنَّمَا حَرَّمَ أَكْلَهَا) .
(۵۲۱۲) : حَدَّثَنَا خَطَّابُ بْنُ عُمَانَ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَمِيرٍ . عَنْ ثَابِتِ بْنِ عَجَلَانَ
قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَانَ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : مَرَّ النَّبِيُّ ﷺ
بِعَنْزٍ مَيْتَةٍ . فَقَالَ : (مَا عَلَى أَهْلِهَا لَوْ أَنْتَفَعُوا بِهَا بَهَا) . [ر : ۱۴۲۱]

یعنی امام مالک کی متابعت ان حضرات نے کی ہے، اس سے پہلے باب میں ان متابعات کو موصولاً
نقل کرنے والوں کا ذکر گزر چکا ہے، سوائے سفیان ابن عیینہ کے، ان کی متابعت امام بخاری نے کتاب
الطب میں موصولاً نقل کی ہے (۶۹)۔

جانور کی کھال سے انتفاع کا حکم

مرے ہوئے جانور کی کھال سے انتفاع جائز ہے یا نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اس باب
میں ذکر کیا ہے۔

❶ جمہور علماء کے نزدیک دباغت دینے کے بعد جانور کی کھال سے انتفاع جائز ہے، وہ ایک تو
حدیث باب سے استدلال کرتے ہیں، دوسرے وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے استدلال
کرتے ہیں، جس کے الفاظ ہیں ”ایما إهاب دبغ فقد طهر“ (۷۰)۔ یعنی جس کھال کو بھی دباغت دی
جائے وہ پاک ہو جاتی ہے۔

البتہ حضرات حنفیہ نے اس سے انسان اور خنزیر کی کھال کو مستثنیٰ کیا ہے۔

خنزیر تو اس لیے کہ وہ نجس العین ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿فإنه نجس﴾ اور انسان کی کھال کو اس

(۷۰) سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی جلود الميتة إذا دبغت، (رقم الحدیث: ۱۷۲۸)

(۷۱) دیکھیے بدائع الصنائع، کتاب الطہارة، فصل فی بیان ما یقع بہ التطہیر: ۱/۸۵۔

کے شرف واحترام کی بنا پر مستثنیٰ کیا ہے، امام محمد نے ہاتھی کو بھی نجس ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے (۷۱)۔

حضرات شافعیہ نے خنزیر کے ساتھ کلب کو بھی مستثنیٰ قرار دیا ہے، کیونکہ کلب ان کے نزدیک نجس العین ہے (۷۲)۔ بہر حال ان چند کے علاوہ باقی جانوروں کی کھال سے دباغت کے بعد انتفاع حاصل کرنا جمہور کے نزدیک درست ہے۔

امام مالک اور امام احمد کا آخری قول بھی اسی کے مطابق ہے (۷۳)۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ جلو دمیتہ سے دباغت سے پہلے اور دباغت کے بعد دونوں صورتوں میں انتفاع جائز ہے، ابن شہاب نے اس کو اختیار کیا ہے (۷۴)۔

③ تیسرا قول امام مالک اور امام احمد کا ہے، ان کے نزدیک دباغت کے بعد بھی جلو دمیتہ سے انتفاع جائز نہیں ہے (۷۵)۔

یہ حضرات حضرت عبداللہ بن عکیم لیشی رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں انھوں نے فرمایا کہ ہمارے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط آپ کی وفات سے چند دن قبل آیا، اس میں تھا: لا تتفعدوا من المیتة باہاب ولا عصب (۷۶)۔

اس حدیث کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں، مثلاً یہ مضطرب الممتن اور مضطرب السند ہے، علامہ عینی لکھتے ہیں:

”والجواب الصحيح عنه أن حدیث ابن عباس المذكور من الصحاح، وأنه سماع، و حدیث ابن عکیم کتابة، فلا یقاوم

(۷۲) فتح القدیر، کتاب الطہارۃ، باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء وما لا یجوز: ۸۱/۱۔

(۷۳) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۴) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۵) فتح القدیر، کتاب الطہارۃ: ۸۱/۱، وعمدۃ القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۶) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۷۷) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۳۳۔

یعنی حدیث باب، حدیث صحیح ہے اور سماعاً ہے جب کہ ابن عکیم کی حدیث بذریعہ کتابت نقل ہوئی ہے، اسی طرح ابن عکیم کے صحابی ہونے میں بھی اختلاف ہے، ان کے تابعی ہونے کی صورت میں حدیث مرسل ہوگی جو صحیح اور موصول حدیث کے مقابلے میں حجت نہیں بن سکتی ہے۔

یہ حضرات ابوداؤد اور ترمذی کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں ”انہ علیہ السلام نہی عن جلود السباع أن تفترش“ (۷۸)

لیکن جمہور نے اس نہی کو انتفاع قبل الدباغ پر محمول کیا ہے کہ دباغت سے پہلے کھال سے انتفاع درست نہیں (۷۹)۔

لیکن جیسا کہ پہلے آچکا ہے کہ امام مالک اور امام احمد کا آخری قول جمہور کے مطابق ہے، انہوں نے اپنے اس قول سے رجوع کر لیا تھا۔

حدیث میں إهاب کا لفظ آیا ہے، دباغت سے پہلے کھال کو إهاب کہتے ہیں: بعضوں نے کہا کہ مطلقاً کھال کو إهاب کہتے ہیں، چاہے قبل الدباغت ہو یا بعد الدباغت، اس کی جمع إھب آتی ہے، ہمزہ اور ہاء دونوں پر فتح اور ضمہ دونوں جائز ہے (۸۰)۔ عَنَزَ (بفتح العين و سکون النون) بکری کو کہتے ہیں۔

سند پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

یہاں باب کی آخری روایت میں امام بخاری کے شیخ خطاب بن عثمان، ان کے شیخ محمد بن حمیر اور ان کے شیخ ثابت بن عجلان ہیں، یہ تینوں شام کے شہر حمص کے ہیں، صحیح بخاری میں خطاب بن عثمان اور ثابت بن عجلان کی یہی ایک حدیث ہے، البتہ محمد بن حمیر کی ایک حدیث باب الهجرة میں بھی گذری ہے (۸۱)۔

(۷۸) سنن الترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی النهی عن جلود السباع، (رقم الحدیث: ۱۷۷۰)، و سنن

أبی داؤد، کتاب اللباس، باب فی جلود النمر و السباع، (رقم الحدیث: ۴۱۳۲)

(۷۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۸۰) فتح الباری: ۹/۸۲۱۔ و عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

یہ تینوں راوی متکلم فیہ ہیں، خطاب بن عثمان کے بارے میں ابن حبان اور دارقطنی نے فرمایا
ربما أخطأ (۸۲)۔

محمد بن حمیر کے متعلق ابو حاتم نے فرمایا ”لا یحتج بہ“ (۸۳)۔

اور ثابت کے متعلق امام احمد نے فرمایا ”أنا متوقف فیہ“ (۸۴)۔

اور عقیلی نے ان کے متعلق فرمایا ”لا یتابع فی حدیثہ“ (۸۵)۔

تو جب یہ تینوں متکلم فیہ ہیں، پھر امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کی حدیث صحیح بخاری میں کیسے نقل
فرمائی۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ إن هؤلاء من المتابعات ، لا من الأصول ،
والأصل فیہ الذی قبلہ (۸۶)۔ یعنی ان راویوں کی حدیث کو امام بخاری نے بطور تائید اور بطور متابعت
کے ذکر کیا ہے، اصل حدیث تو پہلے والی ہے، یہ دوسری حدیث بطور متابعت ہے اور متابعت کے طور پر
متکلم فیہ راویوں کی روایت ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ خطاب ابدال میں شمار کیے جاتے تھے (۸۷)۔
ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۸۸) اور دارقطنی نے ”ربما أخطأ“ کہنے کے باوجود ان
کی توثیق کی ہے (۸۹)۔

(۸۲) تہذیب الکمال: ۸/۲۶۹۔ رقم الترجمة: ۱۶۹۸۔

(۸۳) الجرح والتعديل ، الترجمة: ۱۳۱۵، وتہذیب الکمال: ۸/۲۶۹۔

(۸۴) تہذیب التہذیب: ۱/۱۰۔

(۸۵) کتاب الضعفاء للعقيلي: ۱/۱۷۶، رقم الترجمة: ۲۱۹۔

(۸۶) فتح الباری: ۹/۸۲۳۔

(۸۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳، وتہذیب الکمال: ۸/۲۶۹۔

(۸۸) تہذیب الکمال: ۸/۲۶۹، وثقات ابن حبان: ۱/۱۱۸۔

(۸۹) تہذیب التہذیب: ۳/۱۳۶، واسماء التابعین للدارقطنی الترجمة: ۲۸۷۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کے شیخ خطاب ابدال میں شمار کیے جاتے تھے (۸۷)۔
ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۸۸) اور دارقطنی نے ”ربما أخطأ“ کہنے کے باوجود ان
کی توثیق کی ہے (۸۹)۔
محمد بن حمیر کو بھی یحییٰ بن معین اور دُحیم نے ثقہ قرار دیا ہے (۹۰)۔ امام نسائی نے ان کے بارے
میں فرمایا: لیس به بأس (۹۱)۔

۳۱ - باب : الْمِسْكُ .

۵۲۱۳ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ . عَنْ عَبْدِ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا عُمَارَةُ بْنُ الْقَعْقَاعِ . عَنْ أَبِي زُرْعَةَ
أَبْنِ عَمْرٍو بْنِ جَرِيرٍ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَا مِنْ مَكْلُومٍ يُكَلِّمُ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ إِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَلِمَةُ يَدُمِي ، اللَّوْنُ لَوْنُ دَمٍ ، وَالرِّيحُ رِيحُ مِسْكِ) . [ر : ۲۳۵]
۵۲۱۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ . عَنْ بُرَيْدٍ . عَنْ أَبِي بُرْدَةَ . عَنْ
أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالسَّوِّءِ . كَحَامِلِ
الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكَبِيرِ . فَحَامِلُ الْمِسْكِ : إِمَامٌ أَنْ يُحَدِّثَكَ . وَإِمَامٌ أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ . وَإِمَامٌ أَنْ تَجِدَ مِنْهُ
رِيحًا طَيِّبَةً . وَنَافِخُ الْكَبِيرِ : إِمَامٌ أَنْ يُحْرِقَ ثِيَابَكَ . وَإِمَامٌ أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً) . [ر : ۱۹۹۵]

ثابت بن عجلان کے بارے میں ابو حاتم نے فرمایا صالح الحدیث، عقیلی کا ان کو ضعفاء میں ذکر
کرنے پر علامہ ذہبی اور ابن قتان نے نکیر فرمائی ہے (۹۲)۔
لہذا یہ راوی من جملہ ثقہ ہیں اور اس قابل ہیں کہ صحیح بخاری میں ان کی احادیث ذکر کی جائیں۔

مشک کے استعمال کا حکم

مشک ہرن کے نافہ سے نکلنے والے خوشبودار مادہ کو کہتے ہیں، مشک کا استعمال مردوں اور عورتوں

(۹۰) تہذیب الکمال: ۲۵/۱۱۸، رقم الترجمة: ۵۱۷۰۔

(۹۱) تہذیب الکمال: ۲۵/۱۱۹، رقم الترجمة: ۵۱۷۰، ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات (۷/۴۳۱) میں ذکر کیا ہے۔

(۹۲) تہذیب التہذیب: ۲/۱۰، ومیزان الاعتدال: ۱/۳۶۵۔

(۹۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳۔

دونوں کے لیے بالاتفاق جائز ہے۔

بعض حضرات نے حضرت فاروق اعظم، عمر بن عبدالعزیز، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے اس کی کراہت نقل کی ہے کیونکہ یہ ایسا ہے جیسے کسی میت سے کوئی حصہ الگ کر دیا جائے (۹۳)۔ ابن المنذر نے فرمایا کہ صرف عطاء سے کراہت منقول ہے، باقی سے کراہت کی روایت درست نہیں، مشک کو "ماقطع من الميتة" پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ امام ابو داؤد و رحمہ اللہ نے حضرت ابو سعید خدری سے مرفوعاً روایت نقل فرمائی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا "أطيب طيبكم المسك" (۹۴)۔ مکلم زخمی کو کہتے ہیں، کلم باب ضرب سے زخمی کرنے کے معنی میں آتا ہے۔

۳۲ - باب : الأرنب .

۵۲۱۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ . عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : انْفَجْنَا أَرْنَبًا وَنَحْنُ بِسَرِّ الظُّهْرَانِ . فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَعَبُوا . فَأَخَذْتُهَا فَحَثْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ . فَدَسَحَهَا فَمَعَتْ بَوْرِكَيْهَا . أَوْ قَالَ : بِفَخَذَيْهَا إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَبِلَهَا . [۲۴۳۳]
کبیر: دھونکنی کو کہتے ہیں (چمڑے وغیرہ کا پمپ جس سے بھٹی کی آگ لگائی جاتی ہے) نافع الکبیر: بھٹی دھونکنے والا، مراد لوہار ہے۔

يَحْدِيكَ بِمَعْنَى يَعْطِيكَ، يَهْ إِحْدَاءً، سَ هَ جَسْ كَ مَعْنَى دِينَ اور عطا کرنے ہیں (۹۵)۔

خرگوش کا حکم

خرگوش جمہور علماء کے نزدیک حلال ہے، حضرت عمرو بن العاص، عبدالرحمن ابن ابی لیلی اور حضرت عکرمہ سے کراہت منقول ہے، رافعی نے امام ابو حنیفہ سے حرمت کا قول نقل کیا ہے لیکن وہ درست نہیں، حنفیہ کے نزدیک بھی خرگوش بلا کراہت جائز ہے (۹۶)۔

(۹۳) عمدة القاری: ۲۱ / ۱۳۴۔

(۹۵) سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی المسک للمیت، (رقم الحدیث: ۳۱۵۸) ۳ / ۲۰۰۔

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱ / ۱۳۵۔

یہ حضرات خزیمہ بن جزء کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”قلت: یا رسول اللہ ماتقول فی الأرنب؟ قال: لا آكله ولا أحرمه، قلت: فإنی آكل ما لا تحرمه، ولم یارسول اللہ؟ قال: نبئت أنها تدمی“ (۹۷)۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرگوش کے متعلق فرمایا کہ میں اسے نہ کھاتا ہوں اور نہ حرام قرار دیتا ہوں، کیونکہ مجھے اس کے بارے میں بتلایا گیا کہ اسے حیض آتا ہے۔ اس حدیث سے خرگوش کی کراہت پر ان حضرات نے استدلال کیا ہے۔ لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور حدیث ثابت ہونے کی صورت میں یہ کراہت طبعی کراہت پر محمول ہوگی۔ امام ابو یوسف، حمہ اللہ نے اپنی کتاب الآثار میں روایت نقل کی ہے، اس میں تصریح ہے کہ ایک آدمی نے خرگوش کے متعلق کہا کہ اسے حیض آتا ہے، آپ نے فرمایا ”کچھ بھی نہیں، کھائیں“ (۹۸)۔ جاہظ نے خرگوش کے متعلق لکھا ہے کہ یہ ایک سال مادہ رہتا ہے اور ایک سال نر، اس کو حیض بھی آتا ہے (اس وجہ سے بعض نے اس کو مکروہ کہا ہے) اور جب یہ سوتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی رہتی ہیں (۹۹)۔

۳۳ - باب : الضَّبَّ

۵۲۱۶ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ دِينَارٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَانَ شَيْخَ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِمَا . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (الضَّبُّ لَسْتُ آكُلُهُ وَلَا أُحْرِمُهُ) . [۶۸۳۹] (☆۹۹)

۵۲۱۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ . عَنْ مَالِكٍ . عَنْ أَنَسِ بْنِ شَهَابٍ . عَنْ أَبِي أُمَامَةَ بْنِ سَهْلٍ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا . عَنْ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيدِ : أَنَّهُ دَخَلَ مَعَ رَسُولِ

(۹۷) فتح الباری: ۹/۸۲۶۔

(۹۸) إعلاء السنن: ۱۷/۱۹۳۔ وتكملة فتح الملبم: ۳/۵۳۷، کتاب الصيد والذبائح

(۹۹) کتاب الحيوان للجاحظ: ۳/۳۰۶۔ ۳/۵۲۹۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۳۵۔

(☆۹۹) (۵۲۱۶) الحدیث أحرجه مسلم فی کتاب الصيد والذبائح، ذب إباحة لضب (رقم الحدیث: ۱۹۴۳)

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْتَ مَيْمُونَةَ . فَأَتَى بِضَبِّ مَحْمُودٍ . فَأَهْوَى إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ . فَقَالَ بَعْضُ النُّسُورَةِ : أَخْبِرُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا يُرِيدُ أَنْ يَأْكُلَ . فَقَالُوا : هُوَ ضَبُّ يَا رَسُولَ اللَّهِ . وَرَفَعَ يَدَهُ . فَقُلْتُ : أَحْرَامٌ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ فَقَالَ : (لَا . وَلَكِنْ لَمْ يَكُنْ بَارِضٍ قَوْمِي . فَأَجِدُنِي أَعَافُهُ) . قَالَ خَالِدٌ : فَأَجْتَرَرْتُهُ فَأَكَلْتَهُ . وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْظُرُ . [ر : ۵۰۷۶]

ضب کے متعلق تفصیل گزر چکی ہے۔

۳۴ - باب : إذا وقعت الفأرة في السمن الجامد أو الذائب .

۵۲۲۰/۵۲۱۸ : حَدَّثَنَا الْحُسَيْدِيُّ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ عَبَّاسٍ يُحَدِّثُهُ : عَنْ مَيْمُونَةَ : أَنَّ فَاةً وَقَعَتْ فِي سَمْنٍ فَمَاتَتْ . فَسُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْهَا فَقَالَ : (أَتَقْوَاهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُّوهُ) .
قِيلَ لِسُفْيَانَ : فَإِنَّ مَعْمَرًا يُحَدِّثُهُ . عَنْ الزُّهْرِيِّ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيْبِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ؟
قَالَ : مَا سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ إِلَّا عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ . عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ . عَنْ مَيْمُونَةَ . عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . وَلَقَدْ سَمِعْتُهُ مِنْهُ مَرَارًا .

(۵۲۱۹) : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ . عَنْ يُونُسَ . عَنْ الزُّهْرِيِّ . عَنْ الدَّائِبَةِ تَمُوتُ فِي الزَّيْتِ وَالسَّمْنِ . وَهُوَ جَامِدٌ أَوْ غَيْرُ جَامِدٍ . الْفَاةُ أَوْ غَيْرُهَا . قَالَ : بَلَّغْنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِفَاةٍ مَاتَتْ فِي سَمْنٍ . فَأَمَرَ بِمَا قَرُبَ مِنْهَا فَطَرِحَ . ثُمَّ أَكَلَ .
عَنْ حَدِيثِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ .

(۵۲۲۰) : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مَالِكٌ . عَنْ ابْنِ شَهَابٍ . عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ . عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ . عَنْ مَيْمُونَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ قَالَتْ : سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ فَاةٍ سَقَطَتْ فِي سَمْنٍ . فَقَالَ : (أَتَقْوَاهَا وَمَا حَوْلَهَا وَكُلُّوهُ) . [ر : ۲۳۳]

گھی کے اندر اگر چوہا وغیرہ گر جائے تو اگر وہ جما ہوا نہیں ہے، مائع اور پگھلا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اکثر علماء کے نزدیک وہ گھی نجس ہو جائے گا، اس کا کھانا درست نہیں اور اگر جامد ہے تو چوہے کو نکالنے

کے بعد اس کے ارد گرد گھی کو نکال دیا جائے باقی کو استعمال کیا جاسکتا ہے (۱۰۰) شیرے اور شہد وغیرہ کا بھی یہی حکم ہے، حدیث باب میں سمن جامد کا حکم بیان کیا گیا ہے، چنانچہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ”وما حولہا“ سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا کہ اس سے ”سمن جامد“ مراد ہے کیونکہ ”ماحول“ سمن جامد ہی میں متعین کیا جاسکتا ہے، سمن مانع میں ماحول کی تعین نہیں کی جاسکتی (۱۰۱)۔

باقی ارد گرد سے کتنا گھی نکالا جائے، اس سلسلے میں کوئی مخصوص مقدار منقول نہیں، بلکہ یہ مبتلی بہ کی رائے پر منحصر ہے، وہ جس قدر مناسب سمجھے اپنی صوابدید کے مطابق اسی قدر نکال سکتا ہے، البتہ ابن ابی شیبہ نے حضرت عطاء بن یسار سے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ ایک کف (ہتھیلی) کے بقدر نکالا جائے (۱۰۲)۔

طبرانی نے حضرت ابوالدرداء سے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ دونوں ہتھیلیوں کو ملا کر تین چلو کے بقدر نکالا جائے لیکن اس کی سند ضعیف ہے (۱۰۳)۔

بعض حضرات سمن جامد اور مانع میں فرق نہیں کرتے، وہ کہتے ہیں کہ حدیث باب میں مطلقاً ”الْقَوْهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَكَلْوَهُ“ فرمایا ہے لہذا سمن مانع بھی ”ماحول“ کو نکالنے سے پاک ہو جائے گا (۱۰۴)۔

لیکن جمہور کہتے ہیں کہ حدیث باب میں سمن جامد ہی کا حکم بیان کیا گیا ہے اور اس کی دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے، جس میں تصریح آگئی ہے چنانچہ اس میں ہے ”إِذَا وَقَعَتِ الْفَارَةُ فِي السَّمَنِ، فَإِنْ كَانَ جَامِدًا فَأَلْقَوْهَا وَمَا حَوْلَهَا، وَإِنْ كَانَ مَائِعًا فَلَا تَقْرَبُوه“ (۱۰۵)۔

(۱۰۰) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱، وفتح الباری: ۸۳۵/۹۔

(۱۰۱) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱، وفتح الباری: ۸۳۵/۹۔

(۱۰۲) فتح الباری: ۸۳۵/۹، وعمدة القاری: ۱۳۸/۲۱۔

(۱۰۳) فتح الباری: ۸۳۵/۹، وعمدة القاری: ۱۳۸/۲۱۔

(۱۰۴) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱۔

(۱۰۵) سنن أبی دواد، کتاب الأطعمة، باب فی الفارة تقع فی السمن (رقم الحدیث: ۳۸۴۲)

اس میں جامد اور مانع کے فرق کو صراحتاً بیان کر دیا گیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مسلک

① امام بخاری رحمہ اللہ نے چونکہ ترجمۃ الباب میں من جامد اور ذائب دونوں کا ذکر کیا ہے، اس لیے بعض حضرات نے کہا کہ ان کے نزدیک جامد اور ذائب دونوں کا حکم ایک ہے اور وہ یہ کہ نجاست گرنے سے گھی ناپاک نہیں ہوگا چاہے جامد ہو یا مانع ہو۔

② بعض شراح نے فرمایا کہ امام بخاریؒ کا مسلک جمہور کے مطابق ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں من جامد اور ذائب دونوں کا ذکر کیا ہے، حدیث باب سے صرف من جامد کا حکم معلوم ہوا (کیونکہ وہ من جامد ہی سے متعلق ہے) کہ اس میں اگر نجاست گر جائے تو گھی نجس نہیں ہوتا، ماحول کو ہٹا کر کھایا جاسکتا ہے، اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ گھی مانع ہے تو نجاست گرنے سے نجس ہو جائے گا، گویا کہ امام بخاری نے حدیث کے منطوق سے ترجمۃ الباب کا من جامد والا جزء ثابت کیا اور حدیث کے مفہوم سے دوسرا جزء من مانع کا حکم جمہور کے مطابق ثابت کیا، چنانچہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”دلالة الرواية عنى جزئى الترجمة ظاهرة، فإن الحولية لا تتحقق إلا فى الجامد، فعلم أن الذائب لا يقى طاهراً“

③ مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اصل میں نجاست جامدہ اور مانع میں فرق کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نجاست جامدہ گر گئی تو گھی ناپاک نہیں ہوگا چاہے جامد ہو یا مانع، اور اگر نجاست مانع گر جائے تو گھی نجس ہو جائے گا، چنانچہ چوہا گرنے سے گھی نجس نہیں ہوگا، کیونکہ وہ نجس جامد ہے چنانچہ فیض الباری میں ہے:

”وقد مررنى أنه اختار الرواية غير المشهورة عن أحمد، وهى

الفرق بين النجاسة الجامدة والمائعة، فالأولى لا تنجس، سواء

وقعت فى الجامد أو الذائب، وتنجس الثانية، وعليها حمل

تبويب المصنف فى الطهارة بوقوع الفأرة أولاً، فإنها نجاسة جامدة، وبالبول فى الماء الراكثانياً، فانه نجاسة مائعة، فكأنه أشار بالفرق بينهما، وتأويل هذه الترجمة عندى أنه ذكر فيها الجامد، لكون الحديث فيه عنده، فإن إلقاء ما حولها لا يمكن إلا فى الجامد، ثم ذكر الذائب، ولم يذكر حكمه، لينظر فيه الناظر، أما الزهري فإنه، وإن سئل عن السمن مطلقاً، لكنه لم يحب إلا عن الجامد، ولم يذكر للمائع حكماً، وذلك لأن حديث البخارى يدل بمفهومه على أن المائع يتنجس۔“ (۱۰۶☆)

جس گھی میں نجاست گر جائے اس سے انتفاع کا حکم

سمن مانع (پگھلے ہوئے گھی) میں اگر چوہا گر جائے تو وہ جمہور کے نزدیک ناپاک ہو جاتا ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ اس گھی سے کوئی اور فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

① امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک ایسے گھی سے مطلقاً کسی قسم کا فائدہ حاصل کرنا درست نہیں (۱۰۶)، کیونکہ حضرت ابوہریرہ کی روایت میں صراحت ہے ”وإن كان مائعاً فلا تقربوه۔“ لیکن جمہور کہتے ہیں کہ اس سے ”فلا تقربوه للأكل“ مراد ہے، کھانے سے ممانعت ہے، انتفاع سے نہیں۔

② امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک صابون وغیرہ میں تو اس سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے لیکن اس کی بیع درست نہیں، کیونکہ بعض روایات میں ہے ”إن الله تعالى إذا حرم أكل شيء، حرم ثمنه“ جس

(۱۰۶☆) فیض الباری: ۳/۳۳۳، لامع الدراری: ۹/۴۲۱، تعلیمات لامع الدراری: ۹/۳۲۲۔

(۱۰۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

چیز کا کھانا حرام ہے، اس کا ثمن بھی حرام ہے اور چونکہ ایسے گھی کا استعمال صحیح نہیں لہذا اس کی بیع بھی درست نہیں، حنفیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں نجس لعینہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مذکورہ گھی نجس لعینہ نہیں (۱۰۷)۔

حضرات حنفیہ کے نزدیک کھانے کے علاوہ اس قسم کے گھی سے ہر طرح کا انتفاع جائز ہے (۱۰۸)۔ کیونکہ بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں: ”وإن كان السمن مائعاً انتفعوا به ، ولاتأكلوه“ اور ایک روایت میں اس تیل کے متعلق آیا ہے جس میں چوہا گرا ہو ”فاستصبحوا به و ادھنوا به“ (۱۰۹)۔ استصباح چراغ چلانے کو کہتے ہیں، یعنی ایسے گھی اور تیل سے چراغ وغیرہ روشن کرنا صحیح ہے۔

قیل لسفیان: فإن معمر احدثه عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة، قال: ما سمعت الزهري يقول إلا عن عبيد الله عن ابن عباس عن ميمونة عن النبي صلى الله عليه وسلم، ولقد سمعته منه مرارا

حدیث باب سفیان بن عیینہ نے ”زہری عن عبيد الله عن ابن عباس“ کے طریق سے نقل کی ہے، کسی نے سفیان سے پوچھا کہ معمر یہ حدیث ”زہری عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة“ کے طریق سے نقل کرتے ہیں، تو سفیان نے کہا کہ میں نے یہ حدیث زہری سے ”عبيد الله عن ابن عباس“ ہی کے طریق سے سنی ہے اور اس طریق سے کئی بار سنی ہے۔

معمر کا طریق امام ابو داؤد نے موصولاً نقل کیا ہے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ معمر کا طریق درست نہیں لیکن ذہبی نے فرمایا کہ دونوں طریق صحیح ہیں (۱۱۰)۔

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

(۱۰۹) فتح الباری: ۹/۸۳۶۔

(۱۱۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۸۔

۳۵ - باب : الوَسْمُ وَالْعَلْمُ فِي الصُّورَةِ

۵۲۲۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُوسَى ، عَنْ حَنْظَلَةَ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ أَبِي عُمَرَ : أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ تَعْلَمَ الصُّورَةُ .

وقال ابن عمر : نهى النبي ﷺ أن تضرب .

تابعه قتيبة : حدثنا العنقري . عن حنظلة وقال : تضرب الصورة

۵۲۲۲ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنْ أُسِّ قَالَ : دَحَلْتُ

عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأَحْ لِي يُحَنِّكُهُ . وَهُوَ فِي مَرْبَدٍ لَهُ ، فَرَأَيْتُهُ يَسْمُ شَاةً - حَسْبَتْهُ قَالَ فِي آدَانِهَا .

[ر : ۱۴۳۱]

وَسْمٌ (واء کے فتح اور سین کے سکون کے ساتھ) اور علم دونوں کے ایک معنی ہیں یعنی علامت

اور نشان (۱۱۱)۔

ابن الاثیر نے فرمایا کہ وسم خاص اور علم عام ہوگا (۱۱۲)۔

صورت سے وجہ (چہرہ) مراد ہے، وسم فی الوجه بالاجماع منہی عنہ ہے۔ آدمی کے چہرے کو داغنا یا

نشان لگانا مطلقاً حرام ہے۔

مسلم شریف میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے

پاس سے گذرے دیکھا کہ اس کے چہرے پر کسی نے داغ کر نشان لگایا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "لعن اللہ

الذی وسمہ" (۱۱۳)۔

چہرے کے علاوہ جانور کے جسم کے کسی دوسرے حصے پر داغ کر نشان اگر کسی ضرورت اور فائدہ

(۱۱۱) عمدة القاری: ۱۳۹/۲۱۔

(۱۱۲) النہایۃ لابن الاثیر: ۱۸۶/۵۔

(۱۱۳) صحیح مسلم (مع التکملة) کتاب اللباس والزینة، باب النهی عن ضرب الحيوان فی وجهه: ۱۸۲/۴۔

کے طور پر لگایا جائے تو جائز ہے بشرطیکہ وہ نشان ہلکا ہو۔ اگر ہلکا نہیں ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے کیونکہ اس میں حیوان کی تعذیب بھی ہے اور یہ مثلہ کے زمرے میں بھی آتا ہے اور تعذیب حیوان اور مثلہ دونوں منہی عنہ ہیں (۱۱۴)۔

جمہور کہتے ہیں کہ وہ نہیں عام ہے اور حدیث و سم خاص ہے (۱۱۵)۔

وقال ابن عمر: نهى النبي صلى الله عليه وسلم أن تضرب

یہ ما قبل سند کے ساتھ متصل ہے، حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا، اس روایت میں ”ان تضرب“ ہے، مفعول بہ ذکر نہیں، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے ابن قتیبہ کی روایت نقل کی جس میں ”الوجه“ کی تصریح ہے۔ تابعہ ابن قتیبہ یعنی ابن قتیبہ نے امام بخاری کے شیخ عبید اللہ بن موسیٰ کی متابعت کی ہے۔

عَنْقَزِي

(عین کے فتح، نون کے سکون، قاف کے فتح کے ساتھ) عَنْقَزِي کی طرف منسوب ہے یہ ایک خوشبودار گھاس کو کہتے ہیں، چونکہ وہ یہ گھاس فروخت کیا کرتے تھے اس لیے اس کی طرف نسبت کر دی جاتی ہے (۱۱۶)، ابن حبان نے ان کو کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۱۱۷)، امام احمد اور امام نسائی نے ان کی توثیق کی ہے (۱۱۸)، ان کا نام عمرو بن محمد ہے اور کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ ۱۹۹ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے (۱۱۹)۔

(۱۱۴) عمدة الباری: ۲۱/۱۳۹-۱۴۰۔

(۱۱۵) فتح الباری: ۹/۸۳۸۔

(۱۱۶) عمدة الباری: ۲۱/۱۴۰، وفتح الباری: ۵/۸۳۷۔

(۱۱۷) ثقات ابن حبان: ۸/۳۸۲۔

(۱۱۸) الجرح والتعديل: ۶/الترجمة: ۱۴۵۰۔ وتهذيب الكمال: ۲۲/۲۲۲، رقم الترجمة: ۴۴۴۴۔

(۱۱۹) تهذيب الكمال: ۲۲/۲۲۲، ان کے حالات کے لیے دیکھیے الجمع لابن القيسراني: ۱/۳۷۴، وتهذيب

التهذيب: ۸/۹۸، وشذرات الذهب: ۱/۳۵۷۔

دخلت على النبي صلى الله عليه وسلم بأخلى
 یہ حضرت انسؓ کے ماں شریک بھائی تھے، ان کا نام عبداللہ بن ابی طلحہ تھا۔

حسبته قال: فى آذانها

یہ شعبہ کا قول ہے ”حسبته“ کے اندر ضمیر منصوب ہشام بن زید کی طرف راجع ہے، شعبہ فرماتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ ہشام بن زید نے ”فى آذانها“ کے الفاظ بھی کہے تھے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے کانوں کو داغ لگا رہے تھے۔ حافظ فرماتے ہیں:

”هذا محل الترجمة ، وهو العدول عن الوسم فى الوجه إلى الوسم فى الأذن،

فيستفاد منه أن الأذن ليست من الوجه“ (۱۲۰)۔

مرَبَد (میم کے زیر، راء کے سکون اور باء کے فتح کے ساتھ) اونٹوں کے باڑے کو کہتے ہیں۔

ایک جماعت کو غنیمت مل گئی اور اس میں سے کچھ لوگ دوسرے ساتھیوں سے پوچھے اور ان کی اجازت کے بغیر غنیمت کی بکری یا اونٹ وغیرہ ذبح کریں تو اس کا کھانا جائز نہیں، کیونکہ تقسیم سے پہلے وہ سب کا مشترک مال ہوتا ہے، کسی ایک کو دوسروں کی اجازت کے بغیر اس میں تصرف کا اختیار حاصل نہیں (۱۲۱)۔

چنانچہ حضرت رافع کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس طرح کرنے والوں کی ہانڈیاں الٹ دی تھیں، کیونکہ انہوں نے اجازت نہیں لی تھی جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔

(۱۲۰) فتح الباری: ۹/۸۳۸۔

(۱۲۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۱۔

۳۶ - باب : إِذَا أَصَابَ قَوْمٌ غَنِيمَةً ، فَذَبَحَ بَعْضُهُمْ غَنَمًا أَوْ إِبِلًا ،

بغیرِ أَمْرِ أَصْحَابِهِمْ ، لَمْ تُؤْكَلْ .

لِحَدِيثِ رَافِعٍ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ . [ر : ۵۲۲۳]

وقال طاوس وعكرمة في ذبيحة السارق : أطرحوه .

۵۲۲۳ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عِبَادَةَ

ابْنِ رِفَاعَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ قَالَ : قُلْتُ لِلنَّبِيِّ ﷺ : إِنَّا نَلْقَى الْعَدُوَّ

عَدًّا وَلَيْسَ مَعَنَا مَدَى ، فَقَالَ : (مَا أَتَمَّرَ الدَّمَّ وَذَكَرَ اسْمَ اللَّهِ فَكَلُوا ، مَا لَمْ يَكُنْ سِئًّا وَلَا ظُفْرًا ،

وَسَأَحَدْتُكُمْ عَنْ ذَلِكَ : أَمَّا السِّنُّ فَعِظْمٌ ، وَأَمَّا الظُّفْرُ فَمَدَّةُ الْحَبَشَةِ) . وَتَقَدَّمَ سَرْعَانُ النَّاسِ

فَأَصَابُوا مِنَ الْغَنَائِمِ ، وَالنَّبِيُّ ﷺ فِي أَحْرِ النَّاسِ . فَنَصَبُوا قُدُورًا فَأَمَرَ بِهَا فَأَكْفَيْتُ . وَقَسَمَ

بَيْنَهُمْ وَعَدَلَ بَعِيرًا بَعْشَرِ تَبِيَاهٍ . ثُمَّ نَدَّ بَعِيرٌ مِنْ أَوَائِلِ الْقَوْمِ . وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُمْ خَيْلٌ . فَرَمَاهُ

رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ اللَّهُ . فَقَالَ : (إِنَّ لِهَذِهِ الْبَهَائِمِ أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ ، فَمَا فَعَلَ مِنْهَا

هَذَا فَأَفْعَلُوا مِثْلَ هَذَا) . [ر : ۲۳۵۶]

وقال طاوس وعكرمة في ذبيحة السارق : اطرحوه

طاوس اور عکرمة نے چور کے ذبیحہ کے متعلق فرمایا کہ اس کو پینک دو، یعنی مت کھاؤ، یہ حکم اس

ذبیحہ کے متعلق ہے جو سارق کا نہ مملوک ہو اور نہ مالک کی طرف سے وہ وکیل ہو لہذا جس شخص کو ولایت یا

وکالت حاصل نہ ہو، اس کا ذبیحہ درست نہیں۔ عبدالرزاق نے طاوس اور عکرمة کی اس تعلیق کو موصولاً

نقل کیا ہے (۱۲۲)۔

۳۷ - باب : إِذَا نَدَّ بَعِيرٌ لِقَوْمٍ . فَرَمَاهُ بَعْضُهُمْ بِسَهْمٍ فَقَتَلَهُ .
فَأَرَادَ إِصْلَاحَهُ . فَهُوَ جَائِزٌ .

لِخَبَرِ رَافِعٍ . عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

۵۲۲۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : أَخْبَرَنَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الطَّنَافِسِيِّ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْرُوقٍ . عَنْ عَبَّادَةَ بْنِ رِفَاعَةَ . عَنْ جَدِّهِ رَافِعِ بْنِ خَدِيجٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ . فَنَدَّ بَعِيرٌ مِنَ الْإِبِلِ . قَالَ : فَرَمَاهُ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَحَبَسَهُ . قَالَ : ثُمَّ قَالَ : (إِنَّ لَهَا أَوَابِدَ كَأَوَابِدِ الْوَحْشِ . فَمَا غَلَبَكُمْ مِنْهَا فَاصْنَعُوا بِهِ هَكَذَا) . قَالَ : قُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّا نَكُونُ فِي الْمَغَازِي وَالْأَسْفَارِ . فَتُرِيدُ أَنْ نَذْبِحَ فَلَا تَكُونُ مُدَى . قَالَ : (أَرَأَيْتَ مَا شِئِرٌ . أَوْ أَشِيرٌ أَلَدَمَ وَذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ فَكُلْ . غَيْرَ السِّنِّ وَالظُّفْرِ . فَإِنَّ السِّنَّ عَظْمٌ . وَالظُّفْرَ مُدَى الْحَبَشَةِ) .

[ر : ۲۳۵۶]

اگر کسی قوم کا اونٹ بھاگ جائے اور ان میں سے کوئی شخص تیر چلا کر اسے مار ڈالے اور اس سے مقصد ان کی بھلائی ہو تو یہ اس حدیث کی بناء پر جائز ہے جو حضرت رافع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں فأراد صلاحهم یعنی اس شخص کو قوم کا مقصد معلوم ہو اور ان کی بھلائی کے لیے وہ اس اونٹ کو روکنے کے لیے مار ڈالے تو یہ جائز ہے اور مارنے والا ضامن نہیں ہوگا، لیکن اگر اجازت کے بغیر مارا تو ضامن ہوگا (۱۲۳)، حدیث باب پہلے گزر چکی ہے۔

۳۸ - باب : أَكْلُ الْمَضْطَرِّ

لِقَوْلِهِ تَعَالَى : «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِبْرَاهِيمَ تَعْبُدُونَ . إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخَيْزِيرِ وَمَا أُهْلَ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ» / البقرة : ۱۷۲ . ۱۷۳ /

وَقَالَ : «فَمَنْ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَحَايِفٍ لِإِثْمٍ» / المائدة : ۳ /

وقوله: «فكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ . وَمَا لَكُمْ أَنْ لَا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَائِهِمْ بغيرِ علمٍ إِنْ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ» / الأنعام: ۱۱۸ - ۱۱۹ /

«قُلْ لَا أَجِدُ فِيهَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» / الأنعام: ۱۴۵ /

وقال: «فكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلالًا طَيِّبًا وَأَشْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالْدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ» / النحل: ۱۱۴ ، ۱۱۵ /

اس باب کے تحت امام بخاری رحمہ اللہ نے کوئی حدیث ذکر نہیں کی، شاید اپنی شرط کے مطابق

امام بخاری کو کوئی حدیث نہیں مل سکی، اس لیے صرف قرآن کریم کی آیات ذکر فرمائی ہیں (۱۲۳)۔

مضطر کون شخص ہے

مضطر اس شخص کو کہتے ہیں جو ایسی حالت میں ہو کہ اگر وہ کچھ نہ کھائے تو اس کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو، یہ جمہور علماء کا مسلک ہے، بعض مالکیہ نے تین دن کی قید لگائی ہے کہ جس شخص کو تین دن تک حالت اضطرار میں حلال چیز کھانے کو کچھ نہ ملے وہ مضطر کہلاتا ہے (۱۲۵)۔ اگر حلال چیز نہ ملتی ہو تو حرام چیز کو بقدر ضرورت استعمال کرنے کی اجازت ہے۔ امام مالک کے نزدیک مضطر شکم سیر ہو کر کھا سکتا ہے، امام شافعی کا ایک قول بھی اسی کے مطابق ہے۔ حنفیہ کے نزدیک صرف اسی قدر کھا سکتا ہے جس سے اس کے جسم میں زندگی کی رمت برقرار رہے کیونکہ قرآن کریم نے ﴿غیر باغ ولا عاد﴾ کی قید لگائی ہے کہ وہ

(۱۲۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۱۔

(۱۲۵) فتح الباری: ۹/۸۴۰۔

کھانے کی لذت کا متلاشی ہو اور نہ حد سے تجاوز کرنے والا ہو (۱۲۶)۔

اسی طرح سورۃ مائدہ کی آیت میں ”غیر متجانف لائم“ کے الفاظ ہیں: متجانف لائم کی تفسیر

یہ کی گئی ہے کہ سدر مق سے زیادہ کھایا جائے (۱۲۷)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے سورۃ بقرہ، سورۃ مائدہ، سورۃ انعام اور سورۃ نحل ان چار سورتوں کی

آیات ذکر فرمائی ہیں جن میں مضطر کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

حرام چیز کے بطور دوا استعمال کرنے کی شرطیں

جس شخص کی جان خطرے میں ہو، وہ جان بچانے کے لیے حرام چیز کو بطور دوا استعمال کر سکتا ہے

لیکن فقہاء نے اس کے لیے پانچ شرطیں لکھی ہیں:

① حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کا خطرہ ہو۔

② دوسری کوئی دوا کارگرا یا موجود نہ ہو۔

③ اس دوا سے مرض کا ازالہ عاۃً یقینی ہو۔

④ اس کے استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود نہ ہو۔

⑤ اور قدر ضرورت سے زائد اس کو استعمال نہ کیا جائے (۱۲۸)۔

اضطراری حالت کا مسئلہ تو شرائط مذکورہ کے ساتھ نص قرآن سے ثابت اور اجماعی حکم ہے،

لیکن عام بیماریوں میں بھی کسی ناپاک یا حرام دوا کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف

(۱۲۶) فمن اضطر غیر باغ ولا عادی فی غیر بغی ولا عدواناً، وهو مجاوزة الحد، فلا یمسک علیہ فی ذلك، قال

مجاہد: فمن اضطر غیر باغ ولا عادی قاطعاً للسیل أو مفارقاً للأئمة أو خارجاً فی عصیة اللہ تعالیٰ،

فلا رخصة له، وإن اضطر إليه، وقیل: غیر باغ فی أكلها ولا متعدیه من غیر ضرورة، وقیل: غیر مستحل لها

ولا عادی متزود منها، وقیل: غیر باغ فی أكلها شهوة وتلذذاً ولا عادی: ولا یأكل حتى یشبع ولكن یأكل

مایمسک رفقہ (وانظر عمدة القاری: ۲۱/۱۳۳)

(۱۲۷) فتح الباری: ۹/۸۴۰۔

(۱۲۸) معارف القرآن: ۲/۳۲۶۔

ہے، اکثر فقہاء نے فرمایا کہ اغطرار اور مذکورہ شرطوں کے بغیر حرام دوا کا استعمال جائز نہیں۔ بعض دوسرے فقہاء نے اسے جائز قرار دیا لیکن ان کا مسلک ضعیف ہے۔ چنانچہ اصل حکم تو یہی ہے کہ عام بیماریوں میں جب تک حالت اضطرار کی مذکورہ شرائط موجود نہ ہوں، حرام دوا کا استعمال جائز نہیں۔

فقہاء متاخرین نے موجودہ زمانے میں حرام و ناپاک دواؤں کی کثرت اور ابتلاء عام اور عوام کے ضعف پر نظر کر کے اس شرط کے ساتھ اجازت دی ہے کہ کوئی دوسری حلال اور پاک دوا اس مرض کے لیے کارگر نہ ہو یا موجود نہ ہو، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

اختلف في التداوي بالمحرم وظاهر المذهب المنع كما في رضاع البحر
ولكن نقل المصنف ثم وهنا عن الحاوي قيل يرخص إذا علم فيه
الشفاء، ولم يعلم دواء آخر كما رخص في الخمر للعطشان و عليه
الفتوى۔

”یعنی حرام چیزوں کو بطور دوا استعمال کرنے میں اختلاف ہے اور ظاہر مذہب میں اس کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ بحر الرائق کتاب الرضاع میں مذکور ہے لیکن مصنف تنویر نے اس جگہ رضاع میں بھی اور یہاں بھی حاوی سے نقل کیا ہے کہ بعض علماء نے فرمایا، دوا و علاج کے لیے حرام چیزوں کا استعمال اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ اس دوا کے استعمال سے شفاء عاۃً یقینی ہو اور کوئی حلال دوا اس کا بدل نہ ہو سکے جیسا کہ پیاسے کے لیے شراب کا گھونٹ پینے کی اجازت دی گئی ہے اور اسی پر فتویٰ پر ہے۔“

مذکورہ تفصیل سے ان تمام انگریزی دواؤں کا حکم معلوم ہو گیا جو یورپ وغیرہ سے آتی ہیں جن میں شراب وغیرہ نجس اشیاء کا ہونا معلوم یقینی ہو اور جن دواؤں میں حرام و نجس اجزا کا وجود مشکوک ہے، ان کے استعمال میں اور زیادہ گنجائش ہے تاہم احتیاط بہر حال احتیاط ہے خصوصاً جب کہ کوئی شدید ضرورت بھی نہ ہو (۱۲۹)۔

٧٦ - كتاب الأضاحي

کتاب الأضاحی (الأحادیث: ۵۲۲۵-۵۲۵۲)

کتاب الاضاحی میں سولہ باب اور چوالیس مرفوع احادیث ہیں، ان میں سے پندرہ معلق اور باقی موصول ہیں، اڑتیس احادیث مکرر اور پانچ پہلی بار آئی ہیں، ان میں سے چار متفق علیہ ہیں، صحابہ اور تابعین وغیرہ کے اس میں سات آثار ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۶ - کتاب الأضاحی

۱ - باب : سنّة الأضحیّة .

وقال ابن عمر : هي سنّة ومعرّوف .

۵۲۲۵ : حدّثنا محمد بن بشار : حدّثنا غندر : حدّثنا شعبه . عن زبيد الإيامي .
 عن الشعبي . عن البراء رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : (إنّ أوّل ما نبدأ به في يومنا
 هذا أن نضلي . ثم نرجع فننحر ، من فعله فقد أصاب سنّتنا . ومن ذبح قبل فإنما هو لحم
 قدّمه لأهله . ليس من النسك في شيء) . فقام أبو بردة بن نيار ، وقد ذبح ، فقال : إنّ عندي
 جدعة . فقال : (أذبحها ولكن تجزي عن أحدٍ بعدك) .

قال مطرف ، عن عامر ، عن البراء : قال النبي ﷺ : (من ذبح بعد الصلوة تمّ نسكه .
 وأصاب سنّة المسلمين) . [ر : ۹۰۸]

۵۲۲۶ : حدّثنا مسدّد : حدّثنا إسماعيل ، عن أيوب ، عن محمد ، عن أنس بن
 مالك رضي الله عنه قال : قال النبي ﷺ : (من ذبح قبل الصلوة فإنما ذبح لنفسه ، ومن
 ذبح بعد الصلوة فقد تمّ نسكه ، وأصاب سنّة المسلمين) . [ر : ۹۱۱]

أضاحی اضحیة کی جمع ہے اور اس میں چار لغات مشہور ہیں:

① اضحیة (بضم الهمزة) اس کی جمع اضاخی ہے

② اِضحیة (بکسر الهمزة) اس کی جمع بھی اضاخی آتی ہے۔

③ اَضْحَاة بروزن اَرْطَاة: اس کی جمع اَضْحَى آتی ہے، وہ سَمَى یوم الأضحی۔

④ ضَحِيَّة: بروزن عَشِيَّة: اس کی جمع ضَحَايَا آتی ہے (۱)۔

لغت میں اِضْحِيَّة اس بکری کو کہتے ہیں جس کو ضحوه یعنی چاشت کے وقت ذبح کیا جائے (۲)۔

اصطلاح فقہ میں اِضْحِيَّة کی تعریف ہے ”ذبح حيوان مخصوص بنية القرية في وقت

مخصوص“ (۳)۔

قربانی واجب ہے یا سنت

① امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی مالدار شخص پر واجب ہے، امام مالک رحمہ اللہ کی ایک

روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۴)۔

② امام شافعی اور امام احمد اور حنفیہ میں صاحبین کے نزدیک قربانی سنت ہے (۵)، امام مالک کا

دوسرا قول بھی اسی کے مطابق ہے (۶)۔

یہ حضرات مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں۔

① صحیح مسلم کی روایت میں ہے ”من أراد أن يضحي، فدخل العشر، فلا يأخذ من شعره،

ولا بشرته شيئاً“ (۷) اس حدیث میں قربانی کو معلق بالارادہ کیا ہے، جب کہ واجب کو معلق بالارادہ نہیں

(۱) دیکھیے لسان العرب: ۲۱۱/۱۹، وعمدة القاری: ۲۱/۱۴۴، وشرح مسلم للنووی: ۱۵۳/۲

(۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۴۴، قال القسطلانی: ”قال عياض: سميت بذلك، لأنها تفعل في الضحى، وهو ارتفاع

النهار فسميت بزمن فعلها (إرشاد الساری: ۱۴/۳۰۰)

(۳) دیکھیے الدرالمختار، کتاب الأضحیة: ۵/۲۱۹، وفتح القدير، کتاب الأضحیة: ۸/۲۲۴

(۴) عمدة القاری: ۱۲/۱۴۴، وأوجز المسالك كتاب الضحايا: ۹/۲۲۵ - ۳/۲۱۴، وشرح مسلم للنووی:

۱۵۳/۲

(۵) تکملة فتح الملهم: ۳/۵۴۸، وبداية المحتهد كتاب الضحايا، باب حكم الضحايا: ۱/۴۲۹، والمعنى لابن

قدامة: ۹/۳۴۵ والمجموع شرح المذهب، كتاب الأضاحی: ۸/۳۵۰

(۶) بداية المحتهد كتاب الضحايا، باب حكم الضحايا: ۱/۴۲۹ والمجموع شرح المذهب: ۸/۳۵۰

(۷) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب النهی فی من دخل علیه عشر ذی الحجة، (رقم الحدیث: ۱۹۷۷)

۱۵۲۵/۳

کیا جاتا، معلوم ہوا، قربانی سنت ہے (۸)۔

لیکن یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ ارادہ کا اطلاق عدم وجوب کو مستلزم نہیں، امر واجب کی ادائیگی کا بھی ارادہ کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ حج کے متعلق ہے، ”من أراد الحج فلیعجل“ (۹) یہاں لفظ ارادہ کے اطلاق سے عدم وجوب مراد نہیں، اسی طرح ”من أراد أن یضحی“ میں بھی مراد یہ ہے کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرے، چاہے، وہ اس پر واجب ہو یا واجب نہ ہو تو وہ بال و غیرہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن میں نہ کاٹے، ”أراد“ کا لفظ عموم کے لیے استعمال کیا تاکہ واجب اور غیر واجب دونوں اس میں آجائیں (۱۰)۔

② یہ حضرات دوسرا استدلال سنن دارقطنی کی روایت سے کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”ثلاث کتبت علیّ وھن لکم تطوع: الوتر، والنحر، ورکعتا الفجر“ (۱۱)۔

لیکن یہ حدیث ضعیف ہے جو کہ قابل حجت نہیں (۱۲) اور علی سبیل التسلیم امام صاحب کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں ”کتبت“ کا لفظ آیا ہے جو فرض کے لیے آتا ہے یعنی یہ تین چیزیں میرے لیے فرض ہیں اور تمہارے لیے تطوع یعنی فرض نہیں، چنانچہ اس سے امت کے حق میں فرضیت کی نفی ہوتی ہے، وجوب کی نہیں، فرض اور وجوب کے درمیان فرق واضح ہے (۱۳)۔

③ ان حضرات کا تیسرا استدلال حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کے اثر سے ہے کہ انہوں نے صرف ایک دو سال قربانی کی، مستقل نہیں کی (۱۴)۔

(۸) المغنی لابن قدامة، کتاب الأضاحی: ۹/۳۳۵۔

(۹) سنن أبی داود، کتاب الحج باب (رقم الحدیث: ۱۷۳۲) ۲/۱۴۱۔

(۱۰) بذل المجہود: وتکملة فتح الملہم:

(۱۱) سنن الدارقطنی، کتاب الوتر، باب صفة الوتر وأنه لیس بفرض..... الخ۔ رقم الحدیث: ۱ - ۲/۲۱۔

(۱۲) فتح الباری: ۱۰/۳۔

(۱۳) بذل المجہود کتاب الضحایا: ۱۳/۷۔

(۱۴) بذل المجہود، کتاب الضحایا: ۱۳/۶۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ قربانی موسر (مالدار) پر واجب ہوتی ہے، اور یہ دونوں موسر نہ تھے کیونکہ دونوں حضرات بیت المال سے بقدر کفاف وظیفہ لیتے تھے، بقدر یسار نہیں (۱۵)۔

دلائل وجوب

① قرآن کریم میں ہے ﴿فصل لربك وانحر﴾^{۱۵} ”انحر“ (قربانی کریں) امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا ہے (۱۶) اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ قربانی فرض ہو لیکن چونکہ نحر کی تفسیر میں دوسرے اقوال بھی ہیں، اس لئے اس کی دلالت میں ظنیت آگئی، لہذا اس سے صرف وجوب ثابت ہوگا۔

② ابن ماجہ کی مرفوع روایت میں ہے ”من كان له سعة ، ولم يضح فلا يقربن مصلانا“ (۱۷) حاکم نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے (۱۸) اور حافظ ابن حجر نے فرمایا ”ورجاله ثقات“ (۱۹) اس حدیث میں استطاعت کے باوجود قربانی نہ کرنے والے کے لئے وعید بیان کی گئی ہے کہ وہ ہماری عید گاہ کے قریب بھی نہ آئے اور وعید ترک واجب پر ہوتی ہے۔

③ حجة الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا ”يا أيها الناس، على كل أهل بيت فى كل عام أضحية وعتيرة“ ”علی“ وجوب کے لیے آتا ہے، پھر ”عتیرہ“ تو منسوخ ہو گیا لیکن اضحیہ کے نسخ پر کوئی دلیل نہیں (۲۰)۔

عتیرہ ماہ رجب میں قربانی کو کہتے ہیں جس کی تفصیل عتیقہ میں گذر چکی ہے۔

④ حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے ”أقام رسول الله صلى الله عليه وسلم بالمدينة

(۱۵) بذل المحجود، کتاب الضحایا: ۱۳/۸

(۱۶) دیکھیے تفسیر طبری: ۳۰/۲۱۱

(۱۷) سنن ابن ماجہ کتاب الأضاحی، باب الأضاحی واجبة أم لا، (رقم الحدیث: ۳۱۲۳)۔ ۲/۱۰۳۳

(۱۸) المستدرک للإمام حاکم: ۳/۲۳۲

(۱۹) فتح الباری: ۱۰/۴

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱ و بذل المحجود، کتاب الضحایا: ۱۳/۷

عشر سنین یضحیٰ“ یہ حدیث مواظبت پر دلالت کرتی ہے اور مواظبت بلا ترک وجوب کی دلیل ہے (۲۱)۔

قال ابن عمر: هی سنة ومعروف

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ قربانی سنت اور نیکی ہے، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

”المعروف اسم جامع لكل ما عرف من طاعة الله عزوجل والتقرب إليه، والإحسان إلى الناس، ولكل ما ندب إليه الشرع ونهى عنه من المحسنات والمقبحات وهو من الصفات الغالبة أي أمر معروف بين الناس إذا رأوه، لا ينكرونه“ (۲۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس تعلق کو حماد بن ابی سلمہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۲۳)۔

۲ - باب : قِسْمَةِ الْإِمَامِ الْأَضَاحِيِّ بَيْنَ النَّاسِ .

۵۲۲۷ : حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ فَضَالَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ يَحْيَى . عَنْ بَعْجَةَ الْجُهَنِيِّ ، عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِيِّ قَالَ : قَسَمَ النَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ أَصْحَابِهِ ضَحَايَا . فَصَارَتْ لِعُقْبَةَ جَذَعَةٌ . فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . صَارَتْ جَذَعَةٌ ؟ قَالَ : (ضَحَّ بِهَا) . [ر : ۲۱۷۸]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرمائے، مالداروں کو تو مال فنی سے دئے ہوں گے اور فقراء کو مال صدقہ سے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے قربانی کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا اس موقع پر قربانی کے جانوروں کو صحابہ میں تقسیم کرنا، اس کی اہمیت کو ظاہر کرنے کے لیے تھا، چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

(۲۱) دیکھیے سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب الدلیل علی أن الأضحیة سنة (رقم الحدیث: ۱۵۰۷)

(۲۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۳۴

(۲۳) فتح الباری: ۱/۴

”وإنما أراد البخاری..... واللہ أعلم..... أن إعطاء الشارع

الضحایا لأصحابه، دلیل علی تأکدها وندبهم إليها۔“ (۲۴)

بعجہ بن عبد اللہ جُہنی

بعجہ بن عبد اللہ کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، امام نسائی، ابن حبان، علامہ ذہبی

اور حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے، ایک سو ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۲۵)۔

۳ - باب : الأضحیة للمسافر والنساء .

۵۲۲۸ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا سَفِيَانُ . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ . عَنْ أَبِيهِ .
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهَا . وَحَاضَتْ بِسَرِفٍ . قَبْلَ أَنْ تَدْخُلَ
مَكَّةَ . وَهِيَ تَبْكِي . فَقَالَ : (مَا لَكَ أَنْفِستِ) . قَالَتْ : نَعَمْ . قَالَ : (إِنَّ هَذَا أَمْرٌ كَتَبَهُ اللَّهُ
عَلَى بَنَاتِ آدَمَ . فَأَقْضِي مَا يَقْضِي الْحَاجُّ ، غَيْرَ أَنْ لَا تَطُوفِي بِالْبَيْتِ) . فَلَمَّا كُنَّا بِمِنَى ، أُتِيتُ
بِلَحْمِ بَقْرٍ . فَقُلْتُ : مَا هَذَا ؟ قَالُوا : ضَحَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ أَزْوَاجِهِ بِالْبَقْرِ . [ر : ۲۹۰]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمۃ الباب سے ان لوگوں کی

تردید کی ہے جو کہتے ہیں کہ عورتوں پر قربانی واجب نہیں (۲۶)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کا مقصد مسافر اور عورتوں کے لیے قربانی کے وجوب

کو ثابت کرنا ہے (۲۷)۔

(۲۴) عمدة القاری: ۱۳۵/۲۱

(۲۵) ان کے حالات کے لیے دیکھیے تاریخ البخاری الكبير: ۱۳۹/۲ - إكمال ابن ماکولا: ۳۳۶/۱ والکاشف:

۱/۱۶۰، وتهذيب التهذيب: ۱/۳۷۳، وتهذيب الكمال: ۳/۱۹۱۔

(۲۶) فتح الباری: ۶/۱۰

(۲۷) عمدة القاری: ۱۳۶/۲۱

مسافر کے لیے قربانی کا حکم

مسافر پر قربانی کے وجوب کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے:

امام شافعیؒ کے نزدیک مسافر کے لئے بھی قربانی مسنون ہے جیسا کہ مقیم کے لئے مسنون

ہے (۲۸)۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قربانی صرف مقیم پر واجب ہے، مسافر پر نہیں، امام مالک کا قول بھی اسی

کے مطابق ہے (۲۹)۔

عورتوں کی قربانی کا حکم

دوسرا مسئلہ عورتوں کی قربانی کا ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک عورتوں پر قربانی واجب ہے، امام

شافعیؒ وغیرہ تو مطلقاً قربانی کے وجوب کے قائل ہی نہیں، وہ عورتوں کے لیے اسے مستحب قرار دیتے

ہیں (۳۰)۔

ترجمۃ الباب اور حدیث میں مناسبت نہیں کیونکہ حدیث میں دم تمتع کا ذکر ہے، اضحیہ (عام

قربانی) کا نہیں۔

حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا کہ حدیث میں جس ذبح بقرہ کا ذکر ہے، اضحیہ (قربانی) کے طور پر تھا،

ہدی تمتع کے طور پر نہیں تھا (۳۱)۔

یہاں تو حافظ نے یہ کہا لیکن کتاب الحج میں انہوں نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ ذبح ہدی تمتع

کے طور پر تھا (۳۲)۔

(۲۸) المجموع شرح المہذب، باب الأضحیة: ۸/ ۳۸۳

(۲۹) المجموع شرح المہذب: ۸/ ۳۸۵

(۳۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۳۶

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/ ۶۰

(۳۲) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۴

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ وہ ظاہر لفظ سے استدلال کرتے ہیں اور چونکہ حدیث میں لفظ ”ضحیٰ“ وارد ہے، اس سے انہوں نے اضحیہ پر استدلال کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ان من دأب الإمام البخاری أيضا الاستدلال بظاهر اللفظ،

والوارد فی الحدیث لفظ ”ضحیٰ““ (۳۳)

۴ - باب : ما يُشْتَهَى مِنَ اللَّحْمِ يَوْمَ النَّحْرِ .

۵۲۲۹ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَلِيٍّ . عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ أَبِي سَيْرِينَ . عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ : (مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعَدِّ) . فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ - وَذَكَرَ جِيرَانَهُ - وَعِنْدِي جَدْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتِي لَحْمٍ ؟ فَرَخَّصَ لَهُ فِي ذَلِكَ . فَلَا أَدْرِي بَلَّغَتِ الرَّحْمَةَ مِنْ سِوَاهُ أَمْ لَا . ثُمَّ أَنْكَفَأَ النَّبِيُّ ﷺ إِلَى كَبْشَيْنِ فَذَبَحَهُمَا . وَقَامَ النَّاسُ إِلَى غَنِيمَةٍ فَتَوَزَّعُوا . أَوْ قَالَ : فَتَجَزَّعُوا . [ر : ۹۱۱]

ترجمة الباب کا مقصد

حدیث اور ترجمہ الباب کا مطلب واضح ہے کہ یوم النحر (بقرہ عید کے دن) میں گوشت کھانے کا ہر آدمی کو شوق ہوتا ہے، لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کا اس ترجمہ الباب سے مقصد غالباً اس روایت کے بعض طرق میں وارد شدہ ایک جملے کی تشریح ہے، چنانچہ مسلم کی روایت میں وہ جملہ اس طرح ہے ”إن هذا يوم اللحم فيه مكروه“ (۳۴) اس جملے کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

① بعض محدثین نے کہا کہ ”اللحم“ حاء کے فتح کے ساتھ باب سمع سے مصدر ہے، لحم

(۳۳) الأبواب والتراجم: ۲/۹۴

(۳۴) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب وقتها، (رقم الحدیث: ۱۹۶۱) ۳/۱۵۵۲

لَحْمًا کے معنی گوشت کی خواہش کرنے کے آتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ اس دن گھر والوں کو بغیر قربانی کے رکھنا، اس طرح کہ انہیں گوشت کھانے کی خواہش رہے، یہ مکروہ ہے (۳۵)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے اس جملے کی مذکورہ تفسیر کی طرف اشارہ کیا ہے، اگرچہ علامہ قرطبی نے فرمایا کہ لَحْم (بفتح الحاء) والی روایت درست نہیں (۳۶)۔

② دوسرا قول یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور تقدیر عبارت یوں ہے طلب اللحم فیہ مکروہ یعنی اس دن گوشت مانگنا اور طلب کرنا مکروہ ہے (۳۷)۔

لیکن پہلے قول کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ”مقروم“ کا لفظ آیا ہے اور قَرَم، اشتہاء اللحم (گوشت کی خواہش) کو کہتے ہیں (۳۸)۔

”ذکر جیرانہ“ ای ذکر احتیاج جیرانہ یعنی اس نے اپنے پڑوسیوں کے فقر و احتیاج کا ذکر کیا کہ میں نے قربانی کرنے میں اس لیے جلدی کی تاکہ اپنے گھر اور پڑوس والوں کو جلد گوشت کھلا سکوں۔
وعندی جذعة خیر من شاتی لحم یعنی میرے پاس بکری کا ایک بچہ ہے جو گوشت کی دو بکریوں سے بہتر اور صحت مند ہے۔

وقام الناس إلى غنیمة فتوزعوها أوقال فتجزعوها یعنی لوگ بکریوں کی طرف گئے اور انہیں تقسیم کیا (ذبح کرنے کے لئے) یا انہیں الگ الگ کیا، راوی کو شک ہے کہ توزعو کہا یا تجزعو، تجزوع کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں، یہاں اس سے ذبح کرنے کے لیے بکریوں کو الگ الگ کرنا مراد ہے۔

(۳۵) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۱۵۳/۲

(۳۶) الأبواب والتراجم: ۹۴/۲

(۳۷) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۱۵۳/۲

(۳۸) شرح مسلم للنووی، کتاب الأضاحی: ۱۵۳/۲

۵ - باب : من قال : الأضحی یوم النحر .

۵۲۳۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ .
 عَنْ أَبِي بَكْرَةَ ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنَّ الْيَوْمَ قَدْ اسْتَدَارَ
 كَهَيْئَتِهِ يَوْمَ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ . السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا . مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حَرَامٌ . ثَلَاثُ
 مُتَوَالِيَاتٍ : ذُو الْقَعْدَةِ . وَذُو الْحِجَّةِ . وَالْمُحَرَّمِ . وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِي بَيْنَ جُمَادَى وَشَعْبَانَ) .
 (أَيُّ شَهْرٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ . قَالَ :
 (الْيَسُّ ذَا الْحِجَّةِ) . قُلْنَا : بَلَى . قَالَ : (أَيُّ بَلَدٍ هَذَا) . قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . فَسَكَتَ
 حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ . قَالَ : (الْيَسُّ الْبَلَدُ) . قُلْنَا : بَلَى . قَالَ : (أَيُّ يَوْمٍ هَذَا) .
 قُلْنَا : اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ . فَسَكَتَ حَتَّى ظَنَنَّا أَنَّهُ سَيَسْمِيهِ بِغَيْرِ اسْمِهِ . قَالَ : (الْيَسُّ يَوْمَ النَّحْرِ) .
 قُلْنَا : بَلَى . قَالَ : (فَإِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ - قَالَ مُحَمَّدٌ : وَأَحْسِبُهُ قَالَ - وَأَعْرَاضَكُمْ
 عَلَيْكُمْ حَرَامٌ . كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا ، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا ، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا . وَسَتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ .
 فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ أَعْمَالِكُمْ . أَلَا فَلَا تَرْجِعُوا بَعْدِي ضَلَالًا . يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ .
 أَلَا لِيُبَلِّغَ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ ، فَفَعَلَ بَعْضٌ مَنْ يَبْلُغُهُ أَنْ يَكُونَ أَوْعَى لَهُ مِنْ بَعْضٍ مَنْ سَمِعَهُ) .
 وَكَانَ مُحَمَّدٌ إِذَا ذَكَرَهُ قَالَ : صَدَقَ النَّبِيُّ ﷺ . ثُمَّ قَالَ : (أَلَا هَلْ بَلَغَتْ . أَلَا هَلْ بَلَغَتْ) .

[ر : ٦٧]

ایام قربانی

کتنے دن تک قربانی جائز ہے، اس میں ائمہ کا اختلاف ہے:

① امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک تین دن تک قربانی کی جاسکتی ہے (۳۹)۔ یوم

النحر اور دو دن اس کے بعد (یعنی دس، گیارہ، بارہ)

② امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک چار دن تک قربانی کی جاسکتی ہے، یوم النحر اور اس کے بعد کے

تین دن (۴۰)۔

③ ابن سیرین، داود ظاہری اور سعید بن جبیر کے نزدیک قربانی کا صرف ایک دن ہے، یوم النحر، امام بخاری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (۴۱)۔

انہوں نے حدیث باب سے استدلال کیا ہے، اس میں ہے ”ألّیس یوم النحر؟ قلنا: بلی۔“ اس میں ”یوم“ کو نحر کی طرف مضاف کیا ہے اور ”النحر“ میں الف لام جنس کا ہے یعنی نحر کا صرف ایک دن ہے (۴۲)۔

لیکن جمہور کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ”النحر“ سے نحر کامل مراد ہے، لام کمال کے لیے بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے (۴۳)۔

امام شافعی کے نزدیک قربانی کے دن چار ہیں، وہ صحیح ابن حبان میں موجود حضرت جبیر بن مطعم کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کل فجاج منی منحر وفی کل ایام التشریق ذبح“ (۴۴)۔

لیکن یہ روایت عبدالرحمن بن ابی حسین نے حضرت جبیر بن مطعم سے نقل کی ہے اور ابن ابی حسین کی ملاقات حضرت جبیر سے نہیں ہوئی ہے، لہذا یہ حدیث منقطع ہے (۴۵)۔

ان کا دوسرا استدلال بیہقی میں حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت سے ہے کہ انہوں نے فرمایا ”الأضحی ثلاثة أيام بعد یوم النحر“ (۴۶)۔

(۴۰) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

(۴۱) عمدة القاری: ۱۳۷/۲۱

(۴۲) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

(۴۳) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

(۴۴) دیکھیے نیل الأوطار: کتاب المناسک، باب بیان وقت الذبح: ۱۳۲/۵، وعمدة القاری: ۱۳۸/۲۱ و سنن

الکبری للبیہقی، کتاب الضحایا، باب من قال: الأضحی جائز یوم النحر: ۲۹۵/۹

(۴۵) دیکھیے نصب الرایة کتاب الحج، باب الہدی: ۱۶۲/۳، وإعلاء السنن: ۲۳۳/۱۷۔ وتلخیص الحبیر: حافظ

ابن حجر اس میں فرماتے ہیں: وهذه الزیادة لیست بمحفوظة کتاب الضحایا: ۱۳۲/۳۔ ۲۱۶/۱

(۴۶) عمدة القاری، سنن بیہقی، کتاب الضحایا: ۲۹۶/۹

لیکن امام طحاوی نے سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہی سے روایت نقل کی ہے
 ”الأضحی یومان بعد یوم النحر“ (۴۷)

ائمہ ثلاثہ کا استدلال حضرت علیؓ کے اثر سے ہے، انہوں نے فرمایا ”ایام النحر ثلاثہ أيام،
 أولهن أفضلهن“ (۴۸) حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عبداللہ عمرؓ سے بھی اس طرح کی روایت منقول
 ہے (۴۹)۔

قال محمد: وأحسبه یعنی راوی حدیث محمد بن سیرین نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ حضرت
 ابن ابی بکرؓ نے اپنی حدیث میں ”أعراضکم“ کا لفظ بھی ارشاد فرمایا تھا، گویا ”دماء کم وأموالکم“ کے
 بارے میں تو انہیں یقین ہے اور ”أعراضکم“ کے متعلق شک ہے، اسی کو محمد بن سیرین نے ”وأحسبه“
 کہہ کر ظاہر کیا۔

۶ - باب : الأضحی والمنحر بالمصلی

۵۲۳۲/۵۲۳۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا
 عُبَيْدُ اللَّهِ ، عَنْ نَافِعٍ قَالَ : كَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَنْحَرُ فِي الْمَنْحَرِ . قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : يَعْنِي مَنْحَرَ النَّبِيِّ ﷺ .
 (۵۲۳۲) : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ كَثِيرِ بْنِ فَرْقِدٍ ، عَنْ نَافِعٍ :
 أَنَّ ابْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَخْبَرَهُ قَالَ : كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِالْمُصَلَّى .
 [ر : ۹۳۹]

اس باب میں قربانی کا بیان بھی ہے اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ قربانی ذبح کرنے کی جگہ عید گاہ ہے،
 ترجمۃ الباب کا مقصد بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

(۴۷) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

(۴۸) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱، نیز دیکھیے موطأ للإمام مالک، کتاب الضحایا، باب ذکر أيام الأضحی :

۳۸۷/۲

(۴۹) عمدة القاری: ۱۳۸/۲۱

”والمقصود من هذه الترجمة بيان السنة في ذبح الإمام، وهو أن
يذبح في المصلى ، لثلايذبح أحد قبله، ليذبحوا بعده بيقين،
وليتعملوا أيضاً صفة الذبح، فإنه مما يحتاج فيه إلى البيان“ (۵۰)۔

باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ وہاں قربانی کرتے تھے جہاں حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم جانور ذبح کرتے تھے۔

۷ - باب : فِي أَضْحِيَةِ النَّبِيِّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَقْرَيْنِ . وَيَذُكُرُ سَمِينِينَ .

وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : سَمِعْتُ أَبَا أَمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ قَالَ : كُنَّا نَسْمُنُ الْأَضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ ،
وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يُسْمِنُونَ .

۵۲۳۴/۵۲۳۳ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ
قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُضْحِي بِكَبْشَيْنِ . وَأَنَا
أُضْحِي بِكَبْشَيْنِ .

(۵۲۳۴) : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ أَبِي قَلَابَةَ ،
عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَنْكَفَأَ إِلَى كَبْشَيْنِ أَقْرَيْنِ أَمْلَحَيْنِ ، فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ .
تَابِعَهُ وَهَيْبٌ . عَنْ أَيُّوبَ . وَقَالَ إِسْمَاعِيلُ وَحَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ ابْنِ سِيرِينَ ،
عَنْ أَنَسٍ . [۵۲۳۸ ، ۵۲۴۴ ، ۵۲۴۵ ، ۶۹۶۴ ، وانظر : ۵۲۴۱

۵۲۳۵ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ خَالِدٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ بَرِيدَ ، عَنْ أَبِي الْخَيْرِ ، عَنْ عَقْبَةَ
ابْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ غَنَمًا يَقْسِمُهَا عَلَى صَحَابَتِهِ ضَحَايَا ، فَبَقِيَ عَتُودٌ ،
فَذَكَرَهُ لِلنَّبِيِّ ﷺ ، فَقَالَ : (ضَحَّ أَنْتَ بِهِ) . [ر : ۲۱۷۸]

ترجمة الباب کا مقصد

اس ترجمہ الباب کے دو مقصد بیان کیے گئے ہیں:

① امام بخاری بتلانا چاہتے ہیں کہ کبش یعنی دنبے کی قربانی کرنا افضل ہے، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے ایک روایت بھی نقل فرمائی ہے ”خیر الأضحیۃ الکبش“

② امام کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قربانی کے جانور کو خوب فرہ کیا جائے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے ”سمنوا ضحایا کم فإنہا علی الصراط مطایا کم“ اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ ۹۰ باب کے بعد حضرت ابو امامہؓ کی حدیث ذکر کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر گائے کا حصہ اور بکری دونوں قیمت اور گوشت میں برابر ہیں تو پھر بکری افضل ہے، کیونکہ چھوٹا گوشت بڑے گوشت کے مقابلے میں عمدہ سمجھا جاتا ہے، لیکن اگر گائے کے حصے کا گوشت زیادہ ہے تو پھر وہ افضل ہے، دنباد نبی سے افضل ہے، بکری، بکرے سے افضل ہے، یہ اس وقت ہے جب گوشت اور قیمت میں دونوں برابر ہوں (☆ ۵۰)۔

وقال یحییٰ بن سعید، سمعت أبا أمامة بن سهل

ابو امامہ کا نام اسعد ہے اور یہ صحابی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام رکھا تھا اور برکت کی دعا ان کے لیے کی تھی، ابن التین نے انہیں کبار تابعین میں شمار کیا ہے (۵۱)، اس تعلق کو ابو نعیم نے موصولاً نقل کیا ہے (۵۲)۔

انکفأ إلی کبشین أقرنین أملحین، فذبھما بیدہ

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاری نے نقل کی ہے (۵۳)۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو سینگوں والے چت کبرے دنبوں کی طرف متوجہ ہوئے اور دونوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔

(☆ ۵۰) رد المحتار کتاب الأضحیہ: ۵/ ۲۲۷

(۵۱) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۱۵۰

(۵۲) فتح الباری: ۱۰/ ۱۲

(۵۳) عمدۃ القاری: ۲۱/ ۱۵۰ (۵۲۳۳) الحدیث اخرجہ البخاری ایضاً فیہ (رقم الحدیث: ۵۲۳۳) وایضاً

فی باب من ذبح الأضحی بیدہ (رقم الحدیث: ۵۲۳۸) وایضاً فی باب وضع القدم صفح الذبیحہ (رقم

الحدیث: ۵۲۳۳) وایضاً فی باب التکبیر عند الذبائح (رقم الحدیث: ۵۲۳۵) وایضاً فی باب من ذبح قبل

الصلوۃ أعاد (رقم الحدیث: ۵۲۳۱)

انکفأ: أى مال وانعطف: متوجّه ہوئے، أملحين: أملح هو الذى فيه سواد وبياض (۵۴)۔

جوہری نے کہا ”الأملاح الأبيض يخالط بياضه سواده“ (۵۵) اور ابو عبید نے کسائی سے نقل کیا ”الأملاح الذى فيه البياض والسواد، ويكون البياض أكثر“ (۵۶)۔
تابعه وهيب عن أيوب

یعنی عبد الوہاب کی متابعت وہیب بن خالد نے کی ہے، انہوں نے بھی ایوب سختیانی سے یہ روایت نقل کی ہے، اسماعیلی نے اس متابعت کو موصولاً نقل کیا ہے (۵۷)۔

وقال اسماعيل وحاتم عن أيوب، عن ابن سيرين عن أنس^{رض}۔

یہاں ”قال“ کہا، جب کہ اس سے پہلے ”تابعه“ کہا ہے، دونوں میں فرق یہ ہے کہ قول علی سبیل المذاکرہ استعمال ہوتا ہے اور متابعت حدیث نقل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اسماعیل بن علیہ کی تعلیق امام بخاری نے چار باب کے بعد موصولاً نقل کی ہے اور حاتم بن وردان کی حدیث امام مسلم نے موصولاً نقل کی ہے (۵۸)۔

فبقي عَتُود

عتود بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جس کا سال پورا نہ ہوا ہو، ابن بطال نے فرمایا عتود بکری کے پانچ ماہ کے بچے کو کہتے ہیں (۵۹)۔

(۵۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۰-۱۵۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۲

(۵۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱

(۵۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱، والنہایة لابن الأثیر: ۴/۳۵۳

(۵۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۳

(۵۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۱

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۱۴-۱۵۱/۲۱ وعمدة القاری: ۲۱/۱۵۱

۸ - باب : قولِ النَّبِيِّ ﷺ لِأَبِي بُرْدَةَ :

(ضَحَّ بِالْجَذَعِ مِنَ الْمَعَزِ . وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ)

: ۵۲۳۷/۵۲۳۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا مُطَرَفٌ ، عَنْ عَامِرٍ .

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : ضَحَّى خَالِدٌ لِي ، يُقَالُ لَهُ أَبُو بُرْدَةَ ، قَبْلَ الصَّلَاةِ . فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (شَاتِكَ شَاةٌ لَحْمٌ) . فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ عِنْدِي دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعَزِ . قَالَ : (أَذْبِحْهَا . وَلَنْ تَصْلُحَ لغيرِكَ) . ثُمَّ قَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ . وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ) .

تَابِعَهُ عُيَيْدَةُ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ وَإِبْرَاهِيمَ ، وَتَابِعَهُ وَكَيْعٌ ، عَنْ حُرَيْثٍ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ . وَقَالَ عَاصِمٌ وَدَاوُدُ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ : عِنْدِي عِنَاقٌ لَبِي . وَقَالَ زُبَيْدٌ وَفِرَاسٌ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ : عِنْدِي جَذَعَةٌ . وَقَالَ أَبُو الْأَحْوَصِ : حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ : عِنَاقٌ جَذَعَةٌ . وَقَالَ ابْنُ عَوْنٍ : عِنَاقٌ جَذَعٌ ، عِنَاقٌ لَبِي .

: ۵۲۳۷) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ سَلْمَةَ ،

عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ ، عَنْ الْبَرَاءِ قَالَ : ذَبَحَ أَبُو بُرْدَةَ قَبْلَ الصَّلَاةِ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ : (أَبْدَلُهَا) . قَالَ : لَيْسَ عِنْدِي إِلَّا جَذَعَةٌ . قَالَ شُعْبَةُ - وَأَحْسِبُهُ قَالَ : هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ - قَالَ : (أَجْعَلُهَا مَكَانَهَا وَلَنْ تَجْزِيَ عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . وَقَالَ حَاتِمُ بْنُ وَرْدَانَ ، عَنْ أَيُّوبَ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنْ النَّبِيِّ ﷺ . وَقَالَ : عِنَاقٌ جَذَعَةٌ . [ر : ۹۰۸]

معز بکری کو کہتے ہیں اور ضان د بے کو، بکری اور د بے کے چھ ماہ کے بچے کو جذع کہتے ہیں،

بکری اور د بے کا بچہ اگر ایک سال کا ہو تو اس کو ثنی کہتے ہیں۔ اسی طرح گائے کے دو سالہ اور اونٹ کے پانچ

سالہ بچے کو ثنی کہتے ہیں اور اس سے کم عمر کو جذع کہتے ہیں (۶۰)۔

(۶۰) مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے بذل المجہود: ۱۳/۱۸، یہ تفسیر حنابلہ اور حنفیہ کے ہاں ہے، شوافع اور مالکیہ کے

نزدیک جذع ایک سالہ کو کہتے ہیں، دیکھیے الاقناع للشربینی: ۲/۲۵۹ وشرح مسلم للأبی: ۵/۲۹۴ وجمع

بحار الأنوار: ۱/۳۳۵۔ والنہایة: ۱/۲۵۰۔ والمعنی لابن قدامة: ۹/۳۴۹

حضرات فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جذع کی قربانی صرف دنبے میں درست ہے، بکری، اونٹ اور گائے میں جذع کافی نہیں بلکہ اس کاٹنی ہونا ضروری ہے۔

یہ حضرات، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا ”نعمت الأضحیة الجذع من الضأن“ (۶۱)۔

اسی طرح ابن ماجہ کی روایت میں ہے ”يجوز الجذع من الضأن ضحية“ (۶۲)۔
حضرت ابن عمرؓ اور امام زہریؒ سے منقول ہے کہ دنبے کے جذع کی قربانی اس وقت صحیح ہوگی جب کوئی اور جانور نہ ملے (۶۳)۔

یہ حضرات صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں ”لاتذبحوا إلا مسنة، إلا أن يعسر عليكم، فتذبحوا جذعة من الضأن“ (۶۴) اس میں جذع کی قربانی کی اجازت دی ہے جب منہ کا حصول مشکل ہو۔

جمہور حضرت جابرؓ کی اس حدیث کو استحباب اور افضلیت پر محمول کرتے ہیں (۶۵)۔
حدیث باب میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو بکری کے جذع کی اجازت دی ہے لیکن جیسا کہ حدیث میں تصریح ہے، یہ ان کی خصوصیت تھی، آپ ﷺ نے ان سے فرمایا ”ولن تجزئ عن أحد بعدك“۔

شاةك شاة لحم یعنی آپ کی بکری گوشت کی بکری ہے، قربانی آپ کی نہیں ہوئی۔ داجن: الشاة التي تألف البيوت: وتستأنس، وليس لها سن معين یعنی وہ بکری جو گھر میں پالی جاتی ہے

(۶۱) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی الجذع من الضأن فی الأضاحی: ۴/۴۷، (رقم الحدیث: ۱۴۹۹)

(۶۲) سنن ابن ماجہ، کتاب الأضاحی، باب ماتجزئ من الأضاحی، (رقم الحدیث: ۳۱۳۹) ورجاله ثقات
كما فی نیل الأوطار: ۳/۳۴۶

(۶۳) فتح الباری: ۱۰/۱۸، نیز دیکھیے المغنی لابن قدامة: ۹/۳۴۸

(۶۴) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب سنن الأضحیة (رقم الحدیث: ۱۹۶۳)

(۶۵) بذل المحمود، کتاب الضحایا، باب ما يجوز فی الضحایا من السن: ۱۳/۱۹

واجب کہتے ہیں (۶۶)۔

تابعه عبیدة عن الشعبي وإبراهيم

یعنی عبیدہ ابن معتب نے شعبی اور ابراہیم نخعی سے مطرف کی متابعت کی ہے، ابراہیم نخعی کی یہ متابعت منقطع ہے کیونکہ انہوں نے کسی صحابی سے کوئی روایت براہ راست نقل نہیں کی، ابن المدینی نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں بچپن میں لے جائے گئے تھے (۶۷)، ابو حاتم نے فرمایا أدرك أنسا ولم يسمع منه: (۶۸) یحییٰ بن معین فرمایا کرتے تھے مراسیل ابراہیم أحب إلی من مراسیل الشعبي (۶۹) عبیدہ بن معتب کی بخاری میں صرف یہی ایک تعلق ہے (۷۰)۔

و تابعه و كيع عن حريث عن الشعبي

یعنی وکیع نے بھی عبیدہ کی متابعت کی ہے، اس کو ابو الشیخ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۱)۔

حریث بن عمرو اسدی

ابن معین نے ان کے متعلق فرمایا لاشيء (۷۲)

ابو حاتم نے فرمایا "ضعيف الحديث" (۷۳)

امام نسائی نے فرمایا "متروك الحديث" (۷۴)

(۶۶) عمدة القاری: ۱۵۲/۲۱

(۶۷) تہذیب الکمال: ۲/۲۳۷، وطبقات ابن سعد: ۶/۲۷۱۔ وتاریخ البخاری الکبیر: ۱/۳۳۲

(۶۸) عمدة القاری: ۱۵۲/۲۱

(۶۹) تہذیب الکمال: ۲/۲۳۸، وتہذیب التہذیب: ۱/۱۷۷، وسیر أعلام النبلاء: ۳/۵۳۲

(۷۰) عمدة القاری: ۱۵۲/۲۱

(۷۱) فتح الباری: ۲۰/۱۰

(۷۲) الجرح والتعديل: ۳/الترجمة: ۱۱۷۹، وتہذیب الکمال: ۵/۵۶۳، الترجمة: ۱۱۷۳

(۷۳) الجرح والتعديل: ۳/الترجمة: ۱۱۷۹

(۷۴) ضعفاء الحديث للنسائي، الترجمة: ۱۲۰، وتہذیب الکمال: ۵/۵۶۳

امام ترمذی اور ابن ماجہ نے ان کی روایات نقل کی ہے (۷۵)، بخاری میں ان کی صرف یہی ایک تعلق ہے (۷۶)۔

وقال عاصم و داود عن الشعبي: عندي عناق لبن

اوپر روایت میں ہے کہ حضرت ابو بردہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا تھا کہ ”إن عندي داجنا جذعة من المعز“ اور عاصم اور داود کی روایت میں ”عندي عناق لبن“ (دودھ) کے الفاظ ہیں۔
عناق بکری کی اس بچی کو کہتے ہیں جس کی عمر ایک سال سے کم ہو، لبن کی طرف اضافت کر کے اس کی صغر سنی کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

داودی نے کہا کہ عناق مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

عاصم اور داود کی اس تعلق کو امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۷۷)۔

وقال زبيد و فراس عن الشعبي: عندي جذعة

زبيد بن الحارث اور فراس بن يحيى کی تعلق میں ”عندي جذعة“ کے الفاظ ہیں، زبيد اور فراس کی تعلق کو امام بخاری نے موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال ابو الأحوص، حدثنا منصور: عناق جذعة

اس تعلق میں دونوں لفظ ہیں، اسے بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال ابن عون: عناق جذع، عناق لبن

اس تعلق میں دونوں لفظوں کو جمع کیا ہے عناق، جذع موصوف صفت ہے اور عناق لبن

مرکب اضافی ہے، امام بخاری نے اسے کتاب الأیمان والنذور میں موصولاً نقل کیا ہے۔

وقال حاتم بن وردان..... عناق جذعة

اس میں عناق اور جذعة دو لفظوں کو استعمال کیا گیا ہے، ترکیب میں ”جذعة“ ”عناق“ کے لیے

(۷۵) تہذیب الکمال: ۵/۵۶۵

(۷۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۲

(۷۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۳

عطف بیان ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے اس تعلق کو موصولاً نقل کیا ہے (۷۸)۔

۹ - باب : مَنْ ذَبَحَ الْأَضَاحِيَّ بِيَدِهِ .

۵۲۳۸ : حَدَّثَنَا آدَمُ بْنُ أَبِي إِيَاسٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا قَنَادَةُ . عَنْ أَنَسِ قَالَ : ضَحَّى النَّبِيُّ ﷺ بِكَبْشَيْنِ أَمْلَحَيْنِ . فَرَأَيْتَهُ وَاضِعًا قَدَمَهُ عَلَى صَفَاحِهِمَا . يُسَمِّي وَيُكَبِّرُ . فَذَبَحَهُمَا بِيَدِهِ . [ر : ۵۲۳۳]

قربانی کو خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا مندوب اور بہتر ہے، بشرطیکہ ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو، خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا شرط نہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے دود بنے ذبح کیے جیسا کہ حدیث باب میں ہے، مالکیہ کی ایک روایت میں خود ذبح کرنا شرط ہے (۷۹)۔

صفاحہما: یہ صفحہ کی جمع ہے، و صفحۃ کل شی: جانبہ

علامہ عینی رحمہ اللہ ایک اشکال اور اس کا جواب تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وقيل: الذابح لا يضع رجله إلا على صفحته، فلم قال: على

صفاحهما، وأجيب لعله على مذهب من قال: إن أقل الجمع اثنان، كقوله

تعالى ﴿فقد صغت قلوبكما﴾ فكأنه قال ”صفحتيهما“ وإضافة المثنى

إلى المثنى تفيد التوزيع، فكان معناه ”وضع رجله على صفحة كل منهما“

والحكمة فيه التقوى على الإظهار عليها، ويكون أسرع لموتها، وليس

ذلك من تعذيبها المنهى عنه، إذ لا يقدر على ذبحها إلا بتعذيبها“ (۸۰)۔

”یعنی لفظ صفاح جمع ہے، جب کہ اس کو مفرد لانا چاہیے کیونکہ ذبح کرنے والا اس کی ایک جانب پر

(۷۸) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۵۴

(۷۹) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۵۴

(۸۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۵۴

قدم رکھتا ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ یہاں جمع کا صیغہ دو کے لیے استعمال ہوا ہے کیونکہ بعض علماء کے نزدیک اقل جمع دو ہے، جیسا کہ قرآن کریم کی آیت ”فقد صغت قلبو بکھا“ میں ”قلوب“ جمع ہے اور اس سے دو قلب مراد ہیں اور تثنیہ کی اضافت جب تثنیہ کی طرف ہو تو یہ توزیع و تقسیم کا فائدہ دیتی ہے یعنی دو چیزوں کو دو کی طرف منسوب کیا جائے تو ہر ایک کے حصے میں ایک ایک آئے گی یہاں ”صفحہتیں“ تثنیہ کو دو کبشین کی طرف منسوب کیا ہے تو ہر کبش کے حصہ میں ایک ایک صفحہ آیا اور معنی یہ ہوئے کہ آپ نے ہر ایک کے صفحہ پر قدم رکھا اس طرح قدم رکھنے سے جانور کی موت جلد واقع ہو جاتی ہے، یہ اس تعذیب حیوان میں داخل نہیں جس کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس طرح کی تعذیب سے کوئی چارہ کار نہیں۔“

۱۰ - باب : من ذبح ضحیة غیرہ .

وأعان رجل ابن عمر في بدنته .

وأمر أبو موسى بناته أن يضحين بأيديهن .

۵۲۳۹ : حدثنا قتيبة : حدثنا سفيان . عن عبد الرحمن بن القاسم . عن أبيه . عن

عائشة رضي الله عنها قالت : دخل علي رسول الله ﷺ بسرف وأنا أبكي . فقال : (ما لك

أنفست) . قلت : نعم ، قال : (هذا أمر كتبه الله على بنات آدم . أقص ما يقضي الحاج

غير أن لا تطوفي بالبيت) . وصحني رسول الله ﷺ عن نسائه بالبقر . [ر : ۲۹۰] .

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب لا کر اشارہ کیا کہ سابقہ باب میں اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا جو ذکر ہوا ہے، وہ قربانی کی صحت کے لیے شرط نہیں ہے، کوئی اور بھی اس کی طرف سے ذبح کر سکتا ہے (۸۱) البتہ ایسی صورت میں مندوب یہی ہے کہ قربانی کرنے والا خود اس موقع پر حاضر رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا ”قومی إلی أضحیتک، فاشهدیہا، فانہ یغفر لک عند أول قطرة تقطر من دمها کل ذنب عملتیہ“ (۸۲)۔

(۸۱) الأبواب والتراجم: ۲/۹۵

(۸۲) المستدرک للإمام الحاکم، کتاب الأضاحی: ۳/۲۲۲

وأعان رجل ابن عمر في بدنته

حضرت ابن عمرؓ بد نہ کی قربانی کر رہے تھے، ایک آدمی نے ان کے ساتھ تعاون کیا، جب قربانی میں تعاون کرنا اور کسی سے تعاون لینا جائز ہو تو نائب بنانا بھی جائز ہے، اس طرح اس تعلق کی مطابقت باب سے واضح ہو جاتی ہے (۸۳)۔

یہ تعلق عبدالرزاق نے موصولاً نقل کی ہے (۸۴)۔

وأمر أبو موسى بناته أن يضحين بأيديهن۔

اس اثر کی ترجمہ الباب سے کوئی مناسبت نہیں، بلکہ ترجمہ الباب کے بالکل برعکس ہے کیونکہ ترجمہ الباب میں قربانی میں نیابت کے مسئلہ کا بیان ہے، جب کہ اس میں خود اپنے ہاتھوں سے قربانی کرنے کا حکم ہے (۸۵)، اس تعلق کو امام حاکمؒ نے موصولاً نقل کیا ہے (۸۶)۔

۱۱ - باب : الذَّبْحُ بَعْدَ الصَّلَاةِ

۵۲۴۰ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الْمُهَالِبِ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي زُبَيْدُ قَالَ : سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ ،
عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَخْطُبُ فَقَالَ : (إِنَّ أَوَّلَ مَا لَبَدْنَا بِهِ مِنْ يَوْمِنَا
هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ . ثُمَّ نَرْجِعَ فَتَنْحَرُ ، فَسَنُفَعَلُ هَذَا فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا . وَمَنْ نَحَرَ فَإِنَّمَا هُوَ لَحْمٌ
يُقَدَّمُهُ لِأَهْلِهِ . لَيْسَ مِنَ النَّسْكِ فِي شَيْءٍ) . فَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، ذَبَحْتُ قَبْلَ أَنْ
أُصَلِّيَ ، وَعِنْدِي جَدْعَةٌ خَيْرٌ مِنْ مُسِنَّةٍ ؟ فَقَالَ : (أَجْعَلُهَا مَكَانَهَا . وَلَنْ تُجْزِيَ - أَوْ تُؤْفَى -
عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . [ر : ۹۰۸]

قربانی کا وقت نماز عید کے بعد شروع ہوتا ہے، اس باب میں یہی وقت بیان کرنا مقصود ہے جیسا

کہ اگلے باب میں تفصیل آرہی ہے۔

(۸۳) فتح الباری: ۲۳/۱۰

(۸۴) فتح الباری: ۲۳/۱۰

(۸۵) عمدة القاری: ۱۵۵/۲۱

(۸۶) فتح الباری: ۲۳/۱۰

روایت باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا، آپ نے فرمایا کہ آج کے دن ہم سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، پھر واپس ہو کر قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا، اس نے تو سنت طریقے کو پالیا اور جس نے (نماز سے پہلے) قربانی کی تو اس نے صرف اپنے گھر والوں کے لیے پیشگی گوشت کا انتظام کر دیا ہے، قربانی میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے، ابو بردہ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! میں نے تو نماز سے پہلے ہی ذبح کر لیا اور میرے پاس (بکری کا) ایک جذعہ (چھ ماہ کا بچہ) ہے جو منہ (ایک سال کے بچے) سے بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا ”تم اسے قربانی کے بدلے میں ذبح کر لو اور تمہارے بعد کسی کے لیے کافی نہ ہوگا“۔

۱۲ - باب : من ذبح قبل الصلاة أعاد .

۵۲۴۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ . عَنْ أَيُّوبَ . عَنْ مُحَمَّدٍ . عَنْ أَنَسٍ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيَعِدْ) . فَقَالَ رَجُلٌ : هَذَا يَوْمٌ يُشْتَهَى فِيهِ اللَّحْمُ . وَذَكَرَ مِنْ حَيْرَانِهِ . فَكَأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ عَدَرَهُ . وَعِنْدِي جَذَعَةٌ خَيْرٌ مِنْ شَاتَيْنِ ؟ فَرَحَّصَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ . فَلَا أُدْرِي بَلَّغْتَ الرُّخْصَةَ أَمْ لَا . ثُمَّ أَنْكَفَأَ إِلَى كِبَشِيِّ . يَعْنِي فَذَبَحَهُمَا ، ثُمَّ أَنْكَفَأَ النَّاسُ إِلَى غَيْسَةَ فَذَبَحُوهَا . [ر : ۹۱۱ . ۵۲۳۳]

۵۲۴۲ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا الْأَسْوَدُ بْنُ قَيْسٍ : سَمِعْتُ جُنْدَبَ بْنَ سَفْيَانَ الْبَجَلِيَّ قَالَ : شَهِدْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَوْمَ النَّحْرِ . فَقَالَ : (مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيَعِدْ مَكَاهَا أُخْرَى . وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ) . [ر : ۹۴۲]

۵۲۴۳ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ . عَنْ فِرَاسٍ . عَنْ عَامِرٍ . عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ : صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ . فَقَالَ : (مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا . وَأَمْتَقَبَلَ قِبَلَتَنَا . فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يُنْصَرَفَ) . فَقَامَ أَبُو بَرْدَةَ بْنُ نِيَارٍ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ . فَعَلْتُ . فَقَالَ : (هُوَ شَيْءٌ عَجَلْتَهُ) . قَالَ : فَإِنَّ عِنْدِي جَذَعَةً هِيَ خَيْرٌ مِنْ مُسْتَيْنٍ . أَذْبَحُهَا ؟ قَالَ : (نَعَمْ . ثُمَّ لَا تَجْرِي عَنْ أَحَدٍ بَعْدَكَ) . قَالَ عَامِرٌ : هِيَ خَيْرٌ نَسِيكَتَيْهِ . [ر : ۹۰۸]

قربانی کا وقت

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں قربانی کا وقت بیان کیا ہے، قربانی کے وقت میں ائمہ کا اختلاف ہے:

① حضرات حنفیہ کے نزدیک شہروں میں قربانی کا وقت نماز عید کے بعد اور دیہاتوں میں صبح صادق کی طلوع کے بعد شروع ہوتا ہے (۸۷)۔

② حضرات مالکیہ کے نزدیک امام کے قربانی کرنے کے بعد عام لوگوں کی قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے، اگر کسی نے امام سے پہلے جانور ذبح کیا تو ان کے نزدیک دوبارہ قربانی کرنی ہوگی (۸۸)۔

③ امام شافعیؒ کے نزدیک جب سورج طلوع ہونے کے بعد نماز عید اور دو خطبوں کے بقدر وقت گزر جائے تو قربانی کا وقت شروع ہو جاتا ہے، چاہے امام نے نماز عید پڑھائی ہو یا نہیں (۸۹)، امام احمدؒ کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۹۰)۔

احادیث باب حنفیہ کے دلائل ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان بھی اس طرف معلوم ہوتا ہے۔

وذكر هنة من جيرانه

ہنے سے حاجت مراد ہے، یعنی انہوں نے اپنے پڑوسیوں کا فقر و احتیاج بیان کیا کہ وہ گوشت کے حاجت مند تھے، اس لیے جلدی قربانی کر دی۔

عذرہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور قرار دیا، عذر باب ضرب سے ہے بمعنی عذر قبول کرنا۔

ثم لاتجزى عن أحد بعدك

(۸۷) بذل المحمود، کتاب الضحایا، باب ما يجوز فی الضحایا من السن: ۲۳/۱۳

(۸۸) الشرح الصغير: ۱/۹۹

(۸۹) المغنی لابن قدامة: ۹/۳۵۸

(۹۰) المغنی لابن قدامة: ۹/۳۵۸

یہ اجازت حضرات صحابہ میں ایک تو حضرت ابو بردہ کو دی گئی تھی اور ایک حضرت عقبہ بن عامر کو جن کی حدیث گذر چکی ہے (۹۱)۔

قال عامر: هی خیر نسیکته

راوی حدیث حضرت عامر شعمیؓ فرماتے ہیں کہ یہ جذع حضرت ابو بردہ کی بہترین قربانی تھی، اس پر اشکال ہوتا ہے کہ ”خیر“ اسم تفصیل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کہ یہ دوسری قربانی پہلی قربانی سے بہتر تھی، جب کہ ذبح اولیٰ شرعی لحاظ سے قربانی نہیں تھا، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ذبح اولیٰ کو اگرچہ حقیقتاً قربانی کہنا درست نہیں لیکن صورتاً اسے قربانی کہا جاسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں:

”قیل : اسم التفضیل یقتضی الشریکة، والذبیحة الأولى لم

تکن نسیکة وأجیب بأنه وإن وقعت لحم شاة له فیها ثواب

لکونه قاصدا جبران الجیران، وهی أيضاً عبادة أو صورتها كانت

صورة النسیکة“ (۹۲)۔

۱۳ - باب : وضع القدم علی صفح الذبیحة .

۵۲۴۴ : حدثنا حجاج بن منہال : حدثنا همّام . عن قتادة : حدثنا أنس رضي الله

عنه : أن النبي ﷺ كان يضحّي بكبشَيْنِ أملحينِ أقرنينِ . ووضع رجله على صفحتهما . ويذبحهما بيده . [ر : ۵۲۳۳]

۱۴ - باب : التكبیر عند الذبح .

۵۲۴۵ : حدثنا قتيبة : حدثنا أبو عوانة . عن قتادة . عن أنس قال : ضحّي النبي ﷺ

بكبشَيْنِ أملحينِ أقرنينِ . ذبحهما بيده . وسمّى وكبّر . ووضع رجله على صفحتهما .

[ر : ۵۲۳۳]

(۹۱) صحیح مسلم (مع التكملة): ۳/۵۶۰

(۹۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۵۷

۱۵ باب : إِذَا بَعَثَ بِهَدِيَّةٍ لِيَذْبَحَ لَمْ يَحْرَمَ عَلَيْهِ شَيْءٌ

۵۲۴۶ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ مَسْرُوقٍ : أَنَّهُ أَتَى عَائِشَةَ فَقَالَ لَهَا : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ، إِنَّ رَجُلًا يَبْعَثُ بِالْهَدْيِ إِلَى الْكَعْبَةِ وَيَجْلِسُ فِي الْمَضْرُ . فَيُوصِي أَنْ تُقَلَّدَ بَدَنَتَهُ . فَلَا يَزَالُ مِنْ ذَلِكَ الْيَوْمَ مُحْرَمًا حَتَّى يَحِلَّ النَّاسُ . قَالَ : فَسَمِعْتُ تَصَفِيْقَهَا مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ ، فَقَالَتْ : لَقَدْ كُنْتُ أَقْتُلُ قَلَائِدَ هَدْيِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ . فَيَبْعَثُ هَدْيَهُ إِلَى الْكَعْبَةِ . فَمَا يَحْرَمُ عَلَيْهِ مِمَّا حَلَّ لِلرَّجُلِ مِنْ أَهْلِهِ . حَتَّى يَرْجِعَ النَّاسُ . [ر : ۱۶۰۹]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس ترجمۃ الباب میں یہ مسئلہ بیان کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی ہدی کا جانور حرم کی طرف بھیج دے تو اس پر کوئی چیز حرام نہیں ہے، یعنی ہدی بھیجنے کی وجہ سے احرام کی پابندیاں اس پر نہیں لگیں گی۔ ہدی اس جانور کو کہتے ہیں جسے ذبح کرنے کے لیے حرم کی طرف بھیجا جاتا ہے۔

چنانچہ حدیث باب میں حضرت عائشہؓ سے حضرت مسروق نے پوچھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ کی طرف ہدی بھیجتا ہے اور خود اپنے شہر میں بیٹھ کر وصیت کرتا ہے کہ اس کی قربانی کے جانور کے گلے میں قلابہ ڈال دیا جائے اور اس دن سے لوگوں کے حلال ہونے تک وہ محرم بن جاتا ہے (تو ایسے شخص کا اپنے آپ کو حالت احرام میں سمجھنا کیسا ہے؟) مسروق کا بیان ہے کہ میں نے پردے کے پیچھے سے حضرت عائشہؓ کی تالی کی آواز سنی (انہوں نے تعجب کے طور پر یا اس شخص کی حالت پر افسوس کرتے ہوئے ایک ہاتھ کو دوسرے پر مارا) اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدی کے گلے کا ہار بٹی تھی، پھر آپ اپنی ہدی خانہ کعبہ کی طرف بھیجتے اور آپ پر ان امور میں سے کوئی چیز بھی حرام نہ ہوتی جو مردوں پر اپنی بیویوں سے حلال ہے یہاں تک کہ لوگ واپس آجاتے۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح ہدی بھیجنے سے آدمی محرم نہیں بن جاتا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کر کے ان لوگوں پر رد کیا جو کہتے ہیں کہ ہدی حرم کی طرف بھیجنے کی وجہ سے آدمی محرم بن جاتا ہے، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے یہ قول منقول

ہے (۹۳) لیکن جمہور کا مسلک وہی ہے جو امام بخاری نے بیان فرمایا (۹۴)۔

۱۶ - باب : ما يُؤْكَلُ مِنْ لَحْمِ الْأَضَاحِي وَمَا يُتْرَكُ مِنْهَا .

۵۲۴۷ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : قَالَ عَمْرٌو : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : كُنَّا نَتْرَوُذُ لَحْمِ الْأَضَاحِي عَلَى عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ فِي الْمَدِينَةِ . وَقَالَ عَيْرٌ مَرَّةً : لَحْمِ الْأَهْلَانِي . [ر : ۱۶۳۲]

قربانی کا گوشت کب تک کھا سکتے ہیں؟

قربانی کا گوشت کتنے دن تک کھایا جاسکتا ہے؟ اس میں ائمہ اربعہ اور جمہور علماء کا مسلک یہ ہے کہ اس سلسلے میں دنوں کی کوئی تحدید نہیں، جب تک چاہے کھایا جاسکتا ہے (۹۵)۔
عبداللہ بن واقد اور بعض ظاہریہ کے نزدیک تین دن سے زیادہ ذخیرہ کر کے قربانی کا گوشت کھانا درست نہیں (۹۶)۔

ان کا استدلال ان روایات سے ہے جن میں تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے کی ممانعت آئی ہے، مثلاً امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طریق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”لَا يَأْكُلُ أَحَدُكُمْ مِنْ لَحْمِ أَضْحِيَّتِهِ فَوْقَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ“ (۹۷)۔
لیکن جمہور اسے منسوخ قرار دیتے ہیں، جیسا کہ احادیث باب میں تصریح موجود ہے۔

(۹۳) عمدة القاری: ۱۵۸/۲۱

(۹۴) عمدة القاری: ۱۵۸/۲۱

(۹۵) عمدة القاری: ۱۵۹/۲۱

(۹۶) عمدة القاری: ۱۵۹/۲۱

(۹۷) صحیح مسلم، کتاب الأضاحی، باب بیان ما کان من النہی عن أكل لحوم الأضاحی بعد ثلاث فی

أول الإسلام..... (رقم الحدیث: ۱۹۶۹)

۵۲۴۸ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ . عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ . عَنْ الْقَاسِمِ . أَنَّ أَبَانَ خَبَّابَ أَخْبَرَهُ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ يُحَدِّثُ : أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ . فَقَدَّمَ إِلَيْهِ لَحْمًا . قَالُوا : هَذَا مِنْ لَحْمِ صُحَابَانَا . فَقَالَ : أَخْرَوْهُ لَا أذُوقُهُ . قَالَ : ثُمَّ قُمْتَ فَخَرَجْتَ . حَتَّى آتَى أَخِي أَبَا قَتَادَةَ . وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ . وَكَانَ بَدْرِيًّا . فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ . فَقَالَ : إِنَّهُ قَدْ حَدَّثَ بِعَدْلِكَ أَمْرًا . [ر : ۳۷۷۵]

باب کی اس پہلی حدیث میں حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قربانی کا گوشت مدینہ منورہ کی طرف جانے کے وقت تک ذخیرہ کر لیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ تین دن سے زیادہ تک قربانی کا گوشت رکھا جاسکتا ہے۔

اس حدیث کی سند کے تمام رجال مدنی ہیں، ان میں تین تابعی ہیں یحییٰ بن سعید، قاسم بن محمد اور عبد اللہ بن حباب اور دو صحابی ہیں حضرت ابو سعید اور قتادہ بن نعمان (۹۸)۔

روایت میں ہے کہ حضرت ابو سعید خدریؓ کہیں سفر پر چلے گئے تھے، واپس آئے تو ان کے سامنے گوشت لایا گیا اور کہا گیا کہ یہ ہماری قربانیوں کا گوشت ہے، انہوں نے کہا کہ اس کو پیچھے کرو، میں اسے نہیں چکھوں گا، حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں کہ میں کھڑا ہو کر روانہ ہوا، اور اپنے بھائی ابو قتادہ کے پاس پہنچا، وہ ان کے ماں شریک بھائی تھے اور بدری تھے، میں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو انہوں نے کہا تمہارے (جانے کے بعد) پھر نیا حکم آیا ہے (اور ممانعت کا سابقہ حکم منسوخ ہو چکا ہے)۔

حتى أتى أخى أبا قتادَةَ، وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ

اس میں ”ابا“ کا لفظ درست نہیں، صحیح روایت ”أخى قتادَةَ“ ہے یعنی میں اپنے ماں شریک

بھائی قتادہ بن نعمان کے پاس آیا، قتادہ بدری صحابی تھے اور حضرت ابو سعید کے ماں شریک بھائی تھے، ان کی والدہ کا نام انیسہ بنت ابی خارجہ تھا (۹۹)۔

(۹۸) عمدة القاری: ۱۵۹/۲۱

(۹۹) فتح الباری: ۱۰/۳۰، وعمدة القاری: ۱۵۹/۲۱

فقال: إنه قد حدث بعدك أمر

یعنی تین دن کے بعد قربانی کے گوشت کھانے کی جو ممانعت تھی، وہ منسوخ ہو گئی ہے، مسند احمد کی روایت میں تفصیل ہے، حضرت ابو سعیدؓ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد نهانا أن نأكل لحوم نسكنا فوق ثلاث، قال: فخرجت في سفر، ثم قدمت على أهلي وذلك بعد الأضحي بأيام، فأتني صاحبتى بسلق، قد جعلت فيه قديدا، فقالت: هذا من ضحايانا، فقلت لها: أولم ينهنا، قالت: إنه قدر خص للناس بعد ذلك، فلم أصدقها حتى بعثت إلى أخي قتادة بن النعمان..... (۱۰۰)

۵۲۴۹ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ . عَنْ سَلْمَةَ بِنِ الْأَكْحَعِ قَالَ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (مَنْ ضَحَّى مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَفِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ) . فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ . نَفَعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ الْمَاضِي ؟ قَالَ : (كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا . فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ . فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا) .

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص قربانی کرے وہ تیسرے دن کے بعد اس حال میں صبح نہ کرے کہ اس کے گھر میں قربانی کے گوشت میں سے کچھ ہو، جب اگلا سال آیا تو لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا ہم لوگ ویسا ہی کریں جیسا ہم نے گذشتہ سال کیا تھا؟ آپ نے فرمایا کھاؤ، کھاؤ اور جمع کرو، گذشتہ سال چونکہ لوگ بھوک کی مشقت میں مبتلا تھے اس لیے میں نے ارادہ کیا تھا کہ تم لوگ اس میں مدد کرو۔

(۱۰۰) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱

(۵۲۴۹) الحدیث اخرجہ مسلم فی کتاب الأضاحی باب ما کان من النهی من لحوم الأضاحی (رقم الحدیث:

فلایصبحن بعدثالثة: لا یُصبحن باب افعال سے نہی غائب معروف کا صیغہ ہے اور اس کا مصدر "إصبحاح" ہے: صبح کرنا، ثالثہ کا موصوف محذوف ہے، ای لیلۃ ثالثہ جن تین دنوں کے بعد گوشت کا ذخیرہ کرنا ممنوع تھا، وہ کون سے تین دن ہیں، اس میں دو قول ہیں:

① قربانی کے وقت سے یہ تین دن شمار کیے جائیں گے یعنی اگر گیارہ تاریخ کو قربانی کی ہے تو تیرہ تاریخ کے بعد تک گوشت رکھنے کی اجازت نہ تھی (۱۰۱)۔

② ان تین دنوں کی ابتدا یوم النحر سے ہوگی، قربانی چاہے، دس کو کرے یا گیارہ بارہ کو کرے، بہر صورت بارہویں تاریخ کے بعد گوشت کا ذخیرہ کرنے کی اجازت نہ تھی (۱۰۲)۔

اس دوسرے مطلب کی تائید حضرت جابرؓ کی ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں ہے "کنالاناکل من لحوم بدننا فوق ثلاث منی" (۱۰۳) اور منی کے تین دنوں کی ابتداء یوم النحر ہی سے ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ پہلے سال تین دن سے زیادہ تک ذخیرہ کرنے سے ممانعت ایک خاص علت کی وجہ سے تھی، جب علت زائل ہوگئی تو وہ ممانعت بھی زائل ہوگئی۔

فأردت أن تعینوا فیہا

فیہا کی ضمیر "مشقة" کی طرف راجع ہے جو لفظ "جهد" سے مفہوم ہو رہی ہے (۱۰۴)، مراد اس سے بھوک کی مشقت ہے یعنی بھوک میں لوگوں کے ساتھ تعاون کرنے کا ارادہ تھا، اس لئے گوشت تین دن سے زیادہ تک ذخیرہ کرنے سے منع فرمادیا تھا۔

(۱۰۱) فتح الباری: ۱۰/۳۴

(۱۰۲) فتح الباری: ۱۰/۳۴

(۱۰۳) فتح الباری: ۱۰/۳۴

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۰

۵۲۵۰ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي أَحِي : عَنْ سُلَيْمَانَ ، عَنْ يَحْيَى
 ابْنِ سَعِيدٍ ، عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : الضَّحِيَّةُ كُنَّا
 نَمْلَحُ مِنْهَا ، فَتَقْدَمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِالْمَدِينَةِ ، فَقَالَ : (لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ) . وَلَيْسَتْ
 بِعَزِيمَةٍ ، وَلَكِنْ أَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ . وَاللَّهُ أَعْلَمُ .

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینی
 رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والحدیث من إفرادہ (۱۰۵)

الضحیة کنا نملح منها

یعنی ہم لوگ قربانی کے گوشت میں نمک لگا کر رکھ لیا کرتے تھے، نمک لگانے سے گوشت جلد
 خراب نہیں ہوتا ہے۔

فتقدم به إلى النبي صلى الله عليه وسلم

قَدَمِ بَابِ سَمِعَ مِنْهُ بِمَعْنَى يَسْمَعُ مِنْهُ ، قَدَمٌ (س) قَدُومًا : آتَا ، يَهَا بِأَنَّ كِي وَجَدَ مِنْهُ مَتَعَدِيٌّ هُوَ أَوْ
 نَقَدَمُ بَابِ تَفْعِيلٍ مِنْهُ بِمَعْنَى يَسْمَعُ مِنْهُ ، بِمَعْنَى يَسْمَعُ مِنْهُ هُوَ أَوْ يَسْمَعُ مِنْهُ هُوَ أَوْ يَسْمَعُ مِنْهُ هُوَ
 كَمَا (۱۰۶)۔

لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَزِيمَةٍ

”لا تأكلوا“ نہیں ہے، ترمذی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ ”اكان رسول
 الله صلى الله عليه وسلم ينهى عن لحوم الأضاحي“ (۱۰۷) تو انہوں نے فرمایا، ”لا“ بظاہر دونوں
 روایتوں میں منافات ہے۔

(۱۰۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۰

(۱۰۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۰

(۱۰۷) سنن الترمذی، کتاب الأضاحی، باب ماجاء فی الرخصة فی أكلها بعد ثلاث، (رقم الحدیث: ۱۵۱۱)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے نبی تحریم کی نفی کی ہے، مطلقاً نبی کی نفی نہیں کی، چنانچہ اگلا جملہ ”ولیسست بعزیمۃ“ اس پر دلیل ہے یعنی وہ نبی کراہت تھی، نبی تحریم نہ تھی جو کہ منسوخ ہو گئی (۱۰۸)، بعض حضرات نے کہا کہ وہ نبی کراہت منسوخ نہیں ہوئی، اب بھی باقی ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔

نطعم باب افعال سے ہے ولکن أراد أن نطعم منه أي نطعم غیرنا یعنی آپ نے چاہا کہ ہم دوسروں کو بھی اس گوشت میں سے کھلا دیں۔

۵۲۵۱ : حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو عُبَيْدٍ . مَوْلَى ابْنِ أَزْهَرَ : أَنَّهُ شَهِدَ الْعِيدَ يَوْمَ الْأَضْحَى مَعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . فَصَلَّى قَبْلَ الْخُطْبَةِ . ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ . فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ ، إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَدْ نَهَاكُمْ عَنْ صِيَامِ هَذَيْنِ الْعِيدَيْنِ ، أَمَّا أَحَدُهُمَا فَيَوْمَ فِطْرِكُمْ مِنْ صِيَامِكُمْ ، وَأَمَّا الْآخَرُ فَيَوْمٌ تَأْكُلُونَ نُسُكَكُمْ .

قال أبو عبيد : ثم شهدت مع عثمان بن عفان ، فكان ذلك يوم الجمعة ، فصلى قبل الخطبة ، ثم خطب فقال : يا أيها الناس ، إن هذا يوم قد اجتمع لكم فيه عيدان ، فمن أحب أن ينتظر الجمعة من أهل العوالي فلينتظر ، ومن أحب أن يرجع فقد أذنت له .

قال أبو عبيد : ثم شهدت مع علي بن أبي طالب ، فصلى قبل الخطبة ، ثم خطب الناس فقال : إن رسول الله ﷺ نهاكم أن تأكلوا لحوم نسككم فوق ثلاث .
وعن معمر ، عن الزُّهْرِيِّ ، عن أبي عبيد نحوه . [ر : ۱۸۸۹]

ابو عبید مولی بن ازھر

ابو عبید کا نام سعد بن عبید ہے اور یہ عبد الرحمن بن ازھر کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

ثم شهدت مع عثمان بن عفان

ابو عبید کا بیان ہے کہ پھر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ (عید کے دن) شریک ہوا عید جمعہ کے دن تھی، انہوں نے خطبہ سے پہلے نماز پڑھی، پھر خطبہ دیا اور فرمایا کہ لوگو! آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہو گئی ہیں (ایک عید کا دن اور دوسرا جمعہ کا دن) عوالی (اطراف مدینہ) میں رہنے والوں میں سے جو شخص جمعہ کا انتظار کرنا چاہے تو وہ انتظار کرے اور جو شخص واپس ہونا چاہے تو میں اسے اجازت دیتا ہوں (یعنی جمعہ کی نماز کے لیے کوئی ٹھہرنا نہیں چاہتا اور واپس جانا چاہتا ہے تو جاسکتا ہے) فقال: إن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهاكم أن تأكلوا لحوم نسككم فوق

ثلاث

حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کے گوشت کھانے سے منع فرمایا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا، اس کے متعلق تین باتیں کہی گئی ہیں:

① حضرت علیؑ کو چونکہ اس حکم کے منسوخ ہونے کی احادیث نہیں پہنچی تھیں، اس لیے انہوں نے خطبہ عید میں یہ حکم نقل کیا (۱۰۹)۔

② حضرت علیؑ نے اس منسوخ حکم کو بطور حکایت نقل کیا ہے بطور مذہب نہیں، یعنی انہیں بھی معلوم تھا کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے تاہم اس منسوخ حکم کا تذکرہ کرتے ہوئے انہوں نے اسے نقل کیا (۱۱۰)، چنانچہ امام احمدؒ نے حضرت علیؑ ہی سے مرفوع حدیث نقل کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیتکم عن لحوم الأضاحی أن تحبسوها بعد ثلاث، فاحبسوا ما بدمکم“ (۱۱۱)

③ حضرت علیؑ کے نزدیک یہی حکم بالکل منسوخ نہیں ہوا تھا، بلکہ وہ معلول بالعلۃ تھا جب

(۱۰۹) فتح الباری: ۱۰/۳۴، وعمدة القاری: ۲۱/۱۶۱

(۱۱۰) إعلاء السنن، کتاب الأضاحی، باب ادخار لحوم الأضاحی فوق ثلاثة أيام: ۱۷/۲۷۴

(۱۱۱) مسند الإمام أحمد: ۱/۱۳۵

علت زائل ہوگئی تو حکم بھی زائل ہو گیا، حضرت علیؑ کے زمانے میں وہ علت دوبارہ لوٹ آئی تو حکم بھی لوٹ آیا کیونکہ یہ خطبہ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے محاصرہ کے دوران دیا تھا اور اس فتنے کی وجہ سے لوگ بھوک و قحط میں مبتلا ہو گئے تھے (۱۱۲)۔

و عن معمر عن الزهري عن أبي عبيد نحوه

یہ یا تو ما قبل سند پر معطوف ہے اس صورت میں تو موصول ہوگا اور یا یہ الگ تعلق ہے، امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۱۳)۔

۵۲۵۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ
أَبْنِ أُحْيَى بْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عَمِّهِ أَبِي شِهَابٍ ، عَنْ سَالِمٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُمَا : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (كُلُوا مِنَ الْأَضَاحِيِّ ثَلَاثًا) . وَكَانَ عَبْدُ اللَّهِ يَأْكُلُ بِالزَّيْتِ
حِينَ يَنْفِرُ مِنْ مَنَى ، مِنْ أَجْلِ لُحُومِ الْهَدْيِ .

اصحاب صحاح میں سے یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ”کلوا من الأضاحی ثلاثاً“ نقل کیا (چنانچہ وہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت نہیں کھاتے تھے) جب منی سے واپس ہوتے تو قربانی کا گوشت ہونے کی وجہ سے وہ روٹی روغن زیتون کے ساتھ کھایا کرتے تھے۔

غالباً حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو احادیث نسخ نہیں پہنچی تھیں اور ممکن ہے کہ احادیث نسخ انہیں معلوم ہوں لیکن احتیاطاً وہ تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانا پسند نہ کرتے ہوں (۱۱۴)۔

(۱۱۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۱، وفتح الباری: ۱۰/۳۳

(۱۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۲، وفتح الباری: ۱۰/۳۳

(۱۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۲

٧٧ - كتاب الأثرية

کتاب الأشربة (الأحاديث: ۵۲۳۵-۵۳۱۶)

کتاب الأشربة میں ۳۱ ابواب اور اکیانوے مرفوع احادیث ہیں، ان میں انیس احادیث معلق اور باقی موصول ہیں، ستر احادیث مکرر ہیں اور اکیس حدیثیں صحیح بخاری میں پہلی بار ذکر کی گئی ہیں، ان اکیس میں سے چودہ احادیث متفق علیہ ہیں، کتاب الأشربة میں سلف صالحین کے چودہ آثار ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

۷۷ - کتاب الأشرية

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : « إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ » / المائدة : ۹۰ .

أشربة شراب کی جمع ہے، شراب اسم ہے اور ہر مشروب کے لیے استعمال ہوتا ہے، چاہے وہ حلال ہو یا حرام۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کتاب میں اشربہ مباحہ اور اشربہ محرمہ دونوں کو ذکر فرمایا ہے، پہلے اشربہ محرمہ کا تذکرہ فرمایا، پھر اشربہ مباحہ کا، اس لیے کہ دفع مضرت، جلب منفعت پر مقدم ہے۔ اس کے بعد اشربہ مباحہ کے آداب وغیرہ ذکر فرمائے ہیں۔

”قول الله تعالى ‘انما الخمر.....“

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کو احادیث باب کے لیے بطور تمہید ذکر فرمایا ہے، اس آیت کریمہ میں شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا ہے، سنن ابی داود اور سنن ترمذی میں اس کا شان نزول اس طرح بیان ہوا ہے کہ جب تحریم خمر کا حکم نازل ہوا تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اللهم بين لنا في الخمر بيانا شافيا“ گویا کہ پہلا حکم مجمل تھا۔ حضرت فاروق اعظم نے تفصیل اور واضح حکم کے لیے دعا فرمائی، چنانچہ سورۃ بقرہ کی آیت ﴿وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ﴾ نازل ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو بلایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی، انہوں نے

دوبارہ وہی دعا کی تو سورہ نساء کی آیت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ نازل ہوئی، اس آیت کے نزول کے بعد نماز سے پہلے باقاعدہ اعلان ہوا تا کہ نشے کی حالت میں نماز کے لیے کوئی نہ آئے، حضرت عمرؓ نے پھر ”اللہم بین لنا فی الخمر بیانا شافیا“ کی دعا کی تو سورہ مائدہ کی مذکورہ آیت نازل ہوئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا (۱)۔ البتہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت سے پہلے کوئی مجمل حکم حرمتِ خمر کے متعلق نازل ہوا تھا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تحریمِ خمر کے متعلق لکھتے ہیں:

”تحریم الخمر کان بتدریج و نوازل كثيرة، فإنهم كانوا مولعين شربها، وأول ما نزل في شأنها ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ فَلِيفِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنْفَعٌ لِلنَّاسِ﴾ أي في تجارتهم، فلما نزلت هذه الآية، تركها بعض الناس، وقالوا: لا حاجة لنا فيما فيه إثم كبير، ولم يتركها بعض الناس، وقالوا: نأخذ منفعتها ونترك إثمها، فنزلت هذه الآية: ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ فتركها بعض الناس وقالوا: لا حاجة لنا في ما يشغلنا عن الصلاة، وشربها بعض الناس في غير أوقات الصلاة، حتى نزلت: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجْسٌ﴾ الآية، فصارت حراما عليهم، حتى صار يقول بعضهم: ما حرم الله شيئاً أشد من الخمر“ (۲)

قرآن کریم میں تحریمِ خمر کے متعلق چار آیات نازل ہوئی ہیں، ایک سورہ بقرہ میں جس میں شراب سے پیدا ہونے والے مفاسد اور گناہوں کا ذکر ہے، لیکن اس میں صراحتاً سے حرام نہیں کہا گیا۔ دوسری آیت سورہ نساء والی ہے جس میں صرف اوقات نماز میں شراب سے منع کیا گیا، باقی اوقات میں اجازت رہی۔

تیسری اور چوتھی آیت سورہ مائدہ میں ہیں جنہیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ذکر فرمایا ہے،

(۱) سنن أبی داود، کتاب الأشربة، باب فی تحریم الخمر: ۳/۳۲۵ (رقم الحدیث: ۳۶۷۰)

(۲) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۲/۲۸۶

اس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا گیا کیونکہ اسے ﴿رجس من عمل الشیطان﴾ کہا گیا اور ”رجس“ حرام ہوتا ہے، چنانچہ امام جصاص رازی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”اقتضت هذه الآیة تحريم الخمر من وجهين: أحدهما قوله: ”رجس“

“ لأن الرجس اسم فى الشرع لما يلزم اجتنابه ويقع اسم الرجس على الشئ

المستقذر النجس، وهذا أيضا يلزم اجتنابه فأوجب أوصافه إياها بأنها رجس

لزوم اجتنابها، والوجه الآخر قوله تعالى: ﴿فاجتنبوه﴾ وذلك أمر، والأمر

يقضى الإيجاب، فانتظمت الآیة تحريم الخمر من هذين الوجهين“ (۳)

یعنی اس آیت کریمہ سے تحریم خمر دو طریقوں سے مستفاد ہوتی ہے ایک تو اسے رجس کہا ہے اور

شریعت میں رجس سے اجتناب ضروری ہے۔ دوم ”فاجتنبوه“ امر ہے اور امر وجوب کے لیے آتا

ہے (۴)۔

شراب کی حرمت کب نازل ہوئی؟

حرمت خمر کے متعلق یہ آیت کس سن میں نازل ہوئی، اس میں اختلاف ہے:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ فتح مکہ کے سال یہ حکم نازل ہوا (۵)۔

حافظ شرف الدین دمیاطی رحمہ اللہ کی رائے میں صلح حدیبیہ کے سال یہ آیت نازل ہوئی یعنی

سن چھ ہجری میں (۶)۔

(۳) أحكام القرآن للخصاص: ۲/۴۶۱، باب تحريم الخمر۔

(۴) قال بعض العلماء فيها دلائل على تحريم الخمر: أحدها قوله: ﴿رجس﴾ والرجس هو النجس وكل

نجس حرام، والثانى قوله: ﴿من عمل الشيطان﴾ وما هو من عمله حرام، والثالث قوله: ﴿فاجتنبوه﴾

وما أمر الله تعالى باجتنابه فهو حرام، والرابع قوله: ﴿نعلمكم تفلحون﴾ وما علق رجاء الفلاح باجتنابه،

فالإتيان به حرام (عون المعبود شرح سنن أبى داود، كتاب الأشرية: ۱۰/۱۰۶)

(۵) فتح الباری: ۱۰/۳۸

(۶) دیکھیے تاریخ الحمیس: ۲/۲۶

ابن اسحاق کے نزدیک غزوہ بنی نضیر کے سال یہ حکم نازل ہوا اور راجح قول کے مطابق غزوہ بنو نضیر سن چار ہجری میں واقع ہوا ہے (۷)۔

لیکن سن چار ہجری میں اس حکم کے نزول پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ جس سال تحریم خمر ہوئی، اسی سال کا واقعہ ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا کہ شراب حرام کر دی گئی ہے تو حضرت ابو طلحہ نے حضرت انسؓ سے فرمایا یہ کیا اعلان ہو رہا ہے حضرت انسؓ نے کہا کہ شراب کی حرمت کا اعلان ہو رہا ہے تو حضرت ابو طلحہ نے فرمایا کہ جاؤ ان منکوں کو توڑ ڈالو (۸) اور حضرت انسؓ سن چار ہجری میں اس عمر کے نہیں تھے کہ منکوں کو پھوڑ ڈالتے وہ کم عمر تھے، اس لیے کہ حضرت انسؓ ہجرت کے سال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے گئے تو اس وقت وہ نو دس سال کے تھے، اگر اسے سن چار ہجری کا واقعہ مانا جائے تو اس وقت ان کی عمر چودہ سال ہوگی۔ حافظ ابن حجر وغیرہ نے یہ بات لکھی ہے (۹)۔

لیکن اس میں نظر ہے کیونکہ چودہ سال کا بچہ اس قابل ہوتا ہے کہ وہ منکوں کو توڑ کر بہا سکے۔ بہر حال علامہ قسطلانی نے سن چھ ہجری کو ترجیح دی ہے (۱۰) لیکن مشہور روایت سن چار ہجری کی ہے (۱۱)۔

(۷) تاریخ الخمیس: ۲/۲۶

(۸) جیسا کہ آگے بخاری کی روایت میں آرہا ہے۔ صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب أنزل تحریم الخمر وہی من البسرو التمر (رقم الحدیث: ۵۲۶۰)

(۹) فتح الباری: ۱۰/۳۸، و تاریخ الخمیس: ۲/۲۶۔ قال المحافظ فی الإصابة: "صح عنه أنه قال: قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدينة، وأنا ابن عشر سنین" (والنظر الإصابة فی تمييز الصحابة: ۱/۱۷، والاستیعاب لابن عبدالبر مع الإصابة: ۱/۷۱)

(۱۰) تاریخ الخمیس: ۲/۲۶

(۱۱) تاریخ الخمیس: ۲/۲۶

۵۲۵۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا ، ثُمَّ لَمْ يَتُبْ مِنْهَا ، حُرِمَهَا فِي الْآخِرَةِ) .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں شراب پی، پھر اس سے تائب نہ ہو تو آخرت میں وہ اس سے محروم رہے گا، یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے۔

حُرْمَتِهَا فِي الْآخِرَةِ

حُرْمِ مَجْهُولِ كَالصَّيْغَةِ هِيَ أَوْرِ مَتَعَدِي بَدُو مَفْعُولِ هِيَ ، اِسْ كِ دُو مَطْلَبِ مَشْهُورِ هِيَ :

① یہ اپنے معنی حقیقی پر محمول ہے یعنی مستقل شراب پینے والا اگر شراب سے توبہ نہ کرے اور

اسی حال میں مر جائے تو وہ اگرچہ جنت میں داخل ہو جائے، اسے جنت میں شراب نہیں ملے گی (۱۳)۔

اس پر اشکال ہو گا کہ جنتیوں کے متعلق تو ارشاد ہے ﴿وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ﴾۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس شخص سے شراب کی خواہش سلب کر دی جائے گی (۱۴)۔

② علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا،

اہل جنت کا مشروب خمر ہے جو اس سے محروم کر دیا گیا، وہ جنت سے محروم کر دیا گیا (۱۵)۔

(۵۲۵۳) الْحَدِيثُ أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ فِي الْأَشْرَبَةِ، بَابُ عَقُوبَةِ مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۱۵۸۸) وَأَخْرَجَهُ

أَبُو دَاوُدَ فِي الْأَشْرَبَةِ، بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْمَسْكَرِ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۳۶۷۹) وَالتِّرْمِذِيُّ فِي الْأَشْرَبَةِ، بَابُ مَا جَاءَ

فِي شَارِبِ الْخَمْرِ (رَقْمُ الْحَدِيثِ: ۱۹۷۳) وَالنَّسَائِيُّ فِي الْأَشْرَبَةِ، بَابُ إِثْبَاتِ اسْمِ الْخَمْرِ لِكُلِّ سَكْرٍ (رَقْمُ

الْحَدِيثِ: ۵۵۸۲) وَابْنُ مَاجَةَ فِي الْأَشْرَبَةِ، بَابُ مَنْ يَشْرَبُ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَشْرِبْهَا فِي الْآخِرَةِ، (رَقْمُ

الْحَدِيثِ: ۳۴۱۶)

(۱۳) عَمْدَةُ الْقَارِي: ۱۶۳/۲۱، وَإِرْشَادُ السَّارِي: ۳۲۳/۱۲ - وَشَرْحُ الطَّبِيْبِي، كِتَابُ الْحُدُودِ، بَابُ بَيَانِ

الْخَمْرِ وَوَعِيدِ شَارِبِهَا، ۱۶۸/۷

(۱۴) عَمْدَةُ الْقَارِي: ۱۶۳/۲۱، وَإِرْشَادُ السَّارِي: ۳۲۳/۱۲ - وَشَرْحُ الطَّبِيْبِي، كِتَابُ الْحُدُودِ، بَابُ بَيَانِ الْخَمْرِ

وَوَعِيدِ شَارِبِهَا، ۱۶۸/۷ - وَمَرْقَاةُ الْمَفَاتِيحِ، كِتَابُ الْحُدُودِ، بَابُ بَيَانِ الْخَمْرِ وَوَعِيدِ شَارِبِهَا، ۱۹۱/۷ -

(۱۵) عَوْنُ الْمَعْبُودِ، كِتَابُ الْأَشْرَبَةِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي السَّكْرِ: ۱۲۰/۱۰ -

ایک اشکال اور اس کے جوابات

لیکن اس دوسرے مطلب پر اشکال ہوگا کہ شرب خمر گناہ کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ بہر حال جنت میں داخل ہو گا یا ابتداءً اگر اللہ معاف فرمادیں یا اپنے گناہ کی سزا بھگتنے کے بعد، پھر یہاں جنت سے محرومی کا حکم کیوں لگایا گیا۔ اس کے تین جوابات مشہور ہیں:

① ایک یہ کہ یہ اس شخص کے متعلق ہے جو شراب کو حلال سمجھ کر پیتا ہو اور مستحل خمر کا فر ہے اور کافر جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

② ابتداءً وہ محروم کر دیا جائے گا، سزا بھگتنے کے بعد پھر جنت میں جائے گا، حدیث میں اسی ابتدائی محرومی کو ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وہو کنایة عن عدم دخول الجنة، أما إذا كان مستحلاً فظاہر

أنه يكفر، وأما إذا لم يكن مستحلاً فيتأول أنه لا يشربها في الجنة

أولاً يدخلها في الأولين“ (۱۶)۔

③ یہ ارشاد تہدید پر محمول ہے، معنی حقیقی مراد نہیں ہیں (۱۷)۔

۵۲۵۴ : حَدَّثَنَا أَبُو أَيْمَانَ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ . عَنْ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى لَيْلَةَ أُسْرِي بِهِ بِأَيْلِيَاءَ بَقْدَحِينَ مِنْ خَمْرٍ وَكَبَبٍ . فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا . ثُمَّ أَخَذَ اللَّبَنَ . فَقَالَ جِبْرِيلُ : الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفِطْرَةِ ، وَلَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ أُمَّتُكَ .

تَابِعَهُ مَعْمَرٌ . وَأَبْنُ الْهَادِ . وَعُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ . وَالزُّبَيْدِيُّ . عَنْ الزُّهْرِيِّ . [ر : ۳۲۱۴]

۵۲۵۵ : حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ أَبِرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ . عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ حَدِيثًا لَا يُحَدِّثُكُمْ بِهِ غَيْرِي . قَالَ : (مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ :

(۱۶) مذکورہ دو مطالب کے لیے دیکھیے بذل المجہود، باب ما جاء في السكر: ۱۶/۱۳

(۱۷) مرقاة المفاتیح، کتاب الحدود، باب بیان الخمر ووعید شاربیہا، ۷/۱۹۰

أَنَّ يَظْهَرُ الْجَهْلُ . وَيَقِلُّ الْعِلْمُ . وَيَظْهَرُ الزُّنَا . وَتُشْرَبُ الْخَمْرُ ، وَيَقِلُّ الرَّجَالُ . وَيَكْثُرُ
النِّسَاءُ . حَتَّى يَكُونَ لِخَمْسِينَ امْرَأَةً قَيْسُهُنَّ رَجُلٌ وَاحِدٌ) . [ر : ۸۰]

۵۲۵۶ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا أَبُو وَهَبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي يُونُسُ ، عَنْ ابْنِ
شِهَابٍ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَأَبْنَ الْمُسَيْبِ يَقُولَانِ : قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ
اللَّهُ عَنْهُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ : (لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ
يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ . وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ) .

قال ابن شہاب : وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ :
أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُحَدِّثُهُ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، ثُمَّ يَقُولُ : كَانَ أَبُو بَكْرٍ يُلْحِقُ مَعَهُنَّ : (وَلَا يَنْتَهَبُ
نَهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ ، يَرْفَعُ النَّاسُ إِلَيْهِ أَبْصَارَهُمْ فِيهَا ، حِينَ يَنْتَهَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ) . [ر : ۲۳۴۳]

لیلۃ اسری بہ بایلیاء بقدر حین من خمرو لہن

ایلیاء اس شہر کا نام ہے، جہاں بیت المقدس واقع ہے (۱۸)، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں دو پیالے پیش کیے گئے ایک شراب کا اور ایک دودھ کا، آپ نے دودھ والا پیالہ اختیار فرمایا۔

بعض روایات میں تین پیالے پیش کرنے کا ذکر ہے، اس میں شراب اور دودھ کے ساتھ شہد کے

پیالہ کا بھی ذکر ہے۔

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ایلیاء میں دو پیالے پیش کیے گئے تھے جیسا کہ یہاں روایت باب میں ہے

اور سدرۃ المنتہی کی طرف رفع کے وقت تین پیالے پیش کیے گئے تھے (۱۹)۔

ثم أخذ اللبن

ابن عبد البر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ نے خمر (شراب) کو اس لیے چھوڑا کہ اس کی حرمت کا

حکم نازل ہونے والا تھا۔

یا شراب پینے کی آپ کو چونکہ سرے سے عادت ہی نہ تھی، اس لیے دودھ والا پیالہ آپ نے

(۱۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۳، وفتح الباری: ۱۰/۳۱

(۱۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۳

اختیار فرمایا (۲۰)۔

الحمد لله الذى هداك للفطرة

فطرت سے یہاں دین اسلام اور اس پر استقامت مراد ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لبن کو فطرت سے تعبیر کیا کیونکہ نو مولود کے پیٹ میں سب سے پہلے دودھ جاتا ہے (۲۱)

لو أخذت الخمر غوت أمتك

حضرت جبریل علیہ السلام نے یہ بات یا تو بطریق فال ارشاد فرمائی یا انہیں علم تھا کہ کونسی چیز لینے پر کیا نتیجہ مرتب ہوگا (۲۲)۔

تابعه معمر و ابن الهاد و عثمان بن عمر و الزبيدي عن الزهري

یعنی شعیب کی متابعت معمر بن راشد، ابن الہاد (یزید بن عبد اللہ) عثمان بن عمر اور زبیدی (محمد بن الولید) نے کی ہے، معمر کی روایت امام بخاری نے، ابن الہاد کی روایت امام نسائی نے، عثمان بن عمر کی روایت تمام الرازی نے اور زبیدی کی روایت ابن حبان اور امام نسائی نے موصولاً نقل فرمائی ہے (۲۳)۔

لا يشرب الخمر حين يشربها وهو مؤمن

یہاں یا ایمان سے ایمان کامل مراد ہے اسی لایکون کاملاً فی الإیمان حال کونہ فی شرب الخمر، یا یہ تہدید و تغلیظ پر محمول ہے، یعنی معنی حقیقی مراد نہیں اور یا یہ اس شخص کے متعلق ہے جو شرب خمر کو حلال سمجھتا ہو (۲۴) یہ تاویلات اس لیے کرنا ضروری ہے کہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے آدمی ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۴۱۔

(۲۱) فتح الباری: ۷/۲۱۵۔

(۲۲) فتح الباری: ۱۰/۴۱۔

(۲۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۴۔ وفتح الباری: ۱۰/۴۱۔

(۲۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۵۔

كان أبو بكر يلحق معهن: ولا ينتهب نهبة ذات شرف يرفع الناس إليه أبصارهم

فيها حين ينتهبها وهو مؤمن

ابو بکر نے مذکورہ جملوں کے ساتھ ولا ينتهب..... کا اضافہ بھی کیا ہے، یعنی کوئی شخص مؤمن

ہونے کی حالت میں اس طرح لوٹ مار نہیں کرتا کہ لوگ اسے دیکھتے ہی رہ جائیں، نہبۃ ذات شرف: مال نفیس (۲۵)۔

اشربہ کی قسمیں اور مذاہب ائمہ

① ائمہ ثلاثہ اور حنفیہ میں سے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک تمام نشہ آور مشروبات، خمر یعنی

شراب کے حکم میں ہیں، ان کا قلیل اور کثیر استعمال مطلقاً حرام ہے اور ان کے شارب (پینے والے) پر حد جاری ہوگی، خمر کی طرح ہر مسکر مشروب نجس ہے، اس کی خرید و فروخت جائز نہیں (۲۶)۔

② امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

اشربہ کی تین قسمیں ہیں:

قسم اول خمر: یہ انگور کا کچا شیرہ ہوتا ہے إذا اشتد وغلا وقذف بالزبد یعنی جب زیادہ رکھنے یا

ابالنے کی وجہ سے اس میں شدت آجائے، وہ ابلنے لگے اور جھاگ پھینکنے لگے، امام ابو یوسف اور امام محمد جھاگ پھینکنے کی شرط نہیں لگاتے (۲۷)۔

اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا قلیل و کثیر استعمال مطلقاً حرام ہے، پینے والے پر حد جاری کی جائے گی،

اگرچہ اس نے ایک قطرہ پیا ہو، یہ نجس العین ہے، اس کی بیع جائز نہیں اور اس کو حلال سمجھنے والا کافر ہے (۲۸)

قسم دوم: طلاء، نقیع التمر، نقیع الزبيب..... یہ تینوں اشربہ حرام ہیں۔

(۲۵) فیض الباری: ۳/۳۳۶۔

(۲۶) المغنی لابن قدامة، کتاب الأشربة: ۹/۱۳۶ وأحكام القرآن للتهانوی سورة المائدة: ۱/۳۸۸۔

(۲۷) ویکھیے الهدایة مع فتح القدير، کتاب الأشربة: ۹/۲۶۔

(۲۸) ویکھیے بذل المسجود، کتاب الأشربة، باب الخمر مماہی: ۱۶/۱۲۔

طلاء انگور کے شیرے کو کہتے ہیں جب اسے اتنا پکایا جائے کہ دو ثلث سے کم چلا جائے (۲۹)۔
 نقیع التمر: کھجور کا کچا شیرہ اور نقیع الزیب اس پانی کو کہتے ہیں جس میں زیب یعنی کشمش ڈال
 دی جائے اور زیادہ دیر رہنے کی وجہ سے اس میں شدت اور اُبال پیدا ہو جائے (۳۰)۔
 یہ تینوں اشربہ بھی خمر کے حکم میں ہیں، نجس ہیں اور ان کا قلیل کثیر استعمال حرام ہیں البتہ ان
 کے پینے والے پر امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک نشہ آور مقدار پینے کے بعد جاری کی جائے
 گی، کیونکہ ان اشربہ کا خمر ہونا ظنی ہے اور حد شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہے، ان کا مستحل کافر نہیں ہوگا
 جب کہ خمر کا مستحل کافر ہے۔ البتہ اس کے علاوہ باقی اکثر احکام میں یہ خمر کے حکم میں ہیں۔
 امام ابو حنیفہ کے نزدیک ان تینوں مشروبات کی بیع جائز ہے، صاحبین کے نزدیک جائز نہیں
 ہے (۳۱)۔

قسم سوم: خمر، طلاء، نقیع التمر، نقیع الزیب..... ان چار اشربہ کے علاوہ باقی اشربہ نبیذ
 وغیرہ ہیں ان میں امام ابو حنیفہ کے نزدیک قلیل مقدار جو نشہ آور نہ ہو کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ وہ تعیش
 کے لیے نہ ہو بلکہ تقویٰ فی العبادۃ کی نیت سے ہو (۳۲) اور جمہور کے نزدیک جائز نہیں ہے۔
 حاصل کلام یہ کہ امام صاحب اور جمہور کے درمیان دو چیزوں میں اختلاف ہے، ایک اشربہ ثلاثہ

(۲۹) دیکھیے الہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الأشریة: ۲۹/۹۔

(۳۰) دیکھیے الہدایۃ مع فتح القدیر کتاب الأشریة: ۳۱، ۳۰/۹۔

(۳۱) بذل المسجود، کتاب الأشریة، باب الخمر مسامی: ۱۶/۱۲۔ والہدایۃ مع فتح القدیر، کتاب الأشریة:

۳۱/۹۔

(۳۲) فیض الباری، کتاب الأشریة: ۳/۳۳۶، وإعلاء السنن کتاب الأشریة، باب حرمة الخمر: ۲۱/۱۸۔ قال

الحسن بن مالک: سمعت الشافعی یسأل أبا یوسف، هل فی نفسک شیء من النبیذ، فقال أبو یوسف:

کیف لایکون فی نفسی شیء من النبیذ، وقد اختلف فیہ أصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و فی

نفسی منه مثل الحبل، قال الحسن بن مالک: إذا وضع النبیذ، وأراد الشارب أن یسکر منه، فالقلیل منه

حرام کالکثیر، وهو قول أبی حنیفة (مسند الخوارزمی: ۲/۲۰۷) وفیہ دلیل علی أن شرب القلیل إذا کان

للسکر فهو أيضا حرام عند أبی حنیفة (وانظر البدر الساری إلی فیض الباری: ۳/۳۵۵)

میں کہ ان کے نزدیک یہ خمر تو ہیں لیکن ان کا خمر ہونا ظنی ہے، لہذا ان کے شراب پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ جب کہ جمہور کے نزدیک ان کا خمر ہونا ظنی نہیں، لہذا شراب پر حد جاری کی جائے گی، دوسرا اختلاف اثر بہ اربعہ کے علاوہ باقی اثر بہ مسکرہ کی غیر نشہ آور قلیل مقدار میں ہے۔ مثلاً نبیذ وغیرہ، امام صاحب کے نزدیک اس کی قلیل مقدار کا استعمال جائز ہے، جمہور کے نزدیک جائز نہیں۔

ذیل میں امام صاحب اور جمہور ائمہ کے چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

امام اعظم کے دلائل

① امام اعظم کا استدلال لغت سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ اہل لغت خمر کا اطلاق انگور کے شیرے پر کرتے ہیں، باقی پھلوں کے شیرے پر خمر کا اطلاق لغت میں نہیں، چنانچہ ابن سیدہ "المخصص" میں فرماتے ہیں "الخمر ما أسکر من عصیر العنب، والجمع خمور" (۳۳) اور ابن منظور افریقی نے "لسان العرب" میں ان کا قول نقل کیا "الخمر إنما هي العنب دون سائر الأشياء" (۳۴)۔

② عبدالرزاق نے اپنی "مصنف" میں ایک روایت نقل کی ہے "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: الخمر من العنب، والسكر من التمر، والمزمر من الذرة، والغبیرا من الحنطة، والبتع من العسل، کل مسکر حرام" (۳۵)۔

اس میں تصریح ہے کہ خمر انگور کی ہوتی ہے، یہ روایت اگرچہ حضرت سعید بن المسیب نے مرسلہ نقل کی ہے لیکن ان کی مراسیل بالاجماع مقبول ہیں (۳۶)۔

③ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا اثر ہے "أما الخمر فحرام لا سبیل إليها، وأما ما سواها من الأشربة فکل مسکر حرام" (۳۷) اور حضرت ابن عباسؓ کا اثر ہے "حرمت الخمر لعینہا،

(۳۳) المخصص لابن سیدہ: ۱۱/۷۲

(۳۴) لسان العرب: ۵/۳۳۹

(۳۵) مصنف عبدالرزاق: ۹/۲۳۳ (رقم الحدیث: ۱۷۵۴)

(۳۶) تکملة فتح الملہم: ۳/۶۰۱

(۳۷) مصنف عبدالرزاق: ۹/۲۲۲

والسکر من کل شراب“ (۳۸)۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظم سے منقول ہے کہ انہوں نے اس نبیذ سے تھوڑا سا چکھا جو نشہ آور تھی (۳۹) اگر قلیل حرام ہوتا تو وہ کبھی نہ چکھتے۔

④ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ یمن جا رہے تھے، حضورؐ سے پوچھا کہ وہاں گندم اور جو کی شراب بنائی جاتی ہے، اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا ”اشربا ولا تسکرا“ (۴۰) امام طحاوی فرماتے ہیں:

”کان ذلك دليلاً أن حکم المقدار الذي يسکر من ذلك الشراب خلاف حکم ما لا يسکر منه“ (۴۱)۔

⑤ عبد اللہ بن شخیر کی روایت ہے ”نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن أشربة، قال: فقيل له: إنه لا بد منها أو نحو هذا، قال: فاشربوا ما لم يسفه أحلامكم، ولا يذهب أموالكم“ (۴۲)۔

علامہ بیہمی نے اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے (۴۳)۔

ان روایات سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ خمر صرف عنب کی ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ اشربہ اربعہ کے علاوہ باقی مشروبات میں غیر مسکر مقدار کا استعمال جائز ہے۔

جمہور کے دلائل

① امام بخاری رحمہ اللہ نے ”باب الخمر من العنب“، ”باب نزل تحريم الخمر“، ”باب

(۳۸) شرح معانی الآثار للطحاوی کتاب الأشربة، باب الخمر المحرمة ماہی، ۳۵۶/۲۔ والجوهر النقی: ۲۹۷/۸۔

(۳۹) دیکھیے کتاب الآثار: ۱۱۹۔ ومصنف عبدالرزاق: ۲۲۳/۹ (رقم الحدیث: ۱۷۱۵) نیز دیکھیے شرح معانی الآثار

کتاب الأشربة، باب ما یحرم من النبيذ: ۳۵۹/۲۔

(۴۰) شرح معانی الآثار کتاب الأشربة، باب ما یحرم من النبيذ: ۳۶۰/۲۔

(۴۱) شرح معانی الآثار کتاب الأشربة، باب ما یحرم من النبيذ: ۳۶۰/۲۔

(۴۲) مصنف عبدالرزاق: ۲۲۳/۹۔

(۴۳) مجمع الزوائد للہیثمی: ۶۶/۵۔

الخمر من العسل“، ”باب ماجاء فی أن الخمر ما خمر العقل“..... ان چار ابواب کے تحت جتنی روایات ذکر فرمائی ہیں، وہ تمام جمہور کے دلائل ہیں۔

② ابوداؤد کی روایت میں ہے ”ان من العنب خمرا، وإن من التمر خمرا، وإن من العسل خمرا، وإن من البُر خمرا، وإن من الشعير خمرا“ (۴۴)۔

③ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ”ما أسکر کثیره فقليله حرام“ (۴۵)۔

④ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”نهی عن قليل ما أسکر کثیره“ (۴۶)۔

⑤ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے ”کل مسکر حرام، وما أسکر منه الفرق فمألا الكف منه حرام“ (۴۷)۔

⑥ اسی طرح روایت ہے ”کل مسکر خمر، وکل مسکر حرام“ (۴۸)۔

ان احادیث سے جمہور استدلال کر کے فرماتے ہیں کہ خمر صرف انگور کے شیرے کا نام نہیں، طلاء، نقیع الزیب وغیرہ بھی خمر ہیں، اسی طرح انبذہ مسکرہ کا قلیل استعمال بھی ناجائز ہے۔

دلائل جمہور کا جواب

امام اعظم صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عصیر عنب کے علاوہ باقی اشربہ پر خمر کا اطلاق مجازاً ہے، لغت اور حقیقتاً نہیں، کیونکہ لغت میں خمر صرف ماء عنب کو کہا جاتا ہے جیسا کہ لغت کی کتابوں کے

(۴۴) سنن أبی داؤد، کتاب الأشربة (رقم الحدیث: ۳۶۷۶)

(۴۵) سنن النسائی کتاب الأشربة، باب تحريم کل شراب أسکر کثیره (رقم الحدیث: ۵۱۱۷)

(۴۶) سنن النسائی کتاب الأشربة، باب تحريم کل شراب أسکر کثیره (رقم الحدیث: ۵۱۱۹) وفتح القدير: ۸۰/۵۔

(۴۷) سنن أبی داؤد، کتاب الأشربة، (رقم الحدیث: ۳۶۸۷)

(۴۸) المجموع شرح المذهب، کتاب الطهارة: ۲/۵۶۳۔

حوالے سے گذر چکا۔

اور مااسکر کثیرہ فقلیلہ حرام کو خمر پر محمول کیا جاتا ہے کہ خمر کی قلیل مقدار بھی حرام ہے، چنانچہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”یکون معناه الخمر حرام قلیلها وکثیرها، وهذا التاویل
هو المتعین عندنا، لما روينا عن عمر رضی اللہ عنہ أنه شرب النبید السکر
بعد کسرہ بالساء“ (۴۹)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس تاویل پر دل مطمئن نہیں ہوتا کیونکہ ”ما“ عام ہے جو خمر اور غیر خمر دونوں کو شامل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کے جو آثار ہیں وہ موقوف ہیں اور ”مااسکر کثیرہ فقلیلہ حرام“ حدیث مرفوع ہے۔ چنانچہ علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومراد الحدیث أن کل شراب من شأنه السکر فهو حرام..... وقد تبین لی
بعد مرور الدهر أن مراد الحدیث کما ذهب إليه الجمهور وإذن لا أصرف
الأحادیث عن ظاهرها“ (۵۰)۔

البتہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ باقی اشربہ مسکرہ پینے میں خمر کے حکم میں ہیں، لہذا شراب کی طرح ان کا قلیل و کثیر استعمال درست نہیں، تاہم ان کا تمام امور میں خمر کے حکم میں ہونا ان روایات سے ثابت نہیں ہو سکتا۔

اسی وجہ سے کئی حنفی علماء نے حرمت کے حق میں جمہور کے مذہب کے مطابق فتویٰ دیا ہے کہ ان کا استعمال مطلقاً حرام ہے اور بیع اور حد کے حق میں امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے (۵۱)۔
ان اشربہ ثلاثہ کی نجاست کے بارے میں نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کے دونوں قول ہیں،

(۴۹) إعلاء السنن، کتاب الأشربة، باب حرمة الخمر: ۱۷/۲۱

(۵۰) فیض الباری: ۳/۳۴۶

(۵۱) تکملة فتح المسالم: ۳/۶۰۸

متاخرین حنفیہ نے نجاست غلیظہ والے قول کو ترجیح دی ہے (۵۲)۔

ان اشربہ اربعہ کے علاوہ باقی اشربہ (نبیذ وغیرہ) امام صاحب کے نزدیک نجس نہیں ہیں۔

فائدہ

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اگرچہ نبیذ کی مقدار غیر مسکر کے استعمال کو جائز سمجھتے تھے، لیکن مختلف فیہ ہونے کی وجہ سے خود انہوں نے اس کا استعمال کبھی نہیں کیا، چنانچہ ان کا یہ قول مشہور ہے:

”لو أعطیت جمیع مافی الدنیا، ومثلها لأشرب قطرة نبیذ فلا

أشربه، فإنه مختلف فیہ، ولو أعطیت جمیع مافی الدنیا لأحرم النبید،

لأحرمه، لأنه مختلف فیہ“ (☆۵۳)

علماء کو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جو چیز مختلف اور مشکوک ہو، وہاں فتویٰ کے بجائے تقویٰ پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

تراجم بخاری کا مقصد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں ابتدا میں چار تراجم قائم کیے ہیں، پہلا ترجمہ ”باب أن الخمر من العنب“ ہے کہ شراب انگور کی بنتی ہے، اس کے بعد دوسرا ترجمہ ”باب نزل تحريم الخمر وهی من البسر“ قائم فرمایا کہ شراب کھجور کی ہوتی ہے اور پھر ترجمہ ”الخمر من العسل“ قائم فرمایا اور چوتھا ترجمہ ”الباب الخمر ما خامر العقل“ قائم کیا۔

ان تراجم سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد کیا ہے، اس میں دو احتمال ہیں:

پہلا احتمال یہ ہے کہ ان تراجم سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح شراب انگور کی ہوتی ہے، اسی طرح تمر اور عسل وغیرہ کی بھی ہوتی ہے یعنی خمر صرف عصیر عنب کے ساتھ خاص نہیں

(۵۲) المبسوط للمرخسی: ۲۳/۱۲، رد المحتار: ۶/۴۵۱

(☆۵۳) فیض الباری: ۴/۳۵۵

جیسا کہ جمہور علماء کا مسلک ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ اصل شراب جسے قرآن میں ﴿إِنَّمَا الْخَمْرُ.....﴾ فرمایا گیا، وہ تو شراب عنب ہی ہے اور باقی جتنی اشربہ ہیں، انہیں مجازاً خمر (شراب) کہا گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کے مقصد میں یہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں۔ تاہم احتمال اول راجح ہے کہ وہ ان تراجم سے جمہور کی تائید کر رہے ہیں (۵۳)۔

۱ - باب : الْخَمْرُ مِنَ الْعَنْبِ .

۵۲۵۷ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ صَبَّاحٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَابِقٍ : حَدَّثَنَا مَالِكُ هُوَ ابْنُ مِغْوَلٍ ، عَنْ نَافِعٍ . عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَقَدْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ وَمَا بِالْمَدِينَةِ مِنْهَا شَيْءٌ . [ر : ۴۳۴۰]

لقد حرمت الخمر وما بالمدينة منها شئ

اس میں خمر سے خمر عنب مراد ہے یعنی جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو مدینہ منورہ میں انگور کی شراب نہیں پائی جاتی تھی، دوسرے پھلوں کی شراب پائی جاتی تھی جیسا کہ اس باب کی دوسری روایت میں ہے۔ وعامة خمرنا البسر والتمر

یہ حدیث امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل ہے کہ خمر صرف عصیر عنب کی ہوتی ہے۔

اس روایت میں ہے کہ ”وما بالمدينة منها شئ“ اور اگلی روایت میں ہے ”وما نجد خمر

الأعنان إلا قليلاً“ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اس لیے کہ ”شئ“ سے مراد شئ کثیر ہے تو ایک

میں کثیر کی نفی ہے، دوسری میں قلیل کا اثبات ہے۔

۵۲۵۸ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ : حَدَّثَنَا أَبُو شَهَابٍ عَبْدُ رَبِّهِ بْنِ نَافِعٍ ، عَنْ يُونُسَ . عَنْ ثَابِتِ الْبُنَانِيِّ . عَنْ أَنَسِ قَالَ : حُرِّمَتْ عَلَيْنَا الْخَمْرُ حِينَ حُرِّمَتْ ، وَمَا نَجِدُ - يَعْنِي بِالْمَدِينَةِ - خَمْرَ الْأَعْنَابِ إِلَّا قَلِيلاً ، وَعَامَةً خَمْرِنَا الْبُسْرُ وَالْتَّمْرُ . [ر : ۲۳۳۲]

یہ حدیث اصحاب صحاح میں سے صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والحدیث من إفرادہ“ (۵۴)

وعامة خمرنا البسر والتمر

علامہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الخمر مائع والبسر جامد فكيف يكون هو إياه یعنی خمر تو ایک مائع چیز ہے اور کھجور ایک جامد شے ہے تو خمر پر بسم اور تمر کا اطلاق کیوں کر درست ہو سکے گا، پھر اس کا جواب دیا کہ اس میں بسر کا شراب پر مجازاً اطلاق کیا گیا اور یہاں مضاف محذوف ہے یعنی عامۃ أصل خمرنا التمر (۵۵)

۵۲۵۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ أَبِي حَيَّانَ : حَدَّثَنَا عَامِرٌ ، عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : قَامَ عُمَرُ عَلَى الْمِنْبَرِ ، فَقَالَ : أَمَّا بَعْدُ ، نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنْ خَمْسَةِ : الْعَنْبِ وَالْتَّمْرِ وَالْعَسَلِ وَالْحِنْطَةِ وَالشَّعِيرِ ، وَالْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ . [ر : ۴۳۴۰]

الخمر ما خامر العقل

یعنی شراب وہ ہے جو عقل کو ڈھانپ دے، غائب کر دے، چھپا دے۔

۲ - باب : نَزَلَ تَحْرِيمُ الْخَمْرِ وَهِيَ مِنَ الْبُسْرِ وَالْتَّمْرِ .

۵۲۶۲/۵۲۶۰ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ إِسْحَقَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ أُسْقِي أَبَا عُبَيْدَةَ

(۵۴) عمدة القاری: ۱۶۷/۲۱

(۵۵) شرح الکرمانی للبخاری: ۱۴۱/۲۰، وعمدة القاری: ۱۶۷/۲۱

وَأَبَا طَلْحَةَ وَأَبِي بِنِ كَعْبٍ ، مِنْ فَضِيخِ زَهُوٍ وَتَمْرٍ . فَجَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ : إِنَّ الْخَمْرَ قَدْ حُرِّمَتْ .
فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : قُمْ يَا أَنَسُ فَأَهْرِقْهَا ، فَأَهْرِقْهَا .

(۵۲۶۱) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ . عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا قَالَ : كُنْتُ
قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ اسْقِيَهُمْ . عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ . الْفَضِيخُ . قَبِيلٌ : حُرِّمَتِ الْخَمْرُ . فَقَالُوا :
أَكْفُئْهَا . فَكَفَّأْتَهَا . قُلْتُ لِأَنَسٍ : مَا شَرَّاهُمْ ؟ قَالَ : رُطْبٌ وَبَسْرٌ . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَنَسٍ :
وَكَانَتْ حَمْرَهُمْ . فَلَمْ يَنْكُرْ أَنَسٌ .

وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : كَانَتْ حَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ .

فضیخ زہو و تمر

فضیخ شراب کو کہتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”شراب يتخذ من البسر ويصب
عليه الساء ويترك حتى يغلي“ یعنی کچی کھجوریں پانی میں رکھ کر چھوڑ دی جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں
أبال آجاتا ہے (۵۶) اور زہو بسر ملون یعنی کچی رنگین کھجور کو کہتے ہیں جس میں سرخی اور زردی دونوں
ظاہر ہو جائیں (۵۷)۔ فضیخ زہو و تمر یعنی کچی اور پکی کھجور کی شراب۔

حدثنا مسدد.....

كنت قائما على الحي اسقيهم عمومتي وأنا اصغرهم الفضیخ

حی قبیلہ کو کہتے ہیں، عُمومة: عم کی جمع ہے، چچا.....وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ جملہ حالیہ ہے، الفضیخ

أسقى کے لیے مفعول بہ ہے، عمومتی، أسقيهم میں ضمیر مفعول سے بدل ہے، یا منصوب علی

الاختصاص ہے (۵۸)۔ حافظ ابن حجر نے عمومتی کو حی سے بدل بنایا ہے اس صورت میں یہ

مجرور ہوگا (۵۹) یعنی میں قبیلہ کے پاس کھڑا تھا، اپنے چچاؤں کو شراب پلا رہا تھا، اس حال میں کہ میں ان

(۵۲۶۱) الحدیث اخرجہ مسلم فی الأشربة، باب تحريم الخمر (رقم الحدیث: ۱۹۷۹) والنسائی فی الأشربة،

باب ذکر الشراب الذی اهریق بتحریم الخمر (رقم الحدیث: ۵۰۵۰)

(۵۶) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱

(۵۷) فتح الباری: ۱۰/۳۷، عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱

(۵۸) عمدة القاری: ۱۶۹/۲۱۔ وشرح الکرمانی للبخاری: ۲۰/۱۳۳

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۳۶

سب سے چھوٹا تھا، صحیح مسلم کی روایت میں عبارت اس طرح ہے ”إني لقائم على الحى، على
عمومتي أسقيهم من فضيخ لهم وأنا أصغرهم سناً“ (۶۰)۔

اکفئها، فکفأنا

اکف بروزن اضرب بمعنی اقلبها یعنی اسے انڈیل دو

قلت لأنس : ما شربهم

قائل معتمر کے والد سلیمان تیمی ہیں (۶۱) وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا کہ
ان کی وہ شراب کس چیز کی تھی۔

فقال ابو بکر بن أنس : و كانت خمرهم ، فلم ينكر أنس

حضرت انسؓ کے صاحبزادے ابو بکر نے اپنے والد کی موجودگی میں کہا کہ ان کی شراب فضیخ
تھی، کانت کے اندر ضمیر فضیخ کی طرف راجع ہے اور فضیخ سے چونکہ خمر مراد ہے اور خمر مؤنث سماعی
ہے، اس لیے مؤنث کی ضمیر اس کی طرف راجع کی گئی ہے ای و کانت الفضیخ خمرهم (۶۲) حضرت
انسؓ نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ خاموش ہو گئے۔

حضرت انسؓ نے یہ اضافہ اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا، یا وہ بھول گئے تھے (۶۳)۔

وحدثني بعض أصحابي أنه سمع أنسا يقول: كانت خمرهم يومئذ

اس کے قائل بھی سلیمان تیمی ہیں (۶۴)، یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے ”بعض

أصحابي“ مبہم ہے، شارحین نے لکھا کہ بکر بن عبداللہ مزنی اور قتادہ اس کا مصداق ہو سکتے ہیں (۶۵)

(۶۰) صحیح مسلم، کتاب الأشربة: باب تحريم الخمر و بيان أنها تكون من عصير العنب: ۳/ ۱۵۷۱ (رقم الحدیث: ۱۹۸۰)

(۶۱) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/ ۴۸

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۹

(۶۳) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/ ۴۸

(۶۴) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/ ۴۸

(۶۵) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/ ۴۸

مطلب یہ ہے کہ ”کانت خمرهم“ کا جملہ خود حضرت انسؓ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے، اوپر حدیث میں تو ان کے صاحبزادے نے کہا ہے لیکن براہ راست بھی ان سے منقول ہے۔

(۵۲۶۲) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّمِيُّ : حَدَّثَنَا يُونُسُ أَبُو مَعْشَرَ الْبِرَاءِ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ عُبَيْدِ اللَّهِ قَالَ : حَدَّثَنِي بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ : أَنَّ الْخَمْرَ حَرَّمَ . وَالْخَمْرُ يَوْمئِذٍ الْبَسْرُ وَالْتَّمْرُ . [ر : ۲۳۳۲]

یوسف ابو معشر بر ۱

یوسف بن یزید کی کنیت ابو معشر ہے، یہ نام کے مقابلے میں کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، انہیں برّا (چھینے والا) بھی کہا جاتا ہے لہٰذا کان ییری السہام یعنی وہ تیر چھیلا کرتے تھے (۶۶)۔

صحیح بخاری میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ حدیث اور دوسری کتاب الطب کے آخر میں آرہی ہے، امام بخاری نے ان کی دونوں حدیثیں بطور متابعت نقل فرمائی ہے (۶۷)۔

تکھی بن معین نے ان کو ضعیف کہا ہے (۶۸)

امام ابوداؤد نے فرمایا لیس بذاك (۶۹)

ابوحاتم نے فرمایا یکتب حدیثہ (۷۰)

محمد بن ابی بکر مقدمی نے انہیں ثقہ قرار دیا (۷۱)

ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے (۷۲)

(۶۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/۴۹

(۶۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/۴۹

(۶۸) تہذیب الکمال: ۳۲/۴۲۸ (رقم الترجمة: ۷۱۶۵)

(۶۹) سوالات لآجری: ۳/الترجمة: ۳۴۱، وتہذیب الکمال: ۳۲/۴۴۹

(۷۰) الجرح والتعديل: ۹/الترجمة: ۹۸۶

(۷۱) الجرح والتعديل: ۹/الترجمة: ۹۸۶

(۷۲) کتاب الثقات لابن حبان: ۷/۶۳۷

امام بخاری کے علاوہ امام مسلم نے بھی ان سے روایات لی ہیں (۷۳)

سعید بن عبید اللہ

ان کی بھی بخاری میں صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ حدیث ہے اور دوسری حدیث کتاب الجزیہ

میں گذر چکی ہے (۷۴)۔

۳- باب : الخمر من العسل . وهو البتع .

وَقَالَ مَعْنٌ : سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ أَنَسٍ عَنِ الْفُقَاعِ . فَقَالَ : إِذَا لَمْ يُسْكِرْ فَلَا بَأْسَ . وَقَالَ
أَبْنُ الدَّرَّاورْدِي : سَأَلْنَا عَنْهُ فَقَالُوا : لَا يُسْكِرُ . لَا بَأْسَ بِهِ .

۵۲۶۴/۵۲۶۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ . عَنْ أَبِي شِهَابٍ . عَنْ
أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ : سِئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبُتْعِ . فَقَالَ :
(كُلُّ شَرَابٍ أُسْكِرَ فَهُوَ حَرَامٌ) .

(۵۲۶۴) : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ . عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ
أَبْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : سِئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبُتْعِ ، وَهُوَ
نَبِيذُ الْعَسَلِ . وَكَانَ أَهْلُ الْيَمَنِ يَشْرَبُونَهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (كُلُّ شَرَابٍ أُسْكِرَ فَهُوَ
حَرَامٌ) . [ر : ۲۳۹]

۵۲۶۵ : وَعَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ :
(لَا تَتَّبِدُوا فِي الدُّبَاءِ . وَلَا فِي الْمَزْفَتِ) . وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يُلْحِقُ مَعَهَا : الْحَنْثَمَ وَالنَّقِيرَ .

(۷۳) تہذیب الکمال: ۳۲/۳۳۹

(۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۶۹، وفتح الباری: ۱۰/۳۹

(۵۲۶۵) الحدیث اخرجہ مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتباز فی المزفت (رقم الحدیث: ۱۹۹۲)۔

واخرجہ النسائی فی الأشربة باب النهی عن نبیذ الدباء المزفت (رقم الحدیث: ۵۱۴۰)۔

بِتْع (باء کے زیر اور تا کے سکون کے ساتھ) شہد سے جو شراب بنائی جاتی ہے اسے بتع کہتے ہیں۔
معن بن عیسیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے فُقَاع یعنی منقا کے شربت کے بارے میں
پوچھا تو انہوں نے کہا کہ جب تک وہ نشہ آور نہ ہو اس وقت تک اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں،
عبدالعزیز بن در اور دی نے بھی یہی سوال پوچھا تو بھی یہی جواب دیا۔

فُقَاع (فاء کے ضمہ اور قاف کی تشدید کے ساتھ) منقا کے شربت کو کہتے ہیں، علامہ عینی رحمہ
اللہ نے فرمایا کہ یہ شربت عموماً کوٹے ہوئے منقا سے بنایا جاتا ہے (۷۵)۔

قال: لا تتبذوا في الدُّبَاءِ ولا في المزفت و كان ابوهريرة يلحق معنهما الحنتم
والنقير۔

دُبَاء: کدو کا گودا نکال کر جو برتن بنایا جاتا ہے اسے دبء کہتے ہیں، اس میں چونکہ مسام کم ہوتے
ہیں اس لیے مشروب کے اندر جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے (۷۶)۔

مُزَفَّت: یعنی وہ برتن جس پر زَفَّت ملا گیا ہو، زفت ایک تار کول نما تیل ہوا کرتا تھا جسے جہازوں
اور کشتیوں پر ملا جاتا تھا تاکہ پانی اندر داخل نہ ہو، زمانہ جاہلیت میں شراب کے برتنوں پر بھی اسے ملتے
تھے (۷۷) اس کی وجہ سے مشروب میں جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے۔

حَنْتَم: شراب کے گھڑے کو کہتے ہیں، یہ عموماً سبز رنگ کا ہوتا تھا، اس کا ترجمہ عموماً ”الجرّة
الخصراء“ سے کرتے ہیں یعنی سبز مٹکا، یا حنم (۷۸)۔

النَّقْر: نَقْر کے معنی کھودنے کے ہیں اس کو نقیر بھی کہتے ہیں، نقیر مفعول کے معنی میں ہے یعنی
کھدی ہوئی چیز، درخت کھجور وغیرہ کی جڑ کو کھود کر اسے برتن بنا لیتے تھے، اسے نَقْر اور نقیر کہا جاتا
ہے (۷۹)۔

(۷۵) عمدة القاری: ۱۷۰/۲۱

(۷۶) فیض الباری: ۱/۱۵۷

(۷۷) فیض الباری: ۱/۱۵۷

(۷۸) انوار الباری: ۱۱/۳

(۷۹) إمداد الباری: ۳/۷۹۵، نیز مذکورہ تفصیل کے لیے دیکھیے عمدة القاری: ۱۷۱/۲۱

”وعن الزهري“ یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے ”وكان أبو هريرة“ اس کے قائل امام

زهري ہیں (۸۰)۔

۴ - باب : ما جاء في أن الخمر ما خامر العقل من الشراب .

۵۲۶۷/۵۲۶۶ : حدثنا أحمد بن أبي رجا : حدثنا يحيى ، عن أبي حيان التميمي ، عن الشعبي ، عن ابن عمر رضي الله عنهما قال : خطب عمر على منبر رسول الله ﷺ فقال : إنه قد نزل تحريم الخمر وهي من خمسة أشياء : العنب والتمر والحنطة والشعير والعلس ، والخمر ما خامر العقل . وثلاث . وددت أن رسول الله ﷺ لم يفارقنا حتى يعهد إلينا عهدا : الجذ . والكلالة . وأبواب من أبواب الربا .

قال : قلت : يا أبا عمرو . فشيء يصنع بالسند من الرزب ؟ قال : ذلك لم يكن على عهد النبي ﷺ . أو قال : على عهد عمر .

وقال حجاج . عن حماد ، عن أبي حيان : مكان العنب الزبيب .

(۵۲۶۷) : حدثنا حفص بن عمر : حدثنا شعبة . عن عبد الله بن أبي السفر . عن

الشعبي . عن ابن عمر . عن عمر قال : الخمر يصنع من خمسة : من الزبيب والتمر والحنطة والشعير والعلس . [ر : ۴۳۴۰]

اس باب سے امام بخاری ایک قاعدہ کلیہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ جو بھی چیز عقل کو مدہوش کر دے

وہ شرعی اعتبار سے خمر کے حکم میں ہے ”من الشراب“ کہہ کر افیون وغیرہ کو نکال دیا، اس لیے کہ وہ مشروب کی قبیل سے نہیں ہے۔

حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر

پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ شراب کی حرمت نازل ہو چکی ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنتی ہے انگور، کھجور،

(۸۰) عمدة القاری: ۱/۲۱، وأخرجه مسلم في كتاب الأشربة، باب النهي عن الانتباذ في المزفت، رقم

الحديث: ۱۹۹۲، وأخرجه النسائي في الأشربة، باب النهي عن نبيذ الدباء والمزفت، رقم الحديث: ۵۱۴۰

گندم، جو اور شہد سے اور خمر وہ ہے جو عقل کو مدہوش کر دے اور تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق میں چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے جدا نہ ہوتے جب تک ان کو خوب اچھی طرح بیان نہ فرما دیتے، ایک داداکا ترکہ، دوسرے کلالہ کا بیان اور تیسرے سود کے مسائل، ابو حیان کا بیان ہے کہ میں نے شععی سے کہا کہ اے ابو عمرو! سندھ میں چاول سے ایک مشروب بنایا جاتا ہے (اس کا کیا حکم ہے؟) تو انہوں نے کہا کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں نہیں تھا یا یہ کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں نہیں تھا، حجاج نے اپنی روایت میں عنب کی بجائے زبیب کا لفظ ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبے میں ارشاد فرمایا کہ خمر پانچ چیزوں کی ہوتی ہے، یہ اس لیے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ قرآن کریم کی آیت ﴿انما الخمر والمیسر.....﴾ میں خمر صرف ماء عنب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ جو بھی چیز مخامرہ عقل یعنی عقل کے مدہوش کرنے کا سبب بن جائے وہ خمر ہے اور حرام ہے (۸۱)۔

علامہ عینی رحمہ اللہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں ”نعم یتناول غیر المتخذ من العنب من

حيث التشبيه لامن حيث الحقيقة“ (۸۲)

تین باتیں جن کے تفصیلی احکام کی حضرت عمرؓ نے تمنا کی

حضرت عمرؓ نے اپنے خطبے میں تین چیزوں کے بارے میں تمنا ظاہر کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں تفصیلی احکام بیان فرمادیتے:

① جد: یعنی داداکا ترکہ، اس میں اختلاف ہے کہ دادا کی موجودگی میں بھائیوں کو میراث ملے گی یا نہیں اور اگر میراث ملے گی نوکتنا حصہ ہوگا، اس میں حضرات صحابہ کے درمیان بھی بڑا اختلاف رہا (۸۳) عبیدہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ سے میں نے دادا کے ترکہ سے متعلق ستر مسائل ایسے یاد کیے جن میں سے

(۸۱) فتح الباری: ۱۰/۵۷

(۸۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۱

(۸۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۳- وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۲

ہر ایک کا حکم دوسرے سے مختلف تھا (۸۳)۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک بار حضرات صحابہؓ کو دادا کے ترکہ کے مسئلہ کے سلسلے میں جمع کیا لیکن اتنے میں چھت سے سانپ گر گیا اور جمع ہونے والے تمام صحابہ منتشر ہو گئے، تب انہوں نے فرمایا ابی اللہ إلا أن یختلفوا فی الجد (۸۵) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے ”من أراد أن یفتح جراثیم جہنم فلیقض فی الجد“ (۸۶)

② کالہ: اس کی ایک تفسیر کی گئی ہے کہ جس شخص کا باپ، بیٹا دونوں نہ ہوں، دوسری تشریح کی گئی ہے جس کا بیٹا نہ ہو اگرچہ والد ہو (۸۷)، اس کی اور بھی تفسیریں کی گئی ہیں جو کتاب التفسیر میں گزر چکی ہیں (۸۸)۔

③ أبواب من أبواب الربا..... ربا سے ربا الفضل مراد ہے، کیونکہ ربا نسبیہ تو متفق علیہ ہے، ربا الفضل میں اختلاف ہے (۸۹)، حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احکام تفصیل سے بیان فرمادیتے۔

قال: قلت یا أبا عمرو

قال کافاعل ابو حیان تیمی نے اور ابو عمرو عامر شعمی کی کنیت ہے (۹۰)۔

وقال حجاج عن حماد عن أبي حیان مکان العنب الزیب

اس تعلق کو عبدالعزیز بغوی نے اپنی مسند میں موصولاً نقل کیا ہے (۹۱)

(۸۳) عمدة القاری: ۱۴۲/۲۱

(۸۵) عمدة القاری: ۱۴۲/۲۱

(۸۶) عمدة القاری: ۱۴۲/۲۱

(۸۷) عمدة القاری: ۱۴۲/۲۱

(۸۸) کشف الباری، کتاب التفسیر: ۱۶۹

(۸۹) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۱۴۲/۲۱

(۹۰) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۱۴۲/۲۱

(۹۱) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۱۴۲/۲۱

اوپر روایت میں جن پانچ چیزوں کو بیان کیا ہے، ان میں ایک عنب ہے، حجاج عن حماد کی روایت میں عنب کی بجائے زبیب کا ذکر ہے جیسا کہ باب کی آخری روایت میں ہے۔

۵ - باب : ما جاء فيمن يستحل الخمر ويسميه بغير اسمه

۵۲۶۸ : وقال هشام بن عمار : حدثنا صدقة بن خالد : حدثنا عبد الرحمن بن يزيد
ابن جابر : حدثنا عطية بن قيس الكلابي : حدثنا عبد الرحمن بن غنم الأشعري قال :
حدثني أبو عامر أو أبو مالك - الأشعري . والله ما كذبتني : سمع النبي ﷺ يقول : (ليكونن
من أمي أقوام . يستحلون الحر والحرير . والخمر والمعازف . ولينزلن أقوام إلى جنب علم .
يروح عليهم بساحة لهم . يأتيهم - يعني الفقير - لحاجة فيقولوا : أرجع إلينا غدا . فيبيتهم
الله . ويضع العلم . ويمسخ آخرين قرده وخنازير إلى يوم القيامة) .

جو شخص شراب کا کوئی دوسرا نام رکھ کر اس کو حلال سمجھے، اس باب میں امام نے اس کے متعلق
و عید بیان فرمائی ہے۔

حدیث باب کے تمام راوی شامی ہیں، عبدالرحمن بن غنم نے فرمایا ”حدثني ابو عامر
أو أبو مالك الأشعري“ انہیں ان دونوں ناموں میں شک ہے تاہم صحابی کے نام میں شک مضر نہیں (۹۲)،
ابوداؤد کی روایت میں ”حدثني أبو مالك“ بغیر شک کے وارد ہے (۹۳)۔

ابومالک اشعری کے نام میں اختلاف ہے، عبداللہ بن ہانی، عبداللہ بن وہب اور عبید بن
وہب..... یہ مختلف نام منقول ہیں (۹۴)۔

عبدالرحمن بن غنم کہتے ہیں کہ مجھ سے ابومالک اشعری نے حدیث بیان کی اور بخدا انہوں نے
جھوٹ نہیں بولا (یہ جملہ عبدالرحمن نے بطور تاکید کہا) انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

(۹۲) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

(۹۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

(۹۴) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

ہوئے سنا کہ عنقریب میری امت میں ایسی قوم پیدا ہوگی جو زنا، ریشم، شراب اور باجوں کو حلال سمجھے گی اور کچھ قومیں ایسی ہوں گی جو ایک پہاڑ کے پہلو میں رہائش پذیر ہوں گی (اور اس قدر عیش و عشرت میں ہوں گی کہ ان کو کام وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی بلکہ چرواہا ریوڑ لے کر شام کو ان کے پاس لوٹے گا۔ ان کے پاس فقیر اپنی ضرورت لے کر آئے گا (تو اسے ٹالنے کے لیے) وہ لوگ اس سے کہیں گے کہ (آج نہیں) کل صبح ہمارے پاس آنا، اللہ تعالیٰ (اگلی صبح سے پہلے پہلے) اسی رات انہیں ہلاک کر دے گا، وہ پہاڑ ان پر گر دے گا اور باقی کو بندر اور سور کی شکل میں قیامت تک کے لیے مسح کر دے گا۔

وقال هشام بن عمار حدثنا صدقة بن خالد

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسی طرح تعلیقاً "قال" فرمایا ہے، ہشام بن عمار امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں اور اپنے کسی شیخ سے اس طرح کے صیغے کے ساتھ حدیث نقل کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے یہ حدیث ان سے مذاکرہ کے طور پر سنی ہوگی (۹۵)۔

حدیث باب پر ابن حزم کا اعتراض اور اس کا جواب

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے "المحلی" میں اس حدیث کو منقطع قرار دیا، انہوں نے کہا کہ امام بخاری اور ہشام کے درمیان یہاں واسطہ منقطع ہے، امام بخاری نے "قال لی ہشام" نہیں کہا، لہذا یہ حدیث متصل نہیں، منقطع ہے (۹۶)۔

لیکن ابن صلاح نے "مقدمہ علوم الحدیث" میں ابن حزم کے اس اعتراض کو رد کیا ہے اور اسے کئی وجوہ سے غلط قرار دیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ امام بخاری صرف "قال" کہہ کر اپنے کسی شیخ سے حدیث نقل کرتے ہیں، یہ یا تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ثقہ راویوں سے اس حدیث کی نقل مشہور ہوتی ہے یا امام بخاری نے خود وہ حدیث دوسری جگہ موصولاً نقل کی ہوتی ہے یا اس کے علاوہ کوئی اور سبب ہوتا ہے، تاہم انقطاع اس کا سبب نہیں ہوتا، صورتاً اگرچہ اسے منقطع کہہ سکتے ہیں لیکن حکماً وہ منقطع نہیں

(۹۵) إرشاد الساری: ۱۴/۳۳۳۔ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵

(۹۶) المحلی لابن حزم۔ وفتح الباری: ۱۰/۶۵

ہوتی، چنانچہ وہ ”علوم الحدیث“ میں فرماتے ہیں:

”التعليق في أحاديث من صحيح البخاري قطع إسناده صورته صورة الانقطاع وليس حكمه حكمه ، ولا خارجا ما وجد ذلك فيه منه من قبيل الصحيح إلى قبيل الضعيف ولا التفات إلى أبي محمد بن حزم الظاهري الحافظ في رده ما أخرجه البخاري من حديث أبي عامر، أو أبي مالك الأشعري عن رسول الله صلى الله عليه وسلم : ”وليكونن في أمتي أقوام يستحلون الحر والحرير والخمر والمعازف“ الحديث “ من جهة أن البخاري أورده قائلا فيه: ”قال هشام بن عمار“ وساقه بإسناده، فزعم ابن حزم أنه منقطع فيما بين البخاري وهشام ، وجعله جوابا عن الاحتجاج به على تحريم المعازف، وأخطأ في ذلك من وجوه، والحديث صحيح معروف الاتصال بشرط الصحيح، والبخاري رحمه الله قد يفعل ذلك لكون ذلك الحديث معروفا من جهة الثقات عن ذلك الشخص الذي علقه منه، وقد يفعل ذلك لكونه قد ذكر ذلك الحديث في موضع آخر من كتابه مسندا متصلاً ، وقد يفعل ذلك من الأسباب التي لا يصحبها خلل الانقطاع“ (۹۷)

ابن صلاح نے مقدمہ علوم الحدیث میں ابن حزم کے اعتراض کو کئی وجوہ سے غلط قرار دیا لیکن ان وجوہ کی تفصیل انہوں نے اس میں ذکر نہیں کی البتہ مسلم شریف کی شرح میں انہوں نے اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

ایک تو یہ کہ اس حدیث میں سرے سے انقطاع نہیں کیونکہ ہشام سے امام بخاری کی ملاقات اور سماع دونوں ثابت ہیں، دوسرے یہ کہ یہ حدیث بعینہ امام بخاری کے علاوہ دوسری سندوں کے ساتھ مصلاً

منقول ہے (۹۸)۔

چنانچہ طبرانی، ابن حبان اور امام ابوداؤد نے بھی اپنی سندوں کے ساتھ اس حدیث کی تخریج کی ہے (۹۹)۔

ابن الملقن نے شرح ترمذی میں فرمایا کہ یہ حدیث ”مستخرج اسماعیلی“ میں خود امام بخاری سے بھی موصولاً منقول ہے۔ اس میں ہے ”حدثنا الحسن بن سفیان حدثنا هشام بن عمار.....“ (۱۰۰)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ کی اس صنیع کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”الذی یوردہ البخاری من ذلک علی أنحاء: منها ما یصرح فیہ بالسماع عن ذلک الشیخ بعینہ إما فی نفس الصحیح وإما -خارجہ، والسبب فی الأول إما أن یكون أعاده فی عدة أبواب وضاق علیہ مخرجه فتصرف حتی لا یعیده علی صورة واحدة فی مکانین، وفی الثانی أن لا یكون علی شرطه إما لقصور فی بعض رواته وإما لكونه موقوفا، ومنها ما یوردہ بواسطة عن ذلک الشیخ، والسبب فیہ کالأول، لکنه فی غالب هذا لا یكون مکررا عن ذلک الشیخ، ومنها ما لا یوردہ فی مکان آخر من الصحیح مثل حدیث الباب، فهذا مما کان أشکل أمره علیّ، والذی یظهرلی الآن أنه لقصور فی سیاقه، وهو هنا تردد هشام فی اسم الصحابی“ (۱۰۱)۔

(۹۸) شرح مسلم للنووی: ۱/۱۸، وإغاثة اللفهان لابن القيم: ۱۳۹، وتعلیقات علوم الحدیث لنورالدین عتر: ۶۸

(۹۹) دیکھیے سنن أبی داؤد، کتاب اللباس، باب ماجاء فی الخبز (رقم الحدیث: ۴۰۳۹) وفتح الباری: ۱۰/۶۶

(۱۰۰) فتح الباری: ۱۰/۶۶

(۱۰۱) فتح الباری: ۱۰/۶۵

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ یہ صنیع مختلف صورتوں میں اختیار کرتے ہیں:

① یہ صورت امام ایک تو وہاں اختیار فرماتے ہیں جہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے سماع کی تصریح خود صحیح بخاری میں کی ہوتی ہے، تاہم وہ تفسیر عبارت کے لیے ایسا کرتے ہیں یعنی ایک حدیث کو مختلف ابواب میں امام بخاری کو بار بار ذکر کرنا ہوتا ہے، تو بعض مقامات پر وہ سماع کی تصریح کے ساتھ اسے ذکر کر دیتے ہیں اور بعض جگہ سماع کی تصریح نہیں ہوتی تاکہ عبارت میں تفسیر برقرار رہے اور ظاہر ہے اس صورت میں وہ حدیث منقطع نہیں ہوتی، بلکہ موصول ہوتی ہے، اگرچہ ظاہر اوہ تعلیق ہوتی ہے لیکن درحقیقت وہ موصول ہوتی ہے۔

② اور دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کے علاوہ کہیں اور اس شیخ سے سماع کی تصریح کی ہوتی ہے، مثلاً "الادب المفرد" میں تاہم صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ نے سخت شرطوں کا جو التزام کیا ہے، وہ روایت ان شرطوں کے مطابق نہیں ہوتی، اس لیے کہ یا تو وہ موقوف ہوتی ہے، یا امام نے براہ راست وہ حدیث اس شیخ سے نہیں سنی ہوتی اور یا وہاں بھی تفسیر عبارت مقصود ہوتا ہے۔ اب موقوف ہونے کی صورت میں یا براہ راست اس شیخ سے نہ سننے کی صورت میں تو وہ حدیث منقطع کہلائے گی البتہ اگر تفسیر عبارت کے لیے ایسا کیا ہے تو اس صورت میں وہ موصول ہوگی۔

لیکن صحیح بخاری میں امام بخاری عموماً ایسے شیخ سے احادیث زیادہ نہیں لیتے۔

③ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے سماع کی تصریح نہ صحیح بخاری میں کی ہوتی ہے، نہ صحیح بخاری کے علاوہ کسی اور جگہ سماع کی تصریح ہوتی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ صورت مجھ پر مشتبہ رہی، لیکن اب یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ امام اس طرح وہاں کرتے ہیں جہاں سیاق سند میں کوئی کمی ہو، چنانچہ حدیث باب میں بھی یہ کمی موجود ہے، کیونکہ ہشام کو صحابی کے نام میں تردد ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے سماع کی تصریح نہیں فرمائی۔ یعنی وہ حدیث تو منقطع نہیں ہوتی، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس شیخ سے براہ راست سنی ہوتی ہے لیکن چونکہ سند کے سیاق میں کوئی کمزوری ہوتی ہے، اس لیے امام بخاری اس کو موصول کی شکل میں سماع کی تصریح کے ساتھ نقل نہیں فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

يستحلون الحر

جر (حاء کے کسرہ اور راء کی تخفیف کے ساتھ) فرج کو کہتے ہیں یعنی وہ لوگ زنا کو حلال سمجھیں گے، علامہ عینی نے فرمایا کہ یہ اصل میں ”الحرح“ ہے، ایک حاء کو تخفیفاً حذف کر دیا (۱۰۲)۔

ابن التین اور بعض لوگوں نے اسے ”الخز“ (بالحاء و الزاء المعجمتین) نقل کیا ہے (۱۰۳)۔

خز ریشم کو کہتے ہیں۔ لیکن ابن عربی نے اس کو تصحیف قرار دیا (۱۰۴)، علامہ عینی نے ”خز“ والی روایت کو ترجیح دی ہے (۱۰۵)۔ خز ایک خاص کپڑا تھا جو اون اور ریشم سے بنایا جاتا تھا، ریشم کا استعمال مردوں کے لیے جائز نہیں ہے، یہاں ممانعت اس خز سے متعلق ہے جو خالص ریشم کا بنایا جاتا ہے۔

المعازف

یہ مِعْزَفَةٌ یا مِعْزَفٌ کی جمع ہے، اس سے یا تو لہو و لعب کے آلات، باجے وغیرہ مراد ہیں یا اس سے باجوں کی آوازیں گانے وغیرہ مراد ہیں (۱۰۶)۔

ولینزلن أقوام إلى جنب علم يروح عليهم بسارحة

”یروح“ کا فاعل ”الرأعی“ محذوف ہے جس پر قرینہ لفظ سارحة ہے اس لیے کہ سارحة چرنے والی بکری وغیرہ کو کہا جاتا ہے اور اس کے لیے راعی کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اور بعض روایات میں تروح علیہم سارحة مروی ہے، اس وقت ”تروح“ کا فاعل سارحة ہوگا (۱۰۷)۔

(۱۰۲) عمدة القاری: ۱۷۶/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۵/۱۴

(۱۰۳) عمدة القاری: ۱۷۶/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۵/۱۴

(۱۰۴) عمدة القاری: ۱۷۶/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۵/۱۴

(۱۰۵) عمدة القاری: ۱۷۶/۲۱

(۱۰۶) عمدة القاری: ۱۷۶/۲۱، وفتح الباری: ۶۸/۱۴

(۱۰۷) عمدة القاری: ۱۷۶/۲۱، وعمدة القاری: ۶۸/۱۰

يأتيهم --- يعني الفقير --- لحاجة

یأتی کا فاعل ”الفقير“ محذوف ہے، اس لیے راوی نے یعنی الفقير سے اس کی وضاحت کی، بعض روایات میں یأتیهم رجل اور بعض میں یأتیهم صاحب حاجة وارد ہوا ہے (۱۰۸)۔

فَيُيْتِيهِمُ اللَّهُ وَيُضَعُ الْعِلْمَ وَيَمْسَخُ آخِرِينَ قَرْدَةً وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ

ییتہم اللہ کے معنی ہیں کہ اللہ ان کو رات کے وقت ہلاک کر دے گا اور دوسروں کو بندروں اور سور کی شکل میں مسح کر دے گا۔

مسخ سے یا تو مسخ ظاہری حقیقی مراد ہے اور یا یہ اخلاق کی تبدیلی سے کنایہ ہے کہ ان میں بندروں اور خنزیروں کی عادات آجائیں گی، بندر کا مزاج حرص ہے اور خنزیر کے مزاج میں بے حیائی ہے (۱۰۹)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ”والأول أليق بالسياق“ (۱۱۰)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اس امت میں جزوی مسخ واقع ہوگا (۱۱۱)۔

اور بعضوں نے کہا کہ اس مسخ سے مسخ قلوب مراد ہے (۱۱۲) مسخ قلوب کا حاصل بھی وہی ہے جو مسخ اخلاق کا ہے یعنی ان کے اخلاق اور دل کے خیالات بگڑ جائیں گے۔

إلى يوم القيامة

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان کا وہ مسخ موت تک ممتد ہوگا کیونکہ آدمی کی موت اس کے لیے بمنزلہ قیامت ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ

(۱۰۸) عمدة القاری: ۱۷۶/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۵/۱۲، وفتح الباری: ۶۸/۱۰

(۱۰۹) فتح الباری: ۶۹/۱۰، وعمدة القاری: ۱۷۶/۲۱

(۱۱۰) فتح الباری: ۶۹/۱۰

(۱۱۱) شرح الکرمانی: ۱۳۸/۲۰

(۱۱۲) شرح البتاری للکرمانی: ۱۳۸/۲۰

ان کا حشر قردہ اور خنازیر کی صورت میں ہوگا، چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إلى يوم القيامة..... إشارة إلى أن مسخهم امتد إلى الموت، وأن من مات فقد قامت قيامته، ويمكن أن يكون حشرهم على تلك الصور أيضاً“ (۱۱۳)۔

حدیث شریف کا مطلب

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ میری امت میں کچھ ایسے گروہ اور طبقے بھی پیدا ہوں گے جو ریشمی کپڑوں اور شراب و موسیقی کو جائز سمجھیں گے اور اپنی رہائش گاہیں بلند و ممتاز اور نمایاں مقامات پر بنائیں گے، ان کی یہ ممتاز اور نمایاں حیثیت دیکھ کر غریب اور محتاج لوگ اپنی حاجتیں اور ضرورتیں لے کر ان کے پاس آیا کریں گے، اللہ کی نعمتوں کی فراوانی کے باوجود یہ لوگ بہت بخیل ہوں گے، آنے والے حاجت مندوں کو ٹالنے کے لیے کہیں گے کہ کل آجاؤ لیکن کل کی آمد سے پہلے پہلے بتلائے عذاب ہو جائیں گے، علامہ طیبی رحمہ اللہ شرح مشکاة میں فرماتے ہیں:

”فإن قلت كيف يكون نزول بعضهم إلى جنب علم، ورواح سارحتهم عليهم، ودفعهم ذا الحاجة بالمطل والتسويق، سببا لهذا العذاب الأليم والنكال الهائل، قلت: إنهم لما بالغوا في الشح والمنع بولغ في العذاب، وبيان ذلك أن في إيثار ذكر العلم على الجبال إيذانا بأن المكان منخصب مسرع ومقصد لذوى الحاجات، فيلزم منه أن يكونوا ذوى ثروة وموتلا للملهوفين، فكما دل خصوصية المكان على ذلك المعنى دل خصوصية الزمان في قوله: يروح عليهم سارحتهم وتعديته ”على“ المنبهة بالاستعلاء على أن ثروتهم حينئذ أوفر وأظهر، وأن

احتیاج الواردین أشد، لأنهم أحوج ما يكونون حينئذ۔ وفي قولهم: "ارجع إلينا غداً" إدماج لمعنى الكذب، وخلف الموعد واستهزاء بالطالب، فإذا تستأهلون أن يعذبوا بكل نكال" (۱۱۴)۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے حدیث کا مفہوم اشکال اور جواب کی صورت میں سمجھایا ہے، کہ کسی کے ذہن میں یہ شبہ ہو کہ یہ لوگ اس قدر سخت عذاب کے کیونکر مستحق ہوں گے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ ایسی عالی شان پر فضا مقامات اور خوب صورت جگہوں میں رہیں گے جہاں حاجت مند تعاون کی امید اور توقع لے کر جائیں گے، اور ان کے سامنے دستِ سوال دراز کریں گے، اس خیال سے کہ وہ لوگ ان کی مدد کریں گے لیکن وہ ان کی مدد نہیں کریں گے، بلکہ ٹال مٹول سے کام لیں گے، انہیں ٹالتے رہیں گے، کہیں گے کہ کل آئیں، بخل میں اور خیر و بھلائی منع کرنے میں مبالغہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھر ان کے لیے مقرر کردہ عذاب بھی اتنا ہی سخت ہوگا۔

"یروح إلیہم" نہیں کہا بلکہ "علیہم" فرمایا گیا "علی" لا کر اشارہ کر دیا کہ ان کے پاس اس وقت بہت زیادہ دولت و ثروت ہوگی کیونکہ علی استعلاء کے لیے آتا ہے۔

"ارجع إلینا غدا" میں ان کے جھوٹ کی طرف اشارہ ہے کہ وہ ازراہ استہزاء محتاجوں سے کہیں گے کہ کل آجائیں، مقصد صرف انہیں ٹالنا ہوگا، اس لیے وہ سخت سزا کے مستحق قرار پائیں گے۔

ترجمة الباب سے حدیث کی مناسبت

ترجمة الباب کے جزء اول ”یستحل الخمر“ کی مناسبت تو حدیث سے بالکل ظاہر ہے، البتہ ترجمہ کے جزء ثانی ویسمیہ بغیر اسمہ کی مناسبت ظاہر نہیں، کیونکہ حدیث میں مطلقاً خمر کو حلال سمجھنے کا ذکر سے اس سلسلے میں دو باتیں کہی گئی ہیں:

① شارحین نے لکھا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے جزء ثانی سے امام ابو داؤد رحمہ اللہ کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے، ابو داؤد میں ابو مالک اشعرؓ ہی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ”لیشربن ناس من أمتی الخمر یسمونها بغیر اسمها“ (۱۱۵) ابن حبان نے اس کی تصحیح کی ہے (۱۱۶)۔ اس حدیث کے اور بھی کئی شواہد ہیں، چنانچہ امام ابن ماجہ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مرفوع روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”یشرب ناس من أمتی الخمر باسم یسمونها إیاءہ“ (۱۱۷)۔

اس کی مزید تفصیل ابن ابی عاصم کی روایت میں ہے کہ حضرت مسلم خولانی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے شام اور وہاں کی سردی کے متعلق ان سے پوچھا تو وہ کہنے لگے ”اہل شام شراب پیتے ہیں جسے ”ظلاء“ کہا جاتا ہے“..... حضرت عائشہؓ نے یہ سن کر فرمایا ”صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سمعته یقول: إن ناساً من أمتی یشربون الخمر، ویسمونها بغیر اسمها“ (۱۱۸)۔

چونکہ یہ احادیث امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے انہوں نے اپنی عادت کے مطابق ترجمہ الباب میں ان کی طرف اشارہ کر دیا (۱۱۹)۔

(۱۱۵) سنن أبی داؤد، کتاب الأشربة، باب فی الداذی (رقم الحدیث: ۳۶۸۸)

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/۶۳۔

(۱۱۷) سنن ابن ماجہ، کتاب الأشربة، باب الخمر یسمونها بغیر اسمها (رقم الحدیث: ۳۳۸۵) وفتح الباری: ۱۰/۶۳

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/۶۳

(۱۱۹) الأبواب والتراجم: ۲/۹۶ وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۶، وفتح الباری: ۱۰/۶۳

② ابن منیر نے فرمایا کہ ترجمۃ الباب کا جزء ثانی حدیث میں واقع ”من امتی“ کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے، کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسلمان ہوں گے جب کہ مستحل خمر کافر ہوتا ہے، لہذا وہ تاویل کے ساتھ اس کو حلال سمجھیں گے، اس طرح کہ شراب اور نشہ آور مشروب کا کوئی اور نام طلاء اور نمبذ وغیرہ رکھ کر اسے استعمال کریں گے (۱۲۰) چنانچہ ابن منیر لکھتے ہیں:

”الترجمة مطابقة للحديث إلا في قوله: ”ويسمي به غير اسمه“ فكأنه قنع بالاستدلال له بقوله في الحديث: ”من امتي“ لأنه من كان من الأمة المحمدية يبعد أن يستحل الخمر بغير تأويل، إذ لو كان عنادا ومكابرة لكان خارجا عن الأمة، لأن تحريم الخمر قد علم بالضرورة“ (۱۲۱)

۶ - باب : الأنتباز في الأوعية والنور .

۵۲۶۹ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَهْلًا يَقُولُ : أَتَى أَبُو أُسَيْدٍ السَّاعِدِيُّ فَدَعَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فِي عُرْسِهِ . فَكَانَتْ أُمَّرَأَتُهُ خَادِمَتُهُمْ . وَهِيَ الْعُرُوسُ . قَالَ : أَتَدْرُونَ مَا سَقَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ؟ أَنْقَعَتْ لَهُ تَمْرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ . [ر : ۴۸۸۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے اندر برتنوں میں نمبذ بنانے کا مسئلہ بیان کیا ہے، اوعیہ و عاء کی جمع ہے برتن کو کہتے ہیں (۱) اور تور ایک خاص برتن کا نام ہے، یہ پیتل، تانبے، لکڑی اور پتھر سے بنایا جاتا تھا (۲)، علامہ ابن المنذر نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جس تور میں نمبذ بنائی جاتی تھی، وہ پتھر کا تھا (۳)۔

(۱۲۰) الأبواب والتراجم: ۲/۹۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۵، وفتح الباری: ۱۰/۶۳

(۱۲۱) فتح الباری: ۱۰/۶۳

(۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۷

(۲) الأبواب والتراجم: ۲/۹۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۳۶، وفتح الباری: ۱۰/۶۹

(۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۷، وفتح الباری: ۱۰/۷۰

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت جو حدیث ذکر کی ہے، وہ کتاب النکاح میں ”باب قیام المرأة على الرجال في العرس“ کے تحت گزر چکی ہے (۴)۔ سند میں ”سہل“ صحابی کا نام ہے، ان کا نام حزن تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر سہل رکھا (۵)، یہ مدینہ منورہ میں وفات پانے والے سب سے آخری صحابی تھے، ان کی وفات ۹۱ھ یا ۸۸ھ میں ہوئی ہے (۶)۔

فكانت امرأته خادمتهم وهي العروس

یعنی ابواسید کی بیوی مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی، حالانکہ وہ نئی دلہن تھی، خادم کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس لیے یہاں مؤنث کے لیے استعمال کیا ہے (۷)۔

قال: أتدرون ما سقّت رسول الله صلى الله عليه وسلم

حضرت سہل فرما رہے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ابواسید کی اہلیہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا چیز پلائی، اس نے چند کھجوریں رات ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک لکڑی کے پیالے میں بھگو دی تھیں، إنقاع کے معنی نقیع بنانے کے ہیں اور نقیع کھجوروں کو پانی میں ڈال کر بنایا جاتا ہے۔

۷ - باب : ترخيص النبي ﷺ في الأوعية والظروف بعد النهي .

۵۲۷۰ : حدثنا يوسف بن موسى : حدثنا محمد بن عبد الله أبو أحمد الزبيری :

حدثنا سفيان . عن منصور . عن سالم . عن جابر رضي الله عنه قال : نهى رسول الله ﷺ عن الظروف . فقالت الأنصار : إنه لا بد لنا منها . قال : (فلا إذا) .

وقال خليفة : حدثنا يحيى بن سعيد : حدثنا سفيان . عن منصور . عن سالم بن أبي

الجعدي . بهذا .

(۴) کشف الباری، کتاب النکاح: ۳۰۴

(۵) الإصابة في تمييز الصحابة: ۸۸/۲

(۶) الإصابة في تمييز الصحابة: ۸۸/۲، الاستيعاب لابن عبد البر: ۹۶/۲

(۷) إرشاد الساری: ۳۳۶/۱۴، وعمدة القاری: ۱۷۷/۲۱

حدَّثنا عبدُ اللهِ بنُ مُحَمَّدٍ : حدَّثنا سُفْيَانُ بِهَذَا . وَقَالَ فِيهِ : لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْأَوْعِيَةِ .
 ۵۲۷۱ : حدَّثنا عَلِيُّ بنُ عَبْدِ اللهِ : حدَّثنا سُفْيَانُ . عَنْ سُلَيْمَانَ بنِ أَبِي مُسْلِمٍ الْأَحْوَلِ .
 عَنْ مُجَاهِدٍ . عَنْ أَبِي عِيَاضٍ . عَنْ عَبْدِ اللهِ بنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا نَهَى النَّبِيُّ ﷺ
 عَنِ الْأَسْتَبِيَةِ . قِيلَ لِلنَّبِيِّ ﷺ : نَيْسَ كُلُّ النَّاسِ يَجِدُ سِقَاءً . فَرِحَ لِهِمْ فِي الْجَرِّ غَيْرَ الْمَرْفَتِ .
 ۵۲۷۲ : حدَّثنا مُسَدَّدٌ : حدَّثنا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ
 التَّمِيمِيِّ . عَنْ الْحَارِثِ بنِ سُوَيْدٍ . عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الدُّبَاءِ وَالْمَرْفَتِ
 حَدَّثَنَا عُثْمَانُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا .

۵۲۷۳ : حَدَّثَنِي عُثْمَانُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ مَنْصُورٍ . عَنْ إِبْرَاهِيمَ : قُلْتُ لِلْأَسْوَدِ :
 هَلْ سَأَلْتَ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ عَمَّا يُكْرَهُ أَنْ يُتَّبَدَ فِيهِ ؟ فَقَالَ : نَعَمْ . قُلْتُ : يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ ،
 عَمَّ نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُتَّبَدَ فِيهِ ؟ قَالَتْ : لَهَانَا فِي ذَلِكَ أَهْلَ الْبَيْتِ أَنْ يُتَّبَدَ فِي الدُّبَاءِ وَالْمَرْفَتِ ،
 قُلْتُ : أَمَا ذَكَرْتَ الْجَرَ وَالْحَنْمَ ؟ قَالَ : إِنَّمَا أُحَدِّثُكَ مَا سَمِعْتُ . أَفَأَحَدَّثُ مَا لَمْ أَسْمَعْ ؟

۵۲۷۴ : حَدَّثَنَا مُوسَى بنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ : حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ قَالَ : سَمِعْتُ
 عَبْدَ اللهِ بنَ أَبِي أَوْفَى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الْجَرِّ الْأَحْضَرِ . قُلْتُ : أَشْرَبُ
 فِي الْأَبْيَضِ ؟ قَالَ : (لا) .

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع میں حتم، دباء، وغیرہ مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے سے
 منع فرمایا تھا لیکن بعد میں آپ ﷺ نے اجازت دیدی تھی، گویا کہ سابقہ حکم منسوخ ہو چکا تھا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں:

پہلی حدیث حضرت جابرؓ کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو رخصت
 عنایت فرمائی تھی، وہ عام تھی۔

دوسری حدیث میں مزفت اور تیسری اور چوتھی حدیث میں دباء اور پانچویں حدیث میں جر
 اخضر یعنی حتم کے متعلق نہیں برقرار رکھی گئی ہے، ان چاروں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رخصت
 عام نہ تھی، مزفت، دباء اور حتم کے حق میں سابقہ نہیں برقرار رہی ہے۔

حاصل یہ کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب کے تحت پانچ احادیث ذکر فرمائی ہیں، ان میں سے آخری چار احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جو رخصت دی ہے، وہ عام نہیں ہے، امام بخاری کی صنیع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی عموم رخصت کے قائل نہیں ہیں (۸)

مخصوص برتنوں میں نبیذ بنانے کا مسئلہ

در حقیقت یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ چار برتنوں میں نبیذ بنانے سے ابتداءً منع کیا گیا تھا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ بعد میں حضور ﷺ نے رخصت دی تھی، تاہم اس میں اختلاف ہے کہ سب برتنوں میں رخصت دی گئی ہے، یا بعض میں۔

امام مالک رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ دبا اور مزفت میں نبی باقی ہے اور باقی برتنوں میں نبی منسوخ ہو چکی ہے (۹)، پھر اس نبی کے متعلق امام مالک سے دو قول منقول ہیں، ایک تحریم کا اور دوسرا کراہت کا، لیکن ان کا راجح قول کراہت والا ہے، چنانچہ اوجز المسالک میں کتب مالکیہ کے مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ”وعلم من ذلك أن المعروف في مذهب الإمام مالك الكراهة على الدباء، والمزفت فقط“ (۱۰)

امام شافعی رحمہ اللہ بھی ان میں انتباذ (نبیذ بنانے) کو مکروہ فرماتے ہیں (۱۱) امام احمد کی ایک روایت بھی اسی کے مطابق ہے (۱۲)۔

(۸) فتح الباری: ۱۰/۷۱، الأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۹) فتح الباری: ۱۰/۷۱، أوجز المسالك، كتاب الأشربة، ماينهى أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، الأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۱۰) أوجز المسالك، كتاب الأشربة، باب ماينهى أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۰، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۱۱) فتح الباری: ۱۰/۷۱، أوجز المسالك، كتاب الأشربة، باب ماينهى أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، والأبواب

والتراجم: ۲/۹۶

(۱۲) فتح الباری: ۱۰/۷۱، أوجز المسالك، كتاب الأشربة، باب ماينهى أن يتبذ فيه: ۱۳/۳۵۱، والأبواب

والتراجم: ۲/۹۶، المغنی: ۹/۱۳۴

حنفیہ کا مسلک

حضرات حنفیہ کے نزدیک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت عامہ دی ہے، اس لیے ان کے نزدیک تمام برتنوں میں بلا کراہت نمبذ بنانا جائز ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان چار برتنوں کی نہیں منسوخ ہو چکی ہے (۱۳)، جیسا کہ یہاں باب کی پہلی روایت میں ہے، امام احمد کی دوسری روایت بھی حنفیہ کے مطابق ہے (۱۴)

امام مالک وغیرہ باب کی باقی احادیث سے استدلال کرتے ہیں جن میں جر غیر مزفت کی رخصت ہے اور جر مزفت اور دبا کی ممانعت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دبا اور مزفت تو علیٰ حالہما ممنوع ہیں اور دوسرے برتنوں کی ممانعت ختم ہو گئی ہے اور ان کے استعمال کی اجازت دیدی گئی ہے۔

حضرات حنفیہ باب کی پہلی حدیث کے علاوہ مسلم شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”كنت نهيتكم عن الأشربة في ظروف الأدم، فاشربوا في كل وعاء، غير أن لاتشربوا مسكرا“ (۱۵)۔

باب کی پہلی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظروف (مزفت دبا وغیرہ.....) سے منع فرمایا، اس پر حضرات انصار نے کہا کہ ان برتنوں کے سوا تو کوئی چارہ کار نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ پھر اس صورت میں یہ ممانعت نہیں۔

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۱۶)

(۱۳) أوجز المسالك، كتاب الأشربة، باب ما ينهى أن يتبذ فيه: ۳۵۰/۱۳، والأبواب والتراجم: ۹۶/۲، فتح الباری: ۱۰/۷۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۷۸

(۱۴) فتح الباری: ۱۰/۷۱، والأبواب والتراجم: ۹۶/۲، وأوجز المسالك، كتاب الأشربة، ما ينهى أن يتبذ فيه: ۳۵۱/۱۳

(۱۵) صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب النهي عن الانتباز في المزفت والدياء والحنتم..... ۱۵۸۵/۳ (رقم الحديث: ۹۷۷)

(۱۶) (۵۲۷۰) الحديث أخرجه أبو داود في الأشربة، باب في الأوعية: ۳/۳۳۲ (رقم الحديث: ۳۶۹۹)، وأخرجه الترمذی في الأشربة، باب ماجاء في الرخصة أن يُبذ في الظروف: ۲۹۵/۳ (رقم الحديث: ۱۸۷۰)

قال: فلا إذاً

یہ جواب شرط ہے، اسی کا لفظ لا بدلکم منها فلانہی عنہا..... علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے

ہیں:

”و حاصلہ أن النهی کان علی تقدیر عدم الاحتیاج إليها فلما ظهرت الضرورة إليها، قررهم علی استعمالهم إياها أو نسخ ذلك بوحی نزل إليه فی الحال، أو كان الحکم فی تلك المسألة مفوضاً إلى رأيه“ (۱۷)

یعنی ممانعت کا حکم عدم احتیاج کی صورت میں تھا لیکن جب لوگوں کی ضرورت ظاہر ہوئی تو حضور ﷺ نے ان کے استعمال کو برقرار رکھا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سابقہ حکم نئی وحی سے منسوخ ہو گیا، تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس مسئلہ میں حکم کو برقرار رکھنا اور منسوخ کرنا حضور اکرم ﷺ کی رائے پر چھوڑ دیا گیا تھا۔

وقال لی خلیفة.....

خلیفہ بن خیاط امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ہیں، یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے غالباً بطور مذاکرہ سنی ہوگی، اس لیے ”حدثنی“ کا صیغہ ترک کر کے ”قال“ فرمایا (۱۸)۔

پہلی روایت کی سند میں سالم مجرد تھا یعنی والد کے نام کے بغیر تھا، اس روایت میں سالم بن ابی الجعد..... والد کا نام بھی آگیا، اسی طرح پہلی روایت میں سفیان ثوری تھا اور اس میں سفیان بن عیینہ مراد ہیں (۱۹)

حدثنا علی بن عبد اللہ.....

(۱۷) عمدة القاری: ۱۷۸/۲۱، وفتح الباری: ۷۲/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۳۷/۱۴

(۱۸) إرشاد الساری: ۳۳۷/۱۴ وعمدة القاری: ۱۷۸/۲۱

(۱۹) عمدة القاری: ۱۷۸/۲۱

ابو عیاض

سند میں ابو عیاض کے نام میں مختلف اقوال ہیں اور دو قول مشہور ہیں، عمرو بن الاسود اور قیس بن ثعلبہ لیکن راجح عمرو بن الاسود ہے (۲۰) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ انہوں نے پایا تھا لیکن شرف صحابیت انہیں حاصل نہ ہو سکا (۲۱) بعض علماء نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے (۲۲)

ابن سعد نے ان کے بارے میں فرمایا ”کان ثقة، قليل الحديث“ (۲۳)

اور ابن عبدالبر نے فرمایا ”أجمعوا على أنه كان من العلماء الثقات“ (۲۴)

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۲۵) اس میں جر غیر مزفت کی رخصت دی گئی ہے۔

جر (جیم کے فتح اور راء کی تشدید کے ساتھ) جرة کی جمع ہے، خم کو کہتے ہیں جو مٹی سے بنایا جاتا

ہے۔

حدثنی عثمان.....

یہ حدیث اور اس سے پہلے مسدود والی حدیث ان دونوں کو امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار

(۲۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۹، وفتح الباری: ۱۰/۷۳

(۲۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۸، و تہذیب التہذیب: ۸/۵

(۲۲) تہذیب التہذیب: ۸/۵

(۲۳) طبقات ابن سعد: ۷/۴۴۲

(۲۴) تہذیب التہذیب: ۸/۱۵، ابن حبان نے انہیں کتاب الثقات: (۵/۱۷۱) میں ذکر کیا ہے، ان کے حالات کے لیے

دیکھیے تہذیب الکمال: ۲۱/۵۲۳-۵۲۵

(۲۵) (۵۲۷۱) الحدیث، أخرجه مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتباز فی المزفت: ۳/۱۵۸۵ (رقم

الحدیث: ۲۰۰۰) وأخرجه أبو داود فی الأشربة، باب فی الأوعية: ۳/۳۳۲ (رقم الحدیث: ۳۷۰۰) وأخرجه

النسائی فی الأشربة، باب فی الرخصة فی نبيذ الجر: ۳/۱۹۰ (رقم الحدیث: ۶۸۴۱)

ذکر فرمایا ہے (۲۶)

حضرت ابراہیم نخعی کہہ رہے ہیں کہ میں نے اسود سے پوچھا کیا تم نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے اس چیز کے متعلق دریافت کیا ہے جس میں نبیذ بنانا مکروہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں، میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز میں نبیذ بنانے سے منع فرمایا ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم اہل بیت کو دبا اور مزفت میں نبیذ بنانے سے حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا تھا، ابراہیم کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، کیا حضرت عائشہؓ نے جر اور حنتم کا بھی ذکر کیا تھا تو انہوں نے کہا کہ میں تم سے وہ بات بیان کر رہا ہوں جو میں نے سنی ہے، کیا وہ بھی بیان کر دوں جو میں نے نہیں سنی۔

نہانا فی ذلك أهل البيت

اہل البيت منصوب علی الاختصاص ہے، علامہ عینی نے فرمایا کہ اسے ”نہانا“ کی ضمیر منصوب

سے بدل بھی بنا سکتے ہیں (۲۷)

قُلْتُ: أما ذكرت الجبر

قائل ابراہیم نخعی ہیں، وہ اسود سے پوچھ رہے ہیں کہ کیا حضرت عائشہؓ نے جر اور حنتم کا ذکر نہیں

کیا (۲۸)۔

أحدث ما لم أسمع

اس میں ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے، یعنی کیا میں وہ چیز بھی بیان کر دوں جو میں نے سنی نہیں

ہے، کشمہینی کی روایت میں ”أفأحدث“ ہے اور ایک روایت میں ”أفحدث“ صیغہ جمع کے ساتھ

(۲۶) (۵۲۷۳) الحدیث أخرجه مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتباز فی المزفت..... الخ: ۱۵۷۸/۳،

(رقم الحدیث: ۱۹۹۵)، وأخرجه النسائی فی الأشربة، باب فی الأوعية: ۱۸۷/۳، (رقم الحدیث: ۶۸۲۹)

(۵۲۷۲) الحدیث أخرجه مسلم فی الأشربة، باب النهی عن الانتباز فی المزفت..... الخ: ۱۵۷۸/۳ (رقم الحدیث:

۱۹۹۴) وأخرجه النسائی فی الأشربة باب النهی عن نبیذ الحر: ۱۸۹/۳ (رقم الحدیث: ۶۸۳۰)

(۲۷) عمدة القاری: ۱۸۰/۲۱، وفتح الباری: ۷۵/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۲

(۲۸) فتح الباری: ۷۵/۱۰، وعمدة القاری: ۱۸۰/۲۱

ہے (۲۹) مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جر اور حنتم کا ذکر نہیں کیا تو میں اپنی طرف سے کیسے بیان کر دوں۔

حدیثنا موسیٰ.....

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۰)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جر اخضر سے منع فرمایا، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی نے پوچھا کہ کیا جرابیض میں پی سکتے ہیں؟ حضور ﷺ نے اس کی بھی ممانعت فرمادی، اصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اخضر“ کا ذکر قید احترازی کے طور پر نہیں کیا تھا بلکہ چونکہ اس زمانے میں جر اخضر کا استعمال عام تھا، اس لیے بیان واقع کے طور پر اس کا ذکر فرمایا (۳۱)۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس میں حکم کا دار و مدار منکے کے اخضر یا بیض ہونے سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صفت اسکار سے ہے کہ اس طرح کے منکوں میں نبید و غیرہ جلد نشہ آور ہو جایا کرتی ہے، اس لیے منع فرمایا (۳۲) علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”حاصل الکلام أن النهی يتعلق بالإسکار، لا بالخضرة،

ولا بغيرها، وقد أخرج ابن أبي أوفى أنه كان يشرب نبيد الجبر الأخضر،

وأخرج أيضا بسند صحيح عن ابن مسعود أنه كان ينتبذ له في

الجبر الأخضر“ (۳۳)

(۲۹) عمدة القاری: ۱۸۰/۲۱، وفتح الباری: ۷۵/۱۰، إرشاد الساری: ۳۳۹/۱۴

(۳۰) (۵۲۷۴) الحدیث أخرجه النسائی فی الأشربة، باب الحجر الأخضر (رقم الحدیث: ۵۱۳۱ و ۵۱۳۲)

(۳۱) عمدة القاری: ۱۸۰/۲۱، وشرح البحاری للکرمانی: ۱۵۱/۲۰، وفتح الباری: ۷۶/۱۰، وإرشاد

الساری: ۳۳۰/۱۴

(۳۲) فتح الباری: ۷۶/۱۰، وعمدة القاری: ۱۸۰/۲۱، وشرح الکرمانی: ۱۵۱/۲۰

(۳۳) عمدة القاری: ۱۸۰/۲۱

۸ - باب : نَقِيعَ التَّمْرِ مَا لَمْ يُسْكَرْ .

۵۲۷۵ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَدْرِيُّ . عَنْ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ السَّاعِدِيَّ : أَنَّ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ دَعَا النَّبِيَّ ﷺ لِعُرْسِهِ . فَكَانَتْ أُمَّرَأَتُهُ خَادِمَهُمْ يَوْمَئِذٍ . وَهِيَ الْعُرُوسُ . فَقَالَتْ : هَلْ تَدْرُونَ مَا أَنْفَعْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ ؟ أَنْفَعْتُ لَهُ تَسْرَاتٍ مِنَ اللَّيْلِ فِي تَوْرٍ . [ر : ۴۸۸۱]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر نقیع تمر میں اسکار پیدا نہ ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، عدم اسکار کی قید اگرچہ روایت میں وارد نہیں ہے، مگر یہ قید اس طرح حدیث سے اخذ ہو سکتی ہے کہ وہ کھجوریں ایک رات رکھی گئی تھیں اور ایک رات میں سکر پیدا نہیں ہوتا (۳۴)۔

۹ - باب : الْبَاقِ . وَمَنْ نَهَى عَنْ كُلِّ مُسْكَرٍ مِنَ الْأَشْرِبَةِ .

وَرَأَى عُمَرَ وَأَبُو عُبَيْدَةَ وَمُعَاذُ شَرِبَ الطَّلَاءَ عَلَى الثَّلْثِ . وَشَرِبَ الْبِرَاءَ وَأَبُو جُحَيْفَةَ عَلَى النَّصْفِ .

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ : أَشْرَبَ الْعَصِيرَ مَا دَامَ طَرِيًّا .

وَقَالَ عُمَرُ : وَجَدْتُ مِنْ عُبَيْدِ اللَّهِ رِيحَ شَرَابٍ . وَأَنَا سَائِلٌ عَنْهُ . فَإِنْ كَانَ يُسْكَرُ جَلَدَتْهُ .

۵۲۷۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَثِيرٍ : أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ . عَنْ أَبِي الْجَوَيْرِيَّةِ قَالَ : سَأَلْتُ ابْنَ

عَبَّاسٍ عَنِ الْبَاقِ فَقَالَ : سَبَقَ مُحَمَّدٌ ﷺ الْبَاقِ : (فَمَا أَسْكَرَ فَهُوَ حَرَامٌ) . قَالَ : الشَّرَابُ

الْحَلَالُ الطَّيِّبُ . قَالَ : لَيْسَ بَعْدَ الْحَلَالِ الطَّيِّبِ إِلَّا الْحَرَامُ الْخَبِيثُ .

۵۲۷۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ : حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ . عَنْ

أَبِيهِ . عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُحِبُّ الْحَلْوَاءَ وَالْعَسَلَ . [ر : ۴۹۱۸]

بازق ذال کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے، یہ بازہ کا معرب ہے، بازہ شراب کو کہتے ہیں (۳۵)۔

ورأى عمر و أبو عبیدة و معاذ شربَ الطلاء على الثلث

حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ پک کر ایک تہائی رہ جانے والے طلاء کو جائز سمجھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے اثر کو امام مالک رحمہ اللہ نے اور حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذؓ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۶)

و شرب البراء و أبو جحيفة على النصف

حضرت براء بن عازب اور ابو جحیفہ (وہب بن عبد اللہ) نے پک کر نصف رہ جانے والے طلاء کو نوش فرمایا ہے، حضرت براء اور ابو جحیفہ کے اثر کو ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۳۷)۔

وقال ابن عباس: اشرب العصيرَ مادام طريا

یعنی انگور کا پانی جب تک تازہ رہے پیتے رہو، اس تعلیق کو امام نسائی نے ابو ثابت ثعلبی کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

”كنت عند ابن عباس، فجاءه رجل يسأله عن عصير، فقال:

اشربه ما كان طريا، قال: إني طبخت شرابا، وفي نفسي منه شيء، فقال:

أكنت شاربته قبل أن تطبخه، قال: لا، قال: فإن النار لا تحل شيئا

قد حرم“ (۳۸)

وقال عمر: وجدت من عبید اللہ ریح شراب، وأنا سائل عنه، فإن كان يسكر جلدته

(۳۵) فتح الباری: ۱۰/۷۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۳۱

(۳۶) فتح الباری: ۱۰/۷۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۳۱

(۳۷) فتح الباری: ۱۰/۷۹، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۳۱

(۳۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۱ و ۱۸۲، وفتح الباری: ۱۰/۷۹

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے (اپنے بیٹے) عبید اللہ کے منہ سے شراب کی بو محسوس کی ہے، میں اس سے تحقیق کروں گا، اگر وہ مسکر ہوئی تو اسے کوڑے لگاؤں گا۔

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے تحقیق کرنے کے بعد ان پر حد جاری فرمائی (۳۹)
اس تعلق کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۴۰)

سبق محمد الباذق ، فما أسکر فهو حرام

① حضرت ابن عباسؓ سے باذق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باذق سے پہلے ہی دنیا سے تشریف لے گئے (یعنی باذق نام کی چیز تو بعد میں وجود میں آئی ہے حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی) لہذا اب تو قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ماأسکر فهو حرام، اگر کوئی مشروب مسکر ہے تو حرام ہے، ورنہ نہیں (۴۱)۔

② اس جملے کا دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شراب کا باذق نام رکھنے سے پہلے ہی اسے حرام قرار دے چکے ہیں، چنانچہ ابن بطلان فرماتے ہیں ”أی سبق محمد بالتحريم للخمر قبل تسميتهم لها بالباذق“ (۴۲)

قال: الشراب الحلال الطيب، قال: ليس بعد الحلال الطيب إلا الحرام الخبيث
حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ شراب تو وہ ہے جو حلال طیب ہو، حلال طیب کے بعد حرام خبیث ہی رہ جاتا ہے کیونکہ جو مشکوک اشربہ ہیں، وہ بھی حرام کے قائم مقام ہیں، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ ”لامع الدراری“ میں اس جملے کی تشریح میں فرماتے ہیں:

ان شراب المسلم ما كان حلالاً طيباً، وأما ما سواه فهو الحرام

الخبيث ليس بشراب المسلم (۴۳)

(۳۹) فتح الباری: ۸۰/۱۰، وعمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۴۱/۱۴

(۴۰) عمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، وفتح الباری: ۸۰/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۴۱/۱۴

(۴۱) تعليقات لامع الدراری: ۲۳۷/۹

(۴۲) عمدة القاری: ۱۸۲/۲۱، وفتح الباری: ۸۱/۱۰

(۴۳) لامع الدراری: ۲۳۷/۹

بعضوں نے کہا کہ اس قول کا قائل معلوم نہیں کہ کون ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ یہ حضرت ابن

عباسؓ کا قول ہے (۳۴)

۱۰ - باب : مَنْ رَأَى أَنْ لَا يَخْلُطُ الْبُسْرَ وَالتَّمْرَ إِذَا كَانَ مُسْكِرًا .

وَأَنْ لَا يَجْعَلَ إِدَامِينَ فِي إِدَامٍ .

۵۲۷۸ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ . عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ :

إِنِّي لَأَسْقِي أَبَا طَلْحَةَ وَأَبَا دَجَانَةَ وَسُهَيْلَ بْنَ أَبِيضٍ . خَلِيطَ بُسْرٍ وَتَمْرٍ . إِذْ حُرِّمَتِ الْخَمْرُ ، فَتَدَقَّبَهَا . وَأَنَا سَاقِيهِمْ وَأَصْغَرُهُمْ . وَإِنَّا نَعُدُّهَا يَوْمَئِذٍ الْخَمْرَ .

وَقَالَ عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا قَتَادَةُ : سَمِعَ أَنَسًا [ر : ۲۳۳۲]

۵۲۷۹ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ . عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرًا رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُ يَقُولُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الرَّيْبِ ، وَالتَّمْرِ ، وَالبُسْرِ ، وَالرُّطْبِ .

۵۲۸۰ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ : حَدَّثَنَا هِشَامٌ : أَخْبَرَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ . عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ

أَبِي قَتَادَةَ . عَنْ أَبِيهِ قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُجْمَعَ بَيْنَ التَّمْرِ وَالتَّمْرِ . وَالتَّمْرِ وَالرَّيْبِ . وَلَيْسَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى حِدَةٍ .

خلیطین کا مسئلہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقا اور کھجور کو ملا کر نبیذ بنانے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ اس

طرح دونوں کو ملانے سے جلد سکر پیدا ہو جاتا ہے، اس میں اختلاف ہے:

① ائمہ ثلاثہ کے نزدیک خلیطین ناجائز اور حرام ہے (۳۵)

② خلیطین کے متعلق جو نبی وارد ہے، وہ نبی تنزیہی ہے لہذا خلیطین جب تک مسکر نہ ہو، حرام

(۳۴) فتح الباری: ۱۰/۸۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۲، ولامع الدراری: ۹/۳۳۸

(۳۵) فتح الباری: ۱۰/۸۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

نہیں، امام نووی رحمہ اللہ نے اسے امام شافعیؒ کا مذہب قرار دیا، جمہور علماء کا یہی قول ہے (۳۶) ③ خلیطین میں کوئی حرج نہیں، بلا کراہت جائز ہے، بشرطیکہ مسکرنہ ہو، حضرات حنفیہ کا یہی مسلک ہے (۳۷)

جمہور کا استدلال احادیث باب سے ہے، جن میں خلیطین سے منع فرمایا ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے امام اعظم پر اس مسئلہ میں تنقید کی ہے اور لکھا ہے:

”أنكر عليه الجمهور، وقالوا: هذه منا بذة لصاحب الشرع فقد ثبتت الأحاديث الصحيحة الصريحة في النهي عنه فإن لم يكن حراما، كان مكروها“ (۳۸) یعنی احادیث نہی کی وجہ سے اگر حرام نہیں تو کم از کم اسے مکروہ ضرور قرار دینا چاہیے۔

لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے امام نووی کی تردید فرمائی ہے اور کہا ہے کہ:

”هذه جراءة شنيعة على إمام أجل من ذلك، وأبو حنيفة لم يكن

قال ذلك برأيه، وإنما مستنده في ذلك أحاديث“ (۳۹)

یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہی ہے بلکہ احادیث کو بنیاد بنا کر یہ

مسلک اختیار کیا ہے۔

امام اعظم کے دلائل

امام صاحب رحمہ اللہ مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

(۳۶) فتح الباری: ۱۰/۸۴، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۳، وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۵۴

(۳۷) فتح الباری: ۱۰/۸۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۴، وشرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۱۵۴، إرشاد الساری:

۱۲/۳۴۴، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۳۸) شرح مسلم للنووی، کتاب الأشربة، باب کراهة انتباز التمر والزبيب مخلوطین: ۲/۱۶۴، والأبواب

والتراجم: ۲/۹۶

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۴، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

① سنن ابی داود میں صفیہ بنت عطیہ کی روایت ہے، وہ فرماتی ہیں:

”دخلت مع نسوة من عبد القيس على عائشة، فسألناها عن التمر والزبيب، فقالت: كنت آخذ قبضة من تمر، وقبضة من زبيب، فألقيه في إناء فأمرسه، ثم أسقيه النبي صلى الله عليه وسلم“ (۵۰)

اس روایت میں تصریح ہے کہ حضرت عائشہؓ کھجور اور منقا ملا کر نبیذ بناتی تھیں اور حضور اکرم ﷺ کو پلاتی تھیں البتہ اس حدیث میں ابو بخر نامی ایک راوی پر ابن حزم نے اعتراض کیا ہے کہ وہ مجہول ہے (۵۱) لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابو بخر مشہور و معروف راوی ہے، ان کا نام عبد الرحمن بن عثمان ہے (۵۲)۔

ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کو ذکر کیا ہے (۵۳) امام احمد نے فرمایا لا بأس بہ (۵۴) ابن عدی نے فرمایا وہ ممن یکتب حدیثہ (۵۵) عجللی نے ان کی توثیق کی ہے (۵۶)۔

② سنن ابی داود میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے ”ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان ينبذ له زبيب، فيلقى فيه تمر، وتمر فيلقى فيه الزبيب“ (۵۷)

③ امام محمد رحمہ اللہ نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمرؓ سے بھی خلیطین کا استعمال نقل کیا ہے (۵۸)۔

(۵۰) سنن ابی داود، کتاب الأشربة، باب فی الخلیطین: ۳/۳۳۳، ۳۳۴ (رقم الحدیث: ۳۷۰۸)

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۳

(۵۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۳

(۵۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۷۳

(۵۴) تہذیب الکمال: ۱۷/۲۷۳

(۵۵) الکامل فی ضعفاء الرجال: ۲/۱۷۲

(۵۶) تہذیب التہذیب: ۶/۲۲۷

(۵۷) سنن ابی داود، کتاب الأشربة، باب فی الخلیطین: ۳/۳۳۳ (رقم الحدیث: ۳۷۰۷)

(۵۸) کتاب الآثار: ۱۴۰

احادیث باب کو حضرات حنیفہ نے مذکورہ احادیث سے منسوخ قرار دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ابتدا میں اس کی ممانعت تھی لیکن بعد میں اجازت دیدی گئی تھی (۵۹)۔

إذا كان مسكرا

ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس قید کو ابن بطلال نے غلط قرار دیا اور کہا کہ نبی عن الخلیطین عام ہے، چاہے وہ مسکر ہو یا نہ ہو، اس لیے نبی کو اسکار کی قید کے ساتھ مختص کرنا درست نہیں (۶۰)۔

بعضوں نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک خلیطین قبل الاسکار چونکہ جائز ہے، اس لیے انہوں نے اسکار کی قید لگائی ہے (۶۱)۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے خلیطین کی ممانعت کی دو علتوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خلیطین کی ممانعت یا تو اسکار کی وجہ سے ہے اور یا اسراف کی وجہ سے، باب کی پہلی حدیث علت اولیٰ پر دلالت کرتی ہے اور باب کی آخری دو حدیثیں علت ثانیہ پر دلالت کرتی ہیں (۶۲)

وأن لا يجعل إدا مین فی إدام

دو ادا م کو ایک ادا م نہ بنایا جائے، مثلاً تمر اور زبیب دونوں کو اس طرح ملا دیا جائے کہ وہ دونوں ایک عرق اور ادا م بن جائے، یہ درست نہیں۔

وقال عمر و بن الحارث حدثنا قتادة سمع أنسا

یہ تعلق ہے، اوپر حدیث میں ”قتادة عن أنس“ عنعنه ہے، اور اس تعلق میں قتادہ کے سماع کی تصریح ہے، ابو نعیم نے اس تعلق کو موصولاً نقل کیا ہے (۶۳)۔

(۵۹) إعلاء السنن، کتاب الأشربة، باب إباحة الخلیطین: ۱۸/۳۷

(۶۰) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۲، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶، وفتح الباری: ۱۰/۸۳

(۶۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۲، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۶

(۶۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۳، وفتح الباری: ۱۰/۳۸

باب کی آخری دو حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہیں (۶۴) آخری حدیث میں بھی جمع بین التمر و الزهو سے منع فرمایا گیا ہے اور ہر ایک کی علاحدہ نبیذ بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب دو چیزوں کو ملا کر نبیذ بنائی جاتی ہے تو اس میں جلد نشہ اور سکر پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۱ - باب . شرب اللبن .

وَقَوْلُ اللَّهِ تَعَالَى : « مَنْ بَيْنَ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ بَيْنَ » النحل : ۶۶ .
 ۵۲۸۱ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ . عَنْ الزَّهْرِيِّ . عَنْ سَعِيدِ
 ابْنِ الْمُسَيْبِ . عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : « أَتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَيْلَةَ أُسْرِي بِهِ بِقَدَحِ لَبَنٍ
 وَقَدَحِ خَمْرٍ . [ر : ۳۲۱۴]

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے اشر بہ مباحہ کو ذکر فرما رہے ہیں، امام کا مقصد یہ ہے کہ دودھ پینا جائز ہے، بعض علماء نے کہا کہ امام بخاری ان لوگوں پر رد کر رہے ہیں جو کہتے ہیں کہ کثرت لبن سے اسکار پیدا ہوتا ہے، یہ قول غلط ہے کیونکہ دودھ میں مطلقاً اسکار کی کیفیت نہیں ہے (۶۵)

وقول الله تعالى ﴿ مَنْ بَيْنَ فَرْثٍ وَدَمٍ لَبْنَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ بَيْنَ ﴾

پوری آیت ہے ﴿ وَاِنْ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةٌ نَسْتَقِيكُمْ مِمَّا فِي بُطُونِهِ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَدَمٍ

لَبْنَا خَالِصًا سَائِغًا لِلشَّرْبِ بَيْنَ ﴾

”اور تمہارے لیے موشیوں میں بھی ایک سبق موجود ہے، ان کے پیٹ سے گوبر اور خون کے

(۶۴) (۵۲۷۹) الحدیث أخرجه، مسلم في الأشربة، باب كراهية انتباز التمر والزبيب مخلوطين: ۳/ ۱۵۷۴،

(رقم الحدیث: ۱۹۷۶)، وأخرجه النسائي في الأشربة، باب التمر والزبيب: ۳/ ۱۸۴، (رقم الحدیث:

(۶۸۰۷

(۵۲۸۰) الحدیث أخرجه، مسلم في الأشربة، باب كراهية انتباز التمر والزبيب مخلوطين: ۳/ ۱۵۷۵ (رقم

الحدیث: ۱۸۸) وأخرجه النسائي في الأشربة، باب الرطب والزبيب: ۳/ ۱۸۴، (رقم الحدیث: ۶۸۰۸)

(۶۵) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۷

درمیان سے ہم ایک چیز تمہیں پلاتے ہیں یعنی خالص دودھ جو پینے والوں کے لیے نہایت خوشگوار ہے۔“
جانور گھاس کھاتا ہے، جب وہ اس کے معدہ میں جمع ہو جاتی ہے تو معدے کے عمل سے غذا کا
فضلہ نیچے بیٹھ جاتا ہے، اوپر دودھ آجاتا ہے، اور اس کے اوپر خون، پھر جگر ان تینوں کو الگ الگ مقامات
میں تقسیم کر دیتا ہے، خون کورگوں میں اور دودھ کو تھنوں میں پہنچا دیتا ہے اس طرح دو گندگیوں کے
درمیان صاف و شفاف اور خالص دودھ کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرت کی زبردست نشانی ہے (۶۶)۔

۵۲۸۲ : حَدَّثَنَا الْحَمِيدِيُّ : سَمِعَ سَفِيَانَ : أَخْبَرَنَا سَائِمُ أَبُو النَّضْرِ : أَنَّهُ سَمِعَ عَمِيرًا .
مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ يُحَدِّثُ . عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ قَالَتْ : شَكَ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَوْمَ
عَرَفَةَ . فَأُرْسِلَتْ إِلَيْهِ بِإِنَاءٍ فِيهِ لَبَنٌ فَشَرِبَ . فَكَانَ سَفِيَانَ رَبَّمَا قَالَ : شَكَ النَّاسُ فِي صِيَامِ رَسُولِ
اللَّهِ ﷺ يَوْمَ عَرَفَةَ . فَأُرْسِلَتْ إِلَيْهِ أُمُّ الْفَضْلِ . فَإِذَا وَقَفَ عَلَيْهِ . قَالَ : هُوَ عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ .
[۱۵۷۵]

سفیان ابن عینیہ نے یہ حدیث دو طرح نقل کی ہے:

① ایک حضرت ام الفضلؓ سے موصولاً نقل کی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ عرفہ کے دن حضور اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کے روزے کے متعلق لوگوں کو شک ہوا (کہ حضور ﷺ نے روزہ رکھا ہے یا نہیں) تو
میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں برتن میں دودھ بھیجا، آپ ﷺ نے نوش فرمایا (جس سے معلوم ہوا
کہ آپ روزہ سے نہیں تھے)۔

② دوسرے طریق میں اس کو مرسل نقل کیا ہے اور فرمایا کہ حضرت ام الفضل نے حضور ﷺ
کی خدمت میں دودھ بھیجا، پہلے طریق میں خود حضرت ام الفضل فرما رہی ہیں کہ میں نے بھیجا اور اس
دوسرے طریق میں راوی کہہ رہا ہے کہ انہوں نے بھیجا۔

فإذا وقف عليه (۶۷) یعنی سفیان نے جب یہ حدیث موقوفاً روایت کی تو ان سے پوچھا گیا کہ
یہ روایت مرسل ہے، یا موصول ہے؟..... انہوں نے فرمایا..... ہو عن أم الفضل یعنی یہ حدیث ام

(۶۶) الجامع لأحكام القرآن للقرطبي: ۱۰/۱۲۵

(۶۷) فتح الباری: ۱۰/۸۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۵، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۲۶

الفضل ہی سے مروی ہے اور موصول کے درجے میں ہے (۶۸)۔

۵۲۸۳ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ . عَنْ الْأَعْمَشِ . عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَأَبِي سَفْيَانَ .
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : جَاءَ أَبُو حَمِيدٍ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ مِنَ النَّقِيعِ . فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ :
(أَلَا حَمْرَتُهُ : وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُوْدًا) .
حَدَّثَنَا عُمرُ بْنُ حَفْصٍ : حَدَّثَنَا أَبِي : حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا صَالِحٍ يَذْكَرُ .
أَرَادَ . عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَ أَبُو حَمِيدٍ . رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ . مِنَ النَّقِيعِ بِإِنَاءٍ .
مِنْ لَبَنٍ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (أَلَا حَمْرَتُهُ . وَلَوْ أَنْ تَعْرُضَ عَلَيْهِ عُوْدًا) .
وَحَدَّثَنِي أَبُو سَفْيَانَ . عَنْ جَابِرٍ . عَنِ النَّبِيِّ ﷺ - بِهَذَا .

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۹)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابو حمید مقام نقیع سے دودھ کا ایک پیالہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اسے ڈھانپ کر کیوں نہیں لائے، کوئی لکڑی ہی اس پر عرضا رکھ دیتے۔“

نقیع: یہ مدینہ منورہ سے بیس فرسخ کے فاصلہ پر وادی عقیق میں ایک جگہ کا نام تھا جہاں بکریاں وغیرہ چرتی تھیں (۷۰)

الاحمرته ولو أن تعرض عليه عودا

الآ بمعنی ہلا ہے، حَمْرٌ - تخمیرا کے معنی ڈھانپنے کے آتے ہیں (۷۱)

تَعْرُضُ (بضم الراء) عَرَضُ یعنی چوڑائی میں رکھنا، مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اور چیز نہ ملی تھی تو کم

(۶۸) فتح الباری: ۱۰/۸۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۳۶

(۶۹) (۵۲۸۳) الحدیث أخرجه مسلم في الأشربة، باب شرب النبيذ وتخمير الإناء: ۳/۱۵۹۳ (رقم الحدیث:

(۷۰) فتح الباری: ۱۰/۸۹، وعمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۳۶

(۷۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۸۶، وفتح الباری: ۱۰/۸۹، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۳۷

از کم کوئی لکڑی اس پر چوڑائی میں رکھ دیتے، علامہ عینی فرماتے ہیں:

”والمعنى إن لم تغطه، فلا أقل من عود تعرض به عليه أى تمده
عرضاً، لا طولاً، ومن فوائده: صيانته من الشيطان، فإنه لا يكشف الغطاء،
ومن الوباء الذى ينزل من السماء فى ليلة من السنة، ومن النجاسة
والمقذرات، ومن الهامة والحشرات ونحوها“ (۷۲)۔

یعنی اگر مکمل نہیں ڈھانک سکے تو کم از کم لکڑی ہی اس کی چوڑائی پر رکھ دیتے، اس طرح ڈھانپنے کا
ایک فائدہ تو شیطان سے اس کی حفاظت ہے، کیونکہ شیطان ڈھکنے کو نہیں ہٹاتا، دوسرا فائدہ اس وباء سے
حفاظت ہے جو سال میں ایک بار آسمان سے رات کے وقت اترتی ہے اور کھلے برتنوں میں گرتی ہے، تیسرا
فائدہ کیڑے مکوڑوں کے گر جانے سے اس کی حفاظت ہے۔

۵۲۸۴ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا النَّضْرُ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ . عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ : سَمِعْتُ
الْبَرَاءَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ مَكَّةَ وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ . قَالَ أَبُو بَكْرٍ : مَرَرْنَا بِرَاعٍ
وَقَدْ عَطِشَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ . قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : فَحَلَبْتُ كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ فِي قَدَحٍ .
فَشَرِبَ حَتَّى رَضِيَ . وَأَتَانَا سُرَاقَةُ بْنُ جُعْشَمٍ عَلَى فَرَسٍ فَدَعَا عَلَيْهِ . فَطَلَبَ إِلَيْهِ سُرَاقَةُ أَنْ لَا
يَدْعُو عَلَيْهِ وَأَنْ يَرْجِعَ . فَفَعَلَ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ۲۳۰۷]

فحلبت كُثْبَةً مِنْ لَبَنٍ فِي قَدَحٍ

كُثْبَةً (کاف کے ضمہ اور ثاء کے سکون کے ساتھ) دودھ کی تھوڑی سی مقدار کو کہتے ہیں، یا اتنی
مقدار جس سے ایک پیالہ بھر جائے یا ایک مرتبہ دوہنے میں جتنا آجائے اسے کثبہ کہتے ہیں (۷۳) مطلب
یہ ہے کہ میں نے پیالے میں کچھ مقدار میں دودھ دوہا۔

یہ حدیث کتاب المناقب میں تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہے (۷۴)

(۷۲) عمدة القاری: ۱۸۶/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۷/۱۲

(۷۳) عمدة القاری: ۱۸۶/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۷/۱۲، وفتح الباری: ۸۹/۱۰

(۷۴) کتاب المناقب، باب كان النبي صلى الله عليه وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه

ایک اشکال اور اس کے جوابات

باقی یہ بات رہ جاتی ہے کہ اس طرح کسی کا دودھ استعمال کرنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، اس کے مختلف جوابات دیے گئے ہیں:

- ① جس چرواہے نے دودھ دیا، اس کو مالک کی طرف سے اجازت حاصل تھی۔
- ② ان کے عرف میں اس طرح کسی کو دودھ پلانے کا عام رواج تھا، اس میں اصل مالک سے صراحتاً اجازت کی ضرورت نہیں ہوا کرتی تھی۔
- ③ حضور ﷺ نے حالت اضطرار میں یہ دودھ پیا تھا اور اضطرار کی حالت میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے (۷۵)۔

۵۲۸۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ : حَدَّثَنَا أَبُو الزُّنَادِ . عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ،
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (نَعَمْ الصَّدَقَةُ اللَّفْحَةُ الصَّوْبِيُّ مَنَحَةٌ ،
وَالشَّاةُ الصَّوْبِيُّ مَنَحَةٌ . تَغْدُو بِإِنَاءٍ ، وَتَرُوحُ بِآخِرٍ) . [ر : ۲۴۸۶]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین صدقہ کسی کو دودھ دینے والی عمدہ اونٹنی یا دودھ دینے والی عمدہ بکری دینا ہے جو ایک برتن صبح کو (دودھ سے) بھرے اور ایک برتن شام کو بھرے۔
لَفْحَةُ: دودھ والی اونٹنی کو کہتے ہیں (۷۶)

الصَّوْبِيُّ: (صاد کے فتح، فاء کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ) بمعنی چنیدہ، عمدہ اور خوب.....
فَعِيلٌ جب مفعول کے معنی میں ہوتا ہے تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۷۷)
مَنَحَةٌ (میم کے کسرہ اور نون کے سکون کے ساتھ) عطیہ کو کہتے ہیں، یہ ترکیب نحوی میں تمیز

(۷۵) مذکورہ تینوں جوابات کے لیے دیکھیے عمدۃ القاری: ۱۸۷/۲۱، وفتح الباری: ۸۹/۱۰، وشرح البخاری
للکرمانی: ۱۵۶/۲۰

(۷۶) عمدۃ القاری: ۱۸۷/۲۱، وشرح البخاری للکرمانی: ۱۵۷/۲۰، وإرشاد الساری: ۳۳۸/۱۴

(۷۷) شرح البخاری للکرمانی: ۱۵۷/۲۰، وإرشاد الساری: ۳۳۸/۱۴، وعمدۃ القاری: ۱۸۷/۲۱

ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، یہاں منحنہ سے دودھ والی اونٹنی مراد ہے جو کسی کو دیدی جائے کہ وہ اس سے دودھ دودھ کرواپس کر دے (۷۸)

تغدو باناء، وتروح باخر

تغدو من الغد وهو اول النهار، وتروح من الرواح وهو آخر النهار، وهذه كناية عن

كثرة اللبن (۷۹)۔

۵۲۸۶ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ ، عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا فَمَضْمَضَ ، وَقَالَ : (إِنَّ لَهُ دَسْمًا) . [ر : ۲۰۸]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمانے کے بعد کلی فرمائی اور فرمایا کہ اس میں چکنائی ہوتی ہے، دَسْم چکنائی کو کہتے ہیں۔

یہ حدیث کتاب الوضوء میں گذر چکی ہے (۸۰)

۵۲۸۷ : وَقَالَ إِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ شُعْبَةَ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (رُفِعَتْ إِلَى السُّدْرَةِ ، فَإِذَا أَرْبَعَةُ أَنْهَارٍ : نَهْرَانِ ظَاهِرَانِ وَنَهْرَانِ بَاطِنَانِ ، فَأَمَّا الظَّاهِرَانِ : النَّيْلُ وَالْفُرَاتُ ، وَأَمَّا البَاطِنَانِ : فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ ، فَأُتِيَتْ بِثَلَاثَةِ أَقْدَاحٍ : قَدَحٍ فِيهِ لَبَنٌ ، وَقَدَحٍ فِيهِ عَسَلٌ ، وَقَدَحٍ فِيهِ خَمْرٌ ، فَأَخَذْتُ الَّذِي فِيهِ اللَّبَنُ فَشَرِبْتُ ، فَقِيلَ لِي : أَصَبْتَ الْفِطْرَةَ أَنْتَ وَأُمَّتُكَ) .

قال هِشَامٌ وَسَعِيدٌ وَهَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، عَنْ مَالِكِ بْنِ صَعْصَعَةَ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ : فِي الْأَنْهَارِ نَحْوُهُ ، وَلَمْ يَذْكُرُوا : ثَلَاثَةَ أَقْدَاحٍ . [ر : ۳۰۳۵]

(۷۸) عمدة القاری: ۱۸۷/۲۱، وشرح الکرمانی: ۱۵۷/۲۰، وإرشاد الساری: ۳۲۸/۱۲

(۷۹) عمدة القاری: ۱۸۷/۲۱

(۸۰) عمدة القاری: ۱۸۷/۲۱، وفتح الباری: ۹۰/۱۰

رُفِعَتْ إِلَى السِّدْرَةِ

رُفِعَتْ ماضی مجہول مؤنث کا صیغہ ہے اور سدرہ سے سدرۃ المنتہیٰ مراد ہے، یہ سات آسمانوں کے اوپر پیری کا درخت ہے جہاں فرشتے جا کر رک جاتے ہیں اس وجہ سے اسے منتہیٰ بھی کہتے ہیں (۸۱) دوسری روایت اس میں ”دُفِعَتْ“ ماضی مجہول واحد متکلم کے صیغے کے ساتھ ہے، دونوں کا مفہوم ایک ہے (۸۲)۔

نهران فی الجنة

ان دونوں نہروں سے سلسبیل اور نہر کوثر مراد ہیں (۸۳)
اسماعیلی نے ابراہیم کی اس تعلیق کو موصولاً نقل کیا ہے (۸۴)

قال هشام وسعيد وهمام عن قتادة.....

ہشام دستوائی، سعید بن ابی عروبہ اور ہمام بن تیحی نے بھی قتادہ سے یہ روایت نقل کی ہے، انہوں نے اپنی روایت میں انہار کا ذکر کیا البتہ تین پیالوں (شہد، خمر اور لبن) کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری نے ان تینوں کی روایات کتاب بدء الخلق میں موصولاً نقل کی ہے (۸۵)۔

۱۲ - باب : اسْتِعْذَابِ الْمَاءِ .

۵۲۸۸ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْلَمَةَ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ إِسْحَقَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ : كَانَ أَبُو طَلْحَةَ أَكْثَرَ أَنْصَارِيٍّ بِالْمَدِينَةِ مَالاً مِنْ نَحْلٍ ، وَكَانَ أَحَبُّ مَالِهِ إِلَيْهِ بَيْرُحَاءَ ، وَكَانَتْ مُسْتَقْبِلَ الْمَسْجِدِ ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَدْخُلُهَا وَيَشْرَبُ مِنْ مَاءٍ فِيهَا طَيِّبٍ ، قَالَ أَنَسُ : فَلَمَّا نَزَلَتْ : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . قَامَ أَبُو طَلْحَةَ فَقَالَ :

(۸۱) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۴، وشرح الکرمانی: ۱۵۷/۲۰

(۸۲) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۴، وفتح الباری: ۹۰/۱۰

(۸۳) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۴، وشرح الکرمانی: ۱۵۷/۲۰

(۸۴) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وفتح الباری: ۹۰/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۳۸/۱۴

(۸۵) عمدة القاری: ۱۸۸/۲۱، وإرشاد الساری: ۳۳۹/۱۴

يَا رَسُولَ اللَّهِ . إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ : «لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ» . وَإِنَّ أَحَبَّ مَالِي إِلَيَّ بَيْرُحَاءٌ . وَإِنَّهَا صَدَقَةٌ لِلَّهِ أَرْجُو بَرَّهَا وَذُخْرَهَا عِنْدَ اللَّهِ ، فَضَعَهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ حَيْثُ أَرَاكَ اللَّهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (بَخٍ . ذَلِكَ مَالٌ رَابِحٌ ، أَوْ رَابِحٌ - شَكَّ عَبْدُ اللَّهِ - وَقَدْ سَمِعْتُ مَا قُلْتَ ، وَإِنِّي أَرَى أَنْ تُجْعَلَهَا فِي الْأَقْرَبِينَ) . فَقَالَ أَبُو طَلْحَةَ : أَفْعَلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَقَسَمَهَا أَبُو طَلْحَةَ فِي أَقَارِبِهِ وَفِي بَنِي عَمِّهِ .

وقال إسماعيلُ ويحيى بنُ يحيى : (رابِحٌ) . [ر : ۱۳۹۲]

استعذاب کہتے ہیں، میٹھاپانی طلب کرنے کو، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ میٹھاپانی طلب کرنا زہد کے خلاف نہیں اور نہ ہی یہ ترفہ اور تعیش مذموم میں داخل ہے، ہاں پانی میں مشک وغیرہ ڈال کر خوشبودار بنانا بعض علماء کے نزدیک تعیش کی وجہ سے مکروہ ہے (۸۶)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہ انصار مدینہ میں کھجور کے درختوں کے اعتبار سے بہت زیادہ مالدار تھے اور ان کا سب سے زیادہ پسندیدہ مال بیر حاتھا، اس کا رخ مسجد کی طرف تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے جاتے اور اس کا میٹھاپانی پیتے، حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جب یہ آیت ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا بِمَا تُحِبُّونَ﴾ نازل ہوئی تو ابو طلحہ کھڑے ہو کر عرض کرنے لگے..... ”یا رسول اللہ! اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ تم ہر گز نیکی کو نہیں پاؤ گے جب تک تم اس چیز کو خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہو اور میرا محبوب مال بیر حاء ہے، لہذا میں وہ اللہ کی راہ میں خیرات کرتا ہوں، اللہ سے مجھے اس کے اجر اور ذخیرہ ہونے کی امید ہے، اس لیے یا رسول اللہ! جس مصرف میں آپ اس کو مناسب سمجھیں خرچ کریں۔“ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت خوب، یہ تو مال رانح (فائدہ مند) ہے یا فرمایا کہ یہ تو مال رانح (جانے والا) ہے، تم نے جو کچھ کہا، میں نے سن لیا لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تم اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔

ابو طلحہ نے کہا یا رسول اللہ میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انہوں نے وہ مال اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

بَخ (بفتح الباء) یہ کلمہ شاباشی اور خوشی کے وقت بولا جاتا ہے (۸۷)

رابع اور رايح

رابع نفع بخش اور رايح جانے والا..... یعنی آخرت کے جذبے سے جو مال خرچ کیا جائے وہ سود مند اور نافع ہے یا مال تو ویسے بھی ہاتھ سے جانے والی چیز ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اس سے اخروی فائدہ کے لیے ذخیرہ کرنا چاہیے (۸۸)

یہ حدیث اسی سند کے ساتھ کتاب الوصایا میں بھی گزر چکی ہے (۸۹)

۱۳ - باب : شُرْبِ اللَّبَنِ بِالْمَاءِ .

۵۲۸۹ : حَدَّثَنَا عَبْدَانُ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرِبَ لَبَنًا ، وَأَتَى دَارَهُ ، فَحَلَبَتْ شَاةً ، فَشَبَّتْ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مِنَ الْبُرِّ ، فَتَنَاوَلَ الْقَدَحَ فَشَرِبَ ، وَعَنْ يَسَارِهِ أَبُو بَكْرٍ ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ ، فَأَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضَلَّهُ ، ثُمَّ قَالَ : (الْأَيْمَنَ فَلَا يُمَنَ) . [ر : ۲۲۲۵]

ترجمہ الباب کا مقصد

دودھ کو پانی میں ملا کر استعمال کرنا جائز ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ میں شرب کی قید لگائی، اس سے بیع کو نکال دیا اس لیے کہ فروخت کرتے وقت دودھ میں پانی ملانا جائز نہیں کیونکہ وہ غش ممنوع ہے (۹۰)

(۸۷) عمدة القاری: ۱۸۹/۲۱۔ وإرشاد الساری: ۳۵۰/۱۲، وشرح البخاری للکرمانی: ۱۵۹/۲۰

(۸۸)

(۸۹) کتاب الوصایا، باب إذا وقف أرضاً ولم یبین الحدود فهو جائز، وكذلك الصدقة (رقم الحدیث: ۲۷۶)

(۹۰) عمدة القاری: ۱۸۹/۲۱، وفتح الباری: ۹۳/۱۰

کشمبہنی کی روایت میں ”باب شوب اللبن بالماء“ ہے، شوب ملانے اور خلط کرنے کو کہتے ہیں (۹۱)، امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ کو پانی میں ملا کر استعمال کرنا ”نہی عن خلیطین“ کے حکم میں نہیں ہے، دودھ کی تاثیر گرم ہوتی ہے، عرب ملکوں میں اسے پانی میں ملا کر استعمال کرنے کا رواج ہے تاکہ اس کی حرارت میں کمی واقع ہو سکے (۹۲)۔

فَشُبَّتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَثْرِ

شُبَّتْ بِرُوزْنِ قَلْتٍ، يَهْ شُوبٌ سَهْ وَاحِدٌ مُتَكَلِّمٌ مَاضِيٌّ كَاصِيغَةٍ هِيَ لِعَيْنِي فِي مِيقَاتِهِ نَبِيٌّ كَرِيمٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ كَلِمَةً لِيَهْ اس دودھ میں کنویں سے پانی ملایا (۹۳)

فَاعْطَى الْأَعْرَابِيَّ فَضْلَهُ

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں طرف بیٹھے اعرابی کو بچا ہوا دودھ دیا، بعضوں نے کہا اس

اعرابی سے حضرت خالد بن ولید مراد ہیں، لیکن علامہ عینی وغیرہ نے اسے غلط قرار دیا اور کہا کہ حضرت خالد

بن ولید جیسے آدمی پر اعرابی کا اطلاق درست نہیں (۹۴)

۵۲۹۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ ، عَنْ

سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ

مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ

فِي شَنَّةٍ وَإِلَّا كَرَعْنَا) . قَالَ : وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ ، قَالَ : فَقَالَ الرَّجُلُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ،

عِنْدِي مَاءٌ بَاتَتْ ، فَأَنْطَلِقُ إِلَى الْعَرِيشِ ، قَالَ : فَأَنْطَلِقَ بِهِمَا ، فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ ، ثُمَّ حَلَبَ

عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ ، قَالَ : فَشَرِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، ثُمَّ شَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ .

[۵۲۹۸]

(۹۱) عمدة القاری: ۱۸۹/۲۱، وفتح الباری: ۹۳/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۵۱/۱۲

(۹۲) عمدة القاری: ۱۸۹/۲۱، وفتح الباری: ۹۳/۱۰

(۹۳) عمدة القاری: ۱۹۰/۲۱، وفتح الباری: ۹۳/۱۰

(۹۴) عمدة القاری: ۱۹۰/۲۱، وفتح الباری: ۹۳/۱۰

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری شخص کے پاس تشریف لائے، آپ کے ہمراہ ایک ساتھی اور بھی تھا، اس انصاری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اگر آپ کے پاس مشک میں رات کا رکھا ہوا پانی ہے (اور برتن ہے) تو دیدیں ورنہ ہم اس کے ساتھ منہ لگا کر پی لیں گے، راوی کہتا ہے کہ وہ آدمی اپنے باغ میں پانی دے رہا تھا، اس نے کہا..... ”یا رسول اللہ میرے پاس رات کا رکھا (ٹھنڈا) پانی ہے، آپ چھپر کی طرف تشریف لے چلیں“..... پھر ان دونوں کو وہ چھپر میں لے گیا، ایک پیالہ میں پانی ڈال کر اپنی بکری کا دودھ دوہا، حضور نے اسے نوش فرمایا، پھر آپ کے ہمراہ آنے والے شخص نے پیا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ حدیث یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۹۵)

دخل علی رجل من الأنصار

رجل من الانصار سے حضرت ابوالہیثم بن تیہان انصاری مراد ہیں (۹۶)، واقدمی کی روایت میں اس کی تصریح ہے، انہوں نے ہیشم بن نصر سلمی سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے:

”خدمت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ولزمت بابہ، فکنت آتیہ

بالماء من بئر جاشم - وہی بئر أبی الہیثم بن التیہان، وکان ماؤھا طیباً-

ولقد دخل يوماً صائفاً، ومعه أبوبکر علی أبی الہیثم، فقال: هل من ماء

بارد؟ فأتاہ بشجْب (۹۷) فیہ ماء كأنه الثلج، فصبہ علی لبین عَنزِلہ، وسقاہ،

ثم قال له: إن لنا عریشا باردا، فقل فیہ یا رسول اللہ عندنا، فدخلہ وأبوبکر،

وأتی أبو الہیثم بألوان من الرطب“ (۹۸)۔

(۹۵) (۵۲۹۰) الحدیث أخرجه البخاری ایضاً فی الأشربة، باب الکرع فی الحوض (رقم للحدیث: ۵۲۹۸)

وأخرجه أبو داؤد فی الأشربة، باب فی الکرع: ۳/۳۳۷ (رقم الحدیث: ۳۷۲۳) وأخرجه ابن ماجہ فی

الأشربة، باب الشرب بالأکف والکرع: ۲/۱۱۳۵ (رقم الحدیث: ۳۳۳۲)

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۵ وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۲

(۹۷) شجْب: يتخذ من شنة تقطع، ويخرز رأسها

(۹۸) فتح الباری: ۱۰/۹۵

واقدی کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے والا دوسرا شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تھے۔

إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ هَذِهِ اللَّيْلَةَ فِي سَنَةِ

سَنَةِ (شمین کے فتح اور نون کی تشدید کے ساتھ) پرانے مشکیزے کو کہتے ہیں (۹۹)۔

رات سے جو پانی مشکیزے میں پڑا رہتا ہے، وہ خوب ٹھنڈا ہو جاتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ طلب فرمایا۔

وَالْأَكْرَعْنَا

اس میں عبارت محذوف ہے ای ان کان عندك إناء فاسقنا وإلا کرعنا (۱۰۰) یعنی اگر آپ کے پاس پانی پینے کے لیے برتن ہے تو ہمیں اس میں پانی پلا دیں ورنہ ہم مشکیزے کے ساتھ منہ لگا کر پی لیں گے۔

کرع برتن اور چلو کے بغیر براہ راست منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں۔ بعضوں نے دونوں ہاتھوں کے چلو سے پانی پینے کو کرع کہا ہے لیکن لغت کے اعتبار سے وہ درست نہیں ہے (۱۰۱)

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں کرع سے منع کیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ”..... لا تکرعوا،

ولكن اغسلوا أيديكم، ثم اشربوا بها“ (۱۰۲)

لیکن اولاً تو یہ حدیث ضعیف ہے اور اگر اسے صحیح بھی تسلیم کیا جائے تو کہا جائے گا کہ اس میں نہی تشریحی ہے اور حضور ﷺ کا فعل، جواز کو بتلانے کے لیے ہے (۱۰۳)

الرجل يُحَوَّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطِهِ

(۹۹) عمدة القاری: ۱۹۰/۲۱، وفتح الباری: ۹۵/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۵۲/۱۲

(۱۰۰) عمدة القاری: ۱۹۰/۲۱، وفتح الباری: ۹۵/۱۰

(۱۰۱) عمدة القاری: ۱۹۰/۲۱، وفتح الباری: ۹۵/۱۰

(۱۰۲) ابن ماجہ، کتاب الأشربة، باب الشرب بالأکف والکرع: ۱۱۳۵/۲ (رقم الحدیث: ۳۴۴۳)

(۱۰۳) فتح الباری: ۹۵/۱۰، والأبواب والتراجم، باب الکرع فی الحوض: ۹۷/۲

أى ينقل الماء من مكان إلى مكان یعنی اپنے باغ کو پانی دے رہے تھے، حائط باغ کو کہتے ہیں، عریش: مچان اور چھپر کو کہتے ہیں۔ سكب کے معنی بہانے کے آتے ہیں اور داجن پالتو بکری کو کہتے ہیں (۱۰۴)

ٹھنڈا پانی اللہ جل شانہ کی بہت بڑی نعمت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ٹھنڈا پانی لایا جاتا تھا، ابوداؤد کی روایت میں ہے ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستعذب له الماء من بيوت السقيا“ (۱۰۵)

امام ترمذی رحمہ اللہ کی حدیث میں ہے ”إنّ اول ما يسأل عنه يوم القيامة یعنی العبد من النعيم أن يقال له: ألم نصح لك جسمك، ونرويك من الماء البارد“ (۱۰۶)

حدیث سے مستنبط چند آداب

علامہ عینی رحمہ اللہ اس حدیث سے چند آداب نقل کر کے فرماتے ہیں:

”وفيه أنه لا بأس بطلب الماء البارد في سموم الحر، وفيه قصد الرجل الفاضل بنفسه حيث يعرف مواضعه عند إخوانه..... وفيه جواز خلط اللبن بالماء عند الشرب، وفيه أن من قدم إليه طعام لا يلزم أن يسأل من أين صار إليه إلا إذا علم أن أكثر ماله حرام، فإنه لا يأكله فضلا عن أن يسأله“ (۱۰۷)

یعنی اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ سخت گرمی میں کسی سے ٹھنڈا پانی طلب کیا

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰، وفتح الباری: ۱۰/۹۶

(۱۰۵) سنن أبی داؤد: کتاب الأشربة، باب فی إیکاء الأنیة: ۳/۳۳۰ (رقم الحدیث: ۳۷۳۵)

(۱۰۶) سنن ترمذی: کتاب التفسیر، باب ومن سورة التکاثر: ۵/۴۳۸ (رقم الحدیث: ۳۳۵۸)

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۰

جاسکتا ہے اور یہ طلب کرنا اس سوال میں داخل نہیں جس کی ممانعت آئی ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ عالم اور صاحب رتبہ آدمی اپنے دوستوں اور بے تکلف ساتھیوں کے پاس دعوت دیئے بغیر از خود جاسکتا ہے، تیسری بات یہ مستنبط ہوئی کہ دودھ کو پانی میں ملانا جائز ہے اور یہ نبی عن الخلیطین کے تحت داخل نہیں اور چوتھی بات یہ معلوم ہوئی کہ جب کوئی کھانا بطور ضیافت سامنے پیش کرے تو اس کی تحقیق نہیں کرنی چاہیے کہ یہ مال حلال ہے یا حرام ہاں اگر کسی کا اکثر مال حرام ہے تو اس کا استعمال درست نہیں۔

۱۴ - باب : شَرَابِ الْحَلْوَى وَالْعَسَلِ .

وَقَالَ الزُّهْرِيُّ : لَا يَحِلُّ شُرْبُ بَوْلِ النَّاسِ لِشِدَّةِ تَنْزِلِ ، لِأَنَّهُ رِجْسٌ ، قَالَ اللَّهُ تَعَالَى : «أَحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ» / المائدة : ۵ .

وَقَالَ أَبُو مَسْعُودٍ فِي السَّكْرِ : إِنَّ اللَّهَ لَمْ يَجْعَلْ شِفَاءَكُمْ فِيمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ .
 ۵۲۹۱ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي هِشَامٌ ، عَنْ أَبِيهِ ،
 عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعْجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ . [ر : ۴۹۱۸]

ترجمہ الباب کا مقصد

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ الباب میں جو حلوا کا لفظ استعمال کیا ہے، اس سے شربت مراد ہے یعنی ہر وہ پانی جس میں کوئی میٹھی چیز ملا دی جائے۔ ہندوستان میں ”شربت عسل“ مشہور ہے، اس ترجمہ سے اس کا جواز بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ اسراف میں داخل نہیں ہے (۱۰۸)

حلوا ہمارے عرف میں پیا نہیں جاتا کھایا جاتا ہے کیونکہ وہ مانع نہیں ہوتا، ترجمہ الباب میں حلوائے مانع مراد ہے جو پیا جاتا ہے جیسے نقع تمر اور نقع زبیب اور شربت عسل وغیرہ (۱۰۹)

(۱۰۸) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۷

(۱۰۹) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۷، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۳، عمدة القاری: ۲۱/ ۱۹۱

امام زہری رحمہ اللہ کے ایک قول کی تشریح

وقال الزہری: لا یحل شرب بول الناس لشدة تنزل، لأنه رجس

امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں کا پیشاب پینا شدید ضرورت کے وقت بھی حلال اور جائز نہیں، اس لیے کہ وہ ناپاک ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے پاک چیزیں حلال کی ہیں (لہذا ناپاک چیزیں حلال نہیں ہو سکتی ہیں) اس قول کے متعلق شارحین نے دو باتیں لکھی ہیں:

① امام زہری رحمہ اللہ کا مسلک اس مسئلہ میں جمہور علماء کے خلاف ہے کیونکہ جمہور علماء کے نزدیک اضطراری حالت میں رجس کھانے یا پینے کی اگر ضرورت پڑے تو اس کا استعمال جائز ہے، چنانچہ میتہ، دم اور خنزیر نجس ہیں لیکن قرآن کریم میں فرمایا گیا ﴿فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ﴾ (۱۱۰)

شاید امام زہری رحمہ اللہ رخصتوں میں قیاس پر عمل نہیں کرتے تھے، لہذا نصوص میں جس رجس کی تصریح ہے، اس میں تو وہ رخصت کے قائل تھے لیکن بول میں نہیں (۱۱۱)

اس بات کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام زہری رحمہ اللہ سفر میں بھی عاشوراکاروزہ رکھتے تھے، ان سے کہا گیا کہ رمضان میں تو سفر میں آپ روزہ نہیں رکھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں کہا ”ان اللہ تعالیٰ قال فی رمضان ﴿فعدة من ایام آخر﴾ و لیس ذلک لعاشوراء“ (۱۱۲)

② حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زہری کے اس قول میں شدت سے حالت اضطرار مراد نہیں ہے، بلکہ اس سے کم درجہ کی شدت مراد ہے اور اضطرار سے کم درجہ کی شدت میں پیشاب کا استعمال جمہور کے نزدیک بھی جائز نہیں، چنانچہ حضرت رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قوله: (لشدة تنزل) أراد بالشدة مادون الاضطرار، فلا یخالف قوله قول

المجہور“ (۱۱۳)

(۱۱۰) عمدة القاری: ۱۹۱/۲۱

(۱۱۱) إرشاد الساری: ۳۵۳/۱۲، وفتح الباری: ۹۷/۱۰

(۱۱۲) إرشاد الساری: ۳۵۳/۱۲، وفتح الباری: ۹۷/۱۰

(۱۱۳) لامع الدراری: ۳۳۹/۹

اس تعلیق کو عبدالرزاق نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۱۴)

وقال ابن مسعود فی السكر: إن الله لم يجعل شفاء کم فیما حرم علیکم

سکر (سین اور کاف کے فتح کے ساتھ) عجم کی لغت میں شراب کو کہتے ہیں (۱۱۵)

ابن ابی شیبہ کی روایت میں اس تعلیق کی تفصیل آئی ہے کہ ایک صاحب بیمار ہوئے، کسی نے اسے

سکر یعنی شراب کے استعمال کا مشورہ دیا تو اس نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ

دوائی کے طور پر وہ شراب استعمال کر سکتا ہے، حضرت ابن مسعودؓ نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ جل

شانہ نے حرام چیزوں میں شفا نہیں رکھی ہے اور شراب حرام ہے (۱۱۶)۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اس پر کسی نے اشکال کیا کہ حلق میں پھنسنے ہوئے لقمہ کو گزارنے کے لیے اگر شراب کے سوا اور

کوئی جائز مائع چیز نہ ہو تو شراب کے گھونٹ پی لینے کی فقہاء نے اجازت دی ہے جس سے لقمہ گذر سکے، اس

کا تقاضا تو ہے کہ علاج میں بھی اس کی اجازت دی جائے۔

اس کا جواب دیا گیا کہ علاج میں اس سے شفا یقینی نہیں ہے اور پھنسنے ہوئے لقمہ کا گذرنا تقریباً یقینی

ہوتا ہے، اس لیے دونوں میں فرق ہے (۱۱۷)

تداوی بالخمر (علاج اور دوا کے طور پر شراب کو استعمال کرنا) حضرات حنفیہ کے نزدیک جائز ہے

بشرطیکہ ظن غالب یہ ہو کہ اس سے افاقہ ہوگا۔ لأن الضرورة تبيح المحظورة (۱۱۸) لیکن اگر افاقہ کا

ظن غالب نہیں تو پھر جائز نہیں۔ جواز کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ متبادل کوئی علاج میسر نہ ہو اور

(۱۱۴) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳، وفتح الباری: ۱۰/۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۱

(۱۱۵) فتح الباری: ۱۰/۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/۹۸، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳

(۱۱۷) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳، وفتح الباری: ۱۰/۹۹

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/۹۹

طیب مسلم حاذق علاج کو شراب میں منحصر بتا رہا ہو۔

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالخمیر مطلقاً ناجائز ہے، حافظ ابن حجر نے اس کو شوافع کا صحیح مسلک قرار دیا، وہ کہتے ہیں کہ اس سے مرض بڑھ سکتا ہے، کم نہیں ہوتا (۱۱۹)

ترجمة الباب کے ساتھ مناسبت

① امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت زہری اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے دو آثار ذکر کیے، علامہ ابن منیر ترجمۃ الباب سے ان کی مناسبت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بول اور خمر دونوں حرام ہیں اور حلوا اور غسل دونوں طیب اور حلال ہیں، امام نے حلوا اور غسل کے بعد حرام کا ذکر کیا کیونکہ وبضدھا تتبین الأشياء (۱۲۰)

② بعض حضرات نے مناسبت بیان کرتے ہوئے کہا کہ امام زہری کے قول سے قرآن کریم کی آیت ﴿احل لكم الطيبات﴾ (۱۲۱) کی طرف اشارہ ہے اور ظاہر ہے کہ حلوا اور غسل طیبات میں داخل ہیں۔

جب کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول سے سورۃ نحل کی آیت میں ﴿فیه شفاء للناس﴾ کی طرف اشارہ ہے جو غسل کے متعلق نازل ہوئی ہے (۱۲۲)

كان النبي صلى الله عليه وسلم يعجبه الحلواء والغسل

اس میں حلوا سے ہر میٹھی چیز مراد ہے، امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عائشہ کا قول نقل کیا ہے جس میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے:

(۱۱۹) فتح الباری: ۹۸/۱۰

(۱۲۰) فتح الباری: ۹۹/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۵۳/۱۴، الأبواب والتراجم: ۹۷/۲

(۱۲۱) سورة المائدة: ۴

(۱۲۲) إرشاد الساری: ۳۵۳/۲۱، وعمدة القاری: ۱۹۱/۲۱، وفتح الباری: ۹۹/۱۰

كان يحب الحلواء ليس على معنى كثرة التشهي لها، وشدة
نزاع النفس إليها، وتأنق الصنعة في اتخاذها، كفعل أهل الترف والشره،
وإنما كان إذا قدمت إليه، نال منها نيلاً جيداً، فيعلم بذلك أنها
تعجبه (۱۲۳)

یعنی حضور کا میٹھی چیز کو پسند کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بہت زیادہ اسے چاہتے اور حریصوں
کی طرح اس پر جھپٹتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب میٹھی چیز آپ کو پیش کی جاتی تو آپ اس کو دلچسپی سے تناول
فرماتے۔

یہ حدیث کتاب الاطعمہ میں بھی گذر چکی ہے (۱۲۳)

۱۵ - باب : الشُّرْبِ قَائِمًا .

۵۲۹۳/۵۲۹۲ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا مِسْعَرٌ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ مَيْسَرَةَ ، عَنْ النَّزَّالِ
قَالَ : أُنِيَ عَلِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَلَى بَابِ الرَّحْبَةِ بِمَاءٍ فَشَرِبَ قَائِمًا ، فَقَالَ : إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُ أَحَدَهُمْ
أَنْ يَشْرَبَ وَهُوَ قَائِمٌ ، وَإِنِّي رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَلَّ كَمَا رَأَيْتُمُونِي فَعَلْتُ .
(۵۲۹۳) : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ مَيْسَرَةَ : سَمِعْتُ النَّزَّالَ
أَبْنَ سَبْرَةَ يُحَدِّثُ ، عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ صَلَّى الظُّهْرَ ، ثُمَّ قَعَدَ فِي حَوَائِجِ النَّاسِ فِي
رَحْبَةِ الْكُوفَةِ ، حَتَّى حَضَرَتْ صَلَاةُ الْعَصْرِ ، ثُمَّ أُنِيَ بِمَاءٍ ، فَشَرِبَ وَغَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ،
وَذَكَرَ رَأْسَهُ وَرِجْلَيْهِ ، ثُمَّ قَامَ ، فَشَرِبَ فَضْلَهُ وَهُوَ قَائِمٌ ، ثُمَّ قَالَ : إِنَّ نَاسًا يَكْرَهُونَ الشُّرْبَ
قِيَامًا ، وَإِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُ .
۵۲۹۴ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ ، عَنْ الشَّعْبِيِّ ، عَنْ
أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : شَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمًا مِنْ زَمْزَمَ . [ر : ۱۵۵۶]

(۱۲۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳، وفتح الباری: ۱۰/۹۹

(۱۲۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۳، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۱

کھڑے ہو کر پانی پینے کا حکم

امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں (۱)، کھڑے ہو کر پانی پینے کے سلسلے میں روایات مختلف ہیں، بعض روایات میں ممانعت وارد ہے اور بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے، ذیل میں دونوں طرح کی روایات میں سے چند روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

ممانعت والی روایات

جن روایات میں نہیں وارد ہے، ان میں سے چند یہ ہیں

- ① صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم زجر عن الشرب قائماً“ اور دوسرے طریق میں الفاظ ہیں ”انہ نہی أن یشرب الرجل قائماً“ (۲)
- ② صحیح مسلم ہی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یشربن أحدکم قائماً، فمن نسی، فلیستقی“ (۳)
- ③ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور حدیث نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں ”لو یعلم الذی یشرب وهو قائم ما فی بطنہ لاستقاءہ“ (۴)

④ امام احمد ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت نقل فرمائی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کھڑے ہو کر پانی پیتے دیکھا تو فرمایا قے کر لو، اس نے وجہ

(۱) عمدۃ القاری: ۲۱/۱۹۲، الابواب والتراجم: ۲/۹۷

(۲) الحدیث أخرجه مسلم، فی کتاب الأطعمة، باب کراهیة الشرب قائماً: ۳/۱۰۰ (رقم الحدیث: ۲۰۲۳) وأخرجه أبو داود فی الأشربة، باب فی الشرب قائماً (رقم الحدیث: ۳۷۱۷) وأخرجه الترمذی فی الأشربة، باب ماجاء فی النهی عن الشرب قائماً، (رقم الحدیث: ۱۸۷۹) وابن ماجہ فی الأشربة، باب الشرب قائماً، (رقم الحدیث: ۳۲۶۷)

(۳) صحیح مسلم کتاب الأشربة، باب کراهیة الشرب قائماً: ۳/۱۶۰۱ (رقم الحدیث: ۲۰۲۶)

(۴) مسند الامام أحمد بن حنبل: ۲/۲۸۳

پوچھی تو آپ نے فرمایا کیا تم کو یہ پسند ہے کہ بلی تمہارے ساتھ پانی پیے..... اس نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا ”قد شرب معک من هوأ شر منه : الشيطان“ (۵)

⑤ امام ترمذی رحمہ اللہ نے جارود بن المعلى سے روایت نقل کی ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ

وسلم نہی عن الشرب قائما“ (۶)

جواز والی روایات

لیکن دوسری طرف بہت ساری احادیث کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں:

① ان میں سے دو حدیثیں تو امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں ذکر فرمائی ہیں۔

② امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی ہے ”کنا

ناکل علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ونحن نمشی، ونشرب ونحن قیام“ (۷)

③ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عمرو بن شعیب عن جدہ کے طریق سے روایت نقل کی ہے، اس میں

ہے ”رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یشرّب قائما وقاعدا“ امام ترمذی نے اس کو ”حسن صحیح“ کہا ہے (۸)۔

④ حضرات خلفائے راشدین اور دوسرے جلیل القدر صحابہ سے کھڑے ہو کر پانی پینا مروی ہے

اور یہ کہ وہ اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے (۹)۔

(۵) مسند الامام أحمد بن حنبل: ۳۰۱/۲

(۶) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی النهی عن الشرب قائما: ۳/۳۰۰ (رقم الحدیث: ۱۸۸۱)

(۷) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی النهی عن الشرب قائما: ۳/۳۰۰ (رقم الحدیث: ۱۸۸۰)

(۸) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی الرخصة فی الشرب قائما: ۳/۳۰۱ (رقم الحدیث: ۱۸۸۳)

(۹) فتح الباری: ۱۰۳/۱۰، ومؤطا للإمام مالک: کتاب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی شرب

الرجل وهو قائم: ۲/۹۲۵ (رقم الحدیث: ۱۳)

حل تعارض

یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی امر کے متعلق متعارض احادیث جمع ہو جائیں تو اس میں عموماً تین طریقے اختیار کیے جاتے ہیں، نسخ، ترجیح اور تطبیق، حضرات محدثین نے ان احادیث میں بھی یہی تین باتیں کہی ہیں:

① چنانچہ ابو بکر اثرم نے احادیث جواز کو احادیثِ نہی پر ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ احادیثِ جواز، احادیثِ نہی کے مقابلے میں اقویٰ اور اثبت ہیں (۱۰)

② احادیثِ نہی، احادیثِ جواز سے منسوخ ہو گئی ہیں، یعنی پہلے کھڑے ہو کر پانی پینے کی ممانعت تھی لیکن بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہو گئی، ”فکان آخر الأمرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشرب قائماً، کما شرب فی حجة الوداع“ (۱۱)

علامہ ابن حزم رحمہ اللہ نے اس کے بالکل برعکس مسلک اختیار کیا ہے اور کہا ہے، احادیثِ جواز، احادیثِ نہی سے منسوخ ہیں، یعنی پہلے اجازت تھی، پھر وہ اجازت منسوخ ہو گئی (۱۲)

③ اکثر علماء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی ہے، یہ تطبیق دو طرح سے دی گئی ہے:
(الف)..... ائمہ اربعہ اور اکثر فقہاء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ احادیثِ نہی سے نہی تنزیہی مراد ہے جو جواز کے منافی نہیں، یعنی کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ تنزیہی ہے، تاہم دوسری احادیث کی وجہ سے اس کا جواز ہے (۱۳)۔

(ب)..... امام طحاوی نے فرمایا کہ احادیثِ نہی ضررِ طبی اور احادیثِ جوازِ اباحتِ شرعیہ پر محمول ہیں، چنانچہ علامہ ابن عابدین ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

”وجنح الطحاوی إلی أنه لا بأس به، وأن النهی لخوف الضرر لا غیر“ (۱۴)

(۱۰) فتح الباری: ۱۰/۱۰۳

(۱۱) فتح الباری: ۱۰/۱۰۴، و عون المعبود شرح أبی داود، کتاب الأشربة، باب فی الشرب قائماً: ۱۰/۱۸۱

(۱۲) فتح الباری: ۱۰/۱۰۴، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۳، نیز دیکھیے، بذل المجہود، شرح أبی داود: ۱۶/۵۰

(۱۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۵۵، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۳، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۴

(۱۴) ردالمحتار، کتاب الطہارة، مطلب فی مباحث الشرب قائماً: ۱/۹۶

یعنی بسا اوقات کھڑے ہو کر پانی پینا مضر صحت ہوتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے منع فرمایا، فہو أمر إرشادی طبی لا شرعی (۱۵)

یہ تمام اختلاف کھڑے ہو کر پانی پینے کے جواز اور عدم جواز میں ہیں۔ باقی اس میں کوئی اختلاف

نہیں کہ بیٹھ کر پانی پینا افضل ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ معتاد بیٹھ کر ہی پانی پینے کا

تھا (۱۶)

حدثنا أبو نعیم.....

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس باب الرحبہ میں پانی لایا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر پیا اور

فرمایا کہ بعض لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کو مکروہ سمجھتے ہیں حالانکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا

کرتے دیکھا ہے جس طرح تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا۔

باب الرحبة

رَحْبَة صحن اور دالان کو کہتے ہیں، یہاں اس سے کوفہ کی جامع مسجد کا صحن مراد ہے (۱۷) جیسا کہ

باب کی دوسری روایت میں تصریح ہے۔

(۱۵) الأبواب والتراجم: ۲/ ۹۷

(۱۶) قال ابن القيم في زاد المعاد: وكان من هديه صلى الله عليه وسلم الشرب قاعدا، هذا كان هديه المعتاد،

وصح عنه أنه نهى عن الشرب قائما، وصح عنه أنه أمر الذي شرب قائما أن يستقي، وصح عنه أنه شرب

قائما، قالت طائفة: هذا ناسخ للنهي، وقالت طائفة: بل مبين أن النهي ليس للتحريم، بل للإرشاد، وترك

الأولى، وقالت طائفة: لا تعارض بينها أصلا فإنه إنما شرب قائما للحاجة، فإنه جاء إلى زمزم، وهم

يسقون منها، فاستقى، فتناولوه الدلو فشرب وهو قائم، وهذا كان موضع الحاجة، وللشرب قائما آفات

عديدة: منها أن لا يحصل له الري التام، ولا يستقر في المعدة حتى يقسمه الكبر على الأعضاء، وينزل

بسرعة وجدة إلى المعدة فيحشى منه أن يبرد حرارتها ويشوشها وتسرع النفوذ إلى أسفل البدن بغير

تدرج، وكل هذا يضر بالشارب، وأما إذا فعله نادرا أو لحاجة لم يضره (زاد المعاد: ۳/ ۲۲۹)

(۱۷) عمدة القاری: ۲۱/ ۱۹۲، وإرشاد الساری: ۱۲/ ۳۵۳

باب کی یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۱۸)

آب زمزم پینے کا طریقہ اور آداب

شرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم قائماً من زمزم
زمزم پینے کے متعلق حضرات علماء کے تین قول ہیں:

① بعضوں کے نزدیک عام پانی کی طرح زمزم بھی بیٹھ کر پینا افضل ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کھڑے ہو کر زمزم نوش فرمایا، وہ بیان جواز کے لیے تھا، یا

ازدحام اور ہجوم کے عذر کی وجہ سے تھا (۱۹)

② بعض علماء نے کھڑے ہو کر پینے اور بیٹھ کر پینے دونوں میں اختیار دیا ہے یعنی ان کے نزدیک

دونوں طریقے برابر ہیں، کوئی ایک، دوسرے سے افضل نہیں (۲۰)

③ لیکن کئی علماء کے نزدیک زمزم کھڑے ہو کر پینا افضل و مستحب ہے (۲۱)

(۱۸) (۵۲۹۲) الحدیث أخرجه أبو داود، فی الأشربة، باب الشرب قائماً: ۳/۳۳۶ (رقم الحدیث: ۳۷۱۸)

وأخرجه الترمذی فی الشمائل، باب ماجاء فی صفة شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۸۳ (رقم

الحدیث: ۲۱۰)، وأخرجه النسائی فی کتاب الطہارة، باب صفة الوضوء من غیر حدث: ۱/۹۳ (رقم

الحدیث: ۱۳۳)

(۱۹) حصائل نبوی شرح شمائل ترمذی: ۱۱۲

(۲۰) ردالمحتار، کتاب الطہارة، مطلب فی مباحث الشرب قائماً: ۱/۹۵

(۱۳۳) حصائل نبوی شرح شمائل ترمذی: ۱۱۲، وردالمحتار، کتاب الطہارة، مطلب فی مباحث الشرب

قائماً: ۱/۹۵

(۲۱) یہ حضرت ابن عباس کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں "إذا شربت منها، فاستقبل القبلة، واذکر اسم اللہ، وتنفس

ثلاثاً، وتضع منها، فإذا فرغت منها، فاحمد اللہ، فإن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: آية بيننا وبين

المنافقين أنهم لا يتصلعون من زمزم" (مستدرک للإمام حاکم، الشرب من زمزم وآدابه: ۱/۳۷۲، وسنن

البيهقي، باب سقاية الحاج والشرب منها ومن ماء زمزم: ۵/۱۳۷)

زمزم پینے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ قبلہ رخ ہو کر پیا جائے۔
دوم یہ کہ تین سانس میں پیا جائے اور ہر دفعہ کے شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ کہے۔
سوم یہ کہ خوب پیٹ بھر کر پیے، ایک حدیث میں آتا ہے ”آیة بیننا و بین المنافقین انہم
لایتضلعون من زمزم“ (۲۲)

زمزم پینے سے پہلے مشہور اور مجرب یہ ہے کہ جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے، کئی علماء نے اپنی
قبولیت دعا کا اس موقع پر ذکر کیا ہے (۲۳)، ایک مرفوع روایت میں بھی آتا ہے ”ماء زمزم لما شرب
لہ“ (۲۴)

زمزم کی فضیلت پر ایک اور حدیث بھی حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے ”خیر ماء علی وجہ
الأرض ماء زمزم، فیہ طعام الطعم، وشفاء السقم“ (۲۵)
اپنے گھروں اور علاقوں کی طرف زمزم لے جانے کا بھی سنن ترمذی میں حضرت عائشہؓ کی ایک
روایت میں ذکر ہے ”انہا کانت تحمل من ماء زمزم و تخبر: أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم کان یحملہ“ (۲۶)

(۲۲) دیکھیے فتح القدیر، کتاب الحج: ۴/۴۰۰، و معارف السنن، کتاب الحج: ۶/۴۲۷

(۲۳) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من زمزم: ۲/۱۰۱۸ (رقم الحدیث: ۳۰۶۲) و اختلف
الحفاظ فیہ، فمنہم من صححہ، ومنہم من حسنہ، ومنہم من ضعفہ، وقد أخرجہ الحاکم فی المستدرک
من طریق ابن عباس، وقال: هذا حدیث صحیح الإسناد، وقد ذکر العلماء أنہم جربوہ، فوجدوہ كذلك
(تعلیقات ابن ماجہ للشیخ محمد فؤاد عبد الباقی: ۲/۱۰۱۸)

(۲۴) مجمع الزوائد، باب فی زمزم: ۳/۲۸۶، وقال: رواہ الطبرانی فی الکبیر، و رجالہ ثقات

(۲۵) سنن الترمذی، کتاب الحج: ۳/۲۹۵ (رقم الحدیث: ۹۶۳) و المستدرک للإمام الحاکم، حمل ماء زمزم:

۱/۴۸۵، و سنن کبری للبیہقی، باب الرخصة فی الخروج بماء زمزم: ۵/۲۰۲

(۲۶) معارف السنن، کتاب الحج: ۶/۴۲۸، و فتح القدیر، کتاب الحج، فصل فی فضل ماء زمزم: ۲/۴۰۰

فائدہ

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے طلب حدیث کے ابتدائی دور میں زمزم پیتے ہوئے دعا کی تھی کہ حفظ حدیث میں مجھے حافظ ذہبی رحمہ اللہ جیسا حافظ عطا ہو، پھر تقریباً بیس سال کے بعد میں نے زمزم پیتے ہوئے حافظ ذہبی سے بھی اعلیٰ مرتبہ پالینے کی دعا کی، فرماتے ہیں ”وَأرجو الله أن أنال ذلك منه“ (۲۷)

بعد کے علماء نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر حافظ اور علم حدیث میں حافظ ذہبی سے آگے نکل گئے تھے (۲۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں ماء زمزم پر مستقل باب ”باب ماجاء فی زمزم“ قائم کیا ہے اور وہاں حدیث باب ذکر فرمائی ہے (۲۹)، یہاں اشربہ کی مناسبت سے اس کے متعلق یہ چند باتیں بیان کر دی گئی ہیں۔

۱۶ - باب : مَنْ شَرِبَ وَهُوَ وَاقِفٌ عَلَى بَعِيرِهِ .

۵۲۹۵ : حَدَّثَنَا مَالِكُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا أَبُو النَّضْرِ ، عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ بِنْتِ الْحَارِثِ : أَنَّهَا أُرْسِلَتْ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ بِقَدَحِ لَبَنٍ . وَهُوَ وَاقِفٌ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ . فَأَخَذَهُ بِيَدِهِ فَشَرِبَهُ .

زَادَ مَالِكٌ ، عَنْ أَبِي النَّضْرِ : عَلَى بَعِيرِهِ . [ر : ۱۵۷۵]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ جانور وغیرہ پر سوار ہو کر پانی پینا حدیث سے ثابت ہے (۳۰)، حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے۔

(۲۷) مقدمة لامع الدراري، الفصل الرابع: ۱/۳۹۳

(۲۸) كتاب الحج (رقم الحديث: ۱۶۳۶)

(۲۹) عمدة القاري: ۲۱/۱۹۳، وفتح الباري: ۱۰/۱۰۵

(۳۰) مذکورہ ترکیبوں کے لیے دیکھیے، عمدة القاري: ۲۱/۱۹۵، وإرشاد الساري: ۱۲/۳۵۶

۱۷ - باب : الأيمن فالأيمن في الشرب .

۵۲۹۶ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَتَى بِلَبَنٍ قَدْ شِيبَ بِمَاءٍ ، وَعَنْ يَمِينِهِ أَعْرَابِيٌّ ، وَعَنْ شِمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ . فَشَرِبَ ثُمَّ أَعْطَى الْأَعْرَابِيَّ وَقَالَ : (الْأَيْمَنُ الْأَيْمَنُ) . [ر : ۲۲۲۵]

الأيمن فالأيمن کی نحوی ترکیب

الأيمن فالأيمن کی ترکیب نحوی میں دو احتمال ہیں:

① یہ مبتدا ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے اور اس کی خبر محذوف ہے، فاء عاطفہ ہے اور ترکیبی

عبارت ہے الأيمن أحق في الشرب ثم الأيمن أحق -

② یہ دونوں فعل محذوف کے مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہیں ای أعطى الأيمن ثم

الأيمن (۳۱)

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ پانی پینے میں دائیں طرف سے دور چلے گا، یہ حکم پانی اور

دوسرے مشروبات وغیرہ سب کو شامل ہے (۳۲)

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس حکم کو پانی کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن حافظ

ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے یہ روایت ثابت نہیں (۳۳)

پانی کا دور دائیں طرف سے چلانا جمہور علماء کے نزدیک مستحب ہے اور علامہ ابن حزم کے نزدیک

واجب ہے (۳۴)، مہلب فرماتے ہیں:

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/۱۰۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۵، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

(۳۲) فتح الباری: ۱۰/۱۰۶، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۵، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

(۳۳) فتح الباری: ۱۰/۱۰۶، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

(۳۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۵

”التيامن في الأكل والشرب، وجميع الأشياء من السنن، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب التيامن استشعاراً منه بما شرف الله عز وجل به أهل اليمين“ (۳۵)

۱۸ - باب : هل يستأذن الرجل من عن يمينه في الشرب ليعطي الأكبر .
 ۵۲۹۷ : حدثنا إسماعيل قال : حدثني مالك : عن أبي حازم بن دينار . عن سهل بن سعد رضي الله عنه : أن رسول الله ﷺ أتى بشراب فشرب منه ، وعن يمينه غلام ، وعن يساره الأشياخ . فقال للغلام : (أتأذن لي أن أعطي هؤلاء) . فقال الغلام : والله يا رسول الله . لا أوثر بنصبي منك أحداً ، قال : فتله رسول الله ﷺ في يده . [ر : ۲۲۲۴]

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں فرماتے ہیں کہ کیا آدمی اپنے دائیں طرف والے آدمی سے اس بات کی اجازت لے سکتا ہے کہ پہلے بڑے آدمی کو پانی پینے کے لیے دے۔
 روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طرف ایک کم عمر لڑکا بیٹھا تھا اور دوسری طرف بڑی عمر کے لوگ تھے، غلام سے حضرت ابن عباسؓ مراد ہیں اور اشیاخ سے حضرت خالد بن ولید وغیرہ مراد ہیں (۳۶)

ایک تعارض اور اس کا حل

حدیث باب کا بظاہر حضرت ابن عباسؓ کی اس حدیث سے تعارض ہے جسے ابو یعلیٰ نے قوی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، اس میں ہے ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا سقی ، قال : ابدؤا بالأكبر“ (۳۷)

(۳۵) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۵، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۷

(۳۶) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷

(۳۷) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷

اس کا جواب دیا گیا کہ یہ حدیث اس حالت پر محمول ہے جب تمام لوگ ایک طرف بیٹھے ہوں یعنی سامنے کی طرف یا دائیں، بائیں جانب، ایسی صورت میں ابتدا بڑے سے کرنی چاہیے لیکن اگر لوگ دائیں بائیں بیٹھے ہیں تو پھر ایمن احق ہے، اگرچہ وہ چھوٹا ہو (۳۸)

فَتَّلَهُ

تَلَّ کے معنی رکھنے کے ہیں، علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تَلَّ شدت کے ساتھ رکھنے کو کہتے ہیں (۳۹)، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وأصله من الرمي على التل، وهو المكان المرتفع العالی، ثم استعمل في كل شيء يرمى به، وفي كل إلقاء“ (۴۰) یعنی اس کے اصل معنی ٹیلے پر کسی چیز کے پھینکنے کے ہیں، لیکن بعد میں مطلقاً کسی چیز کے پھینکنے کے لیے استعمال ہونے لگا۔

۱۹ - باب : الْكَرْعُ فِي الْحَوْضِ .

۵۲۹۸ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ صَالِحٍ : حَدَّثَنَا فُلَيْحُ بْنُ سُلَيْمَانَ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَارِثِ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ وَمَعَهُ صَاحِبٌ لَهُ ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَصَاحِبُهُ . فَرَدَّ الرَّجُلُ فَقَالَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، يَا أَبِي أَنْتَ وَأُمِّي ، وَهِيَ سَاعَةٌ حَارَّةٌ ، وَهُوَ يُحَوِّلُ فِي حَائِطٍ لَهُ ، يَعْنِي الْمَاءَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (إِنْ كَانَ عِنْدَكَ مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ ، إِلَّا كَرَعْنَا) . وَالرَّجُلُ يُحَوِّلُ الْمَاءَ فِي حَائِطٍ ، فَقَالَ الرَّجُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ، عِنْدِي مَاءٌ بَاتَ فِي شَنَّةٍ ، فَأَنْطَلِقَ إِلَى الْعَرِيشِ ، فَسَكَبَ فِي قَدَحٍ مَاءً ، ثُمَّ حَلَبَ عَلَيْهِ مِنْ دَاجِنٍ لَهُ ، فَشَرِبَ النَّبِيُّ ﷺ ، ثُمَّ أَعَادَ فَشَرِبَ الرَّجُلُ الَّذِي جَاءَ مَعَهُ . [ر : ۵۲۹۰]

حدیث سے ترجمۃ الباب کا ثبوت

کَرَع لغت میں منہ لگا کر پانی پینے کو کہتے ہیں، بعضوں نے چلو سے پانی پینے کو کَرَع کہا ہے، اس

(۳۸) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۷، ۱۰۸

(۴۰) الأبواب والتراجم: ۲/۹۷، وفتح الباری: ۱۰/۱۰۸

باب سے امام بخاری رحمہ اللہ نے منہ لگا کر حوض سے پانی پینے کا جواز ثابت کیا ہے چنانچہ حدیث میں ”وإلا کرعنا“ کے الفاظ اس پر دلالت کرتے ہیں، البتہ حدیث میں حوض کا ذکر نہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ باغ میں پانی دینے والا صحابی شاید وہاں کسی کنویں سے پانی نکال رہا تھا اور ایک حوض میں جمع کر رہا تھا اور اس حوض سے پھر باغ کے مختلف اطراف میں پھیلا رہا تھا (۴۱) اس طرح اگرچہ صراحتاً حوض کا ذکر نہیں لیکن کنایتاً اس کا ذکر ہے

بہر حال حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہ ایک امکانی بات ارشاد فرمائی ہے، جس سے حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ عموماً کرع کی ضرورت حوض وغیرہ میں پیش آتی ہے، اگرچہ حدیث میں مطلقاً کرع کا ذکر ہے لیکن چونکہ اس کا وقوع عموماً حوض وغیرہ کے پاس ہوتا ہے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے لوگوں کی عادت اور اس فعل کے عمومی وقوع کے پیش نظر ترجمۃ الباب میں ”فی الحوض“ کا اضافہ کیا۔ واللہ اعلم

۲۰ - باب : خِدْمَةِ الصَّغَارِ الْكِبَارِ .

۵۲۹۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : سَمِعْتُ أَنَسًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : كُنْتُ قَائِمًا عَلَى الْحَيِّ اسْتَقِيمَهُمْ ، عُمُومَتِي وَأَنَا أَصْغَرُهُمْ ، الْفَضِيخَ ، فَقِيلَ : حُرِّمَتِ الْخَمْرُ ، فَقَالَ : أَكْفَيْهَا . فَكَفَّأْنَا ، قُلْتُ لِأَنْسٍ : مَا شَرَابُهُمْ ؟ قَالَ : رُطْبٌ وَبُسْرٌ . فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَنْسٍ : وَكَانَتْ خَمْرُهُمْ ، فَلَمْ يُنْكِرْ أَنْسٌ . وَحَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِي : أَنَّهُ سَمِعَ أَنَسًا يَقُولُ : كَانَتْ خَمْرُهُمْ يَوْمَئِذٍ . [ر : ۲۳۳۲]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ چھوٹوں کو بڑوں کی خدمت کرنی چاہیے اور خدمت کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ چھوٹے بڑوں کو پانی پلائیں، جیسا کہ حدیث باب میں حضرت انسؓ سے چھوٹے تھے اور ساتی بنے ہوئے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کے الفاظ عام رکھے ہیں، شرب وغیرہ

کی قید نہیں لگائی، عام کے تحت خاص چونکہ خود بخود آجاتا ہے، اس لیے اس قید کی ضرورت نہیں پڑی۔

۲۱ - باب : تَغْطِيَةِ الْإِنَاءِ .

۵۳۰۱/۵۳۰۰ : حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ : أَخْبَرَنَا رَوْحُ بْنُ عُبَادَةَ : أَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ ، أَوْ أَمْسَيْتُمْ ، فَكَفُّوا صَبِيَانَكُمْ ، فَإِنَّ الشَّيَاطِينَ تَنْتَشِرُ حِينَئِذٍ ، فَإِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَحَلُّوهُمْ ، فَأَغْلِقُوا الْأَبْوَابَ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، فَإِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُغْلَقًا ، وَأَوْكُوا قَرَبَكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، وَخَمَّرُوا آيَاتِكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ ، وَلَوْ أَنْ تَعْرَضُوا عَلَيْهَا شَيْئًا ، وَأَطْفِئُوا مَصَابِيحَكُمْ) .

(۵۳۰۱) : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ عَطَاءٍ ، عَنْ جَابِرٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (أَطْفِئُوا الْمَصَابِيحَ إِذَا رَقَدْتُمْ ، وَغَلِّقُوا الْأَبْوَابَ ، وَأَوْكُوا الْأَسْقِيَةَ ، وَخَمَّرُوا الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ - وَأَحْسِبُهُ قَالَ - وَلَوْ بَعُودٍ تَعْرَضُهُ عَلَيْهِ) . [ر : ۳۱۰۶]

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رات کی تاریکی آجائے اور شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو (باہر نکلنے سے) روکو، اس لیے کہ اس وقت شیاطین پھیل جاتے ہیں، پھر جب رات کا ایک حصہ گزر جائے تو ان کو چھوڑ سکتے ہو، اللہ کا نام لے کر دروازے بند کیا کرو کیونکہ شیطان بند دروازہ کو نہیں کھولتا، مشکیزے کا دہانہ ”بسم اللہ“ پڑھ کر باندھ لیا کرو، برتنوں کو بھی اللہ کا نام لے کر ڈھانک دیا کرو (کوئی چیز ڈھانکنے کے لیے نہ ملے تو کم از کم) ان کے عرض (چوڑائی) ہی پر کوئی شی رکھ دیا کرو اور اپنے چراغوں کو بجھا دیا کرو (کہ کہیں وہ رات کے وقت گھر میں آگ لگنے کا سبب نہ بن جائیں)

سر شام بچوں کو باہر نکلنے سے ممانعت کا حکم

فكفوا صبيانكم

یعنی بچوں کو سر شام باہر نکلنے سے روکو، کیونکہ اس وقت جن و شیاطن گھوم رہے ہوتے ہیں وہ

بچوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں، علامہ ابن بطال رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”خشی صلی اللہ علیہ وسلم علی الصبیان عند انتشار الجن أن تلم بهم، فتصرعهم، فإن الشیطان قد أعطاه اللہ تعالیٰ قوة علیہ وأعلمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان التعرض للفتن مما لا یتغی وأن الاحتراس منها أحزم، علی أن ذلك الاحتراس لا یرد قدراً، ولكن یربع النفس عذرهما، ولئلا یتسبب له الشیطان إلى لوم نفسه فی التقصیر“ (۴۲)

یعنی چونکہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے ایک گونہ قوت عطا فرمائی ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات کے انتشار کے وقت خدشہ کا اظہار فرمایا، فتنوں سے بچنے کی حضور ﷺ نے ہمیں تعلیم دی ہے، جو کچھ تقدیر میں ہوتا ہے اگرچہ اس طرح کی حفاظت سے تقدیر نہیں ٹلتی تاہم بعد میں پشیمانی اور اسباب اختیار کرنے میں کوتاہی سے بچنے کے لیے یہ ضروری ہے۔

أو کوا قریبکم

أو کی باب افعال سے ہے، اس کے معنی ہیں کسی چیز کو رسی وغیرہ سے باندھنا، قریب: قریبہ کی جمع ہے، مشکیزے کو کہتے ہیں۔

ولو أن تعرضوا علیہا شیئاً شرط ہے جزاء ”لکان کافیا“ محذوف ہے (۴۳)

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وإنما أمر بالتغطية، لأن فی السنة لیلة ینزل فیہا وباء وبلاء،

لا یمر باناء مکشوف إلا نزل فیہ من ذلك، والأعاجم یتوقعون ذلك فی

کانون الأول“ (۴۴)

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن ڈھانکنے کا حکم اس لیے دیا کہ سال میں ایک رات

(۴۲) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۵۹

(۴۳) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۷

(۴۴) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۶۰

ایسی آتی ہے کہ اس میں وبانازل ہوتی ہے اور ہر کھلے برتن میں داخل ہوتی ہے۔

واطفئوا مصابیحکم

مصابیح: مصباح کی جمع ہے، چراغ وغیرہ کے بجھانے کا حکم اس لیے دیا ہے کہ وہ ہونے کے بعد آگ لگنے کا سبب بن سکتا ہے، مسجدوں وغیرہ میں جو قندیلیں لٹکائی جاتی ہیں، وہاں بھی اگر آگ لگنے کا خوف ہو تو یہی حکم ہے کہ انہیں بجھا دیا جائے، ورنہ نہیں (۳۵)

باب کی آخری روایت میں اُسْقِيَةَ كَالْفِظِ آيَا هِيَ، يَه سِقَاءُ كِي جَمْع هِيَ، پانی کے مشکیزے وغیرہ کو

کہتے ہیں (۳۶)

۲۲ - باب : اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ .

۵۳۰۳/۵۳۰۲ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي ذَيْبٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنْ اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ . يَعْنِي أَنْ تُكْسَرَ أَفْوَاهُهَا فَيُشْرَبَ مِنْهَا .

(۵۳۰۳) : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِقَاتٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يَقُولُ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَنْهَى عَنِ اخْتِنَاتِ الْأَسْقِيَةِ . قَالَ عَبْدُ اللَّهِ : قَالَ مَعْمَرٌ أَوْ غَيْرُهُ : هُوَ الشُّرْبُ مِنْ أَفْوَاهِهَا .

(۳۵) عمدة القاری: ۱۹۸/۲۱

(۳۶) (۵۳۰۲) الحدیث، أخرجه البخاری أيضاً في هذا الباب، (رقم الحدیث: ۵۳۰۳)، وأخرجه أبو داود في

الأشربة، باب في اختنات الأَسْقِيَةِ (رقم الحدیث: ۳۴۲۰) ۳/۳۳۷، وأخرجه الترمذی في الأشربة، باب

ما جاء في النهی عن اختنات الأَسْقِيَةِ: ۳/۳۰۵ (رقم الحدیث: ۱۸۹۰) وأخرجه ابن ماجه في الأشربة، باب

اختنات الأَسْقِيَةِ: ۲/۱۱۳۱ (رقم الحدیث: ۳۳۱۸) وأخرجه مسلم في الأشربة، باب آداب الطعام والشراب

وأحكامها: ۳/۱۶۰۰ (رقم الحدیث: ۲۰۲۳)

اختناث خنث سے باب افتعال کا مصدر ہے جس کے معنی موڑنے کے آتے ہیں یہاں پہلی حدیث میں اس کی تشریح ”أن تکسراً فواھہا“ سے کی ہے، اس میں کسر سے توڑنا مراد نہیں بلکہ موڑنا مراد ہے اور دوسری حدیث میں اس کی تشریح ”الشرب من أفواھہا“ سے کی گئی ہے (۴۷)

منہ لگا کر مشکیزے سے منع کرنے کی حکمتیں

مطلب یہ ہے کہ مشکیزے وغیرہ کا منہ موڑ کر براہ راست اس سے پانی پینے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے، اس ممانعت کی محدثین نے مختلف مصلحتیں بیان فرمائی ہیں:

① اس میں پانی ضرورت سے زیادہ صرف ہوتا ہے اور پانی کے ضائع ہونے کا خدشہ ہوتا ہے (۴۸)

② کپڑوں وغیرہ پر پانی گرنے کا بھی قوی اندیشہ ہوتا ہے (۴۹)

③ زیادہ مقدار میں حلق اور پیٹ میں جانے سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، حلق اور معدہ دونوں کے لیے یہ باعث ضرر ہو سکتا ہے (۵۰)

④ مشکیزے کے اندر کیڑا اور دوسرے حشرات بسا اوقات چلے جاتے ہیں، براہ راست منہ لگانے سے ان کیڑوں مکوڑوں کے منہ میں جانے کا بھی خطرہ رہتا ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی ہے (۵۱)

(۴۷) إرشاد الساری: ۱۴/۳۶۱، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۰

(۴۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰ وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

(۴۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰ وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

(۵۰) شرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۰، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

(۵۱) عمدة القاری: ۲۱/۱۹۸، شرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۶، ومرقاة المفاتیح، کتاب

الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۲۱۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۱۲

دو حدیثوں کے درمیان تعارض اور اس کا جواب

البتہ اس پر حضرت انسؓ کی ایک روایت سے اشکال ہو سکتا ہے جسے امام ترمذی نے شامل میں اور امام احمد بن حنبلؓ نے مسند احمد میں نقل کیا کہ ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علی ام سلیم، وقربة معلقة فشرب من فم القربة“ (۵۲)

بظاہر دونوں حدیثوں میں تعارض ہے، اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

① ممانعت والی احادیث بڑی مشک سے متعلق ہیں جن کا دہانہ زیادہ فراخ اور کشادہ ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل چھوٹی مشک سے متعلق ہے جس کا دہانہ تنگ ہوتا ہے اور اس میں ذکر کردہ اکثر نقصانات کا اندیشہ نہیں ہوتا (۵۳)۔

② ممانعت کا تعلق دوام اور عادت سے ہے کہ اس طرح مشک سے منہ لگا کر پینے کی عادت نہیں ڈالنی چاہیے، اس میں اور خرابیوں کے علاوہ مشک کے منہ میں رفتہ رفتہ بدبو پیدا ہونے لگتی ہے اور آپ کا عمل کبھی کبھار بیان جواز کے لیے تھا (۵۴)۔

③ اباحت کا تعلق ضرورت اور احتیاج سے ہے، مثلاً پینے کے لیے کوئی چھوٹا برتن میسر نہیں اور ممانعت کا تعلق عام حالات سے ہے (۵۵)۔

④ بعض حضرات نے کہا کہ اس طرح پانی پینا پہلے مباح تھا، لیکن پھر احادیث نبی نے اس اباحت

(۵۲) شمائل الترمذی، باب ماجاء فی صفة شرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص: ۱۳، ومسند الامام أحمد بن حنبل: ۱۱۹/۳

(۵۳) فتح الباری: ۱۱۳/۱۰ وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۱۸۶/۸، ومرفاة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۲۱۶/۸

(۵۴) فتح الباری: ۱۱۳/۱۰، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۱۸۶/۸، ومرفاة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۲۱۶/۸

(۵۵) فتح الباری: ۱۱۳/۱۰، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۱۸۶/۸، ومرفاة المفاتیح، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۲۱۶/۸

کو منسوخ کر دیا (۵۶)۔

⑤ احادیثِ نبوی، نبوی تنزیہی پر محمول ہیں، اور آپ کا عمل بیان جواز کے لیے تھا، نبوی تنزیہی اور جواز دونوں جمع ہو سکتے ہیں (۵۷)۔

⑥ بعضوں نے احادیثِ نبوی کو ترجیح دی ہے کیونکہ وہ قول ہیں اور جواز فعل سے ثابت ہو رہا ہے (۵۸)۔

۲۳ - باب : الشُّرْبِ مِنْ فَمِ السَّقَاءِ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلا ترجمہ ”اختناث“ کے عنوان سے قائم فرمایا جس کے معنی مشکیزے کا منہ موڑنے کے تھے اور یہاں ”الشرب من فم السقا“ فرما کر اشارہ کر دیا کہ حدیث میں وارد نہیں صرف اختناث کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ عام ہے، بعض برتنوں کے دہانوں کو موڑا نہیں جاسکتا، امام کا مقصد یہ ہے کہ ایسے برتنوں کے دہانوں سے منہ لگا کر پینا بھی نبوی کے تحت داخل ہے (۵۹)۔

۵۳۰۵/۵۳۰۴ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ : قَالَ لَنَا عِكْرِمَةُ :
أَلَا أَخْبَرُكُمْ بِأَشْيَاءٍ قَصَارٍ حَدَّثَنَا بِهَا أَبُو هُرَيْرَةَ ؟ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فَمِ
لِقَرْبَةِ أَوْ السَّقَاءِ ، وَأَنْ يَمْنَعَ جَارَهُ أَنْ يَغْرَزَ خَشْبَهُ فِي دَارِهِ .
(۵۳۰۵) : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : أَخْبَرَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يُشْرَبَ مِنْ فِي السَّقَاءِ .

(۵۶) فتح الباری: ۱۰/۱۱۳، وشرح الطیبی، کتاب الأطعمة، باب الأشربة: ۸/۱۸۶، مرقاة المفاتیح، کتاب

الأطعمة باب الأشربة: ۸/۲۱۶، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۰

(۵۷) فتح الباری: ۱۰/۱۱۲، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۶۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۹

(۵۸) فتح الباری: ۱۰/۱۱۲، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۶۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷، وعمدة القاری: ۲۱/۱۹۹

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۱۱۱، والأبواب والتراجم: ۲/۹۷

۵۳۰۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ
بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ فِي السَّقَاءِ . (۶۰)

من فم القربة أو السقاء

راوی کو قربة اور سقاء میں شک ہے، دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ قربة صرف پانی کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور سقاء پانی اور دودھ دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے (۶۱)۔

ان يمنع جاره أن يغزر خشبه في داره

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ممانعت فرمائی ہے کہ کوئی شخص اپنے پڑوسی کو اپنی دیوار میں کھونٹی گاڑنے سے منع کرے، کوئی اپنے گھر میں ضرورت کے لیے کوئی لکڑی وغیرہ گاڑتا ہے تو پڑوسی کو اسے منع کرنے کا حق نہیں ہے، غزر کے معنی زمین میں کوئی چیز گاڑنے کے آتے ہیں۔

۲۴ - باب : النَّهْيُ عَنِ التَّنْفُسِ فِي الْإِنَاءِ .

۵۳۰۷ : حَدَّثَنَا أَبُو نَعِيمٍ : حَدَّثَنَا شَيْبَانُ ، عَنْ يَحْيَى ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ ،
أَبِيهِ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (إِذَا شَرِبَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَفَسُ فِي الْإِنَاءِ ، وَإِذَا بَالَ
دُكْمٌ فَلَا يَمْسَحُ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ ، وَإِذَا تَمَسَّحَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَتَمَسَّحُ بِيَمِينِهِ) . [ر : ۱۵۲]

برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے

پانی پیتے ہوئے برتن کے اندر سانس لینا مکروہ ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے، برتن کے اندر سانس لیتے ہوئے منہ کے لعاب وغیرہ کا اس میں گرنے کا اندیشہ ہوتا ہے جو دوسرے کے لیے باعث نفرت بن سکتا ہے، ہاں اگر آدمی تنہا پانی پی رہا ہے اور اس کے ساتھ کوئی اور نہیں

(۶۰) (۵۳۰۳) الحدیث أخرجه البخاری فی هذا الباب، أيضاً رقم: (۵۳۰۵) و (۵۳۰۶) وأخرجه ابن ماجه فی

الأشربة، باب من شرب من فم السقاء: ۲/۱۱۳۲ (رقم الحدیث: ۳۳۲۱)

ہے تو ایسی صورت میں ممانعت نہیں ہے، بعض حضرات نے یہ بات کہی ہے (۶۲)، لیکن حدیث کے الفاظ چونکہ عام ہیں، اس میں کسی اور آدمی کے ہونے کی کوئی قید نہیں ہے، اس لیے یہ حکم عام ہی ہونا چاہیے (۶۳)۔

۲۵ - باب : الشُّرْبُ بِنَفْسَيْنِ أَوْ ثَلَاثَةٍ .

۵۳۰۸ : حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ وَأَبُو نُعَيْمٍ قَالَا : حَدَّثَنَا عَزْرَةُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي ثُمَامَةُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : كَانَ أَنَسُ يَتَنَفَّسُ فِي الْإِنَاءِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا . وَزَعَمَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا . (۶۳)

پہلے باب میں امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلایا کہ برتن کے اندر سانس لینا درست نہیں، اور اس باب میں فرما رہے ہیں کہ پانی پیتے ہوئے دو تین سانس درمیان میں لینے چاہیں یعنی ایک سانس میں پانی پینا صحیح نہیں، البتہ سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے (۶۵)، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”فكأنه أراد أن يجمع بين حديث الباب والذي قبله، لأن

ظاهرهما التعارض، إذاً أول صريح في النهي عن التنفس في الإناء والثاني

يثبت التنفس، فحملهما على حالتين، فحالة النهي على التنفس داخل

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰، فتح الباری: ۱۰/۱۱۵

(۶۳) فتح الباری: ۱۰/۱۱۵

(۶۴) (۵۳۰۸) الحدیث أخرجه مسلم في الأشربة، باب كراهية التنفس في نفس الإناء واستحباب التنفس

ثلاثاً خارج الإناء : ۳/۱۶۰۲ (رقم الحدیث: ۲۰۲۸) وأخرجه ابن ماجه في الأشربة، باب الشرب بثلاثة

أنفاس : ۲/۱۱۳۱ (رقم الحدیث: ۳۴۱۶) وأخرجه الترمذی في الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الإناء

: ۳/۳۰۲ (رقم الحدیث: ۱۸۸۴) وأخرجه النسائی في الأشربة، باب الرخصة في التنفس في الإناء :

۳/۱۹۸ (رقم الحدیث: ۲۸۸۴)

(۶۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۰

الإنا، وحالة الفعل على من تنفس خارجه فالأول على ظاهره من النهي،
والثاني تقديره كان يتنفس في حالة الشرب في الإناء“ (۶۶)
امام ترمذی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”لاتشربوا واحدا كشر
البعير، ولكن اشربوا مثنى وثلاث، وسموا إذا أنتم شربتم، واحمدوا إذا انتم رفعتم“ (۶۷)

پانی پیتے وقت سانس لینے کا مستحب طریقہ

مستحب یہی ہے کہ پانی پینے کے درمیان تین سانس لیے جائیں، ایک سانس میں پانی پینا اگرچہ جائز
تو ہے لیکن بہتر نہیں، غٹ غٹ کر کے ایک سانس میں پانی پینے کے طبی نقصانات بھی ہیں۔
اس میں بھی مستحب صورت یہ ہے کہ پہلے سانس میں تھوڑا پیا جائے، دوسرے سانس میں اس
سے کچھ زیادہ پیا جائے اور تیسرے سانس میں پورا پیا جائے۔
البتہ سانس لیتے ہوئے منہ سے گلاس کو الگ رکھا جائے۔

امام ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”ان
النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن النفخ في الشراب، فقال رجل: القذاة أراها في الإنا،
قال: أهرقها، قال: فإني لا أروى من نفس واحد، قال: فأبى القدح إذا عن فيك“ (۶۸) حاکم
نے اس روایت کو صحیح قرار دیا (۶۹)۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ”إذا شرب أحدكم فلا يتنفس في الإناء، فإذا أراد أن يعود، فليصح الإنا، ثم ليعد إن كان

(۶۶) فتح الباری: ۱۰/۱۱۳

(۶۷) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء في التنفس في الإناء: ۴/۳۰۲ (رقم الحدیث: ۱۸۸۵)

(۶۸) سنن الترمذی، کتاب الأشربة، باب ماجاء في كراهية النفخ في الشراب: ۴/۳۰۳، ۳۰۴ (رقم

الحدیث: ۱۸۸۷)

(۶۹) المستدرک علی الصحیحین، کتاب الأشربة: ۳/۱۳۹

یرید“ (۷۰)

طبرانی کی روایت میں ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یشرب فی ثلاثة أنفاس ، إذا أدنی الإناء إلی فیہ یسمی اللہ ، فإذا آخره حمد اللہ یفعل ذلك ثلاثاً“ (۷۱)

مذکورہ ترمذی اور ابن ماجہ کی روایتوں میں تصریح آگئی ہے کہ پانی پیتے ہوئے اگر سانس لینے کی ضرورت ہو تو سانس برتن کے اندر نہ لیا جائے بلکہ برتن کو اپنے منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے، مسلم شریف کی روایت میں ہے ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الإناء ثلاثاً“، ویقول: هو أروى، وأمرأ، وأبرأ“ (۷۲) سنن ابی داؤد کی روایت میں ”أروى“ کے بجائے ”أهنأ“ ہے (۷۳)۔

پانی پینے کے آداب

ذکر کردہ احادیث کی روشنی میں پانی پینے کے مندرجہ ذیل آداب معلوم ہوئے:

① پانی بیٹھ کر پیا جائے

② دائیں ہاتھ سے پیا جائے

③ ابتدا میں بسم اللہ پڑھی جائے

④ تین سانسوں میں پیا جائے اور ہر سانس کے ساتھ ”الحمد للہ“ کہا جائے

⑤ گلاس کے اندر سانس نہ لیا جائے بلکہ گلاس کو منہ سے الگ کر کے سانس لیا جائے

⑥ اور پینے کے بعد اللہ کا شکر ادا کیا جائے، صرف ”الحمد للہ“ کہہ دینا بھی کافی ہے اور بعض علماء

نے یہ دعا بھی نقل فرمائی ہے ”الحمد للہ الذی جعله عذباً فراتاً برحمته ولم يجعله ملحاً أجاجاً

بذنوبنا“ (۷۴)

(۷۰) سنن ابن ماجہ، کتاب الأشربة، باب التنفس فی الإناء: ۲/۱۱۳۳ (رقم الحدیث: ۳۴۲۷)

(۷۱) فتح الباری: ۱۰/۱۱۵

(۷۲) صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب کراهیة التنفس فی الإناء: ۳/۱۶۰۲ (رقم الحدیث: ۲۰۲۸)

(۷۳) سنن ابی داؤد، کتاب الأشربة، باب فی الساقی متی یشرب: ۳/۳۳۸ (رقم الحدیث: ۳۷۲۷)

(۷۴) الدر المنثور: ۵/۲۴۷ وفی روایة: (مالحاً أجاجاً) وشعب الإیمان للبیہقی، رقم الحدیث: (۴۴۷۹)

۲۶ - باب : الشُّرْبِ فِي آيَةِ الذَّهَبِ .

۵۳۰۹ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ الْحَكَمِ ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ :
كَانَ حُذَيْفَةُ بِالْمَدَائِنِ ، فَاسْتَسْقَى ، فَأَتَاهُ دُهْقَانٌ بِقَدَحٍ فِضَّةٍ فَرَمَاهُ بِهِ ، فَقَالَ : إِنِّي لَمْ أَرِمِهِ
إِلَّا أَنِّي نَهَيْتُهُ فَلَمْ يَنْتَهَ ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَانَا عَنِ الْحَرِيرِ وَالذَّبْيَاجِ ، وَالشُّرْبِ فِي آيَةِ الذَّهَبِ
وَالْفِضَّةِ ، وَقَالَ : (هُنَّ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا ، وَهِيَ لَكُمْ فِي الْآخِرَةِ) . [ر : ۵۱۱۰]

کتاب الأطعمة میں باب الأكل فی إناء مفضض کے تحت سونے کے برتن میں کھانے

پینے کا مسئلہ گذر چکا ہے۔

فأتاه دِهقان

دِهقان (دال کے کسرہ کے ساتھ) سردار کو کہتے ہیں، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہو زعيم

القوم و كبير القرية (۷۵)

۲۷ - باب : آيَةِ الْفِضَّةِ .

۵۳۱۰ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ ابْنِ عَوْنٍ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ،
عَنِ ابْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ : خَرَجْنَا مَعَ حُذَيْفَةَ وَذَكَرَ النَّبِيُّ قَالَ : (لَا تَشْرَبُوا فِي آيَةِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ ،
وَلَا تَلْبَسُوا الْحَرِيرَ وَالذَّبْيَاجَ ، فَإِنَّهَا لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْآخِرَةِ) . [ر : ۵۱۱۰]

۵۳۱۱ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ عُمَرَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ :
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (الَّذِي يَشْرَبُ فِي آيَةِ الْفِضَّةِ إِنَّمَا يُجْرَجُ فِي بَطْنِهِ نَارَ جَهَنَّمَ) .

۵۳۱۲ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ الْأَشْعَثِ بْنِ سَلِيمٍ ، عَنْ
مُعَاوِيَةَ بْنِ سُؤَيْدِ بْنِ مِقْرَانَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعٍ وَنَهَانَا
عَنْ سَبْعٍ : أَمَرَنَا بِعِيَادَةِ الْمَرِيضِ ، وَاتِّبَاعِ الْجِنَازَةِ ، وَتَشْمِيتِ الْعَاطِسِ ، وَإِجَابَةِ الدَّاعِي ،
وَإِفْشَاءِ السَّلَامِ ، وَنَصْرِ الْمَظْلُومِ ، وَإِبْرَارِ الْمُقْسِمِ . وَنَهَانَا عَنْ خَوَاتِيمِ الذَّهَبِ ، وَعَنِ الشُّرْبِ فِي
الْفِضَّةِ . أَوْ قَالَ : آيَةِ الْفِضَّةِ ، وَعَنِ الْمَيَّائِرِ وَالْقَسِيِّ ، وَعَنْ لُبْسِ الْحَرِيرِ وَالذَّبْيَاجِ وَالْإِسْتَبْرَقِ .

اس ترجمہ کی ضرورت نہ تھی، کیونکہ سابقہ ترجمہ میں یہ داخل ہے، لیکن وہاں جو حدیث ذکر کی ہے وہ ”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہانا“ ماضی کے صیغے کے ساتھ ہے اور اس باب کی حدیث میں ”لا تشربوا“ نہی ہے (۷۶)۔

عبداللہ بن عبدالرحمن

باب کی دوسری روایت کی سند میں عبداللہ بن عبدالرحمن ہیں، یہ حضرت صدیق اکبر کے پوتے اور ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں، یہ اپنے والد اور اپنی خالہ سے روایت نقل کرتے ہیں (۷۷)، امام ترمذی کے علاوہ باقی حضرات نے ان سے احادیث لی ہیں (۷۸) اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے (۷۹)۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وہ وثقة، ماله فی البخاری غیر هذا الحدیث“ (۸۰) باب کی آخری حدیث پہلے گزر چکی ہے، اس میں چند الفاظ دیکھ لیں:
المیائثر: میثرة (بکسر المیم و سکون الیاء) کی جمع ہے، یہ زین پر لے جانے والے کپڑے کا نام ہے جو عموماً ریشم سے بنایا جاتا تھا، ابو عبیدہ فرماتے ہیں المیائثر کانت من مراکب الأعاجم من دیباج أو حریر (۸۱)۔

القَسِّي (قاف کے فتح اور سین مکسورہ مشدودہ کے ساتھ) یہ قَس کی طرف منسوب ہے جو ایک

(۷۶) وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۲

(۷۷) فتح الباری: ۱۰/۱۱۹، وتہذیب الکمال: ۱۵/۱۹۷ (رقم الترجمة: ۳۳۷۴)

(۷۸) تہذیب الکمال: ۱۵/۱۹۸، وتہذیب التہذیب: ۵/۲۹۱

(۷۹) ثقات ابن حبان: ۵/۱۰، ان کے حالات کے لیے دیکھیں، تاریخ البخاری الكبير: ۵/الترجمة ۳۸۸، المعرفة

والتاریخ: ۱/۲۳۱-۲۸۵، الجمع لابن القیسرانی: ۱/۲۵۳، والکاشف: ۲/الترجمة: ۳۸۴۵

(۸۰) فتح الباری: ۱۰/۱۱۹، عمدة القاری: ۲۱/۲۰۲

(۸۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۶۷

شہر کا نام ہے، علامہ کرمانی نے فرمایا کہ یہ شام کا شہر ہے (۸۲)، علامہ عینی نے ان کی تردید کی ہے اور فرمایا کہ یہ مصر کے ایک شہر کا نام تھا جو اب اجڑ گیا ہے (۸۳)۔ کسی کپڑا بھی چونکہ ریشم سے بنایا جاتا تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

دیباچہ پتلے ریشم اور استبرق موٹے ریشم کو کہا جاتا ہے (۸۴)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وفی هذه الأحادیث تحريم الأكل والشرب في أنية الذهب والفضة على كل مكلف رجلا كان أو امرأة ، ولا يلتحق ذلك بالحلی للنساء ، لأنه ليس من التزین الذی أبیح لها فی شیء ، قال القرطبی: ویلتحق بهما (أی بالأكل والشرب) ما فی معناهما مثل التطیب والتکحل وسائر وجوه الاستعمالات، وبهذا قال الجمهور.....“ (۸۵)

۲۸ - باب : الشُّرْبِ فِي الْأَقْدَاحِ .

۵۳۱۳ : حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ سَالِمِ أَبِي النَّضْرِ ، عَنْ عُمَيْرِ مَوْلَى أُمِّ الْفَضْلِ ، عَنْ أُمِّ الْفَضْلِ : أَنَّهُمْ شَكُّوا فِي صَوْمِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عَرَفَةَ ، فَبُعِثَ إِلَيْهِ بِقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَشَرِبَهُ . [ر : ۱۵۷۵]

أقداح: قَدَح کی جمع ہے، قَدَح پیالے اور کٹورے کو کہتے ہیں (۸۶)۔

ترجمة الباب کا مقصد

❶ پیالے اور کٹورے میں پانی پینا جائز ہے یا فاسق لوگوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ممنوع

(۸۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، شرح البحاری للکرمانی: ۲۰/۱۷۱

(۸۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، إرشاد الساری: ۱۴/۳۶۸

(۸۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، إرشاد الساری: ۱۴/۳۶۸

(۸۵) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰

(۸۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳

ہے، شاید امام بخاری رحمہ اللہ اس طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ اس میں پینا اگرچہ فساق کا شعار ہے لیکن وہ خاص مشروب اور مخصوص ہیئت کے نقطہ نظر سے ان کا شعار ہے تاہم ان کی مخصوص ہیئت کو اگر اختیار نہ کیا جائے تو فی نفسہ قدح میں پانی پینا بلا کراہت جائز ہے اس ترجمہ سے امام بخاری اس کا جواز ثابت کرنا چاہتے ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب کا یہ مقصد بیان کیا ہے (۸۷)۔

② لیکن علامہ عینی رحمہ اللہ نے ان کی تردید کی ہے، فرمایا کہ حافظ کی یہ بات درست نہیں، کٹورے میں پانی پینا فسقوں کا شعار کیوں کر ہو سکتا ہے جب کہ خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اگلا باب ”باب الشرب من قدح النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ کے عنوان سے قائم کیا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف کٹوروں کا علماء نے ذکر کیا ہے۔ جن میں ایک کوریان، دوسرے کو مغیث اور تیسرے کو مضرب کہا جاتا تھا (۸۸) لہذا امام بخاری رحمہ اللہ اس ترجمہ سے مطلقاً شرب فی الاقداح کے جواز کو ثابت کر رہے ہیں۔

③ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے ”الأبواب والتراجم“ میں فرمایا کہ میرے نزدیک امام بخاری قدح کو کوزے اور ابریق پر ترجیح دینے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کیونکہ کٹورہ کا منہ کھلا اور کشادہ ہوتا ہے، اگر کوئی تنکا وغیرہ گرا ہو تو پینے والے کو نظر آسکتا ہے جب کہ ابریق اور کوزے میں اس طرح نہیں ہوتا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ولا یبعد عندی أن تكون إشارة إلى ترجیح القدح علی الكوز

والإبریق. وغیرهما، فإن القدح لسعة فمه یظهر فیہ للشارب ما قد یسقط

فیہ شیء من التبن“ (۸۹)

حدیث کی مناسبت باب سے بالکل واضح ہے

(۸۷) فتح الباری: ۱۰/۱۲۱، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۰۳

(۸۸) الأبواب والتراجم: ۲/۹۸، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۰۳

(۸۹) الأبواب والتراجم: ۲/۹۸

۲۹ - باب : الشُّرْبُ مِنْ قَدَحِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنِتِهِ .

وَقَالَ أَبُو بُرْدَةَ : قَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَلَامٍ : أَلَا أَسْقِيكَ فِي قَدَحِ شَرِبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيهِ .
 ۵۳۱۴ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ : حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ ، عَنْ سَهْلِ
 ابْنِ سَعْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : ذَكَرَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرًا مِنَ الْعَرَبِ ، فَأَمَرَ أَبَا أُسَيْدٍ السَّاعِدِيَّ
 أَنْ يُرْسِلَ إِلَيْهَا ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا فَقَدِمَتْ ، فَتَزَلَّتْ فِي أُجْمِ بَنِي سَاعِدَةَ ، فَخَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
 جَاءَهَا ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا فَإِذَا أَمْرًا مُنْكَسَةً رَأْسَهَا ، فَلَمَّا كَلَّمَهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ : أَعُوذُ بِاللَّهِ
 مِنْكَ ، فَقَالَ : (قَدْ أَعَدْتُكَ مِنِّي) . فَقَالُوا لَهَا : أَتَدْرِينَ مَنْ هَذَا ؟ قَالَتْ : لَا ، قَالُوا :
 هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ لِيَخْطُبَكَ ، قَالَتْ : كُنْتُ أَنَا أَشْقَى مِنْ ذَلِكَ ، فَأَقْبَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَوْمَئِذٍ حَتَّى جَلَسَ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ هُوَ وَأَصْحَابُهُ ، ثُمَّ قَالَ : (أَسْقِنَا يَا سَهْلُ) . فَخَرَجَتْ
 لَهُمْ بِهَذَا الْقَدَحِ فَأَسْقَيْتَهُمْ فِيهِ . فَأَخْرَجَ لَنَا سَهْلٌ ذَلِكَ الْقَدَحَ فَشَرَبْنَا مِنْهُ .

قال : ثُمَّ أَسْتَوْهَبَهُ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ بَعْدَ ذَلِكَ فَوَهَبَهُ لَهُ . [ر : ۴۹۵۶]

۵۳۱۵ : حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُدْرِكٍ قَالَ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَمَّادٍ : أَخْبَرَنَا أَبُو عَوَّانَةَ ،
 عَنْ عَاصِمِ الْأَحْوَلِ قَالَ : رَأَيْتُ قَدَحَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ، وَكَانَ قَدِ انْصَدَعَ
 فَسَلَسَلَهُ بِفِضَّةٍ ، قَالَ : وَهُوَ قَدَحٌ جَيِّدٌ عَرِيضٌ مِنْ نُضَارٍ ، قَالَ : قَالَ أَنَسٌ : لَقَدْ سَقَيْتُ
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْقَدَحِ أَكْثَرَ مِنْ كَذَا وَكَذَا .

قال : وَقَالَ ابْنُ سِيرِينَ : إِنَّهُ كَانَ فِيهِ حَلْقَةٌ مِنْ حَدِيدٍ ، فَأَرَادَ أَنَسٌ أَنْ يَجْعَلَ مَكَانَهَا
 حَلْقَةً مِنْ ذَهَبٍ أَوْ فِضَّةٍ ، فَقَالَ لَهُ أَبُو طَلْحَةَ : لَا تُغَيِّرَنَّ شَيْئًا صَنَعَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَتَرَكَهُ .

[ر : ۲۹۴۲]

ترجمہ الباب کا مقصد

① ابن منیر اور دوسرے شارحین نے اس ترجمہ کا مقصد اس توہم کو دفع کرنا بتلایا ہے کہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے پیالے کو استعمال کرنا درست نہیں کیونکہ یہ
 اجازت کے بغیر دوسرے کے مال میں تصرف ہے اور وہ جائز نہیں، امام بخاری نے اس وہم کو دور کرنے

کے لیے یہ ترجمہ قائم کیا کہ حضرات صحابہ اور بعد میں آنے والوں نے آپ کے پیالے کو استعمال کیا کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ تھا، کسی کی میراث نہیں تھی کہ ملک غیر میں بغیر اجازت کے تصرف لازم آئے (۹۰)۔

ہاں اس پر یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ صدقہ سے صرف فقیر استفادہ کر سکتا ہے، غنی نہیں، جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیالوں سے اغنیاء نے بھی استفادہ کیا۔

اس کا ایک جواب یہ دیا گیا کہ غنی فرض صدقہ (زکوٰۃ وغیرہ) سے استفادہ نہیں کر سکتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ترک فرض صدقہ کی قبیل سے نہیں تھا (۹۱)۔

حافظ ابن حجر نے اس کا جواب دیا کہ مذکورہ صدقہ اوقاف مطلقہ کی قبیل سے تھا اور اوقاف مطلقہ سے غنی فقیر دونوں استفادہ کر سکتے ہیں (۹۲)۔

② شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ان بحثوں کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ بطور تبرک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال شدہ پیالے کو استعمال کیا جاسکتا ہے، چاہے وہ پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت ہو یا نہ ہو۔ چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

”قلت : لا حاجة إلى هذا البحث الطويل، بل الغرض من الترجمة الشرب من قدح شرب منه النبي صلى الله عليه وسلم تبركاً به، أعم من أن يكون ذلك القدح في ملكه صلى الله عليه وسلم أم لا، وعلى هذا فمطابقة الحديث للترجمة أيضاً ظاهرة، فالظاهر أن القدح المذكور في أول حديث الباب كان لسهل، لالنبي صلى الله عليه وسلم، فلا حاجة حينئذ في إثبات المطابقة إلى ما ذكره العلامة العيني، من أن هذا القدح في الأصل كان للنبي صلى الله عليه وسلم، فإنه خلاف الظاهر، بل الظاهر

(۹۰) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۹۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۳، فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۹۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

أنه كان لسهل رضى الله عنه، والله تعالى أعلم“ (۹۳)

وقال أبو بردة: قال لى عبدالله بن بن سلام: ألا أسقيك فى قدح

شرب النبى صلى الله عليه وسلم فيه

ابو بردہ مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں، ان کا نام عامر ہے (۹۴)

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے آگے کتاب الاعتصام میں موصولاً نقل فرمائی ہے (۹۵)۔

حضرت عبداللہ بن سلام کے پاس وہ پیالہ تھا جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش

فرمایا تھا۔

حدثنا سعيد بن أبى المریم.....

اس حدیث میں ابنة الجون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جس کی پوری تفصیل کتاب الطلاق میں

گزر چکی ہے (۹۶)۔

أجم بنى ساعدة

أُجْم (ہمزہ اور جیم کے ضمہ کے ساتھ)..... بناء يشبه القصر یعنی یہ محل سے مشابہ ایک تعمیر

کا نام ہے، اس کی جمع آجام آتی ہے (۹۷)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ أجم أجمة کی جمع ہے وہی الغیضة (۹۸) غیضہ جھاڑی اور

گنجان درختوں والی جگہ کو کہتے ہیں اور جوہری نے فرمایا ہو حصن بناء أهل المدينة من الحجارة

(۹۹) یعنی پتھر سے بنائے گئے قلعے کو أجم کہتے ہیں۔

(۹۳) والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵، فتح الباری: ۱۰/۱۲۲

(۹۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵، وکشف الباری، کتاب الطلاق:

(۹۷) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۹۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵، وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۲، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۲

(۹۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۵ وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۲

إمرأة منكسة

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مُنْكَسَةٌ اسم فاعل کا صیغہ ہے اور یہ باب افعال اور باب تفعیل دونوں سے ہو سکتا ہے (۱۰۰) بمعنی سر جھکانے والی۔

كنت أنا أشقى من ذلك

أشقى اگرچہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے لیکن یہاں مطلقاً صفت کے معنی میں ہے اور ذلك کا اشارہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف زوجیت کے فوت ہونے کی طرف ہے (۱۰۱) یعنی اس شرف کے فوت ہونے کی وجہ سے میں بڑی بد بخت رہی۔

فخرجت لهم بهذا القدر فأسقيتهم فيه، فأخرج لنا سهل.....

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کو پانی پلانے کے لیے یہ کٹورہ نکالا اور انہیں اس میں پانی پلایا، آگے راوی حضرت ابو حازم سلمہ بن دینار فرماتے ہیں کہ حضرت سہل نے وہ پیالہ نکالا اور ہم نے اس میں پانی پیا، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ حدیث کی مناسبت باب سے بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ومناسبتہ للترجمة ظاهرة من جهة رغبة الدين سألوا سهلا أن

يخرج لهم القدر المذكور ليشر بوافيه تبركابه (۱۰۲)۔

ثم استوهبه عمر بن عبدالعزيز بعد ذلك، فوهبه له

یعنی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے (اپنے مدینہ منورہ کی گورنری کے دور میں) وہ پیالہ حضرت سہل سے ہبہ کے طور پر طلب کیا تو انہوں نے وہ پیالہ انہیں ہبہ کر دیا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے چند آداب مستنبط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وفى الحديث التبسط على الصاحب، واستدعاء ماعنده من

(۱۰۰) شرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۱۰۱) فتح الباری: ۱۰/۱۲۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۵

(۱۰۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

مأکول ومشروب، وتعظیمه بدعائه بکنيته، والتبرک بأثار الصالحين،
واستيهاب الصديق مالایشق علیه هبته“ (۱۰۳)

حدثنا الحسن بن مدرک.....

عاصم احوال فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کے پاس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ
دیکھا جو پھٹ گیا تھا، انہوں نے اس میں چاندی کا کڑا لگایا تھا، وہ لکڑی کا عمدہ چوڑا پیالہ تھا، حضرت انسؓ نے
فرمایا کہ میں نے اس پیالہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا پلایا ہے۔

فسلسله بفضة

شارحین نے اس کا ترجمہ کیا ہے وصل بعضه ببعض بفضة یعنی اس کو چاندی کے کڑوں کے
ساتھ جوڑا دیا گیا تھا (۱۰۴) اس کی ضمیر فاعل میں دو احتمال ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے جوڑا
تھا، یا حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جوڑا تھا (۱۰۵)۔

وهو قدح جيد عريض من نضار

نُضَار (نون کے ضمہ اور ضاد کی تخفیف کے ساتھ) یہ ایک عمدہ لکڑی ہوتی ہے جس سے عموماً
برتن بنائے جاتے ہیں (۱۰۶)۔

قال: وقال ابن سيرين: إنه كان فيه حلقة من حديد

یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے (۱۰۷)، عاصم احوال فرماتے ہیں کہ ابن سیرین نے فرمایا کہ
اس میں لوہے کا ایک کڑا تھا، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ اس کی جگہ سونے یا چاندی کا کڑا
لگادیں تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں منع کیا اور کہا کہ اس چیز کو نہ بدلو جس کو رسول اللہ صلی اللہ

(۱۰۳) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳

(۱۰۴) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۰

(۱۰۵) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۶، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۰

(۱۰۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۶

(۱۰۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۶

علیہ وسلم نے بنایا ہے چنانچہ انہوں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وفی الحدیث جواز اتخاذ ضبة الفضة، وكذلك السلسلة والحلقة، ولكن فيه اختلاف، فقال الخطابی: منعه مطلقاً جماعة من الصحابة والتابعین، وهو قول مالک واللیث، وعن مالک يجوز من الفضة إذا كان یسیراً، وكرهه الشافعی، وقال أبوحنيفة وأصحابه: فلا بأس إذا اتقى وقت الشرب موضع الفضة، وبه قال أحمد وإسحاق، وتحرم ضبة الذهب مطلقاً..... وروى الطبرانی فی الأوسط من حدیث أم عطية أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن لبس الذهب، وتفضیض الأقداح، ثم رخص فی تفضیض الأقداح، وهو حجة علی الشافعی“ (۱۰۸)

۳۰ - باب : شرب البركة والماء المبارك .

۵۳۱۶ : حدثنا قتيبة بن سعيد : حدثنا جرير ، عن الأعمش قال : حدثني سالم بن أبي الجعد ، عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما هذا الحديث قال : قد رأيتني مع النبي ﷺ وقد حضرت العصر . وليس معنا ماء غير فضلة ، فجعل في إناء فأتى النبي ﷺ به ، فأدخل يده فيه وفرج أصابعه ، ثم قال : (حي على أهل الوضوء ، البركة من الله) . فلقد رأيت الماء يتفجر من بين أصابعه ، فتوضأ الناس وشربوا ، فجعلت لا آلو ما جعلت في بطني منه ، فعلمت أنه بركة . قلت لجابر : كم كنتم يومئذ ؟ قال : ألفاً وأربعمائة .
تابعه عمرو ، عن جابر . وقال حصين وعمرو بن مرة . عن سالم ، عن جابر : خمس عشرة مائة . وتابعه سعيد بن المسيب ، عن جابر . [ر : ۳۳۸۳]

برکت سے برکت والا پانی مراد ہے، برکت والی چیز پر بھی برکت کا اطلاق کر دیا جاتا ہے (۱۰۹)۔

(۱۰۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۶

(۱۰۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۶، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۱، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۵، والأبواب والتراجم: ۴/۹۸

ترجمة الباب کا مقصد

① علامہ ابن بطلال وغیرہ نے اس ترجمہ الباب کی غرض یہ بتائی کہ امام بخاری رحمہ اللہ بتانا چاہے ہیں کہ برکت والے پانی کو کثرت کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے (۱۱۰)۔

② شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام کا مقصد یہ ہے کہ امام نے پہلے ترجمہ سے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص پیالے سے تبرک حاصل کرنے کا جواز بتلایا اور اس باب میں مطلقاً تبرک کے جواز کو بتلانا ہے، چاہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے حاصل ہو یا بزرگوں سے، اس لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کے الفاظ عام رکھے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”والأوجه عندی أن الغرض من الترجمة السابقة الاستبراک

المخصوص بقدرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم، وأشار بهذه الترجمة إلى

الاستبراک مطلقاً، أعم من أن یکون حصل بیدالنبی صلی للہ علیہ وسلم

أوبید غیرہ من الصلحاء ویشیر إلیہ إطلاق لفظ الترجمة، وإن کان

المذکور فی حدیث الباب ذکر بركة النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فیقاس

بركة غیرہ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (۱۱۱)

حدثناقتیبة.....

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، عصر کی نماز کا وقت ہو گیا اور ہمارے پاس تھوڑے سے بچے ہوئے پانی کے سوا کچھ بھی نہ تھا، وہ پانی ایک برتن میں رکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا، آپ نے اس میں اپنا ہاتھ داخل کیا، اپنی انگلیاں کشادہ کیں اور فرمایا..... وضو کرنے والو! آو، برکت اللہ کی طرف سے ہے“..... چنانچہ میں نے دیکھا کہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے نکس رہا ہے، لوگوں نے وضو کیا اور پانی پیا، میں نے بھی اس پانی سے پیٹ بھرنے میں کوتاہی نہیں کی (یعنی خوب شکم سیر ہو کر پیا) کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہ برکت والا پانی ہے،

(۱۱۰) الأبواب والتراجم: ۲/۹۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۶

(۱۱۱) الأبواب والتراجم: ۲/۹۸

راوی سالم بن ابی الجعد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ اس دن تم کتنے آدمی تھے تو انہوں نے کہا کہ چودہ سو آدمی تھے۔

اس حدیث میں جو واقعہ بیان کیا گیا، یہ حدیبیہ میں پیش آیا تھا (۱۱۲) حدیث کی مناسبت ترجمتہ الباب سے ظاہر ہے۔

ولیس معنا ماء غیر فضلة..... فضلة: ہر بچی ہوئی چیز کو کہتے ہیں، ما فضل من الشیء (۱۱۳)

حی علی اهل الوضوء

اکثر روایات میں اسی طرح ہے، اس صورت میں ”اہل الوضوء“ منادی منصوب ہے، وَضوء واؤ کے فتح کے ساتھ (اسم لمایتو ضابہ) وہ پانی جس سے وضو کیا جائے ترجمہ ہوگا ”اے وضو کرنے والو! میرے پاس آؤ (۱۱۳) نسخی کی روایت میں ”حی علی الوضوء“ ہے، لفظ اهل اس میں نہیں ہے، علی جار اور الوضوء مجرور ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا ”وضو والے پانی کے پاس آؤ“ (۱۱۵)

فجعلت لا آلو ماجعلت فی بطنی منه

الا، یألو بروزن دعاء، یدعو باب نصر سے ہے بمعنی کوتاہی کرنا (۱۱۶) یعنی میں نے پانی پینے میں کسی قسم کی کمی اور کوتاہی نہیں کی، خوب سیر ہو کر پیا۔
علامہ عینی حمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وفیه من الفقه ان الإسراف فی الطعام والشراب مکروه إلا
الأشیاء التي أرى الله فیها بركة غیر معهودة، وانه لا بأس بالاستکثار منها،
ولیس فی ذلك سرف ولا استکثار ولا کراهیة“ (۱۱۷)

(۱۱۲) فتح الباری: ۱۰/۱۲۶، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۷

(۱۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۱

(۱۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۲

(۱۱۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۲، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۵

(۱۱۶) إرشاد الساری: ۱۴/۳۷۲، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۶

(۱۱۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷

٧٨ - كتاب المرضي

کتاب المرضی (الأحادیث: ۵۳۱۷-۵۳۵۳)

کتاب المرضی میں بائیس ابواب اور اڑتالیس احادیث ہیں، ان میں سے سات معلق اور باقی موصول ہیں، چونتیس احادیث مکرر ہیں اور چودہ احادیث پہلی بار اس میں ذکر کی گئی ہیں، ان چودہ میں سے دس احادیث متفق علیہ ہیں، یعنی امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی ان کی تخریج کی ہے، کتاب المرضی میں تین آثار ہیں۔

کفارة کفر سے مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے اصل معنی چھپانے اور ڈھانپنے کے ہیں، یہاں مطلب یہ ہے کہ مؤمن کا مرض اور بیماری اس کے گناہوں کے لیے کفاره بنتی ہے (۳)۔

علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”کفارة المرض“ میں اضافت بیان یہ ہے جیسے شجر الأراک میں اضافت بیان یہ ہے۔ لأن المرض لیست له کفارة بل هو الکفارة نفسها (۴)

اور یہ اضافت بمعنی ”فی“ بھی ہو سکتی ہے ای کفارة فی المرض اور یا یہ اضافة الصفة الی الموصوف کی قبیل سے ہے (۵)

وقول الله تعالى: من يعمل سوءً يجز به

یہ سورۃ نسا کی آیت کریمہ ہے، پوری آیت ہے ﴿لیس بأمانیکم ولا أمانی اهل الكتاب من يعمل سوءً يجز به ولا یجد له من دون الله ولیا ولا نصیرا﴾ یعنی نہ تمہاری تمناؤں پر مدار ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی برائے کرے گا۔ وہ اس کی سزا پائے گا اور اس شخص کو اللہ کے سوانہ کوئی حمایتی ملے گا اور نہ مددگار ملے گا (کہ خدا کے عذاب سے اس کو چھڑا سکے)

علامہ ابن بطل رحمہ اللہ اس آیت کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ذهب أكثر أهل التاویل إلى أن معنى الآية ان المسلم یجازی

على خطایاه فی الدنيا بالمصائب التي تقع له فیها، فتكون کفارة لها“ (۶)

یعنی مسلمان کے گناہوں کی سزا ان مصائب کی شکل میں اسے دیدی جاتی ہے جن میں وہ مبتلا ہوتا

ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان بہت پریشان ہو گئے اور کہنے لگے ”إنا لنجزی بكل ما عملناہ؟ هلکننا إذا“..... اگر ہمیں ہمارے

(۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۷ و إرشاد الساری: ۱۴/۳۷۳، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۸

(۴) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸، وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۷

(۵) شرح الکرمانی: ۲۰/۱۷۵، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۸، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۸، و إرشاد الساری: ۱۴/۳۷۳

(۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۸، و الأبواب و التراجم: ۲/۹۸

ہر عمل کی سزا دی جائے گی تب تو ہم ہلاک ہو جائیں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی پریشانی کی یہ کیفیت معلوم ہوئی تو فرمایا ”نعم یجزی بہ فی الدنیا من مصیبة فی جسدہ مما یؤذیہ“ (۷)

اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ”یا رسول اللہ کیف الصلاح بعد هذه الآیة: ﴿لَیْسَ بِأَمَانِیْکُمْ.....﴾“ فقال: غفر اللہ لک یا أبابکر، ألسنت تمرض، ألسنت تحزن، قال: قلت: بلی، قال: هو ما تجزون بہ (۸)

خلاصہ کلام یہ کہ گناہوں کی سزا ایک مؤمن کو مصائب اور امراض کی شکل میں بھی دی جاتی ہے تو مؤمن کی بیماری اور اس کا مرض اس کے گناہوں کی جزا اور کفارہ ہے، اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ آیت اس باب کے بعد ذکر فرمائی۔

فائدہ

مؤمن جب مصائب، بیماریوں اور غم میں مبتلا ہوتا ہے تو یہ یا گناہوں کی وجہ سے ہوتا ہے، اس صورت میں یہ ابتلاء اس کے گناہوں کا کفارہ بنتا ہے اور یا گناہوں کے کفارہ کے لیے نہیں بلکہ رفع درجات کے لیے کسی صالح مؤمن کو مبتلائے مصائب کیا جاتا ہے، صوفیاء نے فرمایا کہ پہلی صورت میں آدمی پر بے چینی کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مبتلائے مصیبت ہونے کے باوجود آدمی پرسکون رہتا ہے اور رجوع الی اللہ میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

۵۳۱۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ الْحَكَمُ بْنُ نَافِعٍ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا ، زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَتْ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَا مِنْ مُصِيبَةٍ تُصِيبُ الْمُسْلِمَ إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا عَنْهُ ، حَتَّى الشُّوْكَةُ يُشَاكُهَا) .

(۷) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸

(۸) فتح الباری: ۱۰/۱۲۸، ۱۲۹

۵۳۱۸ : حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو : حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ ،
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ حَلْحَلَةَ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي سَعِيدِ الْخُدْرِيِّ ، وَعَنْ أَبِي
هُرَيْرَةَ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : (مَا يُصِيبُ الْمُسْلِمَ ، مِنْ نَصَبٍ وَلَا وَصَبٍ ، وَلَا هَمٍّ وَلَا حَزَنٍ
وَلَا أَذَى وَلَا غَمٍّ ، حَتَّى الشُّوْكَةِ يُشَاكُهَا ، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ) .

مذکورہ دونوں حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں (۹)

پہلی حدیث حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
کوئی مصیبت بھی مسلمان کو نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے،
یہاں تک کہ کاشا بھی جو اس کے جسم میں چبھے۔

دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ مسلمان کو کوئی رنج و غم، مصیبت اور تکلیف نہیں پہنچتی، یہاں تک کہ کوئی کاشا بھی اسے چبھتا ہے
تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔

مامن مصیبة تصيب المسلم

مصیبت اصل میں الرمیة بالسہم کو کہتے ہیں، پھر یہ لفظ مطلقاً ہر حادثہ کے لیے استعمال ہونے
لگا (۱۰)، علامہ کرمانیؒ نے فرمایا المصیبة فی اللغة ، ينزل بالإنسان مطلقاً، وفي العرف منازل به
من مکروه خاصة وهو المراد هنا (۱۱)

(۹) (۵۳۱۷) الحدیث أخرجه مسلم فی البر والصلوة والآداب، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه، من

مرض... الخ: ۱۹۹۱/۳ (رقم الحدیث: ۲۵۷۲) وأخرجه الترمذی فی الجنائز، باب ماجاء فی ثواب

المريض: ۲۹۷/۳ (رقم الحدیث: ۹۶۵)

(۵۳۱۸) الحدیث أخرجه الترمذی فی الجنائز، باب ماجاء فی ثواب المريض: ۲۹۸/۳ (رقم الحدیث:

۹۶۶) وأخرجه مسلم فی کتاب البر والصلوة، باب ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض... الخ: ۱۹۹۳/۳

(رقم الحدیث: ۲۵۷۲)

(۱۰) عمدة القاری: ۲۰۸/۲۱

(۱۱) عمدة القاری: ۲۰۸/۲۱، وشرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۱۷۵، وفتح الباری: ۱۰/۱۲۹

امام راغب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لفظ ”أصاب“ خیر اور شر دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے،

چنانچہ قرآن کریم میں ہے ﴿إِنْ تَصَبَّكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تَصَبَّكَ مُصِيبَةٌ﴾ (۱۲)

بعضوں نے کہا کہ استعمال تو دونوں میں ہوتا ہے لیکن مشتق منہ دونوں کا الگ الگ ہے إصابۃ فی

الخیر ”صَوَّب“ سے ماخوذ ہے، صوب بقدر ضرورت نازل ہونے والی بارش کو کہتے ہیں اور إصابۃ فی

الشر، إصابۃ السہم سے ماخوذ ہے (۱۳)

حتى الشوكة يشاكها

يُشَاكُ: يقال کے وزن پر مضارع مجہول کا صیغہ ہے، شَاكَ شَوْكًا..... لازم اور متعدی دونوں

طرح استعمال ہوتا ہے، کاشا چبھنا اور کاشا چبھانا (۱۴)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ اصل میں ”يشاك بها“ ہے، باجاءہ کو حذف کر کے فعل کو

اس کے ساتھ براہ راست ملا دیا گیا اس کو ”حذف وإيصال“ کہا جاتا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس

کا ترجمہ کیا ہے ای بشو کہ غیرہ بها یعنی کوئی دوسرا کاشا چبھائے لیکن حدیث شریف میں معنی عام ہیں،

چاہے کوئی اور چبھائے یا خود چبھے (۱۵)

إلا كفر الله بها عنه

مسند احمد کی روایت میں ہے ”إلا كان كفارة لذنبه“ (۱۶)

شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے فرمایا کہ اجر و ثواب کا تعلق انسان کے اپنے کسب سے ہے، لہذا

مصائب اور تکالیف کا اس میں دخل نہیں ہاں اگر وہ صبر کر لے تو اس صبر پر وہ اجر کا مستحق ہوگا (۱۷)

(۱۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸ وفتح الباری: ۱۰/۱۲۹

(۱۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸ وفتح الباری: ۱۰/۱۲۹

(۱۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸

(۱۵) فتح الباری: ۱۰/۱۲۹ نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۰۸

(۱۶) فتح الباری: ۱۰/۱۲۹

(۱۷) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

لیکن دوسرے علماء نے ان کی تردید کی اور کہا ہے کہ احادیث صریحہ میں مطلقاً مصائب پر اجر و ثواب کا وعدہ ہے، چاہے اس پر آدمی صبر کرے یا نہ کرے، راضی ہو یا نہ ہو، چنانچہ علامہ قرانی فرماتے ہیں:

”المصائب كفارات جزما، سواء اقترون بها الرضا أم لا، لكن إن

اقترون بها الرضا عظم التكفير، وإلا قل“ (۱۸)

بہر حال اگر آدمی کے گناہ ہیں تو مصائب اس کے لیے کفارہ بنتے ہیں اور اگر اس کے گناہ نہیں تو وہ اس کے رفع درجات کا سبب بنتے ہیں (۱۹)۔

علامہ قرانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی مصیبت زدہ سے یہ کہنا مناسب نہیں کہ ”جعل الله هذه المصيبة كفارة لذنبك“ کیونکہ جب شریعت نے مصیبت کو کفارہ بنا دیا ہے تو دوبارہ اس دعا کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے (۲۰)

زہیر بن محمد

ان کی کنیت ابوالمندر ہے، خراسانی، مروزی اور خرقی ان کی نسبت ہے، خرق (خاء اور راء کے فتح کے ساتھ) مرو میں ایک بستی کا نام ہے (۲۱)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے صرف دو روایات نقل کی ہیں ایک یہ اور دوسری کتاب الاستیذان میں (۲۲)

بعض محدثین نے ان کے حافظے میں کلام کیا ہے (۲۳) لیکن امام بخاری رحمہ اللہ نے ”تاریخ

(۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

(۱۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰

(۲۱) تہذیب الکمال: ۹/۳۱۳ (رقم الترجمة: ۲۰۱۷)

(۲۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰۔ وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۹

(۲۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۰، الجرح والتعديل: ۳/الترجمة: ۲۶۸۶

صغیر“ میں فرمایا کہ اہل شام نے ان سے جو روایات نقل کی ہیں وہ مناکیر ہیں تاہم ان سے اہل بصرہ کی نقل کردہ روایات صحیح ہیں (۲۴)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں لیس بہ بأس، مستقیم الحدیث اور مقارب الحدیث کے الفاظ کہے ہیں (۲۵)

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا صالح لا بأس بہ (۲۶)

امام دارمی رحمہ اللہ نے فرمایا ثقة (۲۷)

امام نسائی رحمہ اللہ نے ایک جگہ انہیں ضعیف قرار دیا ہے (۲۸)

اور دوسری جگہ فرمایا لیس بالقوی (۲۹)

۲۶۲ھ میں ان کی وفات ہوئی ہے (۳۰)

نصب، ولا وصب، ولاہم ولا حزن

نَصَب: تَعَب کے معنی میں ہے و زناً تَعَب کی طرح ہے۔

وَصَب: مرض کو کہتے ہیں، بعضوں نے کہا وصب مرض لازم کو کہتے ہیں جو لگنے کے بعد ختم نہ

ہو (۳۱)

(۲۴) تاریخ الصغیر للامام البخاری: ۲/۱۴۹

(۲۵) تہذیب الکمال: ۹/۴۱۴

(۲۶) تہذیب الکمال: ۱۴/۴۱۷

(۲۷) تاریخ عثمان بن سعید الدارمی، الترجمة: ۳۴۳

(۲۸) تہذیب الکمال: ۱۴/۴۱۷

(۲۹) الضعفاء والمتروکین للنسائی، الترجمة: ۲۱۸، وتہذیب الکمال: ۱۴/۴۱۸

(۳۰) تہذیب الکمال: ۱۴/۴۱۷، ان کے حالات کے لیے دیکھیے، تاریخ البخاری الکبیر: ۳/الترجمة: ۱۴۲۰،

ومعجم البلدان: ۴/۴۲۵، وسیر أعلام النبلاء: ۸/۱۶۸، ومقدمة فتح الباری: ۴۰۱

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/۱۳۱

ہم: فکر اور غم کو کہتے ہیں۔ بعض حضرات نے ہم، غم اور حزن کے درمیان فرق بیان کیا ہے۔
 ہم: کسی خطرناک اور نقصان دہ معاملہ کے پیش آنے کے سلسلے میں فکر کرنے سے جو پریشانی
 آدمی کو لاحق ہوتی ہے اسے ہم کہتے ہیں۔
 غم: کسی بھی ناگوار واقعہ کے پیش آنے سے انسان کے دل میں جو تکلیف ابھرتی ہے اسے غم کہتے
 ہیں۔

حزن: اس شئی کے مفقود ہونے سے لاحق ہوتا ہے جس کا مفقود ہونا آدمی کے لیے شاق ہو (۳۲)
 بعض نے کہا ہے حزن کا تعلق مافات سے ہے اور ہم کا تعلق مآت سے ہے (۳۳)

۵۳۱۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ ، حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ سُفْيَانَ ، عَنْ سَعْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ ،
 عَنْ أَبِيهِ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَالْحَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ ، تُفِيئُهَا الرِّيحُ مَرَّةً ، وَتَعْدِلُهَا
 مَرَّةً . وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ كَالْأَرْزَةِ ، لَا تَزَالُ حَتَّى يَكُونَ أَجْعَافُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً) .
 وَقَالَ زَكَرِيَاءُ : حَدَّثَنِي سَعْدٌ : حَدَّثَنَا أَبُو كَعْبٍ ، عَنْ أَبِيهِ كَعْبٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۴)
 حضرت کعب فرماتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کی مثال کھیتی کے پودوں
 کی طرح ہے کہ ہوا کبھی انہیں ادھر ادھر جھکاتی اور کبھی ان کو سیدھا کرتی ہے اور منافق کی مثال صنوبر کے
 درخت کی ہے کہ وہ ہمیشہ قائم رہتا ہے یہاں تک ایک ہی دفعہ اکھڑ جاتا ہے۔

(۳۲) الہم ینشأ عن الفکر فیما یتوقع حصولہ مسا یتأذی بہ، والغم کرب یحدث للقلب بسبب ما حصل،
 والحزن یحدث لفقْد ما یشتق علی المرأ فقدہ (فتح الباری: ۱۰/۱۳۱، وعمدة القاری: ۲۱/۲۰۹)

(۳۳) إرشاد الساری: ۱۲/۳۷۵

(۳۴) (۵۳۱۹) الحدیث أخرجه مسلم فی صفات المنافقین وأحكامهم، باب مثل المؤمن كالزرع ومثل
 الكافر كشجرة الأرز: ۴/۲۱۶۳ (رقم الحدیث: ۲۸۰۹)

وأخرجه النسائی فی الطب، باب مثل المؤمن: ۴/۳۵۱ (رقم الحدیث: ۷۳۷۹)

۵۳۲۰ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ قَالَ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ فُلَيْحٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبِي ، عَنْ هِلَالِ بْنِ عَلِيٍّ مِنْ بَنِي عَامِرِ بْنِ لُؤَيٍّ ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَثَلُ الْمُؤْمِنِ كَمَثَلِ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ ، مِنْ حَيْثُ أَتَاهَا الرِّيحُ كَفَأَتْهَا ، فَإِذَا أَعْتَدَلَتْ تَكَفَّ بِالْبَلَاءِ . وَالْفَاجِرُ كَالْأُرْزَةِ ، صَمَاءٌ مُعْتَدِلَةٌ ، حَتَّى يَقْصِمَهَا اللَّهُ إِذَا شَاءَ) . [۷۰۲۸]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۳۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مؤمن کی مثال کھیتی کے پودوں کی ہے، جس طرف سے ہوا آتی ہے، ان کو جھکا دیتی ہے اور جب ہوا رک جاتی ہے تب وہ سیدھے ہو جاتے ہیں۔ اور فاجر صنوبر کی درخت کی طرح ہوتا ہے جو ٹھوس اور سیدھا کھڑا رہتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے (ایک دفعہ میں) اکھیڑ دیتا ہے جب چاہے۔

مثل المؤمن كالخامة

خامة تازہ اگنے والے سبزے اور پودے کو کہتے ہیں (۳۶)

مسند احمد کی روایت میں ہے ”مثل المؤمن كمثل السنبله، تخرم مرة وتستقيم مرة“ (۳۷) اور ایک دوسری حدیث میں ہے ”مثل المؤمن مثل العنامة تحمر مرة وتصفرا أخرى“ (۳۸) یعنی مؤمن کی مثال پودے کی ہے جو کبھی سرخ و شاداب رہتا ہے اور کبھی زرد ہو کر مرجھا جاتا ہے۔

تفییؤھا مرة، وتعدلھا مرة

تُفَيِّؤُ: یہ بات تفعیل سے مضارع واحد مؤنث کا صیغہ ہے، فَيُّ اس کا مادہ ہے، فَأَاءَ بمعنی رجع ہے

(۳۵) (۵۳۲۰) الحدیث أخرجه البخاری ایضاً فی کتاب التوحید باب فی المشیة والإرادة (رقم الحدیث:

۷۰۲۸)..... هذا الحدیث من أفراد البخاری

(۳۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۰۹ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۱

(۳۷) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۳/۳۲۹

(۳۸) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۵/۱۴۲

اور آفاء متعدی ہے، باب تفعیل سے اس کے معنی جھکانے اور مانگنے کرنے کے ہیں، یہاں تفعیلاً کا فاعل ذکر نہیں کیا، فاعل ”الریح“ ہے یعنی ہوا سے کبھی جھکا دیتی ہے اور کبھی سیدھا کر دیتی ہے۔

ومثل المنافق كالأرزة

یہاں پہلی روایت میں ”منافق“ دوسری روایت میں ”فاجر“ اور صحیح مسلم کی روایت میں ”اکافر“

ہے (۳۹)

أرزة (ہمزہ کے فتح اور کسرہ اور راء کے سکون کے ساتھ) صنوبر کے درخت کو کہتے ہیں۔

بعضوں نے کہا، یہ ایک مضبوط درخت ہوتا ہے، ہوائیں اسے نہیں ہلا سکتیں (۴۰)

انجعافها

انجعاف اکھیڑنے کو کہتے ہیں، تقول جعفته فانجعف، مثل: قلعتہ فانقلع، اس جملے کے

دو مطلب بیان کیے گئے ہیں:

① ایک مطلب یہ ہے کہ مؤمن پر آفات اور بلا یا آتی ہیں، کبھی تندرست، کبھی بیمار، کبھی خوش، کبھی غمگین، کبھی خوشحال اور کبھی تنگدست رہتا ہے، وہ ایک حالت پر برقرار نہیں رہتا، جس طرح تازہ نکلے ہوئے سبزے کو مختلف اطراف سے چلنے والی ہوائیں گھماتی اور پھراتی جھولاتی ہیں، اسی طرح مؤمن کو مختلف مصائب، بلا تے رہتے ہیں اور وہ ہمیشہ آسودہ اور خوشحال نہیں رہتا، جب کہ منافق کے وارے نیارے ہوتے ہیں، وہ خوب صحت مند اور مسنڈار ہوتا ہے، اچانک موت آتی ہے اور یکدم اس کا خاتمہ کر دیتی ہے، آخرت کی نعمتوں میں پھر اس کا کچھ حصہ نہیں ہوتا (۴۱)

② دوسرا مطلب یہ ہے کہ مؤمن پر جب مصائب آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے مایوس نہیں ہوتا، صبر کرتا ہے اور اللہ سے اجر اور خیر کا امیدوار ہوتا ہے، جب وہ مصیبت ہمتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے، بہر حال مؤمن خوشی میں شکر اور مصیبت میں صبر کرتا ہے جب کہ منافق مصائب کے نزول میں

(۳۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲

(۴۰) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۰

(۴۱) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲

اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جاتا ہے اور اس مایوسی اور غم میں گھل پگھل کر ختم ہو جاتا ہے (۴۲)
 مؤمن اور منافق کی یہ مثال غالب کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے ورنہ ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی
 مؤمن بھی ہو اور اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے مصائب اور بلا یا سے اس کو بچا دیا ہو، اس طرح کئی منافق ایسے
 ہو سکتے ہیں جو بتلائے مصائب و آلام ہوں، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”وہذا فی الغالب
 من حال الاثنیین“ (۴۳)

وقال زکریا: حدثنی سعد، حدثنی ابن کعب عن أبیہ کعب.....

اس تعلق کو امام مسلم رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کیا ہے (۴۴)

اس تعلق اور حدیث موصول میں دو فرق ہیں:

① حدیث موصول میں ”سفیان عن سعد“ عنعنہ ہے جب کہ تعلق میں ”زکریا حدثنی سعد“

تحدیث کی تصریح ہے۔

② تعلق میں ”حدثنی ابن کعب“ ہے، ابن مبہم ہے، جب کہ موصول میں ”عبداللہ بن

کعب عن أبیہ“ ابن کا نام ذکر کیا گیا، اس طرح تعلق سے تحدیث کی تصریح معلوم ہوئی اور حدیث

موصول سے تعلق میں مبہم کا نام معلوم ہو گیا (۴۵)

أَتَتْهَا الرِّيحُ كَفَّاتَهَا

كَفَّاتٌ: بَابُ فَتْحٍ سَعَةٍ هِيَ كَفَّاءٌ - كَفَّاءٌ: پلٹنا، اوندھا کرنا (۴۶)

فَإِذَا اعْتَدَلَتْ تَكْفًا بِالْبَلَاءِ

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”اعتدلت“ کی بجائے صحیح ”انقلبت“ ہے اور ”تکفأ

(۴۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲

(۴۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۵) فتح الباری: ۱۰/۱۳۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۶

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۰، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۷۷

بالبلاء“ یہ مؤمن کا وصف ہے (۴۷)

”إذا اعتدلت“ شرط ہے اور جزا محذوف ہے، تقدیری عبارت ہے ”إذا اعتدلت ، استقامت الخامة“ یعنی جب وہ ہوا پلٹ جاتی ہے تو وہ سبزہ سیدھا ہو جاتا ہے، مؤمن بھی آفت کے ساتھ اس طرح پلٹتا ہے اور جب آفت چلی جاتی ہے تو وہ اللہ کا شکر ادا کر کے سیدھا ہو جاتا ہے (۴۸) آگے کتاب التوحید کی روایت میں ہے ”فإذا سكنت اعتدلت، و كذلك المؤمن يكفأ بالبلاء“ (۴۹)

والفاجر كالأرزة صماء معتدلة

فاجر سے یہاں مراد کافر ہے، صماء کے معنی ٹھوس و شدید کے ہیں قَصَمَ باب ضرب سے ہے، توڑنے کے معنی میں آتا ہے، یہاں اس سے ختم کرنا مراد ہے۔

۵۳۲۱ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : أَخْبَرَنَا مَالِكٌ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي صَعْصَعَةَ أَنَّهُ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ يَسَارٍ أَبَا الْحُبَابِ يَقُولُ : سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُصِبْ مِنْهُ) .

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۵۰)

من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ

اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے بتلائے مصیبت کر دیتا ہے (تاکہ مصائب کی وجہ سے اس کے گناہ معاف اور اس کے درجات بلند ہو سکیں)
یُصِبْ مِنْهُ میں دو قول ہیں:

① ایک قول صاد کے کسرہ اور یاء کے ضمہ کا ہے، یعنی یُصِبْ باب افعال سے مضارع معروف

(۴۷) عمدة القاری: ۲۱۰/۲۱۰، فتح الباری: ۱۰/۱۳۳

(۴۸) فتح الباری: ۱۰/۱۳۳

(۴۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳۳

(۵۰) (۵۳۲۱) الحدیث أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الطب: ۳/۳۵۱ (رقم الحدیث: ۷۲۷۸)

واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے، اس کے اندر ضمیر مستتر فاعل ہے جو اللہ کی طرف راجع ہے اور ”منہ“ کی ضمیر ”مَنْ يَرِدُ اللّٰهَ“ میں ”مَنْ“ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ اس شخص کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے (۵۱) عام محدثین نے اسی قول کو اختیار کیا ہے (۵۲)۔

② دوسرے قول کے مطابق ”يُصَّبُ“ (یاء کے ضمہ اور صاد کے فتح کے ساتھ) مضارع مجہول کا صیغہ ہے، اس صورت میں ”منہ“ کو بھی نائب فاعل بنا سکتے ہیں اور ”يُصَّبُ“ کے اندر ضمیر مستتر کو بھی نائب فاعل بنا سکتے ہیں جو ”مَنْ“ کی طرف راجع ہوگی، پھر ”منہ“ کی ضمیر ”اللّٰهَ“ کی طرف راجع ہوگی یعنی وہ شخص اللہ کی طرف سے مبتلائے مصیبت کر دیا جاتا ہے۔ علامہ طیبی رحمہ اللہ نے اس کو ادب کے زیادہ مناسب قرار دیا کیونکہ اس میں مصیبت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی، جیسے قرآن کریم کی آیت میں ہے ﴿وَإِذَا مَرَضْتَ فَهْوَ يَشْفِينُ﴾ (۵۳) اس میں مرض کی نسبت اپنی طرف اور شفا کی نسبت اللہ کی طرف کی گئی ہے (۵۴)۔

لیکن پہلے قول کی تائید امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے ”إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ قَوْمًا ابْتَلَاهُمْ ، فَمَنْ صَبَرَ فَلَهُ الصَّبْرُ ، وَمَنْ جَزَعَ فَلَهُ الْجَزَعُ“ اس حدیث میں صراحۃً ”ابتلاہم“ کہہ دیا گیا ہے (۵۵)۔

۲ - باب : شِدَّةِ الْمَرَضِ .

۵۳۲۲ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ . حَدَّثَنِي بَشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : مَا رَأَيْتُ أَحَدًا أَشَدَّ عَلَيْهِ الْوَجَعُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ .

(۵۱) فتح الباری: ۱۰/۳۳ او عمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۷

(۵۲) فتح الباری: ۱۰/۳۳ او عمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۷

(۵۳) سورة الشعراء: ۸۰

(۵۴) فتح الباری: ۱۰/۳۳ او عمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۷، ۳۷۸

(۵۵) مسند الامام احمد بن حنبل: ۵/۳۲۸، ۳۲۹

۵۳۲۳ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ ،
عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ ، وَهُوَ يُوعَكُ
وَعَكًا شَدِيدًا ، وَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ، قُلْتُ : إِنْ ذَلِكَ بَانَ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قَالَ :
(أَجَلٌ ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَدَى إِلَّا حَاتَّ اللَّهُ عَنْهُ خَطَابَاهُ ، كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ) .

[۵۳۲۴ ، ۵۳۳۶ ، ۵۳۳۷ ، ۵۳۴۳]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مرض کی شدت، تقرب الی اللہ کا سبب ہوا کرتی ہے (۵۶)
باب کی دونوں حدیثیں امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہیں (۵۷)۔

پہلی روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے زیادہ مرض کی شدت میں مبتلا کسی کو نہیں دیکھا۔

ابوزر کے نسخے میں 'أشد عليه الوجع' کی بجائے "الوجع أشد عليه" ہے (۵۸) اس
صورت میں "الوجع" مبتدا اور "أشد" اس کے لیے خبر ہے، یہ پورا جملہ "مارأيت" کے لیے مفعول ثانی
ہے (۵۹) ای مارأيت أحدًا أشد وجعًا من رسول الله صلى الله عليه وسلم... عرب ہر درو

(۵۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۷ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۱، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۷۸، والأبواب والتراجم: ۲/۹۸

(۵۷) (۵۳۲۲) الحدیث أخرجه مسلم في البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض: ۳/۱۹۹۰ (رقم

الحدیث: ۲۵۷۰) وأخرجه النسائي في كتاب الطب، باب شدة المرض: ۳/۳۵۲ (رقم الحدیث:

۷۳۸۳) وأخرجه ابن ماجه في الحناظر، باب ماجاء في ذكر مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم:

۵۱۸/۱ (رقم الحدیث: ۱۶۲۲)

(۵۳۲۳) الحدیث أخرجه البخاری في المرضی أيضاً، باب أشد الناس بلاء الأنبياء ثم الأمثل فالأمثل (رقم

الحدیث: ۵۳۲۳) وأيضاً في باب وضع اليد على المريض (رقم الحدیث: ۵۳۳۶) وأيضاً في باب ما يقال

للمريض وما يجيب (رقم الحدیث: ۵۳۳۷) وأيضاً في باب رخص للمريض أن يقول... (رقم الحدیث:

۵۳۳۳) وأخرجه مسلم في البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه... ۳/۱۹۹۱ (رقم الحدیث:

۲۵۷۱) وأخرجه النسائي في الطب، باب شدة المرض: ۳/۳۵۲ (رقم الحدیث: ۷۳۸۳)

(۵۸) إرشاد الساری: ۱۴/۳۷۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۷

(۵۹) إرشاد الساری: ۱۴/۳۷۸

اور وجع کو مرض کہتے ہیں۔

دوسری روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت آپ تیز بخار میں مبتلا تھے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کو بہت تیز بخار ہے، آپ نے فرمایا..... ہاں، مجھے اتنا بخار ہے جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو ہوتا ہے..... میں نے پوچھا یہ اس لیے کہ آپ کو دو گنا اجر ملے گا، آپ نے فرمایا کہ..... ہاں کسی مسلمان کو کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، مگر اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

وَهُوَ يُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا

وَعَكُ (عین کے فتح اور سکون کے ساتھ) بخار، بخار کی تکلیف، بخار کی شدت اور بخار کی حرارت کے لیے استعمال ہوتا ہے (۶۰) يُوعَكُ صِغَةُ مُجْهُولٍ ہے یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شدید بخار میں مبتلا تھے۔

حَاتَّ اللَّهُ عَنْهُ خَطَايَاهُ

حَاتَّ باب مفاعلہ سے ہے، اصل میں حَاتَّتْ تَهَا، ایک تاء کا دوسرے تاء میں ادغام کر دیا، حَاتَّ ہو گیا، حَاتَّ کے معنی جھاڑنے اور بکھیرنے کے ہیں (۶۱) یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ پوچھا تھا کہ کیا آپ کو دوہرا اجر ملے گا، تو آپ نے فرمایا جی ہاں، دوہرا اجر ملے گا اور اس آخری جملے سے معلوم ہو رہا ہے کہ اجر ملنے کی بجائے گناہ ختم کیے جاتے ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اجل“ کہہ کر اولاً ان کی تصدیق فرمائی کہ ہاں اس سے دوہرا اجر ملے گا اور اس کے بعد ایک نئی بات بھی بتلائی کہ آدمی کے گناہ معاف ہونے کا بھی

(۶۰) إرشاد الساری: ۱۴/۳۷۹، وعمدة القاری: ۲۱/۳۱۱، ۲۱۲

(۶۱) إرشاد الساری: ۱۴/۳۷۹، وعمدة القاری: ۲۱/۳۱۲

یہ سب بنتا ہے (۶۲)

اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ شدت و مصیبت سے آدمی کے گناہ بھی معاف ہوتے ہیں اور اجر و ثواب بھی ملتا ہے، یہ رفع درجہ اور حظِ نھیطہ دونوں کا سبب ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے ایک مرفوع روایت نقل فرمائی ہے ”ان العبد إذا سبقت له من اللہ منزلة، لم يبلغها بعمله، ابتلاه اللہ فی جسده، أوفى ماله، أوفى ولده، ثم صبره على ذلك حتى يبلغه المنزلة التي سبقت له من اللہ تعالى“ (۶۳)

امام طبرانی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل فرمائی ہے ”من أعطى فشكر، وابتلى فصبر، وظلم فاستغفر، وظلم فغفر، أولئك لهم الامن وهم مهتدون“ (۶۴)

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت صہیب سے ایک روایت نقل فرمائی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ”عجبا لأمر المؤمن، إن أمره كله خير، وليس ذلك لأحد، للمؤمن إن أصابته سراء، فشكر اللہ، فله أجر، وإن أصابته ضراء، فصبر فله أجر، فكل قضاء اللہ للمسلم خير“ (۶۵)

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اس مفہوم کی ایک حدیث حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے نقل فرمائی ہے ”عجبت من قضاء اللہ للمؤمن، إن أصابه خير، حمد وشكر، وإن أصابته مصيبة حمد وصبر، فالمؤمن يؤجر في كل أمره“ (۶۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”الأدب المفرد“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت

(۶۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۲

(۶۳) سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب الأمراض المكفرة للذنوب: ۳/۱۸۳ (رقم الحدیث: ۳۰۹۰)

(۶۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۵

(۶۵) صحیح مسلم، کتاب الیهد والرقائق، باب المؤمن أمره كله خير: ۴/۲۲۹۵ (رقم الحدیث: ۲۹۹۹)

وجامع الاصول: ۹/۳۶۹ (رقم الحدیث: ۷۰۱۲) وقال والحدیث فی المطبوع ناقص غیر تام

(۶۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۵ نیز دیکھیے مسند الإمام احمد بن حنبل: ۶/۱۵، ۱۷۳

نقل فرمائی ہے ”مامن مرض یصنئی أحب إلی من الحمی لأنها تدخل فی کل عضو منی، وإن الله یعطی کل عضو قسطه من الأجر“ (۶۷)

ان میں سے بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مرض صرف کفارہ ذنوب ہے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ باعث اجر بھی ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”والأولی حمل الإثبات والنفی علی حالین: فمن كانت له ذنوب مثلاً أفاد المرض تمحیصها، ومن لم تكن له ذنوب كتب له بمقدار ذلك، ولما كان الأغلب من بنی آدم وجود الخطأ یا فیهم، أطلق من أطلق أن المرض كفارة فقط، وعلى ذلك تحمل الأحادیث المطلقة، ومن أثبت الأجر به، فهو محمول علی تحویل ثواب یعادل الخطیئة، فإذا لم تكن خطیئة توفی لصاحب المرض الثواب، والله أعلم بالصواب“ (۶۸)

۳- باب : أشدُّ الناسِ بلاءً الأنبياءُ ، ثمَّ الأوَّلُ فالأوَّلُ .

۵۳۲۴ : حدَّثنا عَبْدَانُ ، عَنْ أَبِي حَمْزَةَ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَعَا شَدِيدًا ؟ قَالَ : (أَجَلٌ ، إِيَّيْ أُوْعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ) . قُلْتُ : ذَلِكَ بِأَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قَالَ : (أَجَلٌ ، ذَلِكَ كَذَلِكَ ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَذَى ، شَوْكَةٌ فَمَا فَوْقَهَا ، إِلَّا كَفَّرَ اللَّهُ بِهَا سَيِّئَاتِهِ ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا) . [ر : ۵۳۲۳]

ترجمہ الباب کے الفاظ دارمی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص کی روایت میں

آئے ہیں، وہ فرماتے ہیں ”قلت: یارسول اللہ، ای الناس أشد بلاءاً؟“، قال: الأنبياء، ثم الأمثل

(۶۷) الأدب المفرد مع الشرح فضل اللہ الصمد: ۱/۵۹۴ (رقم الحدیث: ۵۰۳)

(۶۸) فتح الباری: ۱۰/۱۳۶

فالأمثل، يتلى الرجل على حسب دينه“ (۶۹)

مستدرک حاکم کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ہے، آپ نے فرمایا ”الأنبياء قال: ثم من؟ قال: ثم الصالحون“ (۷۰) أمثل بمعنى افضل ہے یعنی جو اللہ کے ہاں جس قدر افضل ہوگا، اسی قدر وہ بتلائے مصیبت ہوگا۔

حدیث باب میں اگرچہ صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض کا ذکر ہے لیکن باقی انبیاء کو ان پر قیاس کیا گیا، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ووجه دلالة حديث الباب على الترجمة من جهة قياس الأنبياء على نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، وإلحاق الأولياء بهم لقربهم منهم، وإن كانت درجاتهم منحطة عنهم، والسرفية أن البلاء في مقابلة النعمة، فمن كانت نعمة الله عليه أكثر، كان بلاؤه أشد“ (۷۱)

۴ - باب : وَجُوبِ عِبَادَةِ الْمَرِيضِ .

۵۳۲۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي وَائِلٍ ، عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَطْعِمُوا الْجَائِعَ ، وَعُودُوا الْمَرِيضَ ، وَفُكُّوا الْعَانِي) . [ر : ۲۸۸۱]

۵۳۲۶ : حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَشْعَثُ بْنُ سَلِيمٍ قَالَ : سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ بْنَ سُؤَيْدِ بْنِ مِقْرَانَ ، عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِسَبْعٍ ، وَتَهَانَا عَنْ سَبْعٍ : نَهَانَا عَنْ خَاتَمِ الذَّهَبِ ، وَلُبْسِ الْحَرِيرِ ، وَالذَّبْيَاجِ ، وَالْإِسْتَبْرَقِ ، وَعَنِ الْقَسِيِّ ، وَالْمَيْثَرَةِ . وَأَمَرَنَا أَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ ، وَنَعُودَ الْمَرِيضَ ، وَنُنْفِثِيَ السَّلَامَ .

[ر : ۱۱۸۲]

(۶۹) سنن ابن ماجه ، كتاب الفتن ، باب الصبر على البلاء : ۲ / ۱۳۳۳ (رقم الحديث : ۴۰۲۳) و سنن الدارمی ،

كتاب الرقائق ، باب في أشد الناس بلاء : ۲ / ۴۱۲ (رقم الحديث : ۲۷۸۳)

(۷۰) المستدرک علی الصحیحین ، کتاب الرقاق : ۳ / ۳۰۷

(۷۱) فتح الباری : ۱۰ / ۱۳۸ ، نیز دیکھیے إرشاد الساری : ۱۲ / ۳۸۰ ، وعمدة القاری : ۲۱ / ۲۱۲

عیادت مریض کا حکم

مریض کی عبادت کرنا جمہور علماء کے نزدیک مندوب اور مستحب ہے، جب کہ داودی اور بعض ظاہریہ کے نزدیک واجب ہے (۷۲)، امام بخاری رحمہ اللہ نے ”وجوب“ کا لفظ ترجمہ میں لا کر اپنے مسلک مختار کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ ان حضرات کا استدلال ”عودوا المریض“ سے ہے، اس میں امر کا صیغہ وجوب کے لیے ہے، جب کہ جمہور اسے ندب پر محمول کرتے ہیں۔ مریض عام ہے، بعض حضرات نے اس سے آشوب چشم کے مریض کو مستثنیٰ قرار دیا ہے (۷۳) لیکن اس قول کو رد کر دیا گیا ہے کیونکہ حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے، وہ فرماتے ہیں ”عادنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وجع کان بعینی“ (۷۴)

طبرانی نے بھی ایک مرفوع روایت نقل کی ہے ”ثلاثة ليس لهم عيادة: العين، والدمل، والضرس“ (۷۵) لیکن یہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ تکی بن ابی کثیر پر موقوف ہے (۷۶)

عیادت کرنے کا وقت

حدیث میں چونکہ مطلقاً ”عودوا المریض“ کہا گیا ہے، اس لیے عیادت کے لیے امتداد بالمرض کی کوئی قید نہیں (۷۷)

امام غزالی رحمہ اللہ نے ”احیاء العلوم“ میں لکھا ہے کہ عیادت، مرض کے تین دن کے بعد

(۷۲) فتح الباری: ۱۰/۱۳۹

(۷۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۹، إرشاد الساری: ۱۴/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۴) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳، سنن أبی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی العیادة من الرمذ:

۱۸۶/۳ (رقم الحدیث: ۳۱۰۲)

(۷۵) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، إرشاد الساری: ۱۴/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۶) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، إرشاد الساری: ۱۴/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۷) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

کرنی چاہیے (۷۸)، انہوں نے سنن ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے ”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا یعود مریضاً الا بعد ثلاث“ (۷۹)

لیکن حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور کہا یہ حدیث صرف مسلمہ بن علی نے نقل کی ہے اور وہ متروک راوی ہے (۸۰)

ابو حاتم سے اس حدیث کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا ”ہو حدیث باطل“ (۸۱) اسی طرح عیادت کے لیے کوئی وقت مختص نہیں، کسی بھی مناسب وقت میں عیادت کی جاسکتی ہے، عام عادت صبح یا شام کے وقت عیادت کرنے کی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ سے کسی نے دوپہر کے وقت کہا کہ فلاں مریض کی عیادت کے لیے چلتے ہیں تو انہوں نے فرمایا لیس هذا وقت عیادة (۸۲) بعض حضرات نے کہا کہ سردی کے زمانے میں رات کے وقت اور گرمی کے زمانے میں دن کے وقت عیادت کرنا مستحب ہے (۸۳)

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں کسی وقت کی کوئی تخصیص نہیں، مریض اور اپنی سہولت کو دیکھ کر کسی بھی وقت عیادت کی جاسکتی ہے۔

آداب عیادت

حضرات علماء نے عیادت کے تقریباً اس آداب لکھے ہیں:

① اجازت لیتے ہوئے دروازہ کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو، بلکہ دائیں یا بائیں طرف کھڑا ہو۔

(۷۸) إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وفتح الباری: ۱۰/۱۴۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۷۹) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادة المریض: ۱/۳۶۲ (رقم الحدیث: ۱۴۳۷)

(۸۰) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۸۱) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۰، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۸۲) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰

(۸۳) فتح الباری: ۱۰/۱۴۰

② دروازہ کو آہستہ سے کھٹکھٹائے، آج کل گھروں میں گھنٹیاں لگی ہوتی ہیں، بعض لوگ بیل اور گھنٹی پر انگلی رکھتے ہیں تو پھر اٹھاتے ہی نہیں، یہ طریقہ درست نہیں، گھنٹی کا بٹن ایک بار دبا کر انگلی ہٹا دینی چاہیے تاکہ گھر والوں اور مریض کو کوفت نہ ہو۔

③ اپنا تعارف کراتے ہوئے ابہام سے کام نہ لے بلکہ اپنا نام صراحتاً بتائے۔

④ مناسب وقت کا انتخاب کرے، مریض کے کھانے پینے اور آرام کے وقت عیادت کرنا

مناسب نہیں۔

⑤ زیادہ دیر مریض کے پاس نہ بیٹھے، ہاں اگر کسی کے ساتھ بے تکلفی اور محبت ہے اور مریض کی

دلی خواہش ہے کہ اس کے پاس بیٹھا جائے تو پھر زیادہ بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، بلکہ ایسی صورت میں اس کی دلجوئی کے لیے بیٹھنا چاہیے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی خدمت میں زمانہ مرض میں ایک صاحب، عیادت کے لیے آیا تو

اٹھنے کا نام نہیں لے رہا تھا، حضرت نے اشاروں کنایوں سے سمجھایا کہ مجھے گھر والوں کی ضرورت ہے اور اسے اب اٹھ جانا چاہیے لیکن وہ نہیں سمجھا، تب حضرت نے صراحتاً فرمایا کہ ”بعض لوگ عیادت کے لیے آجاتے ہیں اور پھر جانے کا سوچتے بھی نہیں“..... وہ پھر بھی نہیں سمجھا، کہنے لگا ”حضرت! اندر سے کنڈی لگا دو؟“ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ”اندر سے نہیں، باہر سے لگا دو“..... غرضیکہ اس طرح دیر تک بیٹھ کر مریض کو کوفت میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔

⑥ نگاہ نیچے رکھے، یہ عام حکم ہے لیکن عیادت کے وقت بھی اس کی رعایت رکھنی چاہیے۔

⑦ سوال اور باز پرس کم کرے، بہت زیادہ تفصیلات معلوم کرنے سے بسا اوقات مریض اکتا جاتا

ہے۔

⑧ مریض کے سامنے رقت اور شفقت و ہمدردی کا اظہار کرے۔

⑨ اخلاص کے ساتھ اس کے لیے دعا کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا منقول

ہے۔

”أسأل الله العظيم رب العرش العظيم أن يشفيك“ سات مرتبہ یہ دعا پڑھے (۸۴)

⑩ مریض کو تسلی دے اور اس کا حوصلہ بڑھائے (۸۵)، امام ترمذی اور امام ابن ماجہ نے حضرت

ابوسعیدؓ سے روایت نقل فرمائی ہے ”إذا دخلتم على المريض، فنفسوا له في الأجل، فإن ذلك

لا يرد شيئاً، وهو يطيب نفس المريض“ (۸۶)

۵ - باب : عِيَادَةُ الْمُغْمَى عَلَيْهِ .

۵۳۲۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ ابْنِ الْمُنْكَدِرِ : سَمِعَ جَابِرَ

ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا يَقُولُ : مَرَضْتُ مَرَضًا ، فَأَتَانِي النَّبِيُّ ﷺ يَبْعُدُنِي ، وَأَبُو بَكْرٍ ،

وَهُمَا مَاشِيَانِ ، فَوَجَدَانِي أُغْمِي عَلَيَّ ، فَتَوَضَّأَ النَّبِيُّ ﷺ ثُمَّ صَبَّ وَضُوءَهُ عَلَيَّ ، فَأَفَقْتُ ،

فَإِذَا النَّبِيُّ ﷺ ، فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، كَيْفَ أَصْنَعُ فِي مَالِي ، كَيْفَ أَقْضِي فِي مَالِي ؟

فَلَمْ يُجِبْنِي بِشَيْءٍ ، حَتَّى نَزَلَتْ آيَةُ الْمِيرَاثِ . [ر : ۱۹۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کسی مریض پر بے ہوشی طاری ہے تو اس کی بھی عیادت

کرنی چاہیے، یہ نہ سوچا جائے کہ وہ تو بے ہوش ہے، عیادت کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ کیونکہ اس طرح

عیادت کرنے سے مریض کے گھر والوں کو تسلی ہو جاتی ہے، عیادت کرنے والے کی دعا اور خلوص کی

برکت سے مریض کے افاقے کی بھی امید کی جاسکتی ہے (۸۷)

حدیث کی مناسبت باب سے واضح ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کی

(۸۴) السنن الكبرى للنسائي، كتاب عمل اليوم والليلة، باب موضع مجلس الإنسان من المريض عند الدعاء

له: ۲۵۸/۶ (رقم الحديث: ۱۰۸۸۲) وسنن أبي داود، كتاب الجنائز باب الدعاء للمريض عند العيادة:

۱۸۷/۳ (رقم الحديث: ۳۱۰۶)

(۸۵) مذکورہ آداب کے لیے دیکھیے فضل اللہ الصمد فی توضیح الأدب المفرد، باب العيادة خوف الليل:

۵۸۶/۱، وفتح الباری: ۱۵۶/۱۰ (باب قول المريض: قوموا عنی)

(۸۶) سنن ابن ماجہ، كتاب الجنائز، باب ماجاء فی عيادة المريض: ۱/۴۶۲، (رقم الحديث: ۱۴۳۸)

(۸۷) فتح الباری: ۱۰/۱۴۱، رشاد الساری: ۱۲/۳۸۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

عیادت کی اور وہ بے ہوش تھے، یہ حدیث کتاب الطہارۃ اور کتاب التفسیر میں گذر چکی ہے (۸۸)۔

۶- باب : فَضْلُ مَنْ يُصْرَعُ مِنَ الرَّيْحِ .

۵۳۲۸ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ عِمْرَانَ أَبِي بَكْرٍ قَالَ : حَدَّثَنِي عَطَاءُ بْنُ أَبِي رَبَاحٍ قَالَ : قَالَ لِي أَبُو عَبَّاسٍ : أَلَا أُرِيكَ أَمْرًا مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ قُلْتُ : بَلَى ، قَالَ : هَذِهِ الْمَرْأَةُ السُّودَاءُ ، أَنْتِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ : إِنِّي أُصْرَعُ ، وَإِنِّي أَتَكَشَّفُ ، فَادْعُ اللَّهَ لِي ، قَالَ : (إِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ وَلَكَ الْجَنَّةُ ، وَإِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ اللَّهَ أَنْ يُعَافِيكَ) . فَقَالَتْ : أَصْبِرُ ، فَقَالَتْ : إِنِّي أَتَكَشَّفُ ، فَادْعُ اللَّهَ أَنْ لَا أَتَكَشَّفَ ، فَدَعَا لَهَا .

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ : أَخْبَرَنَا مَخْلَدٌ ، عَنْ أَبِي جَرِيحٍ : أَخْبَرَنِي عَطَاءٌ : أَنَّهُ رَأَى أُمَّ زُفَرَ تِلْكَ ، أَمْرًا طَوِيلَةً سَوْدَاءً ، عَلَى سِتْرِ الْكَعْبَةِ .

روایت باب امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۸۹)

عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے مجھ سے کہا کہ کیا میں تم کو جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟ میں نے کہا، کیوں نہیں، انھوں نے کہا کہ یہ کالی عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، اس لیے میرے لیے دعا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”..... اگر آپ چاہیں تو صبر کر لیں اور اس کے عوض آپ کو جنت ملے گی اور اگر چاہیں تو آپ کے لیے دعا کر دوں کہ اللہ آپ کو تندرستی عطا فرمادے“ اس نے عرض کیا کہ میں صبر کرتی ہوں..... پھر اس نے کہا کہ اس میں میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ دعا فرمائیں کہ ستر نہ کھلنے پائے، آپ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔

(۸۸) فتح الباری: ۱۰/۱۴۱، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۴

(۸۹) (۵۳۲۸) الحدیث أخرجه 'مسلم في البر والصلة' ، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض..... الخ:

۱۹۹۳/۳ (رقم الحدیث: ۲۵۷۶)

وأخرجه النسائي في الطب باب ثواب من يصرع: ۳/۳۵۳ (رقم الحدیث: ۷۴۹۰)

امام بخاری رحمہ اللہ ترجمۃ الباب میں ”من یصرع من الريح“ کے الفاظ لائے ہیں، یعنی وہ شخص جس پر مرگی کا دورہ پڑتا ہو آخروی اعتبار سے اس کے اجر و فضل کا بیان..... ”من الريح“ میں دو احتمال ہیں:

① ایک یہ کہ اس سے مراد ہوا ہے ”من الريح“ میں ”من“ سبب ہے یعنی مرگی کی وہ بیماری جو بدن انسانی میں ہوا کے محبوس ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے آدمی پر دورہ پڑتا ہے اور ماؤف الحواس ہو کر گر جاتا ہے۔

② ریح سے جن کا اثر مراد ہے یعنی جنات کے اثر کی وجہ سے آدمی کے حواس ماؤف ہو جاتے ہیں اور انسان پر بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے (۹۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انسان پر جنات کا یہ حملہ یا یہ اثر تکلیف پہنچانے کے لیے ہوتا ہے یا بعض انسانی صورتیں انہیں اچھی لگتی ہیں، اس لیے وہ آجاتے ہیں (۹۱)۔

معتزلہ کی ایک جماعت نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے

ہیں (۹۲)

لیکن جمہور کے نزدیک جنات انسان کے جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ سنن ابی داؤد میں ام

ابان کی روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا گیا ہے ”اخرج عدو اللہ، فانی رسول

اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)“ (۹۳)

قاضی عبد الجبار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جنات کے جسم ہوا کی طرح ہیں، اس لیے وہ انسان کے جسم

میں داخل ہو سکتے ہیں، جس طرح ہوا آدمی کے جسم میں داخل ہوتی ہے اور انسان سانس لیتا رہتا ہے (۹۴)

(۹۰) فتح الباری: ۱۰/۱۴۱، وارشاد الساری: ۳۸۲/۱۴

(۹۱) فتح الباری: ۱۰/۱۴۱ نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۳۸۲/۱۴

(۹۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۳

(۹۳) مسند الامام احمد بن حنبل: ۳/۱۷۲

(۹۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۳، وتعلیقات لامع الدراری: ۹/۳۳۷

هذه المرأة السوداء

اس عورت کا نام سُعَيْرَة ، شقیہ اور سکیرہ آیا ہے (۹۵)

حدثنا محمد..... عن ابن جريج، أخبرني عطاء أنه رأى أم زفر تلك امرأة طويلة

سوداء على ستر الكعبة

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ام زفر کو کعبہ کے پردے کے پاس دیکھا، وہ ایک لمبی سیاہ عورت تھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ ام زفر وہی عورت تھی جس کا ذکر اوپر روایت میں آیا ہے اور جس کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

لیکن علامہ ذہبی اور علامہ ابن اثیر کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ام زفر دوسری خاتون

ہیں (۹۶)

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے الاستیعاب میں ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خاتون پر مرگی کے دورے پڑتے تھے، وہ ام زفر ہی تھیں، چنانچہ اس میں ہے ”کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یؤتی بالمجانین: فیضرب صدر أحدہم فیبراً، فأتی بمجنونة، یقال لها: أم زفر، فضرب صدرها، فلم تبرأ ولم یخرج شیطانها، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: هو معها فی الدنیا، ولها فی الآخرة خیر“ (۹۷)

على ستر الكعبة

ای جالسة على ستر الكعبة أو معتمدة عليه..... اس میں ”على“ کا متعلق محذوف

”جالسة“ بھی ہو سکتا ہے اور فعل ”رأى“ سے بھی یہ متعلق ہو سکتا ہے (۹۸)

(۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۴

(۹۶) إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۳ و عمدة القاری: ۲۱/۲۱۵

(۹۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۵، الاستیعاب من الاصابة: ۳/۲۵۳

(۹۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۵

حدیث سے مستنبط چند باتیں

اس حدیث سے چند باتیں مستنبط ہوتی ہیں۔

① جس شخص کو مرگی کا دورہ پڑتا ہو، یا جنات کا اس پر حملہ ہوتا ہو، اس کے لیے اخروی اجر و فضل

ہے۔

② دنیا کی مصیبتوں اور آفات پر صبر مؤمن کو جنت کا وارث بناتے ہیں۔

③ رخصت کے مقابلے میں شدت اور عزیمت پر عمل کرنا زیادہ بہتر اور افضل ہے لیکن یہ اس

شخص کے لیے ہے جو اپنے اندر شدت و عزیمت پر عمل کی طاقت پاتا ہو۔

④ اگر کوئی مریض ہے اور علاج چھوڑ دیتا ہے، حدیث سے اس کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے۔

⑤ دعا کے ذریعہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کے ذریعہ علاج زیادہ نافع اور باعث سکون ہوتا

ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ مندرجہ ذیل باتوں کا استنباط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفی الحدیث فضل من یصرع ، وأن الصبر علی بلایا الدنیا یورث الجنة،

وأن الأخذ بالشدة أفضل من الأخذ بالرخصة لمن علم من نفسه الطاقة،

ولم یضعف عن التزام الشدة، وفيه دلیل علی جواز ترك التداوی ، وفيه أن

علاج الأمراض کلها بالدعا، والالتجاء إلی اللہ أنجع وأنفع من العلاج

بالعقاقیر، وأن تاثیر ذلك وانفعال البدن عنه أعظم من تاثیر الأدوية البدنية،

ولکن إنما ینجع بأمرین: أحدهما من جهة العلیل، وهو صدق القصد،

والآخر من جهة المداوی، وهو قوة توجهه، وقوة قلبه بالتقوی

والتوکل“ (۹۹)

۷ - باب : فَضْلُ مَنْ ذَهَبَ بَصْرُهُ .

۵۳۲۹ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو الْهَادِي ، عَنْ عَمْرِو مَوْلَى الْمُطَّلِبِ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ اللَّهَ قَالَ : إِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِي بِحَبِيبَتِهِ فَصَبَرَ ، عَوَّضْتُهُ مِنْهَا الْجَنَّةَ) . يُرِيدُ : عَيْنِهِ .
تَابَعَهُ أَشْعَثُ بْنُ جَابِرٍ ، وَأَبُو ظَلَّالِ بْنِ هِلَالٍ ، عَنْ أَنَسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ .

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس شخص کی اخروی فضیلت بیان فرمائی ہے جس کی بینائی جاتی رہے۔

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے اور اس سند کے ساتھ یہ حدیث صرف امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے، اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی اور نے نقل نہیں کی (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ جب میں اپنے بندوں کو اس کی دو محبوب چیزوں یعنی دو آنکھوں کی وجہ سے آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میں اس کے عوض اس کو جنت عطا کرتا ہوں۔

یرید عینہ یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرف سے تفسیر ہے کہ حدیث میں ”حبیبیہ“ سے آنکھیں مراد ہیں، ”حبیبیہ“ محبوبہ کے معنی میں ہے (۲) اور انسان کے جسمانی اعضاء میں آدمی کو آنکھ سے بڑھ کر کیا چیز عزیز اور محبوب ہو سکتی ہے۔

اس روایت میں ہے کہ بینائی چلی جانے کے بعد آدمی صبر کر لے، ترمذی کی روایت میں ”صبر واحتساب“ کے الفاظ ہیں (۳) یعنی صبر کر لے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر جو اجر و ثواب کا وعدہ ہے، اس کا استحضار رکھے، علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”والظاہر أن المراد بالصبر أن

(۱) (۵۳۲۹) الحدیث بهذا الإسناد من أفرادہ، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۵

(۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۵

(۳) إرشاد الساری: ۱۴/۳۸۳ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۳

لا یشتکی ، ولا یقلق ، ولا یظہر عدم الرضا بہ“ (۴)

تابعہ أشعت بن جابر، وأبو ظلال عن أنس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
یعنی عمرو بن المطلب کی متابعت اشعث اور ابو ظلال دونوں نے کی ہے۔ اشعث کی متابعت امام احمد
رحمہ اللہ نے موصولاً نقل کی ہے، اس کے الفاظ ہیں ”قال ربکم: من أذهبُ کریمتیہ ، ثم
صبرواحتسب، کان ثوابہ الجنة“ (۵)

اور ابو ظلال کی متابعت امام ترمذی رحمہ اللہ نے ان الفاظ کے ساتھ موصولاً نقل کی ہے ”إن اللہ
یقول: إذا أخذتُ کریمتی عبدی فی الدنیا، لم یکن له جزاء عندی إلا الجنة“ (۶)
اشعث بن جابر اور ابو ظلال کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک جگہ متابعتاً ذکر ہے (۷)

اشعث بن جابر

یہ یہاں دادا کی طرف منسوب ہے، ان کے والد کا نام ”عبداللہ“ ہے، اشعث بن عبداللہ بن جابر
حُدَّانِی (وَحُدَّانٍ مِنَ الْأَزْدِ)..... یہ اندھے تھے (۸)
امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ”ثقة“ (۹)
یحییٰ بن معین نے فرمایا ”ثقة بصیر“ (۱۰)

(۴) عمدة القاری: ۲۱۶/۲۱

(۵) مسند الإمام أحمد بن حنبل: ۲۸۳/۳

(۶) سنن الترمذی ، کتاب الزہد، باب ماجاء فی ذهاب البصر: ۳/۶۰۲ (رقم الحدیث: ۲۳۰۰)

(۷) عمدة القاری: ۲۱۶/۲۱ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۳

(۸) تہذیب الکمال: ۳/۲۷۲ (رقم الترجمة: ۵۲۷) وعمدة القاری: ۲۱۶/۲۱

(۹) تہذیب الکمال: ۳/۲۷۲

(۱۰) الحرح والتعدیل: ۱/الترجمة: ۲۷۳

امام احمد نے فرمایا ”لابأس به“ (۱۱) اور ابو حاتم نے انہیں ”شیخ“ کہا (۱۲)
 البتہ علامہ عقیلی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں فرمایا ”وفی حدیثہ وہم“ (۱۳)
 لیکن علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے علامہ عقیلی رحمہ اللہ کی تردید کی اور لکھا ”وقول العقیلی: فی
 حدیثہ وہم، لیس بمسلم إلیہ، وأنا أتعجب کیف لم یخرج له البخاری ومسلم“ (۱۴)
 ان کی وفات ۱۲۰ھ اور ۱۳۰ھ کے درمیان ہوئی ہے (۱۵) امام بخاری رحمہ اللہ نے تو ان کی
 صرف ایک یہی روایت لی ہے اور امام مسلم کے علاوہ باقی محدثین نے ان سے حدیثیں لی ہیں (۱۶)

ابو ظلال ہلال بن ابی ہلال

ان کی بھی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک متابعت ہے، صحیح بخاری کے نسخوں میں ”ابو ظلال
 ہلال بن ہلال“ لکھا ہے، لیکن صحیح ”ابن ابی ہلال“ ہے (۱۷)، ان کے والد کی کنیت ”ابو ہلال“ ہے،
 والد کے نام میں میمون، سوید، یزید اور زید..... مختلف اقوال ہیں (۱۸) یہ بھی نابینا تھے اور تمام محدثین کے
 نزدیک ضعیف ہیں (۱۹) البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے انہیں ”مقارب الحدیث“ فرمایا ہے (۲۰)

(۱۱) الجرح والتعديل: ۱/ الترجمة: ۲۷۳۔ وتعليقات تهذيب الكمال: ۳/ ۲۷۲

(۱۲) الجرح والتعديل: ۱/ الترجمة: ۲۷۳

(۱۳) تعليقات تهذيب الكمال: ۳/ ۲۷۲، والضعفاء الكبير للعقيلي: ۱/ ۲۹

(۱۴) ميزان الاعتدال: ۱/ ۲۶۶

(۱۵) تاريخ الصغير للبخاري: ۱۵۱

(۱۶) تهذيب الكمال: ۳/ ۲۷۲، نیز دیکھیے سير أعلام النبلاء: ۶/ ۲۷۳

(۱۷) فتح الباری: ۱۰/ ۱۳۳

(۱۸) تهذيب الكمال: ۳/ ۳۵۰ (رقم الترجمة: ۶۶۳۲)

(۱۹) دیکھیے تهذيب التهذيب: ۱۱/ ۸۳، والضعفاء والمتروكون، الترجمة: ۶۰۶ - ۶۶۰، وتهذيب الكمال:

۳۰/ ۳۵۱، وفتح الباری: ۱۰/ ۱۳۳، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۱۶

(۲۰) دیکھیے تهذيب الكمال: ۳۰/ ۳۵۱، وعمدة القاری: ۲۱/ ۲۱۶، وفتح الباری: ۱۰/ ۱۳۳

۸ - باب : عِبَادَةُ النِّسَاءِ وَالرِّجَالِ .

وَعَادَتُ أُمَّ الدَّرْدَاءِ رَجُلًا مِنْ أَهْلِ الْمَسْجِدِ ، مِنْ الْأَنْصَارِ .

۵۳۳۰ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ، عَنْ مَالِكٍ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا

قَالَتْ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ الْمَدِينَةَ ، وَعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَتْ :

فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا ، قُلْتُ : يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ ، وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ ، قَالَتْ : وَكَانَ

أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَى يَقُولُ :

كُلُّ أَمْرِي مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ وَالْمَوْتُ أَدْنَى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ

وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَتْ عَنْهُ يَقُولُ :

أَلَا كَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبَيْتَنَ لَيْلَةً بَوَادٍ وَحَوَالِي إِذْخِرُ وَجَلِيلُ

وَهَلْ أَرِذْنَ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ وَهَلْ يَبْدُونُ لِي شَامَةً وَطَفِيلُ

قَالَتْ عَائِشَةُ : فَجِئْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ : (اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحَبْنَا

مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ ، اللَّهُمَّ وَصَحِّحْهَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدَّهَا وَصَاعِهَا ، وَأَنْقُلْ حُمَاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ) .

[ر : ۱۷۹۰]

عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں اجنبی مردوں کی عیادت کر سکتی ہیں لیکن اس کے

لیے شرط یہ ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا اندیشہ نہ ہو (۲۱)

حدیث باب میں حضرت عائشہؓ نے اپنے والد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال

رضی اللہ عنہ کی عیادت کا ذکر کیا ہے، اگرچہ بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ نزول حجاب سے پہلے کا واقعہ

ہے، تاہم فتنے سے مامون ہونے کی صورت میں نزول حجاب کے بعد بھی اس واقعہ سے استدلال کیا جاسکتا

ہے (۲۲)

(۲۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۵

(۲۲) إرشاد الساری: ۱۲/۳۸۶ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۵، ۱۳۶

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب بخار ہوتا، تو وہ یہ شعر پڑھتے:

کل امرئ مصبح فی اہله والموت أدنی من شراك نعله
 ”ہر آدمی اپنے گھر والوں میں صبح کرتا ہے اور موت اس کی جوتیوں کے تسمے سے بھی بہت زیادہ
 قریب ہے۔“

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے ”مصبح فی اہله“ کا ترجمہ کیا ہے کہ اسے اس کے اہل و عیال میں

أنعم صباحاً (صبح بخیر) کہا جاتا ہے (۲۳)

شراك: تسمہ کو کہتے ہیں

وكان بلال إذا أفلعت عنه

أفلعت: مجہول کا صیغہ ہے بمعنی ازیلت یعنی جب بخار ختم ہو گیا، تو انہوں نے یہ شعر پڑھے:

ألا لیت شعری هل أبتن لیلۃ بواد و حولی إذخر و جلیل

و هل أردن یوما میاه مجنة و هل ییدون لی شامة و طفیل

(”کاش میں وادی مکہ میں رات گزارتا اس حال میں کہ میرے ارد گرد اذخر اور جلیل نامی

(دونوں طرح) گھاس ہوتے، کیا میں کبھی موضع مجنہ کے پانیوں اور چشموں کے پاس آسکوں گا اور کیا شامہ

اور طفیل نامی چشمے میرے سامنے ظاہر ہو سکیں گے)

إذخر (بکسر الہمزہ و سکون الذال و کسر الخاء) یہ ایک خوشبودار گھاس ہے، جلیل بھی گھاس کا نام

ہے (۲۴)

مِجَنَّة (میم کے کسرہ، جیم کے فتح اور نون کی تشدید کے ساتھ) مکہ مکرمہ سے چند میل کے

فاصلے پر ایک جگہ کا نام ہے (۲۵)

(۲۳) إرشاد الساری: ۳۸۵/۱۲

(۲۴) إرشاد الساری: ۳۸۶/۱۲ و عمدة القاری: ۲۱۷/۲۱

(۲۵) إرشاد الساری: ۳۸۶/۱۲ و عمدة القاری: ۲۱۷/۲۱

شامة (میم کی تخفیف کے ساتھ)..... طفیل (طاء کے فتح کے ساتھ) یہ مکہ مکرمہ کے قریب دو پہاڑیادو چشموں کے نام ہیں (۲۶)

ان دو شعروں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ اور وہاں کے مقامات اور چشموں کو دیکھنے کی تمنا کی ہے، ہجرت کرنے کے بعد حضرات صحابہ کو اپنا وطن اور علاقہ یاد آ رہا تھا، جہاں ان کا بچپن گذرا تھا اور جہاں سے ان کی برسوں کی یادیں وابستہ تھیں اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ”اللہم حبب إلینا المدینة، کحبنا مکة أو أشد“ اے اللہ! ہمارے لیے مدینہ کو مکہ کی طرح یا اس سے زیادہ محبوب بنا۔

الجُحْفَة: (جیم کے ضمہ اور حاء کے سکون کے ساتھ) اہل شام کا میقات ہے (۲۷) یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے (۲۸)

وعادت أم الدرداء رجلا من أهل المسجد من الأنصار
علامہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا، حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں، اور ہر ایک کو ام الدرداء کہا جاتا تھا، بڑی کا نام خیرہ تھا، وہ صحابیہ تھیں، اور چھوٹی کا نام ہُجَیْمَة تھا، وہ تابعیہ تھیں (۲۹)

یہاں اس سے چھوٹی والی ام الدرداء حضرت ہُجَیْمَة مراد ہیں کیونکہ یہ اثر امام بخاری رحمہ اللہ نے ”الأدب المفرد“ میں حارث بن عبید کے طریق سے موصولاً نقل کیا ہے (۳۰)، حارث بن عبید کم عمر تابعی تھے، انہوں نے ام الدرداء کبریٰ کا زمانہ نہیں پایا ہے (۳۱) کیونکہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے

(۲۶) إرشاد الساری: ۳۸۶/۱۲ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۶

(۲۷) إرشاد الساری: ۳۸۶/۱۲ وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۷

(۲۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷ وفتح الباری: ۱۰/۱۳۶

(۲۹) شرح البخاری للکرمانی: ۲۰/۸۳ او عمدة القاری: ۲۱/۲۱۶، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۵

(۳۰) فتح الباری: ۱۰/۱۳۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶، الأدب المفرد مع الشرح فضل اللہ الصمد، باب عیادة

النساء الرجل المریض: ۱/۶۲ (رقم الحدیث: ۵۳۰)

(۳۱) فتح الباری: ۱۰/۱۳۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

زمانے میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی وفات سے پہلے وفات پا چکی تھیں، جب کہ ام الدرداء صغریٰ کی وفات عبدالملک بن مروان کے زمانے میں ۸۱ھ ہجری میں..... کبریٰ کی وفات کے تقریباً پچاس سال بعد ہوئی ہے (۳۲)

اس اثر میں مسجد سے مسجد نبوی مراد ہے یعنی حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے مسجد نبوی والوں یعنی انصار کے ایک آدمی کی عیادت کی، معلوم ہوا عورت مرد کی عیادت کر سکتی ہے۔

۹ - باب : عِبَادَةُ الصَّبِيَانِ .

۵۳۳۱ : حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مِنْهَالٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَاصِمٌ قَالَ : سَمِعْتُ أَبَا عُمَانَ ، عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ ابْنَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُرْسِلَتْ إِلَيْهِ ، وَهُوَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَعْدُ وَأَبِيٌّ ، نَحْسِبُ : أَنَّ ابْنَتِي قَدْ حُضِرَتْ فَأَشْهَدْنَا ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا السَّلَامَ ، وَيَقُولُ : (إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَمَا أَعْطَى ، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى ، فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِرْ) . فَأَرْسَلَتْ تُقْسِمُ عَلَيْهِ : فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْنَا ، فَرَفَعَ الصَّبِيَّ فِي حَجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَفْسُهُ تَقَعُّعٌ ، فَفَاضَتْ عَيْنَا النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَقَالَ لَهُ سَعْدُ : مَا هَذَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (هَذِهِ رَحْمَةٌ وَضَعَهَا اللَّهُ فِي قُلُوبِ مَنْ شَاءَ مِنْ عِبَادِهِ ، وَلَا يَرْحَمُ اللَّهُ مِنْ عِبَادِهِ إِلَّا الرَّحْمَاءَ) . [ر : ۱۲۲۴]

عیادة مصدر ہے اور مضاف الی المفعول ہے (۳۳) یعنی اس باب میں بچوں کی عیادت امام نے بیان فرمائی ہے کہ ان کی عیادت کی جا سکتی ہے اور سنت میں اس کی اصل موجود ہے۔

روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے حضور کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ میری بیٹی مرنے کے قریب ہے، اس لیے آپ ہمارے پاس تشریف لائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کہلا بھیجا اور فرمایا..... ”إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ، وَمَا أَعْطَى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ مُسَمًّى، فَلْتَحْتَسِبْ وَلْتَصْبِر“ یعنی ”اللہ کی مرضی جو چاہے لے لے اور جو چاہے دے دے، ہر چیز کا اللہ کے ہاں

(۳۲) فتح الباری: ۱۰/۱۴۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۱۶

(۳۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۸۶

وقت مقرر ہے، اس لیے ثواب کی امید وار رہ کر چاہیے کہ وہ صبر کرے“

انہوں نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر دوبارہ بلاوا بھیجا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کے پاس گئے، اس بچے کو اپنی گود میں اٹھایا، اس کی سانس اکھڑ رہی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، حضرت سعد نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! یہ کیا ہے؟“..... آپ نے فرمایا..... ”یہ رحمت ہے، اللہ تعالیٰ جس بندے کے دل میں چاہے ڈال دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے مہربان بندوں پر ہی رحم کرتا ہے۔“

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے، اس روایت کے شروع میں ہے کہ ”إن ابنتی قد حُضِرَتْ“ یعنی بچی کی موت قریب ہے اور بعد میں ہے ”فرفع الصبی“ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچی نہیں بلکہ بچہ تھا، علامہ ابن بطلال نے فرمایا کہ اس میں راوی نے ضبط سے کام نہیں لیا، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”هذا الحديث لم يضبطه الراوی ، فمرة قال ، قالت : ابنتی قد

احتضرت ، ومرة قال : فرفع الصبی ، ونفسه تقعقع ، فأخبر مرة عن صبی ،

ومرة عن صبیة“ (۳۴)

حجر (حاء کے فتح اور کسرہ کے ساتھ اور جیم کے سکون کے ساتھ) گود کو کہتے ہیں، نفسہ (فاء کے سکون کے ساتھ) اس کی جمع نفوس آتی ہے، تقعقع: ای تضطرب ویسمع لها صوت یعنی وہ اضطراب اور بے چینی کی حالت میں تھی اور اس کی بے چینی کی اس کیفیت کی آواز سنائی دے رہی تھی (۳۵)

فقال سعد: ما هذا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے پر حضرت سعدؓ کو تعجب ہوا، انہوں نے کہا..... ”یا رسول اللہ! یہ کیا ہے“..... شاید وہ اس کو صبر کے خلاف سمجھ رہے تھے، آپ نے فرمایا..... ”یہ

(۳۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷

(۳۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۷

دل میں موجود رحمت و شفقت کا اثر ہے، یہ بے صبری یا جزع فزع کی قبیل سے نہیں“ (۳۶)

مذکورہ حدیث کتاب الجنائز میں ”باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب الميت

بیکاء أهلہ علیہ“ کے تحت گذر چکی ہے (۳۷)

۱۰ - باب : عیادۃ الأعراب

۵۳۳۲ : حَدَّثَنَا مَعْلَى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُخْتَارٍ : حَدَّثَنَا خَالِدٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَى أَعْرَابِيٍّ يَعُودُهُ ، قَالَ : وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ عَلَى مَرِيضٍ يَعُودُهُ قَالَ لَهُ : (لَا بَأْسَ ، طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . قَالَ : قُلْتَ : طَهُورٌ؟ كَلَّا ، بَلْ هِيَ حُمَّى تَفُورُ ، أَوْ تَثُورُ ، عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ ، تُزِيرُهُ الْقُبُورَ . فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : (فَنَعَمْ إِذَا) . [ر : ۳۴۲۰]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے فرماتے ”لا باس، طہور، ان شاء اللہ“ (کوئی حرج نہیں، انشاء اللہ یہ مرض گناہوں کو پاک کرنے والا ہے) اس اعرابی سے بھی جب آپ نے یہ جملہ کہا تو اس نے کہا ”آپ کہتے ہیں کہ یہ پاک کر دینے والا ہے، ہرگز نہیں، بلکہ یہ بخار تو ایک بہت بوڑھے پر حملہ آور ہوا ہے جو اسے قبر دکھائے گا،..... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب آپ کہتے ہیں تو یہی سہی“

لأبأس ، طهور

یعنی کوئی حرج نہیں، بیماری مسلمان کے گناہوں کا کفارہ بنتی ہے، طہور مبالغہ کا صیغہ ہے اور

متعدی ہے بمعنی مُطہر: پاک کرنے والا، طہور خبر ہے مبتدا محذوف ہے، ای ہو طہور، (۳۸) ”إن

(۳۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۸۷

(۳۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۷، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۶، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۸۷

(۳۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۸۸

شاء اللہ“ کہہ کر اشارہ کر دیا کہ یہ جملہ دعائیہ ہے، خبر نہیں (۳۹)

تفور أو تثور

راوی کو شک ہے کہ تفور کہا یا تثور کہا، دونوں کے معنی بھڑکنے اور حملہ کرنے کے ہے، تزییر: یہ

باب افعال سے ہے ازارہ: کسی کو زیارت پر مجبور کرنا

فنعم إذا

ای إذا أبيت فنعم إذا: یعنی جب ہماری بات سے انکار کر رہے ہیں تو پھر ایسا ہی ہو جیسا آپ

گمان کر رہے ہیں، یا ایسا ہی ہوگا جیسا آپ گمان کر رہے ہیں..... یہ جملہ بددعا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی

ہو سکتا ہے کہ آپ نے پیشن گوئی کرتے ہوئے اس کو خبر دی کہ ایسا ہی ہوگا (۴۰)

طبرانی کی روایت میں ہے کہ اگلی صبح وہ اعرابی انتقال کر چکا تھا (۴۱)

حدیث شریف سے مستنبط چند آداب

مہلب اس حدیث سے چند آداب و فوائد مستنبط کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”فائدة هذا الحديث أنه لانقص على الإمام في عيادة مريض من رعيته ،

ولو كان أعرابيا جافيا، ولا على العالم في عيادة الجاهل، ليعلمه، ويذكره

بما ينفعه ، ويأمره بالصبر، لئلا يتسخط قدر الله فيسخط عليه، ويسليه عن

ألمه، بل يغبطه بسقمه، إلى غير ذلك من جبر خاطره ، وخاطر أهله، وفيه أنه

ينبغي للمريض أن يتلقى الموعدة بالقبول ، ويحسن جواب من يذكره

بذلك“ (۴۲)

(۳۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۴۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۸

(۴۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۴۷، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۸۸

(۴۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، وفتح الباری: ۱۰/۱۴۷

(۴۲) فتح الباری: ۱۰/۱۴۷، نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸

یعنی حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ حاکم اپنی رعایا میں سے اجڈ دیہاتی آدمی کی بھی عیادت کر سکتا ہے، اسی طرح عالم جاہل کی عیادت کے لیے جاسکتا ہے تاکہ مریض کو نصیحت کر لے، صبر کی تلقین کرے اور تسلی دے، حدیث سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ مریض کو نصیحت کی بات قبول کرنی چاہیے اور نصیحت کرنے والے کو اچھا اور مناسب جواب دینا چاہیے۔

۱۱ - باب : عِيَادَةُ الْمُشْرِكِ .

۵۳۳۳ : حَدَّثَنَا سَلِيمَانُ بْنُ حَرْبٍ : حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ ، عَنْ ثَابِتٍ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّ غُلَامًا يَهُودِيًّا ، كَانَ يَخْدُمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَامْرَأَتُهُ فَاتَتْهُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعُدُهُ ، فَقَالَ : (أَسْلِمَ) . فَأَسْلَمَ . [ر : ۱۲۹۰]
وَقَالَ سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ ، عَنْ أَبِيهِ : لَمَّا حَضَرَ أَبُو طَالِبٍ جَاءَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . [ر : ۱۲۹۴]

کافر کی عیادت کا مسئلہ

علامہ ابن بطال رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر کسی کافر اور مشرک کے بارے میں امید ہے کہ وہ اسلام قبول کر لے گا تو اس کی عیادت مشروع ہے، لیکن اگر اس کی قبولیت اسلام کی امید نہیں تو پھر عیادت جائز نہیں (۴۳)

لیکن جمہور فرماتے ہیں، قبولیت اسلام کے علاوہ دوسری مصلحتوں اور مقاصد کے پیش نظر بھی مشرک اور کافر کی عیادت کی جاسکتی ہے (۴۴)

حدیث میں ہے کہ ایک یہودی لڑکا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا، بیمار ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی عیادت کے لیے گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ اس

(۴۳) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸

(۴۴) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸، حضرات حنفیہ کے نزدیک ذمی اگر نصرانی یا یہودی ہے تو اس کی عیادت بالاتفاق درست ہے لیکن اگر مجوسی ہے تو اس میں جواز اور عدم جواز دونوں قول ہیں، راجح جواز کا قول ہے۔

لڑ کے کا نام عبد القدوس بتایا گیا (۴۵)

حدیث باب کتاب الجنائز میں ”باب اذا اسلم الصبی فمات“ کے تحت گذر چکی ہے۔
حضرت سعید بن المسیب کی تعلیق امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر میں سورۃ قصص کی تفسیر
میں موصولاً نقل کی ہے (۴۶) اور وہیں اس پر کلام گذر چکا ہے۔

۱۲ - باب : إِذَا عَادَ مَرِيضًا ، فَحَضَرَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِهِمْ جَمَاعَةً .

۵۳۳۴ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا يَحْيَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبِي ،
عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ يُعُودُونَهُ فِي مَرَضِهِ ، فَصَلَّى بِهِمْ
جَالِسًا ، فَجَعَلُوا يُصَلُّونَ قِيَامًا ، فَأَشَارَ إِلَيْهِمْ : (أَجْلِسُوا) . فَلَمَّا فَرَغَ قَالَ : (إِنَّ الْإِمَامَ لَيُؤْتَمُّ بِهِ ،
فَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا ، وَإِذَا رَفَعَ فَارْفَعُوا ، وَإِنْ صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا) .
قَالَ : أَبُو عَبْدِ اللَّهِ : قَالَ الْحَمِيدِيُّ : هَذَا الْحَدِيثُ مَنْسُوخٌ ، لِأَنَّ النَّبِيَّ ﷺ آخِرَ مَا صَلَّى
صَلَّى قَاعِدًا وَالنَّاسُ خَلْفَهُ قِيَامًا . [ر : ۶۵۶]

اگر مریض کی عیادت کو جائیں اور نماز کا وقت ہو جائے اور مریض عیادت کرنے والوں کو
جماعت سے نماز پڑھادے تو حدیث میں اس کی اصل موجود ہے، حضرات صحابہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی عیادت کے لیے گئے اور حضور نے انہیں نماز پڑھائی۔

حدیث باب کتاب الصلاة میں گذر چکی ہے (۴۷) اور وہیں اس مسئلہ کی تفصیل آئی ہے کہ جمہور
علماء کے نزدیک اگر امام نے پہلے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور دوران نماز اس کو کوئی مرض لاحق
ہو جائے اور وہ بیٹھ جائے تو مقتدی نہیں بیٹھیں گے بلکہ کھڑے ہو کر اقتدا کریں گے، چنانچہ حضرت صدیق
اکبر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی تھی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، امام

(۴۵) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۱۳۸، وارشاد الساری: ۱۴/۳۸۸، عمدة القاری: ۲۱/۲۱۸

(۴۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۹، وفتح الباری: ۱۰/۱۳۸

بن گئے، لیکن چونکہ نماز کھڑے ہو کر شروع ہوئی تھی، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امام بننے کے بعد حضرات صحابہ بیٹھے نہیں، بلکہ انہوں نے کھڑے ہو کر اقتدا کی۔

۱۳ - باب : وَضَعِ الْيَدِ عَلَى الْمَرِيضِ .

۵۳۳۵ : حَدَّثَنَا الْمَكِّيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ : أَخْبَرَنَا الْجُعَيْدُ ، عَنْ عَائِشَةَ بِنْتِ سَعْدٍ : أَنَّ أَبَاهَا قَالَ : تَشَكَّيْتُ بِمَكَّةَ شَكْوَى شَدِيدَةً ، فَجَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي ، فَقُلْتُ : يَا نَبِيَّ اللَّهِ ، إِنِّي أَتْرُكُ مَالاً ، وَإِنِّي لَمْ أَتْرُكْ إِلَّا ابْنَةً وَاحِدَةً ، فَأَوْصِي بَثُلْتِي مَالِي وَأَتْرُكُ التُّلْثَ ؟ فَقَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَأَوْصِي بِالنُّصْفِ وَأَتْرُكُ النُّصْفَ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : فَأَوْصِي بِالتُّلْثِ وَأَتْرُكُ لَهَا التُّلْثَيْنِ ؟ قَالَ : (التُّلْثُ ، وَالتُّلْثُ كَثِيرٌ) . ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ عَلَى جَبْهِي ، ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِي وَبَطْنِي ، ثُمَّ قَالَ : (اللَّهُمَّ أَشْفِ سَعْدًا ، وَأَتَمِّمْ لَهُ هِجْرَتَهُ) . فَمَا زِلْتُ أَجِدُ بَرْدَهُ عَلَى كَبِدِي - فِيمَا يُخَالُ إِلَيَّ - حَتَّى السَّاعَةِ . [ر : ۵۶]

۵۳۳۶ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ : حَدَّثَنَا جَرِيرٌ ، عَنِ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّيْمِيِّ ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ قَالَ : قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ : دَخَلْتُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ وَهُوَ يُوعَكُ وَعَعَا شَدِيدًا ، فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَعَا شَدِيدًا ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَجَلٌ ، إِنِّي أُوْعَكُ كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ) . فَقُلْتُ : ذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (أَجَلٌ) . ثُمَّ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَدَى ، مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ ، إِلَّا حَطَّ اللَّهُ لَهُ سَيِّئَاتِهِ ، كَمَا تَحُطُّ الشَّجَرَةُ وَرَقَهَا) . [ر : ۵۳۲۳]

مریض پر ہاتھ رکھنے کا طریقہ

عیادت کرتے ہوئے مریض پر ہاتھ رکھا جاسکتا ہے، اس سے مریض کو ایک گونہ تسلی بھی ہوتی

ہے، عیادت کرنے والے کی برکت سے اس کے مرض میں افاقہ ہو سکتا ہے اور اگر عیادت کرنے والا طب

سے واقف ہے تو مرض کی تشخیص بھی کر سکتا ہے (۴۸) باب میں ذکر کردہ دونوں حدیثوں میں اس کا تذکرہ ہے، پہلی حدیث میں ہے ”ثم وضع يده على جبهته، ثم مسح يده على وجهي وبطني“ اور دوسری روایت میں ہے ”فمسته يدي.....“

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ابو یعلیٰ نے سند حسن کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے ”كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا عاد مريضاً، يضع يده على المكان الذي يألم، ثم يقول: بسم الله“ (۴۹)

اسی طرح امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث نقل فرمائی ہے ”تمام عيادة المريض أن يضع أحدكم يده على جبهته، فيسأله كيف هو“ (۵۰) اور ابن السنی کی روایت میں ہے ”تمام عيادة المريض أن يضع أحدكم يده على جبهته، فيقول: كيف أصحبت أو كيف أمست“ (۵۱)

فمازلت أحد برده على كبدى فيما يخال إلى حتى الساعة
حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک میں اپنے جگر میں اب تک محسوس کر رہا ہوں (یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا)

(۴۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۱۹

(۴۹) فتح الباری: ۱۰/۱۳۹، وقال الإمام أحمد بن حنبل في مسنده عن عائشة رضي الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا عاد مريضاً، مسحه بيده وقال: اذهب البأس رب الناس واشف أنت الشافي لاشفاء الأشفاء، شفاء لا يغادر سقماً، (مسند الامام احمد بن حنبل: ۶/۱۲۶، ۳۵)

(۵۰) سنن الترمذی . کتاب الإستئذان، باب ماجاء في المصافحة: ۵/۷۶ (رقم الحديث: ۲۷۳۱)

(۵۱) فتح الباری: ۱۰/۱۳۹، ۱۵۰

۱۴ - باب : ما يُقَالُ لِلْمَرِيضِ ، وَمَا يُجِيبُ .

۵۳۳۷ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الْأَعْمَشِ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ ، عَنْ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : أَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فِي مَرَضِهِ فَمَسِسْتُهُ ، وَهُوَ يُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ، فَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ، وَذَلِكَ أَنَّ لَكَ أَجْرَيْنِ ؟ قَالَ : (أَجَلٌ ، وَمَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَدَى ، إِلَّا حَاتَتْ عَنْهُ خَطَايَاهُ ، كَمَا تَحَاتُّ وَرَقُ الشَّجَرِ) . [ر : ۵۳۲۳]

۵۳۳۸ : حَدَّثَنَا إِسْحَقُ : حَدَّثَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ خَالِدِ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ دَخَلَ عَلَى رَجُلٍ يَعُودُهُ ، فَقَالَ : (لَا بَأْسَ طَهُورٌ إِنْ شَاءَ اللَّهُ) . فَقَالَ : كَلَّا ، بَلْ حُمَّى تَفُورُ ، عَلَى شَيْخٍ كَبِيرٍ ، كَيْمَا تُزِيرُهُ الْقُبُورَ . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (فَنَعَمْ إِذَا) . [ر : ۳۴۲۰]

ترجمہ الباب کا مقصد

حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کے پاس جا کر خیر کی باتیں کرے اور مریض کو چاہیے کہ اللہ سے امید رکھے اور کوئی شر اور مایوسی کی بات نہ کرے، اسی طرح حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ کوئی تکلیف اگر ہے تو اس کا اظہار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ جزع فزع اور شکوؤں کی صورت میں نہ ہو، چنانچہ حضرت فرماتے ہیں:

”یعنی بذلك أنه ينبغي للعائد أن يقول خيراً، وللمريض أن يحسن

الظن بربه، فلا يتكلم بشر، وأيضاً ففي الحديث دلالة على أنه لا بأس

لوتكلم بشئ مما يجد، إذا لم يكن على سبيل الشكوى“ (۵۲)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت کے مطابق امام ترمذی اور امام ابن ماجہ کی مرفوع روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس میں ہے ”إذا دخلتم علی المريض فنفسوا له فی الأجل، فإن ذلك لا یرد شیئاً، وهو یطیب نفس المريض“ اور باب کی دونوں حدیثوں میں ”تنفیس“ پائی جا رہی ہے، تنفیس سے تسلی مراد ہے، چنانچہ دوسری حدیث میں ”لابأس طهور“ ہے اور پہلی حدیث میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”إنك لتوعك وعكاشدیدا“ یعنی آپ کو تو عادتاً شدید بخار ہوتا ہے، لہذا یہ کوئی قابل تشویش بات نہیں، چنانچہ حضرت لکھتے ہیں:

”والأوجه عندی أن الإمام البخاری أشار بالترجمة علی عادته المستمرة إلى حدیث الترمذی المذكور، و التنفیس فی الحدیث الثانی ظاہر فی قوله صلی اللہ علیہ وسلم: ”لابأس“ وأما فی الأول، ففي حدیث ابن مسعود: ”إنك لتوعك وعكاشدیدا“ یعنی هذه عادة مستمرة لك، ليس بأمر جدید یخاف منه“ (۵۳)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل کی ہے، اس میں ہے ”إذا دخلت علی مریض، فمره یدعوك فإن دعاءه كدعاء الملائكة“ (۵۴) یعنی مریض سے عیادت کرنے والا اپنے لیے دعا کی درخواست کرے کیونکہ مریض کی دعا فرشتوں کی دعا کی طرح (مقبول) ہوتی ہے لیکن یہ حدیث منقطع ہے (۵۵)

(۵۳) الأبواب و التراجم: ۲/۹۹ و تعليقات لامع الدراری: ۹/۴۴۹

(۵۴) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عیادة المريض: ۱/۴۶۳ (رقم الحدیث: ۱۴۴۱)

(۵۵) فتح الباری: ۱۰/۱۵۰

۱۵ - باب : عِبَادَةِ الْمَرِيضِ ، رَاكِبًا وَمَاشِيًا ، وَرِدْفًا عَلَى الْحِمَارِ .

۵۳۳۹ : حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ : أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ أَخْبَرَهُ : أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَكِبَ عَلَى حِمَارٍ ، عَلَى إِكْفٍ عَلَى قَطِيفَةٍ فَدَكِيَّةٍ ، وَأَرْدَفَ أَسَامَةَ وَرَاءَهُ ، يَعُودُ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ قَبْلَ وَقَعَةِ بَدْرٍ ، فَسَارَ حَتَّى مَرَّ بِمَجْلِسٍ فِيهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَبْنُ سَلُولَ ، وَذَلِكَ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ عَبْدُ اللَّهِ ، وَفِي الْمَجْلِسِ أَخْلَاطٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُشْرِكِينَ عَبَدَةِ الْأَوْثَانِ وَالْيَهُودِ ، وَفِي الْمَجْلِسِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ رَوَاحَةَ ، فَلَمَّا غَشِيَتْ الْمَجْلِسَ عَجَاجَةُ الدَّابَّةِ ، خَمَرَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي أَنْفَةَ بَرْدَائِهِ ، قَالَ : لَا تُغَبِّرُوا عَلَيْنَا ، فَسَلَّمَ النَّبِيُّ ﷺ وَوَقَفَ ، وَنَزَلَ فَدَعَاهُمْ إِلَى اللَّهِ فَقَرَأَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ ، فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي : يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ ، إِنَّهُ لَا أَحْسَنَ مِمَّا تَقُولُ إِنْ كَانَ حَقًّا ، فَلَا تُؤْذِنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، وَأَرْجِعْ إِلَى رَحْلِكَ ، فَمَنْ جَاءَكَ فَأَقْضُصْ عَلَيْهِ . قَالَ ابْنُ رَوَاحَةَ : بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَأَغَشْنَا بِهِ فِي مَجَالِسِنَا ، فَإِنَّا نَحِبُّ ذَلِكَ . فَاسْتَبَّ الْمُسْلِمُونَ وَالْمُشْرِكُونَ وَالْيَهُودُ حَتَّى كَادُوا يَتَشَاوَرُونَ ، فَلَمْ يَزَلِ النَّبِيُّ ﷺ يُخَفِّضُهُمْ حَتَّى سَكَّتُوا ، فَرَكِبَ النَّبِيُّ ﷺ دَابَّتَهُ حَتَّى دَخَلَ عَلَى سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ ، فَقَالَ لَهُ : (أَيُّ سَعْدُ ، أَلَمْ تَسْمَعْ مَا قَالَ أَبُو حُبَابٍ) . يُرِيدُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي ، قَالَ سَعْدُ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، أَعْفُ عَنْهُ وَأَصْفَحْ ، فَلَقَدْ أَعْطَاكَ اللَّهُ مَا أَعْطَاكَ ، وَلَقَدْ اجْتَمَعَ أَهْلُ هَذِهِ الْبَحْرَةِ أَنْ يُتَوَجَّهَ فَيُعْصَبُوهُ ، فَلَمَّا رُدَّ ذَلِكَ بِالْحَقِّ الَّذِي أَعْطَاكَ شَرِقَ بِذَلِكَ ، فَذَلِكَ الَّذِي فَعَلَ بِهِ مَا رَأَيْتَ .

[ر : ۲۸۲۵]

۵۳۴۰ : حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ مُحَمَّدٍ ، هُوَ ابْنُ الْمُنْكَدِرِ ، عَنْ جَابِرِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : جَاءَنِي النَّبِيُّ ﷺ يَعُودُنِي ، لَيْسَ بِرَاكِبٍ بَغْلٍ وَلَا بِرُذُونٍ . [ر : ۱۹۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مریض کی عیادت سواری اور چلنے کی اور کسی کے ساتھ پیچھے سوار ہونے کی حالت میں جا کر کی جاسکتی ہے۔ رِذْف (بکسر الراء و سکون الدال) ای مُرْتَدِفًا لغيره: یعنی کسی کے ساتھ پیچھے سوار ہو کر..... چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت

سعد بن عبادہ کی عیادت کی، آپ سوار ہو کر گئے، حضرت اسامہ آگے تھے اور آپ ان کے پیچھے بیٹھے رہے، حدیث باب پہلے گذر چکی ہے (۵۶) یہاں چند الفاظ دیکھ لیں:

علی حمار علی إکاف علی قطیفة فذکية

إکاف (ہمزہ کے کسرہ اور کاف کی تخفیف کے ساتھ) پالان کو کہتے ہیں جو سواری والے جانور کی پشت پر رکھا جاتا ہے (۵۷)

قطیفة: کپڑا جو پالان وغیرہ پر رکھا جاتا ہے، فذکية: فذک کی طرف منسوب ہے، فذک مشہور جگہ ہے (۵۸) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

والحاصل أن الإکاف يلي الحمار، والقطیفة فوق الإکاف، والراکب فوق القطیفة (۵۹)

ترکیب میں ”علی إکاف“ ”علی حمار“ سے بدل ہے اور ”علی قطیفة“ ”علی إکاف“ سے بدل ہے (۶۰)

علامہ مزی رحمہ اللہ نے ”الأطراف“ میں اس کو مستقل الگ حدیث شمار کیا ہے لیکن امام حمیدی رحمہ اللہ نے اس کو اس طویل حدیث کا حصہ قرار دیا جس میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حمیدی کی تصویب فرمائی ہے (۶۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے

(۵۶) دیکھیے کشف الباری، کتاب التفسیر (سورة آل عمران): ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷

(۵۷) إرشاد الساری: ۱۲/۳۹۳ وفتح الباری: ۱۰/۱۵۱

(۵۸) إرشاد الساری: ۱۲/۳۹۳ وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۱

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۱۵۱، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۹۳

(۶۰) فتح الباری: ۱۰/۱۵۱، وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۱

(۶۱) فتح الباری: ۱۰/۱۵۱

تشریف لائے، اس حال میں کہ نہ تو نچر پر سوار تھے اور نہ گھوڑے پر، یعنی پیدل چل کر تشریف لائے، ترجمۃ الباب میں ”ماشیا“ کی قید امام نے اسی حدیث سے ثابت کی ہے (۶۲)

برذون: (باء کے کسرہ کے ساتھ) گھوڑوں کی ایک قسم کا نام ہے (۶۳)

۱۶ - باب : مَا رُخِّصَ لِلْمَرِيضِ أَنْ يَقُولَ : إِيَّيْ وَجَعٌ ، أَوْ وَارَأْسَاهُ ، أَوْ أَشْتَدَّ بِي الْوَجَعُ . وَقَوْلِ أَيُّوبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ : «إِيَّيْ مَسَّنِيَ الضَّرُّ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ» / الأنبياء : ۸۳ .
۵۳۴۱ : حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ وَأَيُّوبَ ، عَنْ مُجَاهِدٍ ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى ، عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : مَرَّ بِي النَّبِيُّ ﷺ وَأَنَا أَوْقَدُ تَحْتَ الْقَدْرِ ، فَقَالَ : (أَيُّوْذِيكَ هَوَامٌ رَأْسُكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، فَدَعَا الْحَلَّاقَ فَحَلَقَهُ ، ثُمَّ أَمَرَنِي بِالْفِدَاءِ [ر : ۱۷۱۹]

۵۳۴۲ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَبُو زَكَرِيَاءُ : أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ بِلَالٍ ، عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ : سَمِعْتُ الْقَاسِمَ بْنَ مُحَمَّدٍ قَالَ : قَالَتْ عَائِشَةُ : وَارَأْسَاهُ ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (ذَلِكَ لَوْ كَانَ وَأَنَا حَيٌّ فَأَسْتَغْفِرَ لَكَ وَأَدْعُو لَكَ) . فَقَالَتْ عَائِشَةُ : وَانْكَلِيَاهُ ، وَاللَّهُ إِيَّيْ لَأَظُنُّكَ تُحِبُّ مَوْتِي ، وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ ، لَظَلَلْتُ آخِرَ يَوْمِكَ مُعَرَّسًا بِبَعْضِ أَرْوَاجِكَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (بَلْ أَنَا وَارَأْسَاهُ ، لَقَدْ هَمَمْتُ ، أَوْ أَرَدْتُ ، أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَيْنِهِ وَأَعْهَدَ : أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ ، أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ ، ثُمَّ قُلْتُ : يَا بَنِي اللَّهِ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ ، أَوْ يَدْفَعُ اللَّهُ وَيَأْتِي الْمُؤْمِنُونَ) .

[۶۷۹۱]

(۶۲) إرشاد الساری: ۱۲/۳۹۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۲

(۶۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۲، وشرح الکرمانی: ۲۰/۱۹۳، وإرشاد الساری: ۱۲/۳۹۳

(۵۳۴۲): (وارأساه) وا: أداة نداء للندبة، والهاء للكسرة، أي أندب رأسي لعابصيه من وجع - (ذاك) إشارة إلى ما يستلزم المرض من الموت، أي: لو مت وأنا حي، وقيل: إنها لما نذبت رأسها ذكرت الموت - فقال لها ذلك - (وانكلياه) أندب مصيبي، وأصل الشكل فقد اله لد أو من يعز على الفاقد - ثم أصبح يقال ولا يراد به حقيقته، بل صار كلامًا بحري على ألسنتهم عند حصول المصيبة أو توقعها - (لظلللت) لكنت وبقيت، (معرَّسًا) من أعرس بأهله إذا بنى بها وغشيتها، أي جامعها - (بل -) أي دعي ما أنت فيه واشتغلي بسواه مما يفيد، فأنت تعيشين بعدي وأنا سابقك إلى ألم الرأس الذي يعقبه الموت - (أعهد) أوصي بالخلافة - (أن يقول القائلون) كراهة أن يقول أحد: الخلافة لفلان أو لفلان - (المتمنون) للخلافة - فأعينه قطعاً للنزاع - (يأبى الله) من لا يستحقها - (يدفع المؤمنون) عنها من هو أقل حدارة لها -

۵۳۴۳ : حَدَّثَنَا مُوسَى : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُسْلِمٍ : حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ سُوَيْدٍ ، عَنِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُوعَكُ ، فَمَسِسْتُهُ بِيَدِي فَقُلْتُ : إِنَّكَ لَتُوعَكُ وَعَكًا شَدِيدًا ، قَالَ : (أَجَلٌ ، كَمَا يُوعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ) . قَالَ : لَكَ أَجْرَانِ ؟ قَالَ : (نَعَمْ ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُصِيبُهُ أَدَى ، مَرَضٌ فَمَا سِوَاهُ ، إِلَّا حَطَّ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِ ، كَمَا نَحَطُّ الشَّجَرَةَ وَرَقَهَا) . [ر : ۵۳۲۳]

۵۳۴۴ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَلَمَةَ : أَخْبَرَنَا الزُّهْرِيُّ ، عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهِ قَالَ : جَاءَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَبْعُدُنِي مِنْ وَجَعٍ أَشَدَّ بِي ، زَمَنَ حَجَّةِ الْوَدَاعِ ، فَقُلْتُ : بَلِّغْ بِي مَا تَرَى ، وَأَنَا ذُو مَالٍ ، وَلَا يَرِثُنِي إِلَّا ابْنَتِي لِي ، أَفَأَتَصَدَّقُ بِثُلثِي مَالِي ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : بِالشَّطْرِ ؟ قَالَ : (لَا) . قُلْتُ : الثُّلُثُ ؟ قَالَ : (الثُّلُثُ كَثِيرٌ . أَنْ تَدَعَ وَرَثَتَكَ أَغْنِيَاءَ خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَذَرَهُمْ عَالَةً يَتَكَفَّفُونَ النَّاسَ . وَلَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَجْرَتْ عَلَيْهَا . حَتَّى مَا تَجْعَلُ فِي فِي امْرَأَتِكَ) . [ر : ۵۶]

مریض تکلیف کا اظہار کر سکتا ہے

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ مریض اگر اپنی تکلیف اور شدت درد کی وجہ سے کراہتے ہوئے اپنے غم کا اظہار کرے تو یہ صبر کے منافی نہیں اور حدیث میں اس کی اصل موجود ہے (۶۳) یہاں ترجمہ الباب میں تین لفظ ذکر کیے گئے ہیں..... ایک ”انی وجع“ روایات باب میں اس کا ذکر نہیں، البتہ صالح بن کیسان نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی روایت نقل کی ہے، وہ فرماتے ہیں ”دخلت على أبي بكر رضي الله عنه في مرضه الذي توفي فيه، فسلمت عليه، وسألته، كيف أصبحت؟ فاستوى جالسا، فقلت: أصبحت بحمد الله بارئاً؟ قال: أما إني على ماتري وجع“ (۶۵) اس روایت میں حضرت صدیق اکبر نے بیماری کی حالت میں اپنے متعلق فرمایا.....

(۶۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۲، إرشاد الساری: ۱۲/۳۹۳

(۶۵) فتح الباری: ۱۰/۱۵۲، ۱۵۳

إني وجمع "میں تکلیف میں ہوں"۔

ترجمہ الباب میں ذکر کردہ دوسرا لفظ "وارأساه" باب کی دوسری حدیث میں اور تیسرا لفظ "اشتد" بی الوجع" باب کی آخری روایت میں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے قرآن کریم کی آیت میں حضرت ایوب علیہ السلام کے قول ﴿انسی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین﴾ سے بھی استدلال کیا کہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اللہ جل شانہ سے دعا کرتے ہوئے اپنی بیماری کا شکوہ کیا۔

باب کی پہلی روایت حضرت کعب بن عجرہ سے ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے اور میں ہانڈی کے نیچے آگ سلگائے ہوئے تھا، آپ نے فرمایا..... "کیا تمہیں جوئیں تکلیف دیتی ہیں؟"..... میں نے کہا جی ہاں، آپ نے نائی کو بلوایا اور اس نے میرے سر کو موٹڈ دیا، پھر آپ نے مجھے فدیہ کا حکم دیا۔

اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ "أیؤذیک ہوام رأسک؟" اور انہوں نے جواب میں "نعم" فرمایا کہ ہاں مجھے جوئیں تکلیف دیتی ہیں، لہذا اسے شکوی اور جزع فزع نہیں کہا جائے گا، بلکہ اسے بیان واقعہ کہتے ہیں (۶۶)

یہ روایت اس سے پہلے کتاب الحج میں بھی گزر چکی ہے (۶۷)

حدثنا يحيى بن يحيى

یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۶۸) حضرت عائشہؓ نے در دوسری شدت کی وجہ سے کہا وارأساه، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اسی درد سر میں بتلارہ کرم گئی اور میں زندہ رہا (تو افسوس کی کوئی بات نہیں) کیونکہ میں آپ کے لیے بخشش طلب کروں گا اور دعا کروں

(۶۶) عمدة القاری: ۲۱/۴۲۳، إرشاد الساری: ۱۴/۳۹۵

(۶۷) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، عمدة القاری: ۲۱/۲۲۳

(۶۸) (۵۳۳۲) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی الأحكام باب الإستخلاف (رقم الحدیث: ۶۷۹۱) وأخرجه

مسلم فی فضائل الصحابة، باب من فضائل أبي بكر الصديق: ۳/۱۸۵۷ (رقم الحدیث: ۲۳۸۷)

گا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر فرمانے لگیں، ہائے افسوس! واللہ! میرا خیال ہے آپ میری موت چاہتے ہیں، اگر ایسا ہوا (اور میں مر گئی) تو اس کے دوسرے ہی دن آپ اپنی کسی اور بیوی کے ساتھ دولہا بن چکے ہوں گے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ میں خود دوسرے میں مبتلا ہوں، میں نے ارادہ کیا کہ ابو بکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں اور ان کے لیے وصیت کروں تاکہ کوئی کہنے والے کچھ کہہ نہ سکیں اور نہ کوئی آرزو کرنے والے اس کی آرزو کر سکیں، پھر میں نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ (کسی اور کی خلافت) منظور نہیں فرمائیں گے اور مؤمنین بھی (حضرت صدیق اکبرؓ کے علاوہ کسی اور کو) ہٹائیں گے (اور قبول نہیں کریں گے)

وارأساه

امام احمد اور ابن ماجہ کی روایت میں تفصیل ہے، حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جنازة من البقیع فوجدنی، وأنا أجد صدا عافی رأسی، وأنا أقول: وارأساه“ (۶۹) صداع درد سر کو کہتے ہیں۔

ذاك لو كان وأناحي

ذاك کا مشارالیه موت ہے جو عموماً مرض کے بعد آتی ہے یعنی اگر آپ مر گئیں اور میں زندہ رہا، ایک دوسری روایت میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ہے ”ماضرك لومت قبلي فكفتك، ثم صليت عليك ودفنتك“ (۷۰)

واثكليآه

ثكل..... اصل میں فقد الولد کو کہتے ہیں، آخر میں الف اور ہاء ندبہ کی ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ میری موت چاہتے ہیں، ایک دوسری روایت میں ہے ”واللہ لو قد فعلت ذلك، لقد رجعت إلى بيتي: فأعرست ببعض نسائك، قالت: فتبسم

(۶۹) سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی غسل الرجل إمرأته وغسل المرأة زوجها: ۱/۴۷۰ (رقم

الحديث: ۱۳۶۵) ومسند الإمام أحمد بن حنبل: ۶/۲۲۸

(۷۰) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (۷۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بل أنا و اراساہ، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الوفا شروع ہوا (۷۲)

لقد هممت أو أردت أن أرسل إلى أبي بكر

راوی کو شک ہے کہ ہمت کہا یا اُردت فرمایا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت میں کتابت کا جو ارادہ فرمایا تھا، وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق تھا، مگر چونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو کسی اور کی خلافت منظور نہیں اور مؤمنین بھی کسی اور کے خلیفہ بننے پر راضی نہ ہوں گے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابت پر اصرار نہیں فرمایا۔

فَأَعْهَدَ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ

عَهِدَ يَعْهَدُ كَيْ مَعْنَى وَصِيَّتْ كَرْنِي كَيْ بِي آتِي هِي، يِهَا اِي مَعْنَى مِي هِي..... أَنْ يَقُولَ

الْقَائِلُونَ أَي لَوْلَا يَقُولُ الْقَائِلُونَ أَوْ كَرَاهَةَ أَنْ يَقُولَ (۷۳)

متمنون..... یہ متمنی کی جمع ہے، اصل میں متمنيون تھا، پھر تعلیل کے بعد متمنون

ہو گیا (۷۴)

حدیث سے مستنبط چند باتیں

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس حدیث سے چند باتیں مستنبط کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”وفي الحديث ما طبعت عليه المرأة من الغيرة، وفيه مداعبة الرجل

(۷۱) فتح الباری: ۱۵۴/۱۰

(۷۲) فتح الباری: ۱۵۴/۱۰

(۷۳) فتح الباری: ۱۵۴/۱۰

(۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۳، إرشاد الساری: ۱۴/۳۹۶

(۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۳، إرشاد الساری: ۱۴/۳۹۶، ۳۹۷

أهله، وإلفضاء إليهم بما يستره عن غيرهم، وفيه أن ذكر الوجع ليس
بشكايه، فكم من ساكت وهو ساخط، وكم من شك وهوراض،
فالمعول في ذلك على عمل القلب، لاعلى نطق اللسان، والله
أعلم“ (۷۵)

یعنی عورت کی طبیعت اور فطرت میں اپنے شوہر کے متعلق جو غیرت اور حساسیت ہوتی ہے،
حدیث سے وہ ظاہر ہو رہی ہے، گھر والوں کے ساتھ مزاح کرنا بھی اس سے معلوم ہو رہا ہے اور یہ بات
بھی کہ درد و تکلیف کا اظہار جزع فزع میں داخل نہیں۔

۱۷ - باب : قَوْلِ الْمَرِيضِ قَوْمُوا عَنِّي .

۵۳۴۵ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى : حَدَّثَنَا هِشَامٌ ، عَنْ مَعْمَرٍ . وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ :
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَمَّا حَضَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي الْبَيْتِ رِجَالٌ ، فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ،
قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَا تَضِلُّوا بَعْدَهُ) . فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَدْ
غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ ، وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ . فَأَخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ فَأَخْتَصَمُوا ،
مِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ : قَرُّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ النَّبِيُّ ﷺ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ
عُمَرُ ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغْوَ وَالْإِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (قَوْمُوا) .
قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ : فَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ : إِنَّ الرِّزِيَّةَ كُلَّ الرِّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ
ﷺ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ . مِنْ إِخْتِلَافِهِمْ وَلَغَطِهِمْ . [ر : ۱۱۴]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ اگر بیمار کے پاس عیادت کرنے والوں کا ہجوم ہو جائے اور
مریض اس کی وجہ سے تشویش اور گھبراہٹ میں مبتلا ہو تو وہ عیادت کرنے والوں سے کہہ سکتا ہے کہ چلے
جاؤ، یہ بد اخلاقی اور بے مروتی کے زمرے میں نہیں آئے گا، جیسا کہ حدیث باب میں حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرات صحابہ سے فرمایا..... قوموا عنی (۷۶)

اس حدیث پر تفصیلی کلام کتاب المغازی کے آخر میں گذر چکا ہے (۷۷)

۱۸ - باب : مَنْ ذَهَبَ بِالصَّبِيِّ الْمَرِيضِ لِيُدْعِيَ لَهُ .

۵۳۴۶ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ حَمَزَةَ : حَدَّثَنَا حَاتِمٌ ، هُوَ ابْنُ إِسْمَاعِيلَ ، عَنِ الْجُعَيْدِ قَالَ : سَمِعْتُ السَّائِبَ يَقُولُ : ذَهَبَتْ بِي خَالَتِي إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ، فَقَالَتْ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، إِنَّ ابْنَ أُخْتِي وَجِعٌ ، فَمَسَحَ رَأْسِي وَدَعَا لِي بِالْبَرَكَاتِ ، ثُمَّ تَوَضَّأَ فَشَرِبْتُ مِنْ وَضُوئِهِ ، وَقُمْتُ خَلْفَ ظَهْرِهِ ، فَظَنَرْتُ إِلَى خَاتَمِ النَّبُوَّةِ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ، ، مِثْلَ زِرِّ الْحَجَلَةِ . [ر : ۱۸۷]

مریض بچے کو صالحین کے پاس لے جا کر ان سے اس کے لیے دعا کروائی جاتی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس کا ثبوت حدیث سے پیش کیا ہے، حدیث کی مناسبت باب سے بالکل ظاہر ہے اور یہ حدیث کتاب الطہارت میں پہلے گذر چکی ہے (۷۸) مثل زر الحجلة: یعنی مہرت نبوت حجرہ عروسی کی گھنڈی کی طرح تھی۔

۱۹ - باب : نَهَى تَمَنِّي الْمَرِيضِ الْمَوْتَ .

۵۳۴۷ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ : حَدَّثَنَا ثَابِتُ الْبُنَانِيُّ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : قَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (لَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ مِنْ ضَرِّ أَصَابِهِ ، فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا ، فَلْيَقُلْ : اللَّهُمَّ أَحْبِبِّي مَا كَانَتْ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي ، وَتَوَقَّفِي إِذَا كَانَتْ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي) .

[۵۹۹۰ ، وانظر : ۶۸۰۶]

ہندوستانی نسخوں میں ”باب نہی تمنی المریض الموت“ ہے یعنی مریض کے لیے موت کی

(۷۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۳، إرشاد الساری: ۱۴/۳۹۹ والأبواب والتراجم: ۲/۹۹

(۷۷) کشف الباری (کتاب المغازی) ص: ۶۷۲-۶۷۷

(۷۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۵

تمنا کی نہی کا بیان ہے، لیکن فتح الباری اور عمدۃ القاری کے نسخوں میں ”نہی“ کا لفظ نہیں ہے۔

حدثنا آدم.....

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر فرمائی ہیں، پہلی حدیث حضرت انسؓ سے ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ پہلی بار یہاں ذکر فرمائی ہے (۷۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس مصیبت کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے جو اسے پہنچی ہے اور اگر کسی کو موت کی دعا کرنی ہی ہے تو ان الفاظ میں دعا کرے ”اللہم احنینی ما کانت الحیاة خیر الی، وتوفنی إذا کانت الوفاة خیر الی“

من ضراً صابہ

اس میں ضرر سے ضرر دنیوی مراد ہے (۸۰) یعنی دنیوی تکلیف اور نقصان کی وجہ سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے، چنانچہ ابن حبان کی روایت میں ہے ”لا یتمین أحدکم الموت لضر نزل به فی الدنیا“ اس حدیث میں ”فی“ میں ایک احتمال یہ ہے کہ وہ سیبیہ ہو ای بسبب أمر من الدنیا..... (۸۱) لیکن اگر اخروی ضرر کا اندیشہ ہے، فتنے میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہے تو ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ سے بحفاظت دنیا سے اٹھائے جانے کی دعا کی جاسکتی ہے، چنانچہ مؤطا امام مالک میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ دعا منقول ہے:

”اللہم کبرت سنی، وضعفت قوتی، وانتشرت رعیتی، فاقبضنی الیک غیر مضیع

ولا مفرط“ (۸۲)

(۷۹) (۵۳۴۷) أخرجه البخاری أيضاً فی الدعوات، باب الدعاء بالموت والحیاة (رقم الحدیث: ۵۹۹۰)

وأيضاً فی کتاب التمنی، باب ما یکره من التمنی (رقم الحدیث: ۶۸۰۶) وأخرجه مسلم فی کتاب الذکر

والدعاء..... باب تمنی کراهة الموت لضر نزل به: ۴/۲۰۶۳ (رقم الحدیث: ۲۶۸۰)

(۸۰) فتح الباری: ۱۵۷/۱۰

(۸۱) فتح الباری: ۱۵۷/۱۰

(۸۲) المؤطا امام مالک رحمہ اللہ، کتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجیم: ۲/۸۲۳

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے ”وإذا أردت في قوم فتنة، فتوفني غير مفتون“ (۸۳) معلوم ہوا کہ دینی ضرر اور نقصان کے اندیشے سے موت کی دعا کی جا سکتی ہے۔

فليقل اللهم أحياناً.....

مقصد یہ ہے کہ اگر کسی کو ہر حال ہی میں موت کی دعا اور تمنا کرنی ہے تو پھر صراحتاً موت کی دعا نہ کرے کیونکہ مطلقاً موت کی تمنا میں ایک گونہ تقدیر پر اعتراض ہے چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وهذا يدل على أن النهي عن تمنى الموت مقيد بها إذا لم يكن على هذه الصيغة، لأن في التمني المطلق نوع اعتراض ومراغمة للقدر المحتوم، وفي هذه الصورة المأمور بها نوع تفويض وتسليم للقضاء“ (۸۴)

۵۳۴۸ : حَدَّثَنَا آدَمُ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ ، عَنْ قَيْسِ بْنِ أَبِي حَازِمٍ قَالَ : دَخَلْنَا عَلَى خَبَّابٍ نَعُوذُهُ ، وَقَدْ أَكْتَوَى سَبْعَ كَيَّاتٍ ، فَقَالَ : إِنَّ أَصْحَابَنَا الَّذِينَ سَلَفُوا مَضَوْا وَلَمْ تَنْقُضْهُمْ الدُّنْيَا ، وَإِنَّا أَصَبْنَا مَا لَا نَجِدُ لَهُ مَوْضِعًا إِلَّا التُّرَابَ ، وَلَوْلَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَانَا أَنْ نَدْعُوَ بِالْمَوْتِ لَدَعَوْتُ بِهِ .

ثُمَّ أَتَيْنَاهُ مَرَّةً أُخْرَى ، وَهُوَ بَيْنِي حَائِطًا لَهُ ، فَقَالَ : إِنَّ الْمُسْلِمَ لَيُوجَرُ فِي كُلِّ شَيْءٍ يُنْفِقُهُ ، إِلَّا فِي شَيْءٍ يَجْعَلُهُ فِي هَذَا التُّرَابِ . [۵۹۸۹ ، ۶۰۶۶ ، ۶۰۶۷ ، ۶۸۰۷ ، وانظر : ۱۲۱۷]

یہ حدیث بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں پہلی بار ذکر فرمائی ہے (۸۵)

(۸۳) مسند الامام احمد بن حنبل: ۲۴۳/۵، ۶۶/۴، ۳۷۸/۵

(۸۴) فتح الباری: ۱۵۸/۱۰

(۸۵) (۵۳۳۸) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً في الدعوات، باب الدعاء بالموت والحياة (رقم الحدیث:

۵۹۸۹) وأيضاً في الرقاق، باب ما يحذر من زهرة الدنيا والتنافس فيه (رقم الحدیث: ۶۰۶۶ و ۶۰۶۷) وأخرجه

أيضاً في كتاب التمني باب ما يكره من التمني، (رقم الحدیث: ۶۸۰۷) وأخرجه مسلم في كتاب الذكر

والدعاء..... باب كراهة تمنى الموت لضر نزل به (رقم الحدیث: ۲۶۸۱) وأخرجه النسائي في الجنائز، باب

الدعاء بالموت (رقم الحدیث: ۱۹۳۹) وأخرجه الترمذی في كتاب صفة القيامة، باب: ۶۵۱/۳ (رقم

الحدیث: ۲۳۸۳)

حضرت قیس بن ابی حازم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت جناب رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے ان کے پاس گئے، انہوں نے اپنے بدن پر سات جگہ داغ لگوائے تھے، اس موقع پر انہوں نے فرمایا ”ہمارے جو ساتھی گذر گئے، دنیا نے ان کے عمل میں کوئی کمی نہیں کی لیکن ہمارے پاس اس قدر مال آگیا ہے کہ اسے رکھنے کے لیے مٹی کے سوا کوئی جگہ ہم نہیں پاتے، اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں موت کی تمنا کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں موت کی دعا کرتا.....“

راوی کہتا ہے کہ پھر ہم ان کے پاس دوسری بار آئے، وہ اپنے باغ کی دیوار بنا رہے تھے، اس موقع پر انہوں نے فرمایا کہ مسلمانوں کو ہر اس چیز میں اجر ملتا ہے جو وہ خرچ کرے سوائے اس کے جس کو وہ اس مٹی میں ڈال دے

وقد اکتوی سبع کیات

حضرت جناب رضی اللہ عنہ نے جسم میں سات داغ لگائے تھے، ترمذی کی روایت میں ہے ”وقد اکتوی فی بطنہ، فقال: ما أعلم أحدا من أصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم لقی من البلاء ما لقی“ (۸۶) یعنی جتنی تکالیف میں نے اٹھائی ہیں صحابہ میں سے کسی اور نے نہیں اٹھائیں۔

علامہ ابن الملقن نے فرمایا کہ ترمذی کی اس حدیث میں ”لقی من البلاء“ سے مال کی آزمائش بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ ایک زمانہ میں ایک درہم بھی پاس نہیں تھا اور اب ہزاروں درہم ہیں، چنانچہ ترمذی کی اسی روایت میں ہے ”لقد كنت وما أجد درهما على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، وفي ناحية بيتي أربعون ألفاً“ (۸۷)

لیکن ظاہر پہلا مطلب ہے کہ انہیں اسلام قبول کرنے کے بعد بڑی تکلیفیں اور اذیتیں دی گئی تھیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ مشرکین آگ بھڑکاتے اور میری پشت کی چربی اس آگ کو بجھاتی (۸۸)

(۸۶) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن التمنی للموت: ۳/۳۰۱ (رقم الحدیث: ۹۷۰)

(۸۷) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی النهی عن التمنی للموت: ۳/۳۰۱ (رقم الحدیث: ۹۷۰)

(۸۸) حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم: ۱/۱۳۳

حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اپنے قریب بٹھاتے اور فرماتے کہ آپ سے زیادہ اس مجلس کا کوئی مستحق نہیں سوائے عمار کے، پھر ان کے جسم میں زخم کے نشانات اہل مجلس کو دکھاتے (۸۹)
وہ سابقین اولین میں سے تھے اور چھٹے نمبر پر انہوں نے اسلام قبول کیا تھا (۹۰)
حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس ہوئے تو کوفہ کے دروازے کے پاس سات قبریں انہیں نظر آئیں، پوچھا یہ کن کی قبریں ہیں، لوگوں نے بتلایا کہ اس میں ایک قبر حضرت حباب بن ارت رضی اللہ عنہ کی ہے، حضرت علیؑ نے فرمایا:

”رحم اللہ خباباً لقد أسلم راغباً، وها جرطائعاً، وعاش مجاهداً،
وابتلى في خصمه أحوالاً، ولن يضيع الله أجر من أحسن عملاً، ثم قال:
طوبى لمن ذكر المعاد، وعمل للحساب، وقنع بالكفاف، ورضى عن الله
عز وجل“ (۹۱)

۲۳ سال کی عمر میں ان کی وفات ۷۳ ہجری میں ہوئی، ان سے ۳۲ احادیث مروی ہیں (۹۲)
بہر حال ان کے پیٹ میں سات داغ لگائے گئے تھے جن کی وجہ سے وہ بڑی تکلیف میں رہتے تھے،
اس لیے فرمایا کہ اگر موت کی دعا جائز ہوتی تو میں اپنے لیے موت کی دعا اور تمنا کرتا۔
جسم میں داغ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ آگے کتاب الطب میں آرہا ہے۔

إذ أصحابنا الذين سلفوا مضوا، ولم تنقصهم الدنيا
یعنی ہمارے وہ ساتھی جو دنیا سے گذر گئے (اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں ان کی

(۸۹) سیر أعلام النبلاء: ۲/۳۲۳ (رقم الترجمة: ۶۲) وطبقات ابن سعد: ۳/۱۶۵

(۹۰) إصابه فی تمييز الصحابة: ۱/۳۱۶ (رقم الترجمة: ۲۲۱۰) وحلیة الأولیاء: ۱/۱۳۴

(۹۱) حلیة الأولیاء: ۱/۱۳۷

(۹۲) سیر أعلام النبلاء: ۲/۳۲۳، ان کے حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال: ۸/۲۱۹، والعلل لابن المدینی:

۵۰، وطبقات خلیفة: ۱۷، ۱۲۶، وتاریخ الطبری: ۳/۵۸۹، والعقد الفرید: ۳/۳۳۸۔ ومعجم الطبرانی

الکبیر: ۴/الترجمة: ۳۶۳، والکامل لابن الأثیر: ۲/۶۰، وتہذیب الأسماء واللغات: ۱/۱۷۳، وتجرید أسماء

الصحابة: ۱/۱۵۳

وفات ہو گئی) دنیا نے ان کے ثواب میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا۔

اس سے یا تو وہ مخصوص صحابہ مراد ہیں جو فتوحات اور آسودہ حالی سے پہلے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے تھے اور مال کی فراوانی اور دولت کی وسعت کا زمانہ انہوں نے نہیں پایا، مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنے اجر و ثواب کا سارا ذخیرہ آخرت میں پائیں گے (۹۳)

اور یا اس سے پہلے وفات پانے والے مالدار اور فقیر تمام صحابہ مراد ہیں اس لیے کہ عہد نبوی میں جو صحابہ مالدار تھے، مال کی کثرت نے ان پر اثر نہیں کیا تھا، نیکی کی راہ میں ان کا مال بکثرت خرچ ہوتا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت زیادہ تھی، بعد میں مال کی فراوانی ہو گئی اور اصحاب مال کے لیے مال خرچ کرنے کے مواقع پہلے کی طرح نہیں رہے، اسی لیے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”وإنا أصبنا ما لانجد له موضعا إلا التراب“ یعنی اب مٹی کے سوا کسی اور جگہ مال خرچ کرنے کی ہم جگہ ہی نہیں پاتے ہیں، اس سے مراد تعمیرات ہیں، کہ اب مال کا کوئی اور مصرف نہیں رہا تو لوگ تعمیرات میں مال لگا رہے ہیں، یہ بات حضرت خباب جس وقت ارشاد فرما رہے تھے، اس وقت وہ خود بھی ایک دیوار بنا رہے تھے جیسا کہ روایت میں ہے (۹۴)

إن المسلم لیوجر فی کل شیء ینفقه إلا فی شیء ینجعه فی هذا التراب
یعنی مسلمان جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے، اس پر اس کو اجر ملے گا لیکن جو کچھ زائد از ضرورت تعمیرات میں خرچ کرتا ہے، اس پر کسی قسم کا کوئی اجر نہیں ملتا۔

یہ جملہ یہاں موقوفاً نقل کیا گیا ہے یعنی حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے قول کے طور پر منقول ہے، البتہ طبرانی کی ایک روایت میں یہ مرفوعاً بھی منقول ہے، اس میں ہے ”وہو یعالج حائطالہ، فقال: إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن المسلم یؤجر فی نفقته کلہا إلا ما یجعلہ فی التراب“ (۹۵)

(۹۳) فتح الباری: ۱۵۹/۱۰، وعمدة القاری: ۲۲۶/۲۱

(۹۴) فتح الباری: ۱۵۹/۱۰، وإرشاد الساری: ۳۰۳/۱۴، وعمدة القاری: ۲۲۶/۲۱

(۹۵) عمدة القاری: ۲۲۶/۲۱ وفتح الباری: ۱۵۹/۱۰

لیکن اس طریق میں عمر بن اسماعیل ایک راوی ہیں، یحییٰ بن معین نے انہیں کاذب قرار دیا

ہے (۹۶)

البتہ اصول حدیث کی کتابوں میں یہ بات گذر چکی ہے کہ ثواب اور جزا سے متعلق اس طرح کی

موقوف احادیث بھی مرفوع کے حکم میں ہیں (۹۷)

۵۳۴۹ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو عُبَيْدٍ مَوْلَى عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ : سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ) . قَالُوا : وَلَا أَنْتَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (لَا ، وَلَا أَنَا ، إِلَّا أَنْ يَتَّعَمِدَنِي اللَّهُ بِفَضْلِ وَرَحْمَةٍ ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا ، وَلَا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمْ الْمَوْتَ : إِمَّا مُحْسِنًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَزِدَّادَ خَيْرًا ، وَإِمَّا مُسِيئًا فَلَعَلَّهُ أَنْ يَسْتَعْتِبَ) . [۶۸۰۸ ، ۶۰۹۸]

۵۳۵۰ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ : سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ وَهُوَ مُسْتَنِدٌ إِلَيَّ يَقُولُ : (اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَأَرْحَمْنِي وَأَلْحِقْنِي بِالرَّفِيقِ) . [ر : ۴۱۷۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی آدمی کو اس کا عمل جنت میں داخل نہیں کرا سکتا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں میں بھی نہیں، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے فضل و رحمت (کے دامن) میں ڈھانپ لے، اس لیے تم میانہ روی اختیار کرو اور اللہ کی نزدیکی طلب کرو اور تم میں سے کوئی شخص موت کی آرزو نہ کرے، اس لیے کہ وہ یا تو نیکو کار ہوگا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی نیکی میں اضافہ کر دے اور اگر بدکار ہے تو امید ہے کہ وہ توبہ کر لے۔

ایک اشکال اور اس کے جوابات

لَنْ يُدْخِلَ أَحَدًا عَمَلُهُ الْجَنَّةَ

(۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۶ وفتح الباری: ۱۰/۱۵۹

(۹۷) ظفر الأمانی: ۳۲۳، وشرح نخبة الفكر: (بحاشیة عبد اللہ) خاطر ۹۳ و تدریب الراوی، ص: ۱۱۳، و

۱۹۰: (النوع السابع الموقوف) و تیسیر مصطلح الحدیث: ۱۳۱

اس پر قرآن کریم کی آیت سے اشکال ہوگا، آیت کریمہ میں ہے۔

﴿وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (۹۸) یعنی یہی وہ جنت ہے جس کا تمہیں تمہارے اعمال کے عوض وارث بنایا گیا۔

① اس کا جواب یہ دیا گیا آیت کریمہ میں جنت سے درجات اور منازل جنت مراد ہیں کہ جنت کے درجات اعمال سے متعین ہوں گے، کیونکہ جنت کے درجات مختلف اور متفاوت ہیں اس لیے جس کا جس قدر عمل نیک ہوگا، اسی کے موافق اس کو جنت میں رتبہ ملے گا اور حدیث باب میں جنت سے نفس جنت میں دخول مراد ہے یعنی اصل جنت میں دخول تو کسی عمل کے نتیجہ میں نہیں بلکہ اللہ کے فضل و کرم سے ہوگا البتہ مراتب و رتبہ اعمال کے اعتبار سے ملیں گے (۹۹)

② علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس کا ایک اور جواب دیا ہے کہ ”بما کنتم“ میں باسپیہ نہیں ہے، بلکہ با الصاق اور مصباحت کے لیے ہے..... اُورثتموها مصاحبة أو ملا بسنة لثواب أعمالکم (۱۰۰) اہل سنت والجماعت کے نزدیک ثواب اور عذاب کا ثبوت عقل سے نہیں بلکہ شرع سے ہے، اگر اللہ جل شانہ تمام مؤمنین کو عذاب دے تو بھی یہ عدل کے خلاف نہیں، یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ وہ مؤمنین کی مغفرت فرمائے گا اور صرف کفار اور فساق کو عذاب دے گا۔ معتزلہ عقل کے ذریعہ ثواب اور عقاب کے ثبوت کے قائل ہیں، کہتے ہیں کہ طاعت موجب ثواب اور معصیت موجب عقاب ہے، یہ حدیث ان کے خلاف حجت ہے (۱۰۱)

لیکن اس پر قرآن کریم کی ایک اور آیت کریمہ سے اعتراض ہوگا، سورۃ نحل میں ہے ﴿سلام علیکم ادخلوا الجنة بما کنتم تعملون﴾ (۱۰۲) اس میں تصریح ہے کہ دخول جنت بھی اعمال کی وجہ سے ہوگا۔

(۹۸) الزخرف: ۷۲

(۹۹) إرشاد الساری: ۱۴/۳۰۳

(۱۰۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۲) سورة النحل/ ۳۲

① اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں بھی جنت سے منازل جنت مراد ہیں اور

مطلب ہے..... ادخلوا منازل الجنة وقصورها بما كنتم تعملون

② اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں اللہ کی رحمت کی قید معہود ہے، یعنی ادخلوها بما كنتم

تعملون مع رحمة الله لكم وتفضله عليكم (۱۰۳)

فسددوا وقاربوا

سددوا أى اقصدوا السداد أى الصواب وهو ما بين الإفراط والتفريط یعنی بھلائی اور

میانہ روی اختیار کرو اور اگر وہ اختیار نہیں کر سکتے ہو تو اس کے قریب ہونے کی کوشش کرو (۱۰۴)

سددوا کے دوسرے معنی کیے گئے ہیں کہ اپنے اعمال کو درست کرو اور قاربوا کے معنی ہیں اللہ

تعالیٰ کی قربت کو طلب کرو (۱۰۵)

ولا يتمنين أحدكم الموت

ایک روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی ہے ”ولا يدع به من قبل أن يأتيه“ یعنی موت

آنے سے پہلے اس کی دعا نہیں کرنی چاہیے لیکن موت کا وقت قریب آجائے تو پھر اس کی دعا کی جا سکتی

ہے (۱۰۶)

بعض حضرات نے کہا کہ موت کی تمنا نہ کرنے کا یہ حکم حضرت یوسف علیہ السلام کے قول

﴿توفنى مسلماً والحقنى بالصالحين﴾ (۱۰۷) سے منسوخ ہو چکا ہے، اسی طرح حضرت سلیمان علیہ

السلام کا قول قرآن میں نقل کیا گیا ہے ﴿وادخلنى برحمتك فى عبادك الصالحين﴾ (۱۰۸)

(۱۰۳) إرشاد الساری: ۱۲/۴۰۴

(۱۰۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷

(۱۰۶) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۰۷) سورة يوسف: ۱۰۱

(۱۰۸) سورة النمل: ۱۹

باب کی آخری حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہم بالرفیق الأعلى اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کے لیے دعا کا ذکر گزر چکا ہے۔ ان نصوص کی وجہ سے یہ حکم منسوخ ہو گیا ہے (۱۰۹)

لیکن یہ قول درست نہیں، حضرت یوسف اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے قول کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ انہوں نے موت کے لیے دعا نہیں کی بلکہ یہ کہا ہے کہ موت کے وقت خاتمہ بالخیر ہو اور ایمان کی حالت میں وفات ہو ای توفنی مسلماً عند حضور اجلی

دوسرا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ جب ہماری شریعت میں کوئی ایک حکم آجائے تو پھر شرائع من قبلنا ہمارے لیے حجت نہیں، ہمارے لیے پھر ہماری شریعت کا حکم حجت ہوگا (۱۱۰) اور ایک جواب یہ ہے کہ انہوں نے موت کے وقت قریب آنے کے بعد ہی دعا کی تھی جس کا جواز ہے کیونکہ جس روایت میں موت کی تمنا کرنے سے منع کیا گیا ہے، اس میں ”من قبل أن یأتیہ“ کی قید ہے (۱۱۱)

إما محسناً فلعله أن یزداد خیراً، وإما مسیئاً فلعله أن یتعتب۔

یا تو وہ نیکو کار ہوگا تو امید ہے کہ اپنی بھلائی میں اضافہ کرے گا، یا بدکار ہوگا تو امید ہے کہ وہ اللہ کی رضا طلب کر کے توبہ کرے گا۔

یتعتب: یطلب العتبی، وهو الإرضاء، أي یطلب رضا اللہ بالتوبة (۱۱۲)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”وأنه

(۱۰۹) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۱۰) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۱۱) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۱۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷، وإرشاد الساری: ۱۴/۴۰۴

لا یزید المؤمن عمره إلا خیراً“ (۱۱۳)

مؤمن کی عمر جتنی لمبی ہوگی، اسی قدر اس کے نیک اعمال میں اضافہ ہوگا، موت سے تو عمل منقطع ہو جاتا ہے۔

اس پر اشکال ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اگر بدکار ہے تو اس کے طول عمر سے خیر کا نہیں، شر کا اضافہ ہوگا، اس اشکال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

① ”لا یزید المؤمن عمره إلا خیراً“ میں مؤمن سے مؤمن کامل مراد ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر

رحمہ اللہ نے اس جواب کو بعید قرار دیا۔

② اس حدیث میں غالب مؤمنین کے اعتبار سے کہا گیا کہ ان کا طول عمر، حسنات میں اضافہ کا

سبب ہے، اب اگر ایک آدھا مسلمان ایسا ہے کہ عمر میں اضافہ اس کے لیے حسنات کی بجائے سیئات کا ذریعہ بن رہا ہے تو وہ نادر ہے، غالب نہیں (۱۱۴)

باب کی آخری حدیث میں ہے ”اللهم اغفر لی، وارحمنی، وألحقنی بالرفیق الأعلى“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الوفا میں یہ دعا فرمائی تھی، اس کی تفصیل کتاب المغازی کے آخر میں گذر چکی ہے (۱۱۵)

باب کی دو روایتوں کو ساتھ ذکر کرنے میں نکتہ

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”ولا یتمنین أحدکم الموت“ والی روایت کے بعد ”اللهم بالرفیق

الأعلى“ کی یہ روایت ذکر کی، جیسا کہ گذر چکا ”لا یتمنین أحدکم الموت“ کے بعد ایک روایت میں

”ولا یدع بہ قبل أن یأتیہ“ کی قید ہے کہ موت کی تمنا اور دعا موت آنے سے پہلے درست نہیں لیکن اگر

موت کے آثار ظاہر ہو جائیں تو اس وقت جلد موت آنے کی دعا اور تمنا کی جاسکتی ہے، جیسا کہ حضور اکرم

(۱۱۳) فتح الباری: ۱۰/۱۶۱

(۱۱۴) فتح الباری: ۱۰/۱۶۱

(۱۱۵) کشف الباری، کتاب المغازی: ۶۷۸

صلی اللہ علیہ وسلم نے "اللہم بالرفیق الأعلى" کہہ کر موت کے وقت دعا فرمائی، اسی نکتہ کی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ دونوں روایتیں ایک ساتھ ذکر فرمائی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"وزاد (أی فی روایة أبی هريرة) بعد قوله: "أحدكم الموت"

: "ولا يدع به من قبل أن يأتيه" وهو قيد في الصورتين، ومفهومه أنه إذا

حل به لا يمنع من تمنيه رضا بقاء الله، ولا من طلبه من الله لذلك،

وهو كذلك، ولهذه النكتة عقب البخاری حديث أبی هريرة بحديث

عائشة: "اللهم اغفر لي وارحمني، وألحقني بالرفيق الأعلى" إشارة إلى أن

النهي مختص بالحالة التي قبل نزول الموت، فلهذا دره ما كان

أكثر استحضاره، وإيثاره للأخفى على الأجل شحذا للأذهان، وقد خفي

صنيعه هذا على من جعل حديث عائشة في الباب معارضاً لحديث

الباب أو ناسخاً لها" (۱۱۶)

۲۰ - باب : دُعَاءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ .

وَقَالَتْ عَائِشَةُ بِنْتُ سَعْدٍ ، عَنْ أَبِيهَا : (اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا) . قَالَ النَّبِيُّ ﷺ . [ر : ۵۳۳۵]

۵۳۵۱ : حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ ،

عَنْ مَسْرُوقٍ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ ، كَانَ إِذَا أَتَى مَرِيضًا أَوْ أَتَى بِهِ ،

قَالَ : (أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ ، اشْفِ وَأَنْتَ الشَّافِي ، لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَاؤُكَ ، شِفَاءٌ لَا يُغَادِرُ

سَقَمًا) .

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/۱۶۰

(۱۱۷) (۵۳۵۱) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً في الطب، باب رقية النبي ﷺ (رقم الحدیث: ۵۳۱۱، ۵۳۱۲)

وأيضاً في الطب، باب مسح الراقي الوجود بيده اليمنى (رقم الحدیث: ۵۳۱۸)، وأخرجه مسلم في كتاب

السلام، باب استحباب رقية المريض: ۳/۱۷۲۱ (رقم الحدیث: ۲۱۹۱)، وأخرجه النسائي في الطب، باب

دعاء العائد للمريض: ۳/۳۵۸ (رقم الحدیث: ۷۵۰۸)

قَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَإِبْرَاهِيمُ بْنُ طَهْمَانَ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ وَأَبِي الصُّحَى :
إِذَا أَتَى بِالْمَرِيضِ .

وَقَالَ جَرِيرٌ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ أَبِي الصُّحَى وَحَدَّهُ ، وَقَالَ : إِذَا أَتَى مَرِيضًا .

[۵۴۱۱ ، ۵۴۱۲ ، ۵۴۱۸]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ عیادت کرنے والے کو چاہیے کہ مریض کے لیے شفا کی دعا کرے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کسی بیمار کو لایا جاتا یا جب آپ کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا فرماتے ”أذهب البأس، رب الناس، اشف وأنت الشافی، لاشفاء إلا شفاءك، شفاء لا یغادر سقما“

شفاء لا یغادر سقما

ایسی شفا جو بیماری کو نہ چھوڑے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وفائدة التقييد بذلك أنه قد يحصل الشفاء من ذلك المرض،

فيخلفه مرض آخر يتولد منه، فكان يدعو له بالشفاء المطلق ، لا بمطلق

الشفاء“ (۱۱۸)

یعنی بسا اوقات آدمی ایک بیماری سے تو شفا یاب ہو جاتا ہے لیکن دوسری بیماری اس کے بعد لگ جاتی ہے اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس بیماری سے شفا یاب ہونے کی دعا نہیں کرتے بلکہ مطلقاً ہر بیماری سے شفا کی دعا فرماتے۔

باب کے آخر میں ابراہیم بن طہمان کی تعلیق کو اسماعیلی نے اور جریر کے طریق کو امام ابن ماجہ

نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۱۹)

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۶۲ نیز دیکھیے إرشاد الساری: ۱۴/۳۰۶

(۱۱۹) فتح الباری: ۱۰/۱۶۲ اور إرشاد الساری: ۱۴/۳۰۶ وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۸

ایک اشکال اور اس کا جواب

مریض کے لیے مرض سے شفا کی دعا مانگی گئی ہے، حالانکہ مرض گناہوں کے لیے کفارہ ہے اور اخروی ثواب کا ذریعہ ہے جو درحقیقت بندہ مؤمن کے حق میں ایک نعمت ہے تو اس سے شفا کی دعا کیوں مانگی جاتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا عبادت ہے اور یہ ثواب اور کفارہ کے منافی نہیں، کیونکہ بیماری کا انسان کے گناہوں کے لیے کفارہ بننا اور اس پر آدمی کو اجر و ثواب کا ملنا تو ابتدائے مرض سے حاصل ہو جاتا ہے، اس کے لیے مرض کا برقرار رہنا تو ضروری نہیں، اس لیے مریض کے لیے دعا، مرض کے نعمت ہونے کی جہت کی منافی نہیں ہے (۱۲۰)۔

۲۱ - باب : وَضُوءِ الْعَائِدِ لِلْمَرِيضِ .

۵۳۵۲ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا مَرِيضٌ ، فَتَوَضَّأَ فَصَبَّ عَلَيَّ ، أَوْ قَالَ : (صَبُّوا عَلَيَّ) . فَعَقَلْتُ ، فَقُلْتُ : لَا يَرِيثُنِي إِلَّا كَلَالَةٌ ، فَكَيْفَ الْمِيرَاثُ ؟ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْفَرَائِضِ . [ر : ۱۹۱]

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ اگر مریض کی عیادت کے لیے آنے والا شخص کوئی بزرگ اور راجل صالح ہے اور وہ مریض کے لیے وضو کرتا ہے، اس طرح کہ وضو سے بچا ہو پانی بطور تبرک مریض پر چھڑک دیا جائے، تو سنت میں اس کی گنجائش موجود ہے (۱۲۱)۔

چنانچہ حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، آپ حضرت جابرؓ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تھے، وضو کے بعد فرمایا کہ یہ بچا ہو پانی جابر پر چھڑک دو، چنانچہ وہ پانی ان پر چھڑک دیا گیا، بخاری کی بعض قسموں میں ٹھنڈے پانی کو جسم پر ڈالنا مفید ہوتا ہے، بعض حضرات نے کہا کہ

(۱۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۶۲، ۱۶۳

(۱۲۱) الأیوب والتراجم: ۳/۹۹، وإرشاد الساری: ۱۴/۳۰۷

حضرت جابرؓ اس طرح کے بخار میں مبتلا تھے، اس لیے حضور ﷺ نے پانی چھڑکنے کا حکم دیا۔

۲۲ - باب : مَنْ دَعَا بِرَفْعِ الْوَبَاءِ وَالْحُمَى .

۵۳۵۳ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ : حَدَّثَنِي مَالِكٌ ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ : لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَعِكَ أَبُو بَكْرٍ وَبِلَالٌ ، قَالَتْ : فَدَخَلْتُ عَلَيْهِمَا ، فَقُلْتُ : يَا أَبَتِ كَيْفَ تَجِدُكَ ؟ وَيَا بِلَالُ كَيْفَ تَجِدُكَ ؟ قَالَتْ : وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ إِذَا أَخَذَتْهُ الْحُمَى يَقُولُ :

كُلُّ أَمْرِي مُصَبَّحٌ فِي أَهْلِهِ
وَالْمَوْتُ أَذْنِي مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهِ
وَكَانَ بِلَالٌ إِذَا أَقْلَعَ عَنْهُ يَرْفَعُ عَقِيرَتَهُ فَيَقُولُ :

أَلَا لَيْتَ شِعْرِي هَلْ أَبِيتَ لَيْلَةً
وَهَلْ أَرَدَنْتَ يَوْمًا مِيَاهَ مَجَنَّةٍ
بِوَادٍ وَحَوْلِي إِذْخِرُ وَجَلِيلُ
وَهَلْ يَبْدُونُ لِي شَامَةً وَطَفِيلُ

قال : قَالَتْ عَائِشَةُ : فَجِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَأَخْبَرْتُهُ ، فَقَالَ : (اللَّهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِينَةَ كَحُبِّنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ ، وَصَحِّحْهَا ، وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِهَا وَمُدَّهَا ، وَأَنْقُلْ حُمَاهَا فَاجْعَلْهَا بِالْجُحْفَةِ) .

[ر : ۱۷۹۰]

وبا کا لفظ اردو میں بھی بعینہ اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے جس معنی میں عربی میں مستعمل ہے، امراض اور بیماریوں کے عام ہونے اور مخصوص بیماری کے پھیل جانے کو وبا کہتے ہیں، بعضوں نے وبا کا اطلاق طاعون پر کیا ہے، طاعون بھی درحقیقت وبا کی ایک قسم ہے (۱۲۲)۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ نے اس ترجمہ الباب کی غرض بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بخار اور طاعون دونوں کو شہادت کے اسباب میں شمار کیا گیا ہے اور یہ دونوں کفارہ سینات بھی ہیں، لہذا کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ جو شخص ان میں مبتلا ہو جائے، اس کے لیے مناسب نہیں کہ ان کے دفع کرنے کی دعا کرے، اس وہم کو دور کرنے کے لیے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ باب قائم کیا، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”وما یظہر لہذا العبد الضعیف من الترجمة ، أنه إنما ترجم بذلك لتلايتوہم أن لا ینبغی الدعاء برفع الوباء والحمی ، فإنہما من أسباب الشهادة ، وکفارة السيئات ، فإن الطاعون من أسباب الشهادة ، لقوله عليه السلام: ”المطعون شهيد“ (۱۲۳)

ترجمة الباب میں وبا کا ذکر ہے لیکن حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث کے بعض طرق میں وبا کا بھی ذکر ہے، چنانچہ کتاب الحج کے آخر میں اس کا ایک طریق گزر چکا ہے، اس میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ”فقد منا المدینة، وہی أوبأ أرض الله“ (۱۲۴)

وبا کے دفعیہ کے لیے دعا پر ایک اشکال یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ دعا برفع الموت کو متضمن ہے اور موت کا ایک وقت مقرر ہے، اس کے ٹالنے کے لیے دعا کرنا ایک عبث کام ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دعا بذات خود ایک عبادت ہے اور درازی عمر اور دفعیہ امراض کے اسباب میں سے ہے، اس لیے امراض کے دفع کرنے اور درازی عمر کے لیے دعا مانگنا فعل عبث نہیں ہے۔ چنانچہ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”واستشکل أيضا الدعاء برفع الوباء ، لأنه يتضمن الدعاء برفع الموت ، والموت حتم مقضى ، فيكون ذلك عبثا ، وأجيب: بأنه لا ینا فی التعبد بالدعاء ، لأنه قد یكون من جملة الأسباب فی طول العمر ، أرفع المرض“ (۱۲۵)

یرفع عقیرتہ

عقیرة آواز کو کہتے ہیں، یعنی وہ بلند آواز سے ذکر کردہ شعر پڑھتے تھے۔

(۱۲۳) الأبواب والتراجم: ۹۹/۲

(۱۲۴) إرشاد الساری: ۴۰۸/۱۴

(۱۲۵) إرشاد الساری: ۴۰۸/۱۴

٧٩ - كتاب الطب

کتاب الطب (الأحاديث: ۵۳۵۴-۵۴۴۵)

کتاب الطب میں اٹھاون ابواب اور ایک سو اٹھارہ احادیث ہیں، اٹھارہ حدیثیں معلق اور بقیہ موصول ہیں، پچاسی احادیث مکرر اور تینتیس احادیث پہلی بار آئی ہیں، ان ۳۳ میں سے پچیس احادیث متفق علیہ ہیں، صحابہ وغیرہ کے سولہ آثار امام بخاری نے کتاب الطب میں ذکر کیے ہیں، ہماری اس جلد میں کتاب الطب کے ۲۵ ابواب کی تشریح آگئی ہے، بقیہ ابواب ان شاء اللہ اگلی جلد میں آئیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۷۹ - کتاب الطب

کتاب الطب کی مناسبت کتاب المرضى سے بالکل ظاہر ہے، صفحہ کے نسخے میں ”الطب“ کے بعد ”الأدویة“ کا اضافہ بھی ہے (۱)

طب کے لغوی اور اصطلاحی معنی

طب کے طاء پر تینوں اعراب درست ہیں، طب کا لفظ علاج اور مرض دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے، یہ اضداد میں سے ہے (۲)

طب کا لفظ سحر کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے، چنانچہ جس شخص پر جادو کیا گیا ہو، اس کو مطبوب کہتے ہیں، ایک حدیث میں ہے ”رجل مطبوب“ ای مسحور (۳)۔

در اصل زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کا خیال تھا کہ آدمی کی بیماری کا سبب سحر ہے، جادو اور سحر ہی

(۱) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، إرشاد الساری: ۱۲/۴۰۹

(۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، وعمدة القاری: ۲۱/۲۲۹، إرشاد الساری: ۱۲/۴۰۹

(۳) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الطب، باب السحر: ۵/۲۱۷۶ (رقم الحدیث: ۵۴۳۳) وأخرجه

مسلم فی کتاب السلام، باب السحر (رقم الحدیث: ۲۱۸۹) وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب

السحر: ۴/۳۸۰ (رقم الحدیث: ۷۶۱۵) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب السحر: ۲/۱۱۷۶ (رقم

الحدیث: ۳۵۴۵)

کی وجہ سے آدمی بیمار ہوتا ہے، اس لیے طب کو سحر کے معنی میں استعمال کیا جانے لگا (۴)۔
 علم طب کی اصطلاحی تعریف ہے ”هو علم يتعرف منه أحوال بدن الإنسان من جهة ما يصح ويزول عن الصحة، ليحفظ الصحة الحاصلة، وليستردھا زائلة“ (۵) یعنی علم طب سے صحت اور عدم صحت کے نقطہ نظر سے انسانی جسم کے احوال معلوم کیے جاتے ہیں تاکہ موجودہ صحت برقرار رکھا جاسکے اور زائل ہونے والی صحت کو لوٹایا جاسکے۔

طب کی قسمیں

پھر سمجھیں کہ طب کی دو قسمیں ہیں، ایک طب الارواح اور دوم طب الابدان، طب الارواح تو حضرات انبیاء کے ساتھ خاص ہے۔

اور طب الابدان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول طب کو ابو نعیم اصفہانی نے ایک رسالہ میں جمع کیا ہے، علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے اس کا اچھا خاصا ذخیرہ ”زاد المعاد“ میں بھی جمع کیا ہے (۶) جس کو بعض لوگوں نے ”طب النبی لابن القیم“ کے نام سے شائع کیا ہے اور اردو میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے (۷)۔

اور دوسرا حصہ وہ ہے جو انسانی تجربات سے وجود میں آیا ہے، اس کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت نہیں ہوتی، قدرت نے خود ہی جاندار میں اس کے علاج کا علم رکھ دیا ہے، جیسے پیاس کا علاج پانی اور بھوک کا علاج غذا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے جیسے دوسری بیماریاں انسان کو لاحق ہوتی ہیں، ان بیماریوں کا علاج لوگوں کے تجربات سے وجود

(۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹

(۵) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹، ارشاد الساری: ۲۱/۴۰۹

(۶) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، زاد المعاد، فصل فی علاجه صلی اللہ علیہ وسلم لأمرض القلوب وأمراض

البدن: ۵/۳

(۷) یہ کتاب دارالاشاعت کراچی سے شائع ہو چکی ہے۔

میں آیا ہے (۸)۔

پھر جس طرح بیماری کی دو قسمیں ہیں روحانی اور جسمانی، اسی طرح علاج کی بھی دو قسمیں ہیں ایک طبعی و جسمانی، یہ مفردات کی شکل میں بھی ہوتا ہے اور مرکبات کی صورت میں بھی، دوسری قسم ہے روحانی اور لسانی..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے دونوں قسم کے علاج اختیار فرمائے، ظاہری و طبعی دواؤں کو بھی اختیار فرمایا اور باطنی اور روحانی معالجے کو بھی (۹)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب میں اس طب الابدان کا ذکر کیا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، جسے طب نبوی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

طب جسمانی کا مدار

طب جسمانی کا مدار تین چیزوں پر ہے، ایک حفظانِ صحت، دوم مضر چیزوں سے پرہیز اور سوم فاسد مادہ کا اخراج..... قرآن کریم میں ان تینوں کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے:

سورۃ بقرہ میں ہے ﴿فَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ سفر میں چونکہ مشقت ہوتی ہے جو مضر صحت ہو سکتی ہے، اب اگر اس میں روزہ رکھا جائے گا تو صحت کے مزید بگڑ جانے کا اندیشہ ہے، اس لیے صحت کو برقرار رکھنے کے لیے روزہ نہ رکھنے کی رخصت دی گئی ہے۔

قرآن کریم کی ایک اور آیت میں ہے ﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ﴾ (۱۰) اس سے یہ مسئلہ اخذ کیا گیا ہے کہ اگر ٹھنڈے پانی کے استعمال سے ہلاکت کا خوف ہو تو ایسی صورت میں تیمم کی اجازت ہے، شی مضر سے اجتناب اس سے سمجھ میں آرہا ہے۔

اور تیسری چیز ہے فاسد مادہ کا اخراج، اس کی طرف قرآن کریم کی آیت ﴿أَوْبَهُ أَدَىٰ مِنْ رَأْسِهِ﴾

(۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹، إرشاد الساری: ۲۱/۴۰۹

(۹) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۲۹، إرشاد الساری: ۲۱/۴۰۹

(۱۰) النساء: ۲۹

فقدية ﴿(۱۱)﴾ میں اشارہ ہے کہ محرم کو اگر جو نمیں وغیرہ تنگ کرتی اور تکلیف دیتی ہیں تو وہ اس اذیت کو اپنے سے دور کر سکتا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ومدار ذلك على ثلاثة أشياء: حفظ الصحة، والاحتماء عن المؤذي، واستفراغ المادة الفاسدة، وقد أشير إلى الثلاثة في القرآن، فالأول من قوله تعالى: ﴿فمن كان مريضاً أو على سفر فعدة من أيام أخر﴾ وذلك أن لسفر مظنة النصب، وهو من مغيرات الصحة، فإذا وقع فيه الصيام، ازداد، فابيح الفطر إبقاء على الجسد، وكذا القول في المرض الثاني وهو الحمية من قوله تعالى: ﴿ولاتقتلوا أنفسكم﴾ فإنه استنبط منه جواز التيمم عند خوف استعمال الماء البارد، والثالث من قوله تعالى: ﴿أوبه أذى من رأسه ففدية﴾ فإنه أشير بذلك إلى جواز حلق الرأس الذي منع منه المحرم لاستفراغ الأذى الحاصل من النجار المحتقن في الرأس“ (۱۲)

حضور اکرم ﷺ کے علاج کی قسمیں

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو علاج فرمایا کرتے تھے، اس کی تین قسمیں تھیں، ایک طبعی دواؤں کے ذریعے، دوم ادویہ الہیہ کے ذریعے اور سوم دونوں سے مرکب کر کے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اصل مقصد تو لوگوں کو روحانی بیماریوں اور امراض سے پاک کرنا تھا، تاہم بوقت ضرورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی علاج بھی فرمایا ہے (۱۳)۔

(۱۱) البقرة: ۱۹۶

(۱۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۵

(۱۳) دیکھیے زاد المعاد: ۴/۲۴

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسمانی علاج کرنا شریعت کا اس طرح حصہ نہیں کہ اسے دعوت و تبلیغ کا جزء قرار دیا جائے اور ہر آدمی پر اس کی تقلید واجب اور ضروری ہو، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

”اعلم أن ماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ودون فی کتب الحدیث علی قسمین: أحدهما ما سبیلہ سبیل تبلیغ الرسالة، وفیه قوله تعالیٰ ﴿وما أتاکم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا﴾ منہ علوم المعاد وعجائب الملوك..... ومنہ شرائع وضبط للعبادات، وثانیہما مالیس من باب تبلیغ الرسالة، وفیه قوله صلی اللہ علیہ وسلم: ”إنما أنا بشر“ وقوله صلی اللہ علیہ وسلم فی قصة تأبیر النخل: ”فإنی إنما ظننت ظناً، ولاتؤاخذونی بالظن، ولكن إذا حدثکم عن اللہ شیئاً فخذوا به، فإنی لم أكذب علی اللہ“ فمنہ الطب، ومنہ باب قوله صلی اللہ علیہ وسلم: علیکم بالأدھم الأقرح“ ومستندہ التجربة، ومنہ ما فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل العادة، دون العبادة“ (۱۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علاج اور ادویہ منقول ہیں، یہ اس زمانے کے تجربات کا ایک حصہ تھا اور یہ ممکن ہے کہ کوئی آدمی اس کو استعمال کرے لیکن فائدہ نہ ہو، ہاں اگر کوئی بطور تبرک اور ایمانی قوت کے ساتھ ماثور ادویہ کو استعمال کرتا ہے تو اس کو بہر حال فائدہ ہوتا ہے، علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں یہ بات تفصیل سے لکھی ہے (۱۵)، اس باب میں علماء کے واقعات بھی مشہور ہیں (۱۶)۔

(۱۴) انظر حجة اللہ البالغہ: ۱/۱۲۸

(۱۵) دیکھیے مقدمہ ابن خلدون: ۱/۳۹۳ (باب ۶، فصل ۱۹)

(۱۶)

۱ - باب : ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً .

۵۳۵۴ : حدثنا محمد بن المثنى : حدثنا أبو أحمد الزبيرى : حدثنا عمر بن سعيد
ابن أبي حسين قال : حدثني عطاء بن أبي رباح ، عن أبي هريرة رضي الله عنه ، عن النبي
ﷺ قال : (ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً) .

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نہیں اتاری ہے جس کے لیے شفا نازل نہ کی ہو۔
إلا أنزل له شفاء

نسائی شریف کی روایت میں ہے ”إن الله لم ينزل داء إلا أنزل الله له شفاء ، فتداووا“ (۱۷)

اور مسند احمد کی روایت میں ہے ”إن الله حيث خلق الداء ، خلق الدواء فتداووا“ (۱۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے الأدب المفرد میں اسامہ بن شریک سے روایت نقل کی ہے، اس کے

الفاظ ہیں : ”تداووا يا عباد الله ! فإن الله لم يصنع داء إلا وضع له شفاء إلا داء واحدا :

النهرم“ (۱۹) ایک روایت میں ”النهرم“ کے ساتھ ”السام“ کا اضافہ بھی ہے (۲۰)

مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث مرفوع ہے ”لكل داء دواء ، فإذا

أصيب دواء الداء، برأ بإذن الله تعالى“ (۲۱)

(۵۳۵۴) الحدیث أخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الأمر بالدواء: ۳/۳۶۹ (رقم الحدیث: ۷۵۵۴)

وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب لكل دواء داء واستحباب التداوی، (رقم الحدیث: ۲۲۰۴)

وأخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی الدواء والحث علیه: ۳/۳۸۳ (رقم الحدیث: ۲۰۳۸)

وأخرجه أبو داود فی کتاب الطب، باب فی الرجل يتداوی: ۳/۳ (رقم الحدیث: ۳۸۵۵) وأخرجه ابن

ماجه فی کتاب الطب، باب ما أنزل الله داءً إلا أنزل له شفاءً: ۲/۱۱۳۸ (رقم الحدیث: ۳۴۳۸)

(۱۷) أخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الأمر بالدواء: ۳/۳۶۸، (رقم الحدیث: ۷۵۵۳)

(۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۶۶

(۱۹) فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۰

(۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۰

(۲۱) مسلم کتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوی (رقم الحدیث: ۲۲۰۴)

ذکر کردہ احادیث سے مستنبط چند باتیں

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کی شفاء اور اس کا علاج نازل فرمایا ہے، یہ اور بات ہے کہ بسا اوقات بعض بیماریوں کا علاج انسانوں کو معلوم نہیں ہوتا تو وہ ایسی بیماریوں کو لا علاج قرار دیتے ہیں، جب کہ وہ حقیقتاً لا علاج نہیں ہوتیں (۲۲)۔

اس طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ علاج سے ضروری نہیں کہ آدمی صحت مند بھی ہو جائے، چنانچہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں ”بإذن اللہ“ کی قید ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت نہیں ہوگی، اس وقت تک کوئی دوا کارگر نہیں ہو سکتی ہے (۲۳)۔

ان احادیث سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ بیماری کا علاج کرنا توکل کے خلاف نہیں، جس طرح بھوک کے رفع کے لیے غذا اور پیاس کے رفع کے لیے پانی استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں، اسی طرح دفع مرض کے لیے علاج کرنا بھی توکل کے منافی نہیں، جمہور علماء کے نزدیک علاج کرنا مستحب اور مندوب ہے (۲۴)، بعض شوائع اور حنا بلہ تو اسے واجب قرار دیتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ”تداووا“ امر ہے

(۲۲) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۰

(۲۳) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۰

(۲۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۴۱۰۔ فقہاء نے لکھا

ہے کہ فائدہ ظاہر ہونے کے اعتبار سے اسباب کے تین درجے ہیں۔ ① سبب یقینی ② سبب ظنی ③ سبب وہمی۔ سبب یقینی کا مطلب یہ ہے کہ اس سبب کو اختیار کرنے پر نفع اور فائدہ عادتاً ضرور مرتب ہوتا ہو، اس کے خلاف نہ ہوتا ہو، مثلاً کھانے کے بعد آسودگی ہو جانا، پانی پینے کے بعد پیاس بجھ جانا تو اس طرح کے اسباب کو اختیار کرنا شرعاً واجب و ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کھانا بند کر دے اور بھوک لگنے پر بھی بالکل نہ کھائے اور بر بنائے بھوک موت واقع ہو جائے تو گناہ گار ہوگا۔

دوسرا درجہ، سبب ظنی کا ہے، اس سے مراد وہ اسباب ہیں جن کے اختیار کرنے پر اکثر نفع مرتب ہو جاتا ہے مگر کبھی اس کے برعکس بھی ہوتا ہے، یعنی کبھی کبھار اس کا اثر ظاہر نہ ہوتا ہو جیسے علاج کے بعد صحت پانا، لیکن یہ ضروری نہیں کہ صحت حاصل ہو جائے کیونکہ علاج سبب یقینی نہیں کہ لازماً اس سے فائدہ ظاہر ہو ہی جائے تو چونکہ انسان (اگلے صفحہ پر جاری ہے)

اور وجوب کے لیے آتا ہے۔

بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون متوکل ہو سکتا ہے، آپ سید المتوکلین تھے، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم علاج بھی کرایا کرتے تھے اور دوسرے ظاہری اسباب بھی اختیار فرمایا کرتے تھے۔

۲ - باب : هَلْ يَدَاوِي الرَّجُلُ الْمَرَّةَ أَوْ الْمَرَّةُ الرَّجُلَ .

۵۳۵۵ : حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا بَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ ذَكْوَانَ ، عَنْ

رُبَيْعِ بِنْتِ مُعَوَّذِ بْنِ عَفْرَاءَ قَالَتْ : كُنَّا نَغْزُو مَعَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ : نَسْتِي الْقَوْمَ وَنَحْدُمُهُمْ ، وَنَرُدُّ الْقَتْلَى وَالْجَرْحَى إِلَى الْمَدِينَةِ . [ر : ۲۷۲۶]

(گزشتہ سے پیوستہ) سبب یقینی کے اختیار کرنے کا مکلف ہے، نہ کہ سبب ظنی کے اختیار کرنے کا، اس لیے علاج کرانا اس درجہ واجب نہ ہوگا کہ اگر کسی نے علاج نہیں کرایا اور موت واقع ہوگئی تو گناہ گار ہوگا۔ وہی اسباب، یعنی سبب کے اختیار کرنے پر نتیجہ ظاہر ہونے کا وہم ہو مثلاً تعویذ وغیرہ کہ اس کے فوائد موہوم ہیں تو اس کو اختیار کرنا جائز ہے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب سابق صدر و مفتی دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں:

”رہ گیا تداوی (علاج) کا مسئلہ! تو اس کے فی نفسہ مباح ہونے میں کلام نہیں، باقی ہر شخص پر ہر حال میں کلیتہً وجوب ہو، صحیح نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر مرض شدید و خطرناک یا مہلک ہو اور تداوی پر استطاعت و قدرت میسرہ بھی موجود ہو تو حسب حیثیت و استطاعت و قدرت میسرہ عالم اسباب ہونے کی وجہ سے شفاء کے حصول کا اعتقاد فقط اللہ جل مجدہ پر رکھتے ہوئے حکم شرع کے اندر اندر علاج کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر قدرت میسرہ موجود نہ ہو، یا مرض شدید یا خطرناک و مہلک نہ ہو تو وجوب علاج کا حکم متوجہ نہیں ہوتا یا حکم مؤکد رہے یا مستحب و افضل رہے، حسب حال مبتلی بہ و قیود مذکورہ بالا کے مطابق جو حکم ہو تو ہو سکتا ہے مگر واجب نہ ہوگا۔“

(منتجات نظام الفتاوی، ج ۱، ص ۳۵۰، و فتاوی نظامیہ اوندرویہ، ص ۴۱۶)

مرد و عورت کے ایک دوسرے کے علاج کرنے کا مسئلہ

اگر ضرورت ہو اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو عورتیں مردوں کا اور مرد خواتین کا علاج کر سکتے ہیں۔
امام بخاری رحمہ اللہ نے جو روایت ذکر فرمائی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں، جب عورتیں مردوں کا علاج کر سکتی ہیں تو مرد بھی عورتوں کا علاج کر سکتے ہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں ”ہَل“ استفہام کو ذکر کر کے اس بات پر تنبیہ کی کہ اس کے لیے کوئی قانون کلی نہیں، جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، وہاں اس کی اجازت ہے اور جہاں فتنہ کا اندیشہ ہو تو پھر اس کی گنجائش نہیں ہے (۲۵)

حدیث باب کتاب الجہاد میں ”باب مداواة النساء الجرحی فی الغزو“ کے تحت گذر چکی ہے۔
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حدیث میں اگرچہ تصریح ہے کہ عورتیں مردوں کا علاج کرتی تھیں لیکن اس کے باوجود امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں جزم کے ساتھ کوئی حکم بیان نہیں کیا کیونکہ اس میں یہ احتمال ہے کہ وہ حجاب کے حکم کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہو (۲۶)

۳ - باب : الشفاء فی ثلاث .

۵۳۵۷/۵۳۵۶ : حَدَّثَنِي الْحُسَيْنُ : حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ مَنِيعٍ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شِجَاعٍ :
حَدَّثَنَا سَالِمُ الْأَفْطَسُ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : (الشفاء في
ثلاثة : شربة عسل ، وشرطة محجم ، وكيّة نار ، وأنهي أمي عن الكي) . رفع الحديث .
ورواه القمي ، عن ليث ، عن مجاهد ، عن ابن عباس ، عن النبي ﷺ : في العسل
والحجم .

(۲۵) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۷، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۰

(۲۶) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۸

(۵۳۵۶) الحدیث أخرجه النسائي في كتاب الطب، باب الكي: ۳/۳۷۸ (رقم الحدیث: ۷۶۰۳) وأخرجه ابن

ماجه في كتاب الطب، باب الكي: ۲/۱۱۵۵ (رقم الحدیث: ۳۳۹۱)

(۵۳۵۷) : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ : أَخْبَرَنَا سُرَيْجُ بْنُ يُونُسَ أَبُو الْحَارِثِ : حَدَّثَنَا مَرْوَانُ بْنُ شُجَاعٍ ، عَنْ سَالِمِ الْأَفْطَسِ ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (الشِّفَاءُ فِي ثَلَاثَةٍ : فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ كَيْبَةِ بِنَارٍ ، وَأَنَا أَنهى أُمَّي عَنِ الْكَيْ) .

حسین

یہاں پہلی حدیث کی سند میں حسین کے والد کا ذکر نہیں، اس حسین سے کون مراد ہے، اس میں

دو قول ہیں:

① بعض حضرات نے کہا کہ اس سے حسین بن زیاد مراد ہیں (۲۷)، یہ نيسابور کے تھے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ نيسابور میں رہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد یہ تینتیس سال زندہ رہے (۲۸) امام مسلم رحمہ اللہ کے اقران میں سے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے یہ روایت نقل کی ہے، اسے ”روایۃ الأصاغر عن الأكابر“ کہا جاتا ہے (۲۹)

حسین بن زیاد کی بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے (۳۰)

② لیکن حاکم نے فرمایا کہ اس سے حسین بن یحییٰ بن جعفر بیکندی مراد ہیں، ان کے والد یحییٰ بن جعفر سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بکثرت احادیث نقل فرمائی ہے، یہ حسین بھی امام بخاری رحمہ اللہ سے چھوٹے ہیں اور صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک روایت ہے (۳۱)

احمد بن منیع

احمد بن منیع امام بخاری رحمہ اللہ کے شیوخ کے طبقہ وسطیٰ میں سے ہیں، ان کی کنیت ابو جعفر ہے،

(۲۷) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۸، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۱

(۲۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۱

(۲۹) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۰) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

(۳۱) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۱

۲۴۴ھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی ہے (۳۲)، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۳۳) ائمہ جرح و تعدیل نے ان کی توثیق فرمائی ہے (۳۴)

مروان بن شجاع

مروان بن شجاع کی صحیح بخاری میں صرف دو روایتیں ہیں، ایک روایت یہ ہے اور ایک کتاب الشہادت میں گذر چکی ہے (۳۵)، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے، ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے فرمایا ”یکتب حدیثہ ولیس بالقوی“ (۳۶)

الشفاء فی ثلاث

حدیث باب میں ہے کہ تین چیزوں میں شفا ہے، شہد پینا، کچھنے لگوانا اور آگ سے داغنا لیکن میں اپنی امت کو داغنے سے منع کرتا ہوں۔

شَرْطَةُ مِخْجَمٍ

شَرْطَةُ: فَعْلَةٌ کے وزن پر شرط سے ہے، شرط الحاجم: کچھنے لگانا، سینگی لگانا (۳۷)، مِخْجَمٍ (میم کے کسرہ کے ساتھ) اس آلہ کو کہتے ہیں جس میں سینگی کا خون جمع ہوتا ہے، یہاں اس سے وہ لوہا مراد ہے جس کے ذریعے خون نکالا جاتا ہے (۳۸)

(۳۲) تہذیب الکمال: ۱/۳۹۷ (رقم الترجمة: ۱۱۴) وتہذیب التہذیب: ۱/۸۴-۸۵

(۳۳) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

(۳۴) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۵) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۶) فتح الباری: ۱۰/۱۶۹

(۳۷) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۲

(۳۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۲، والنہایۃ لابن الأثیر: ۱/۳۴۷، ومجمع بحار الأنوار:

تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب

تین چیزوں میں شفا ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے علاوہ کسی اور چیز میں شفا نہیں ہے بلکہ اس سے علاج کے اصول کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کیونکہ امراض یا دُموی ہوتے ہیں یا صفر اوی یا بلغمی اور یا سوداوی ہوتے ہیں، مرض اگر دُموی یعنی فساد خون کی بناء پر ہوتا ہے تو اس کا علاج فاسد خون کو باہر نکال کر ہوتا ہے اور کچھنے لگانے میں خون فاسد ہی نکالا جاتا ہے اور باقی تینوں صورتوں میں مرض کا علاج اسہال ہوتا ہے اور شہد مُسہل ہوتا ہے، لیکن بسا اوقات فاسد مادہ نہ کچھنے کے ذریعے نکل سکتا ہے، نہ اسہال کے ذریعے، تو آگ سے اس کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے جس سے جل کر وہ ختم ہو جاتا ہے (۳۹)

داغنے کا حکم

وَأَنْهَى أُمَّتِي عَنِ الْكِي

کئی جسم کو آگ سے داغنے کو کہتے ہیں، اس کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض میں نہی وارد ہے اور بعض روایات سے جواز معلوم ہوتا ہے۔

جن روایات میں نہی وارد ہے، ان میں سے ایک حدیث باب ہے جس میں ہے..... ”وَأَنْهَى

أُمَّتِي عَنِ الْكِي“

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے ”وَمَا أَحَبُّ أَنْ أُكْتَوَى“ (۴۰)

امام ابوداؤد اور امام ترمذی نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنِ الْكِي، قَالَ: فَاكْتَوِينَا، فَمَا أَفْلَحْنَا وَلَا أَنْحَجْنَا“ (۴۱)

(۳۹) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۱، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲

(۴۰) الحدیث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوى (رقم الحديث: ۲۲۰۵)

(۴۱) الحدیث أخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ماجاء في كراهية التداوى بالکی: ۳/۳۸۹، (رقم

الحدیث: ۲۰۳۹) وأخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في الكی: ۳/۵، (رقم الحديث: ۳۸۶۵)

طبرانی نے ایک روایت صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے، اس میں ہے ”إن النبی صلی اللہ علیہ

وسلم نہی عن الکی، وقال: أکره شرب الحمیم“ (۴۲)

لیکن بعض روایات سے اس کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے ”رُمیَ أبی یوم الأحزاب علی أکحله، فکواه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ (۴۳)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

کئی (داغنے) کے ذریعہ ان کا علاج کیا (۴۴)

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بخاری میں آرہی ہے کہ انہوں نے عہد نبوی میں ذات

الجنب بیماری میں حضرت انسؓ کا علاج داغ کر کیا (۴۵)

ان کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی علاج بالکی مروی ہے (۴۶)

مختلف روایات میں تطبیق

دونوں طرح کی روایات میں تعارض ختم کرنے کے لیے محدثین نے مندرجہ ذیل مختلف

توجیہات اختیار فرمائی ہیں:

❶ احادیث نبوی، نبوی تنزیہی پر محمول ہیں اور احادیث اثبات اصل جواز پر..... اور نبوی تنزیہی جواز

(۴۲) دیکھیے مجمع الزوائد: ۵/۹۷ وقال: رجاله رجال الصحيح

(۴۳) الحدیث أخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب لكل داء دواء واستحباب التداوی: (رقم الحدیث:

۲۲۰۷)

(۴۴) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

(۴۵) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الطب، باب ذات الجنب (رقم الحدیث: ۵۳۸۹) فتح الباری:

۱۷۰/۱۰

(۴۶) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱

کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت اس لیے فرمائی کہ اس میں مریض کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، اس طرح اس کا نقصان اس کے فائدہ سے بڑھ جاتا ہے (۴۷)

② بعض حضرات نے کہا ممانعت کا تعلق خطرہ اور تردد کی صورت سے ہے یعنی اگر ایسی صورت ہو کہ داغنے سے فائدے کے جزم کے بجائے نقصان اور ہلاکت جان کا خوف اور خطرہ ہو تو پھر داغنے سے گریز کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی طبیب حاذق داغنے کا ہی مشورہ دے تو پھر کوئی حرج نہیں (۴۸)

③ عربوں کا خیال تھا کہ داغنے سے فاسد مادہ یقینی طور پر ختم ہو جاتا ہے اور اگر اس کو اختیار نہ کیا جائے تو وہ ہلاکت کو یقینی سمجھتے تھے، چنانچہ وہ داغنے کو موثر حقیقی سمجھنے لگے تھے، اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ممانعت فرمائی، چنانچہ ممانعت کی احادیث اسی فاسد عقیدے اور شرک خفی میں مبتلا ہونے سے بچانے کے لیے وارد ہوئی ہیں۔

لیکن اگر کسی کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ ظاہری سبب کے طور پر اس کو اختیار کرتا ہے تو اس کی گنجائش ہے اور احادیث جو اسی صورت پر ممول ہیں (۴۹)۔

البتہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اس لیے پسند نہیں فرمایا کہ اس میں مریض کو بڑی شدید تکلیف ہوتی ہے اور اسے عذاب میں مبتلا رہنا پڑتا ہے۔

رواہ القمی عن لیث عن مجاہد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی

العسل والحجم

قُمی (بضم القاف و تشدید المیم المکسورة)..... ان کا نام یعقوب بن عبد اللہ بن سعد بن مالک بن

ہانی ہے اور ان کی کنیت ابوالحسن ہے، قُم عراق کے ایک شہر کا نام ہے، اسی کی طرف یہ منسوب ہیں (۵۰)

(۴۷) فتح الباری: ۱۰/۱۵۰، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۲

(۴۸) دیکھیے فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۲

(۴۹) فتح الباری: ۱۰/۱۵۱، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۲

(۵۰) فتح الباری: ۱۰/۱۵۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۱، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۲

امام نسائی رحمہ اللہ نے ان کی توثیق فرمائی ہے (۵۱) لیکن دارقطنی رحمہ اللہ نے فرمایا لیس بالقوی (۵۲) صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۵۳) ایک قمی شیعوں کے ہاں مشہور ہیں، وہ یہ نہیں بلکہ وہ ابن بابویہ سے معروف ہے، چنانچہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وهذا القمّي غير القمّي المعتبر في الروافض ، فلا يغرن أحدًا قول الرافضة أن القمّي معتبر ، حتى أنه من رواة البخاري“ وفي هامشه : ”القمّي منسوب إلى قم بلد بعراق العجم، وماله في البخاري سوى هذا الموضوع..... وليس هو بابن بابويه القمّي الرافضي كما زعمه بعض المتأخرين“ (۵۴)

قمی کی اس تعلق کو ”مسند بزار“ میں موصولاً نقل کیا گیا ہے (۵۵)

۴ - باب : الدَّوَاءِ بِالْعَسَلِ .

وَقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى : «فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ» / النحل : ۶۹ .

۵۳۵۸ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ قَالَ : أَخْبَرَنِي هِشَامٌ . عَنْ أَبِيهِ ،

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ : كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُعَجِبُهُ الْحَلْوَاءُ وَالْعَسَلُ . [ر : ۴۹۱۸]

شہد میں اللہ جل شانہ نے بہت سی بیماریوں کی شفا رکھی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں

(۵۱) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

(۵۲) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدۃ القاری: ۲۱/۳۱

(۵۳) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

(۵۴) دیکھیے الأبواب والتراجم: ۲/۱۰۰

(۵۵) فتح الباری: ۱۰/۱۷۰، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۱

علاج بالعسل کو بیان کیا ہے، قرآن کریم کی آیت میں ﴿فیه شفاء للناس﴾ فرمایا گیا ”فیه“ کی ضمیر میں دو احتمال ہیں، جمہور کے نزدیک اس کی ضمیر عسل کی طرف راجع ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں اسے ذکر کر کے جمہور کے قول کی تائید کی ہے (۵۷)

دوسرا احتمال بعض حضرات نے بیان کیا کہ یہ ضمیر قرآن کی طرف راجع ہے لیکن وہ قول مرجوح

ہے (۵۸)

کیا شہد میں ہر بیماری کی شفا ہے

شہد میں شفاء ہے..... اس میں دو قول ہیں:

① بعض حضرات کے نزدیک شہد میں شفا کا ہونا عام نہیں بلکہ بعض امراض کے لیے یہ شفا کا

باعث ہے چنانچہ بعض امراض میں شہد کا استعمال نقصان دہ بھی ہو سکتا ہے، اس لیے ”فیه شفاء للناس“

عام نہیں بلکہ مخصوص ہے (۵۹)

پھر اس حکم کو دو طریقوں سے مخصوص کیا گیا، ایک یہ کہ ”للناس“ سے بعض الناس مراد

ہیں (۶۰) اور دوسرے یہ کہ ”شفاء“ نکرہ ہے اور موضع اثبات میں واقع ہے، نکرہ جب موضع اثبات میں

واقع ہوتا ہے تو عموم پر دلالت نہیں کرتا (۶۱)

② دوسرا قول یہ ہے کہ آیت کے الفاظ عام ہیں اور واقعاً شہد اصلاً تمام امراض کے لیے شفاء ہے،

تاہم کسی عارض کی وجہ سے اگر شہد نقصان دہ ثابت ہوتا ہے تو اس کا اعتبار نہیں (۶۲)

(۵۷) فتح الباری: ۱۰/۱۵۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۳

(۵۸) فتح الباری: ۱۰/۱۵۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۳

(۵۹) فتح الباری: ۱۰/۱۵۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

(۶۰) فتح الباری: ۱۰/۱۵۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

(۶۱) روح المعانی: ۸/۱۸۵ (سورة النحل)

(۶۲) فتح الباری: ۱۰/۱۵۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

لفظ غسل مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے اور عربی زبان میں اس کے سو سے زیادہ نام

ہیں (۶۳)

شہد کے منافع

شہد میں کئی منافع ہیں، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان منافع کو تلخیص کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہے:

”يجلو الأوساخ التي في العروق والأمعاء، ويدفع الفضلات، يغسل خمل المعدة، ويسخنها تسخيناً معتدلاً، ويفتح أفواه العروق ويشد المعدة، والكبد والكلية والمثانة والمنافذ، وفيه تحليل للرطوبات أكلا وطلاء وتغذية، وفيه حفظ المعجونات وإذهاب لكيفية الأدوية المستكرهة، وتنقية الكبد والصدر، وإدرار البول الطمث، ونفع للسعال الكائن من البلغم، ونفع لأصحاب البلغم والأمزجة الباردة، وإذا أضيف إليه الخل، نفع أصحاب الصفراء، ثم هو غذاء من الأغذية، ودواء من الأدوية، وشرب من الأشربة، وحلوى من الحلاوات، وطلاء من الأطلية، ومفرح من الفرحات، ومن منفعه..... إذا جعل فيه اللحم الطري حفظ طراوته ثلاثة أشهر، وكذلك الخيار والقرع والباذنجان والليمون ونحو ذلك من الفواكه، وإذا لطخ به البدن للقمل، قتل القمل، وطول الشعر وحسنه ونعمه، وإن اكحل به جلا ظلمة البصر، وإن استن به صقل الأسنان وحفظ صحتها..... ولم يكن يعول قدماء الأطباء في الأدوية المركبة إلا عليه، ولا ذكر للسکر فی أكثر كتبهم أصلاً“ (۶۴)

یعنی شہد آنتوں، رگوں اور جسم کے زائد فضلات کو صاف کرتا ہے، رگیں کھولتا ہے، معدہ، جگر، گردوں اور مثانہ کو قوت بخشتا ہے، جگر اور سینے کو صاف کرتا ہے، بلغم سے پیدا ہونے والی کھانسی میں مفید ہے، ٹھنڈے اور بلغمی مزاج رکھنے والوں کے لیے فائدہ بخش ہے، شہد غذا بھی ہے، دوا بھی، شہد میں

(۶۳) فتح الباری: ۱۰/۱۷۲

(۶۴) فتح الباری: ۱۰/۱۷۲

گوشت اور فواکہ رکھے جائیں تو ان کی تازگی تین ماہ تک برقرار رہتی ہے، جسم میں ملا جائے تو جوڑوں کو مار دیتا ہے، بالوں میں لگایا جائے تو انہیں خوب صورت اور ملائم بنا دیتا ہے، آنکھوں میں لگایا جائے تو بینائی کے لیے جلا بخش ہے، دانتوں کو چمکاتا ہے اور ان کے لیے مفید ہے، قدیم اطباء مرکب دواؤں میں شہد ہی پر اعتماد کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے سند ضعیف کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث نقل فرمائی ہے، اس میں ہے ”من لعق العسل ثلاث غدوات، فی کل شهر، لم یصبہ عظیم بلاء“ یعنی جو شخص ہر ماہ تین دن صبح کے وقت شہد استعمال کرے تو وہ کسی بڑی آفت میں مبتلا نہیں ہوگا (۶۵) باب کی پہلی حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، یہ حدیث کتاب الأطعمۃ میں گذر چکی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حلو اور عسل پسند تھا، علامہ کرمانی رحمہ اللہ باب سے اس کی مناسبت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”الإعجاب أعم من أن يكون على سبيل الدواء، أو الغذاء، فتؤخذ

المناسبة بهذه الطريق“ (۶۶)

۵۳۵۹ : حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ الْغَسِيلِ . عَنْ عَاصِمِ بْنِ غَمْرِ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : (إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ - أَوْ : يَكُونُ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ - خَيْرٌ . فَيِ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ . أَوْ شَرْبَةِ عَسَلٍ . أَوْ لَذْعَةِ بِنَارٍ تُوَافِقُ الدَّاءَ . وَمَا أَحَبُّ أَنْ أُكْتَوِيَ) . [۵۳۷۷ . ۵۳۷۵ . ۵۳۷۲]

(۵۳۵۹) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب الحمامة من الداء: ۲۱۵۶/۵ (رقم الحدیث:

۵۳۷۲)، وأخرجه أيضاً فی باب الحجم فی الشقیقة والصداع: ۲۱۵۷/۵ (رقم الحدیث: ۵۳۷۵)،

وأخرجه أيضاً فی باب من اکتوی أو کوی غیره، وفضل من لم یکتو: ۲۱۵۷/۵، (رقم الحدیث:

۵۳۷۷)، وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب، لكل داء دواء واستحباب التداوی (رقم الحدیث:

۲۲۰۵)، وأخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ما جاء فی الحمامة: ۳۹۱/۳ (رقم الحدیث: ۲۰۵۳)

وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب النکی: ۳۷۸/۳ (رقم الحدیث: ۷۶۰۳) وأخرجه ابن ماجه فی

کتاب الطب، باب الحمامة: ۱۱۵۱/۲ (رقم الحدیث: ۳۳۷۶)

(۶۵) الحدیث أخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب العسل (رقم الحدیث: ۳۳۵۰) وفتح الباری: ۱۰/۱۷۲

(۶۶) شرح بحاری للکرمانی: ۲۰/۲۰۷

عبدالرحمن بن الغسیل

غسیل سے مشہور صحابی حضرت حظلہ رضی اللہ عنہ مراد ہیں، جو جنگ احد میں شہد ہوئے تھے اور جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا، اسی وجہ سے انہیں غسیل کہا جاتا ہے، غسیل بمعنی المغسول ہے، فعیل مفعول کے معنی میں آتا ہے، یہ امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ عبدالرحمن کے پردادا ہیں، یہاں یہ پردادا کی طرف منسوب ہے، نسب نامہ یوں ہے، عبدالرحمن بن سلیمان بن عبدالرحمن بن عبداللہ بن حظلہ..... (۶۷) عبدالرحمن بن سلیمان صغار تابعین میں سے ہیں، اکثر محدثین کے نزدیک یہ ثقہ ہیں، البتہ ابن حبان نے ان پر جرح کی ہے اور کہا ہے کان یخطیٰ کثیرا (۶۸)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں بھلائی ہو تو پھینچنے لگوانے یا شہد پینے میں یا آگ سے داغ لگوانے میں ہے، یہ تب جب وہ داغ بیماری کے موافق آجائے تاہم میں داغ لگوانے کو پسند نہیں کرتا۔

إن کان فی شیء من أدویتکم أویکون فی شیء من أدویتکم

راوی کو دونوں جملوں میں شک ہے اس لیے ”أو“ لائے ہیں، علامہ ابن التین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”أویکن“ ہونا چاہیے، کیونکہ یہ معطوف علی المجزوم ہے اس کا عطف ”کان“ پر ہے اور ”کان“ پر ”إن“ حرف شرط داخل ہے جو فعل کو جزم دیتا ہے (۶۹)، چنانچہ مسند احمد کی روایت میں ”إن کان..... إن یکن“ ہی ہے (۷۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاید راوی نے ”یکن“ کے کاف کے ضمہ میں اشباع کیا اور

اسے کھینچا تو سننے والے نے ”یکن“ کو ”یکون“ سمجھ لیا (۷۱)

(۶۷) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳

(۶۸) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳

(۶۹) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۵

(۷۰) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۵

(۷۱) فتح الباری: ۱۰/۱۵۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۱۵

أولذغة بنار

لذغ (ذال کے سکون کے ساتھ) ہلکے سے جلانے کو کہتے ہیں مولانا نور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں اس کا ترجمہ ”سوزش“ سے کیا ہے (۷۲) مراد آگ سے داغ لگانا ہے۔

توافق الداء

یہ لذغہ کی صفت ہے یعنی ایسا داغنا جو بیماری کے موافق اور مناسب ہو تو اس میں شفا ہے، اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ آگ کے ذریعہ داغنا بطور تجربہ نہ ہو بلکہ طبیب حاذق اور مجرب آدمی کے ذریعہ ایسا داغ جو مرض کے مناسب ہو، اس میں شفا ہے (۷۳)

۵۳۶۰ : حَدَّثَنَا عِيَّاشُ بْنُ الْوَلِيدِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى : حَدَّثَنَا سَعِيدٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكَّلِ . عَنْ أَبِي سَعِيدٍ : أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ : أَخِي بَشْتَكِي بَطْنَهُ ، فَقَالَ : (أَسْقِهِ عَسَلًا) . ثُمَّ أَتَاهُ الثَّانِيَةَ . فَقَالَ : (أَسْقِهِ عَسَلًا) . ثُمَّ أَتَاهُ الثَّلَاثَةَ فَقَالَ : (أَسْقِهِ عَسَلًا) . ثُمَّ أَتَاهُ فَقَالَ : قَدْ فَعَلْتُ ؟ فَقَالَ : (صَدَقَ اللَّهُ ، وَكَذَبَ بَطْنُ أَخِيكَ ، أَسْقِهِ عَسَلًا) . فَسَقَاهُ فَبَرَأَ . [۵۳۸۶]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میرے بھائی کو پیٹ کی شکایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے شہد پلا دو، پھر وہ دوبارہ آیا، آپ نے فرمایا، اسے شہد پلاؤ، پھر وہ تیسری بار آیا اور عرض کیا کہ میں نے پلایا (لیکن فائدہ نہیں ہوا) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے، اس کو شہد پلا“..... اس نے پھر شہد پلایا تو وہ تندرست ہو گیا۔

(۷۲) فتح الباری: ۱۰/۱۷۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳، ارشاد الساری: ۱۴/۴۱۵

(۷۳) فتح الباری: ۱۰/۱۷۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۳

(۵۳۶۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب دواء المبطون: ۲۱۶۱۵، (رقم الحدیث:

۵۳۸۶) وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب التداوی بسقی العسل، (رقم الحدیث: ۲۲۱۷) وأخرجه

الترمذی فی کتاب الطب، باب ما جاء فی التداوی بالعسل: ۴/۳۰۹ (رقم الحدیث: ۲۰۸۲)، وأخرجه

النسائی فی کتاب الطب، باب الدواء بالعسل: ۴/۳۷۰، (رقم الحدیث: ۷۵۶۰)

ایک اشکال اور اس کے جوابات

اس حدیث کی کچھ تفصیل آگے ”باب دواء المبطون“ میں آرہی ہے، بعض لوگوں کو شبہ ہوا ہے کہ شہد مسہل ہے اور یہاں جس شخص کو پیٹ کی شکایت تھی، روایت میں آگے تصریح آرہی ہے کہ اس کو اسہال آرہے تھے تو ایسے شخص کے لیے شہد کیونکر تجویز کیا گیا؟

① اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہو گیا تھا کہ اس شخص کو شہد ہی سے شفا ملے گی، اس لیے اسہال میں اضافے کے باوجود آپ شہد پلانے ہی کا حکم دیتے رہے، لہذا طب کے عام اصولوں سے ہٹ کر یہ ایک مخصوص معاملہ تھا، جو شہد عموماً اسہال میں اضافہ کا ذریعہ بنتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز اور دعا کی برکت سے وہی شہد اس کے حق میں شفایابی کا ذریعہ بن گیا اور وہ تندرست ہو گیا (۷۴)۔

② دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ اسہال جس طرح بد ہضمی کی وجہ سے آتے ہیں، اسی طرح پیٹ میں فاسد مادہ کے جمع ہو جانے کی وجہ سے بھی اسہال آتے ہیں، ایسی صورت میں اس مادے کو پیٹ سے خارج کرنا ضروری ہوتا ہے اور اس کا بہترین علاج شہد ہے، مذکورہ شخص بھی اسی طرح کا مریض تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شہد پلانے کا حکم دیتے رہے، یہاں تک کہ جب اس کا معدہ فاسد مادے سے بالکل صاف ہو گیا تو وہ تندرست ہو گیا، لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے شہد پلانے کا حکم دینا اصول طب کے عین مطابق تھا۔ (۷۵) واللہ اعلم

صدق اللہ و کذب بطن أخیک: اللہ تعالیٰ سچ کہتا ہے کہ ﴿فیہ شفاء للناس﴾ تیرے بھائی کا پیٹ غلط کہتا ہے یعنی وہ ظاہر کر رہا ہے کہ مرض بڑھ رہا ہے لیکن حقیقت میں اس کو شفا ہو رہی ہے۔

(۷۴) فتح الباری: ۱۰/۲۰۹، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

(۷۵) عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۲

۵ - باب : الدَّوَاءِ بِاللَّبَانِ الْإِبِلِ .

۵۳۶۱ : حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ بْنُ أَبِرَاهِيمَ : حَدَّثَنَا سَلَامٌ بْنُ مِسْكِينٍ : حَدَّثَنَا ثَابِتٌ . عَنْ أَنَسٍ : أَنَّ نَاسًا كَانَ بِهِمْ سَقَمٌ . قَالُوا : يَا رَسُولَ اللَّهِ آوِنَا وَأَطْعِمْنَا ، فَلَمَّا صَحُّوا ، قَالُوا : إِنَّ الْمَدِينَةَ وَخِمَةٌ . فَأَنْزَلَهُمُ الْحَرَّةَ فِي ذُوْدِ لَه . فَقَالَ : (أَشْرَبُوا اللَّبَانَهَا) . فَلَمَّا صَحُّوا قَتَلُوا رَاعِي النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْتَأْفُوا ذُوْدَهُ ، فَبَعَثَ فِي آثَارِهِمْ ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ، وَسَمَّرَ أَعْيُنَهُمْ ، فَرَأَيْتُ الرَّجُلَ مِنْهُمْ يَكْدِمُ الْأَرْضَ بِلِسَانِهِ حَتَّى يَمُوتَ .

قَالَ سَلَامٌ : فَبَلَّغَنِي أَنَّ الْحَجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ : حَدَّثَنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . فَحَدَّثَهُ بِهَذَا . فَبَلَّغَ الْحَسَنَ فَقَالَ : وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ بِهَذَا . [ر : ۲۳۱]

اونٹنیوں کا دودھ بطور دواء استعمال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ عرینین کے واقعہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے استعمال کرنے کو کہا تھا۔

عرینین کا واقعہ اس سے پہلے کئی بار گزر چکا ہے..... ذُوْد: اونٹوں کو کہتے ہیں، ابن سعد نے ان اونٹوں کی تعداد پندرہ نقل کی ہے (۷۶)۔

قال سَلَامٌ: فَبَلَّغَنِي أَنَّ الْحَجَّاجَ قَالَ لِأَنَسٍ : حَدَّثَنِي بِأَشَدِّ عُقُوبَةٍ عَاقَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَحَدَّثَهُ بِهَذَا ، فَبَلَّغَ الْحَسَنَ ، فَقَالَ : وَدِدْتُ أَنَّهُ لَمْ يُحَدِّثْهُ سَلَامٌ

سَلَامٌ سے سلام بن مسکین ازدی مراد ہیں، صحیح بخاری میں ان کی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک یہ اور ایک آگے کتاب الأدب میں آرہی ہے (۷۷)۔

یہ ما قبل سند کے ساتھ موصول ہے، فرماتے ہیں کہ مشہور ظالم حجاج بن یوسف نے حضرت انسؓ سے کہا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو سخت سے سخت سزا جودی ہو، وہ مجھے بیان کریں، حضرت انسؓ نے عرینین کا قصہ بیان کیا۔

(۷۶) فتح الباری: ۱۰/۱۷۳

(۷۷) فتح الباری: ۱۰/۱۷۳

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو جب معلوم ہوا تو فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت انسؓ یہ حدیث حجاج بن یوسف سے بیان نہ کرتے (کیونکہ وہ اس حدیث سے غلط استدلال کر کے اپنے ظلم کے لیے جواز اور بہانہ مہیا کرے گا)

چنانچہ بہر کی روایت میں ”فواللہ ما انتہی الحجاج حتی قام بہا علی المنبر، فقال: حدثنا أنس.....“ فذکرہ وقال: ”قطع النبی صلی اللہ علیہ وسلم الأیدی والأرجل، وسمل الأعین فی معصیة اللہ، أفلا نفعل نحن ذلك فی معصیة اللہ“ (۷۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بعد میں فرمایا کرتے تھے ”ماندمت علی شیء ماندمت علی حدیث حدثت به الحجاج“ (۷۹) یعنی مجھے جس قدر ندامت حجاج سے اس حدیث کو بیان کرنے پر ہوئی اتنی ندامت کسی چیز پر نہیں ہوئی۔

حضرت انسؓ نے اس لیے بعد میں پشیمان ہوئے کہ حجاج اس واقعہ سے اپنے ظلم کے جواز پر استدلال کیا کرتا تھا۔

۶ - باب : الدَّوَاءِ بِأَبْوَالِ الْإِبْلِ .

۵۳۶۲ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ : حَدَّثَنَا هَمَّامٌ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَنَسِ بْنِ رَضِيٍّ أَنَّ اللَّهَ عَنْهُ : أَنَّ نَاسًا اجْتَوَوْا فِي الْمَدِينَةِ ، فَأَمَرَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَلْحَقُوا بِرَاعِيهِ ، يَعْنِي الْإِبِلَ ، فَيَشْرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، فَلَحِقُوا بِرَاعِيهِ ، فَشَرَبُوا مِنْ أَلْبَانِهَا وَأَبْوَالِهَا ، حَتَّى صَلَحَتْ أَبْدَانُهُمْ ، فَقَتَلُوا الرَّاعِيَّ وَسَاقُوا الْإِبِلَ ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ ، فَبَعَثَ فِي طَلَبِهِمْ فَجِيءَ بِهِمْ ، فَقَطَعَ أَيْدِيَهُمْ وَأَرْجُلَهُمْ ، وَسَمَّرَ أَعْيُنَهُمْ .

قَالَ قَتَادَةُ : فَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سِيرِينَ : أَنَّ ذَلِكَ كَانَ قَبْلَ أَنْ تَنْزَلَ الْحُدُودُ . [ر : ۲۳۱]

(۷۸) فتح الباری: ۱۰/۱۵۵، إرشاد الساری: ۱۳/۴۱۷

(۷۹) فتح الباری: ۱۰/۱۷۵

تداوی بالمحرمات کا مسئلہ

ضرورت کے وقت محرمات اور نجس چیزوں کے ذریعہ علاج کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ اس میں حضرات فقہاء کا اختلاف ہے:

- ① حضرات مالکیہ اور حضرات حنابلہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات مطلقاً ناجائز ہے (۸۰)۔
 - ② حضرات شافعیہ کے نزدیک تداوی بالنجاسات اور تداوی بالمحرمات جائز ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مسکرنہ ہوں، چنانچہ علامہ نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
- ”مذہبنا جواز التداوی بجمیع النجاسات، سوی المسکر“ (۸۱)
- ③ حضرات حنفیہ کے ہاں تین قول ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات ناجائز ہے (۸۲)

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات مطلقاً جائز ہے (۸۳)

دوسرے مشائخ حنفیہ کے نزدیک تداوی بالمحرمات والنجاسات اس وقت جائز ہے جب طبیب حاذق کو ان کے علاوہ کوئی دوسری دوا معلوم نہ ہو (۸۴) اس طرح حنفیہ کے ہاں تین قول ہیں، ایک مطلقاً عدم جواز کا، دوسرا مطلقاً جواز کا اور تیسرا مخصوص صورت میں جواز کا!

اکثر مشائخ حنفیہ نے اس تیسرے قول ہی پر فتویٰ دیا ہے (۸۵)

جو فقہاء تداوی بالمحرمات کو ناجائز کہتے ہیں، وہ مندرجہ ذیل احادیث سے استدلال کرتے ہیں:

- ① امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے کتاب الطب میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل

(۸۰) دیکھیے المعنی لابن قدامة، کتاب الأطعمة: ۱۱/۸۳، والشرح الكبير: ۱۱/۱۰۸، والتاج والإكليل: ۳/۲۴۴

(۸۱) المجموع شرح المهذب: ۹/۹۲

(۸۲) دیکھیے المبسوط للسرخسی، کتاب الطهارة، باب الوضوء والغسل: ۱/۵۴

(۸۳) البحر الرائق: ۱/۱۱۵

(۸۴) البحر الرائق: ۱/۱۱۶، وبذل المحمود: ۱۶/۱۹۹

(۸۵) البحر الرائق: ۱/۱۱۶

کی ہے ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله أنزل الداء، والدواء، وجعل لكل داء دواء، فتداووا، ولا تتداووا بحرام“ (۸۶)

② سنن ابی داؤد کی ایک دوسری روایت میں ہے ”إن طبیباً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن ضفدع یجعلها فی دواء، فنہا ہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن قتلہا“ (۸۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈک کو قتل کر کے دوا میں ڈالنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ نجس ہے۔

③ سنن ابی داؤد، ابن ماجہ اور سنن دارمی کی روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کے متعلق پوچھا، آپ نے اسے منع فرمایا، اس نے کہا ”یا نبی اللہ، اینہا دواء“ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا، ولكنہا داء“ (۸۸)

④ امام طحاوی رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے جسے امام بخاری نے بھی کتاب الاشرابہ میں تعلقاً نقل کیا ہے، اس کے الفاظ ہیں ”إن اللہ لم یجعل شفاء کم فیما حرم علیکم“ (۸۹)

⑤ موارد الظمان میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا ”إن اللہ لم یجعل شفاء کم فی حرام“ (۹۰)

لیکن جو حضرات اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ ان احادیث کو حالت اختیار پر محمول کرتے ہیں یعنی جب مرض اور بیماری کے دوسرا علاج بھی موجود ہو تو ایسی صورت میں تداوی بالتجاسات درست نہیں، لیکن اگر کوئی اور علاج نہیں تو پھر تداوی بالمحرمت کو جائز ہونا چاہیے لأن الضرورة تبيح المحظورة (۹۱)

(۸۶) الحدیث أخرجه أبو داؤد فی کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة: ۲/۳ (رقم الحدیث: ۳۸۷۳)

(۸۷) الحدیث أخرجه أبو داؤد فی کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة: ۲/۳ (رقم الحدیث: ۳۸۷۲)

(۸۸) الحدیث أخرجه أبو داؤد فی کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة: (رقم الحدیث: ۳۸۷۳) وأخرجه ابن ماجة فی کتاب الطب باب النهی أن یتداوی بالخمر (رقم الحدیث: ۳۵۰۰)

(۸۹) الحدیث أخرجه الطحاوی فی کتاب الطہارة، باب حکم بول مایؤکل لحمہ: ۱/۸۳

(۹۰) الحدیث أخرجه الهیثمی فی موارد الظمان، کتاب الطب، باب التداوی بالحرام: ۳۳۹ (رقم الحدیث: ۱۳۹۷)

(۹۱) عمدة القاری: ۱/۲۹۰، وفیض الباری: ۱/۳۲۹، وبذل المجہود: ۱۶/۱۹۹، ومعارف السنن: ۱/۲۷۸، وأمانی الأحبار: ۲/۱۱۵

۷ - باب : الحَبَّةِ السَّوْدَاءِ .

۵۳۶۳ : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ : حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِسْرَائِيلُ ، عَنْ مَنْصُورٍ ، عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ : خَرَجْنَا وَمَعَنَا غَالِبُ بْنُ أَبَجْرَ فَمَرَضَ فِي الطَّرِيقِ ، فَقَدِمْنَا الْمَدِينَةَ وَهُوَ مَرِيضٌ ، فَعَادَهُ ابْنُ أَبِي عَتِيقٍ ، فَقَالَ لَنَا : عَلَيْكُمْ بِهَذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ ، فَخَذُوا مِنْهَا خَمْسًا أَوْ سَبْعًا فَاسْحَقُوهَا ، ثُمَّ أَقْطَرُوهَا فِي أَنْفِهِ بِقَطْرَاتِ زَيْتٍ ، فِي هَذَا الْجَانِبِ وَفِي هَذَا الْجَانِبِ ، فَإِنَّ عَائِشَةَ حَدَّثَتْنِي : أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ هَذِهِ الْحَبَّةَ السَّوْدَاءَ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ ، إِلَّا مِنَ السَّامِ) . قُلْتُ : وَمَا السَّامُ ؟ قَالَ : الْمَوْتُ .

۵۳۶۴ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ : حَدَّثَنَا اللَّيْثُ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ وَسَعِيدُ بْنُ الْمُسَيْبِ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُمَا : أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (فِي الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ ، إِلَّا السَّامَ) . قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : وَالسَّامُ الْمَوْتُ ، وَالْحَبَّةُ السَّوْدَاءُ : الشُّونِيزُ .

کلو نجی کے فوائد

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار نقل فرمائی ہے، حضرت خالد بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم لوگ چلے، ہمارے ساتھ غالب بن ابجر بھی تھے، وہ راستہ میں بیمار ہو گئے، ہم مدینہ پہنچے اور وہ اسی طرح بیمار تھے، ابن ابی عتیق ان کی عیادت کے لیے آئے، تو ہم سے کہا کہ تم اس چھوٹے سے سیاہ دانے (کلو نجی) کو اختیار کرو، اس کے پانچ یا سات دانے لے کر انہیں گھسو، پھر روغن کے چند قطروں کے ساتھ اسے اس کی ناک میں اس جانب اور اس جانب پکادو کیونکہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ یہ سیاہ دانہ (کلو نجی) بجز سام کے تمام

(۵۳۶۳) الحدیث أخرجه مسلم في كتاب السلام، باب التداوي بالحبة السوداء، (رقم الحديث: ۲۲۱۵)

وأخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ماجاء في الحبة السوداء: ۳/۳۸۵ (رقم الحديث: ۲۰۴۱)، و

أخرجه النسائی في كتاب الطب، باب الدواء بالحبة السوداء: ۳/۳۷۳ (رقم الحديث: ۷۵۷۸)،

وأخرجه ابن ماجه في كتاب الطب، باب الحبة السوداء: ۲/۱۱۴۱، (رقم الحديث: ۳۴۴۷)

امراض کا علاج ہے، میں نے پوچھا سام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا موت
دوسری روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
کلو نجی ہر بیماری کا علاج ہے، سوائے سام یعنی موت کے۔

علامہ طبیبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگرچہ حدیث کا مفہوم عام ہے لیکن یہ خاص طور پر انہی امراض
میں زیادہ فائدہ مند ہے جو رطوبت اور بلغم سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ کلو نجی کی تاثیر خشک اور گرم ہوتی ہے،
اس لیے ان امراض کو دفع کرتی ہے جو اس کی ضد ہیں۔

بعض علماء نے کہا کہ کلو نجی تمام بیماریوں کے لیے مفید ہے، بعض امراض میں منفرد اور بعض
بیماریوں میں مرکب..... بایں طور کہ اس کو کسی بھی دوا میں خاص مقدار اور مناسب ترکیب کے ساتھ
شامل کیا جائے تو اس کے صحت بخش اثرات ظاہر ہوتے ہیں (☆۹۲)۔

ساحب سفر السعاده نے لکھا ہے کہ اکابر و مشائخ کا معمول رہا ہے کہ وہ تمام امراض میں کلو نجی کو
بطور دوا استعمال کرتے رہے ہیں (۹۲)

حکیم ابن سینا نے طب کی مشہور کتاب ”القانون“ میں کلو نجی کے فوائد لکھے ہیں کہ یہ بلغم ختم
کرتی ہے، نفخ شکم کے لیے مفید ہے، جسم پر نکلنے والے تل اور برص وغیرہ کو قطع کرتی ہے، درد سر کے لیے
بھی مفید ہے، سر کہ وغیرہ میں اسے ڈال دیا جائے اور اگلے دن پیس کر اسے سونگھا جائے تو درد سر جاتا رہتا
ہے، دانتوں کے درد میں بھی فائدہ مند ہے (۹۳)، جدید اطباء نے اسے بلڈ پریشر کے لیے بھی مفید قرار دیا
ہے (۹۴)

رجال سند کی وضاحت

پہلی روایت کی سند میں امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ الشیخ ”عبید اللہ“ ہیں، ان کے والد کا نام ذکر

(۹۲) دیکھیے مظاهر حق شرح مشکوٰۃ، کتاب الطب: ۲۵۹/۴

(☆۹۲) دیکھیے شرح الطیبی شرح مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الطب: ۲۹۷، وفتح الباری: ۱۰/۱۷۸

(۹۳) القانون لابن سینا: ۱/۲۳۷

(۹۴) دیکھیے الطب و العلم الحدیث: ۳/۲۶۵

نہیں کیا، اس سے عبید اللہ بن موسیٰ مراد ہیں جو مشہور راوی ہیں اور کوفہ کے رہنے والے ہیں (۹۵) پہلی روایت خالد بن سعد سے ہے، خالد بن سعد کی صحیح بخاری میں صرف یہی ایک حدیث ہے، ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے، امام نسائی اور ابن ماجہ نے بھی ان سے روایات نقل کی ہے، یحییٰ بن معین، علامہ ذہبی اور حافظ ابن حجر نے ان کی توثیق کی ہے (۹۶)

غالب بن ابجر صحابی ہیں، ابجر احمد کے وزن پر ہے، غالب بن ابجر کے تفصیلی حالات نہیں ملتے ہیں، علامہ مزی رحمہ اللہ نے ”تہذیب الکمال“ میں لکھا ہے کہ ان سے صرف دو حدیثیں منقول ہیں، حمر اہلیہ کے متعلق ان کی ایک حدیث مشہور ہے جس کے الفاظ ہیں: ”قلت یا رسول اللہ لم یبق من مالی ما أطعمہ اہلی إلا حمری، فقال: أطعمہ اہلک من سمن مالک“، علامہ ابن عبدالبر نے الاستیعاب، حافظ ابن حجر نے الإصابة اور علامہ ابن اثیر نے اسد الغابة میں ان کا تذکرہ کیا ہے، صحیح بخاری میں صرف اسی ایک جگہ ان کا ذکر ہے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ان کی حروالی حدیث نقل فرمائی ہے۔ (۹۷)

فعادہ ابن ابی عتیق

ابن ابی عتیق کا نام عبد اللہ ہے، یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے ہیں، ان کے والد محمد بن عبدالرحمن بن ابی بکر صدیقؓ ہیں (۹۸)

(۹۵) فتح الباری: ۱۰/۱۷۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۸

(۹۶) فتح الباری: ۱۰/۱۷۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۶، ان کے حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال: ۸/۷۹-۹۰

(رقم الترجمة: ۱۶۱۶) وأسماء الدارقطنی، الترجمة: ۲۷۰، وتہذیب التہذیب: ۳/۹۴، ومقدمة الفتح: ۳۹۸،

ودیوان الضعفاء الترجمة: ۱۴۱۵

(۹۷) مذکورہ تفصیل اور ان کے مختصر حالات کے لیے دیکھیے تہذیب الکمال: ۲۳/۸۲ (رقم الترجمة: ۴۶۷۶)

والإصابة: ۳/الترجمة: ۶۹۰۴، وأسد الغابة: ۳/۱۶۷، والاستیعاب لابن عبدالبر: ۳/۱۲۵۲، ومعجم الطبرانی

الکبیر: ۱۸/۲۶۵، وثقات ابن حبان: ۳/۳۲۷۔

(۹۸) فتح الباری: ۱۰/۱۷۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۴/۴۱۸

الحبة السوداء: الشونیز

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چونکہ اس زمانے میں شونیز زیادہ مشہور تھا، اس لیے حبة سودا کی تفسیر شونیز سے کی گئی، لیکن اب ”حبة سوداء“ زیادہ مشہور ہے اور شونیز غیر معروف ہے (۹۹)

۸- باب : التَّلبِیْنَةُ لِلْمَرِیضِ .

۵۳۶۶/۵۳۶۵ : حَدَّثَنَا حَبَّانُ بْنُ مُوسَى : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا يُونُسُ بْنُ يَزِيدَ ، عَنْ عُقَيْلٍ ، عَنْ ابْنِ شِهَابٍ ، عَنْ عُرْوَةَ ، عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلبِیْنِ لِلْمَرِیضِ وَوَلِلْمَحْزُونِ عَلَى الْهَالِكِ ، وَكَانَتْ تَقُولُ : إِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ يَقُولُ : (إِنَّ التَّلبِیْنَةَ تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِیضِ ، وَتَذْهَبُ بَعْضَ الْحُزَنِ) .

(۵۳۶۶) : حَدَّثَنَا فَرُوقُ بْنُ أَبِي الْمَعْرَاءِ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسَهِّرٍ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ عَائِشَةَ : أَنَّهَا كَانَتْ تَأْمُرُ بِالتَّلبِیْنَةِ وَتَقُولُ : هُوَ الْبَغِیضُ النَّافِعُ . [ر : ۵۱۰۱]

تلبینہ دودھ، شہد اور جو یا گندم سے بنایا جاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مریض کے لیے اور مرنے والے پر غمزدہ شخص کے لیے تلبینہ بنانے کا حکم دیتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ تلبینہ مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے اور غم کو دور کرتا ہے۔

یہاں حدیث باب میں ہے تُجِمُّ فُؤَادَ الْمَرِیضِ : مریض کے دل کو راحت پہنچاتا ہے، أَجَمَّ

إِجْمَامًا کے معنی راحت پہنچانے کے ہیں، کتاب الأطعمہ کی روایت میں ہے، فَإِنَّهَا مُجِمَّةٌ (۱۰۰)

مسند احمد اور سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے ”علیکم بالبعیض النافع: التلبینة یعنی

الحساء“ (۱۰۱)

اور نسائی کی روایت میں ہے ”والذی نفس محمد بیدہ إنها تغسل بطن أحدکم کما

(۹۹) فتح الباری: ۱۰/۱۷۹، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۷

(۱۰۰) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمہ ، باب التلبینة: (رقم الحدیث: ۵۱۰۱)

(۱۰۱) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمہ ، باب التلبینة: ۲/۱۱۴۰ (رقم الحدیث: ۳۳۴۶)

یغسل أحدكم الوسخ عن وجهه بالماء“ (۱۰۲)

اور سنن ترمذی کی روایت میں ہے ”کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا أخذ أهله الوعك، أمر بالحساء، فصنع، ثم أمرهم، فحسوا منه، ثم قال: إنه یرتو فؤاد الحزین، ویسرو عن فؤاد السقیم كما تسرو إحدانا عن الوسخ عن وجهها بالماء“ (۱۰۳)

وتقول: هو البغیض النافع

بغیض بروزن عظیم، بغض سے ہے، فعیل بمعنی مفعول ہے، یعنی بیمار اس کو ناپسند کرتا ہے لیکن وہ بیمار کے لیے نافع ہوتا ہے۔

مریض کی طبیعت دودھ وغیرہ اور دوسری نرم غذاؤں سے اکتا جاتی ہے، تلبینہ بھی وہ شوق سے نہیں کھاتا، لیکن وہ اس کے لیے مفید ہوتا ہے، اس لیے اسے بغیض نافع کہا گیا۔

۹ - باب : السَّعُوطِ .

۵۳۶۷ : حَدَّثَنَا مُعَلَّى بْنُ أَسَدٍ : حَدَّثَنَا وَهَيْبٌ ، عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ ، عَنْ أَبِيهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَحْتَجِمَ وَأَعْطَى الْحَجَّامَ أَجْرَهُ ، وَأَسْتَعَطَ .

[ر : ۱۹۹۷]

سَعُوط (سین کے زبر کے ساتھ بروزن صبور)، اس دوا کو کہتے ہیں جو ناک میں ڈالی جاتی ہے،

سَعَط: باب فتح اور نصر دونوں سے آتا ہے، سعطه الدواء: مریض کی ناک میں دوا ڈالنا۔

حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپنے لگوائے اور چھپنے لگانے والے

شخص کو اجرت دی اور ناک میں دوا ڈالی، علامہ قسطلانی رحمہ اللہ استعط کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱۰۲) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الأطعمة ، باب التلبينة: ۳/۳۷۲ (رقم الحدیث: ۷۵۷۶)

(۱۰۳) الحدیث أخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فیما يطعم المریض: ۳/۳۸۳ (رقم الحدیث:

استعظ: استعمل السعوط بأن استلقى على ظهره، وجعل بين
كتفيه ما يرفعهما، لينحدر رأسه الشريف، وقطر في أنفه ما تدأوى به، ليصل
إلى دماغه، ليخرج ما فيه من الداء بالعطاس (۱۰۴)

یعنی ناک میں ڈالی جانے والی دوا آپ نے اس طرح استعمال کی کہ آپ چپت
لیٹ گئے، دونوں کندھوں کے درمیان کوئی ایسی چیز رکھ دی کہ وہ بلند ہو گئے اور
سر مبارک زمین کی طرف جھک گیا، پھر ناک میں دماغ تک پہنچانے کے لیے دوا اٹپکائی
گئی تاکہ چھینک کے ذریعے بیمار جراثیم نکل جائیں۔

یہ حدیث کتاب الاجارة میں باب خراج الحجام کے تحت گزر چکی ہے (۱۰۵)

۱۰ - باب : السَّعُوطِ بِالْقُسْطِ الْهِنْدِيِّ وَالْبَحْرِيِّ .

وَهُوَ الْكُسْتُ ، مِثْلُ الْكَافُورِ وَالْقَافُورِ ، مِثْلُ « كُسِطَتْ » / التَّكْوِيرُ : ۱۱ / وَقُسِطَتْ :
نَزَعَتْ ، وَقَرَأَ عَبْدُ اللَّهِ : قُسِطَتْ .

۵۳۶۸ : حَدَّثَنَا صَدَقَةُ بْنُ الْفَضْلِ : أَخْبَرَنَا أَبُو عِيْنَةَ قَالَ : سَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ ، عَنْ
عَبِيدِ اللَّهِ ، عَنْ أُمِّ قَيْسِ بِنْتِ مِحْصَنٍ قَالَتْ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ
الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ : يُسْتَعْظُ بِهِ مِنَ الْعُذْرَةِ ، وَيُلْدُّ بِهِ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ) . وَدَخَلْتُ
عَلَى النَّبِيِّ ﷺ بِأَبْنِ لِي لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ ، فَبَالَ عَلَيْهِ ، فَدَعَا بِمَاءٍ فَرَشَّ عَلَيْهِ .

[۵۳۸۳ ، ۵۳۸۵ ، ۵۳۸۸]

(۱۰۴) فتح الباری: ۱۰/۱۸۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۸، إرشاد الساری: ۱۴/۲۲۱

(۱۰۵) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الإجارة، باب خراج الحجام (رقم الحدیث: ۱۹۲۷)

(۵۳۶۸) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب اللدود: ۵/۲۱۵۹ (رقم الحدیث: ۵۳۸۳)
وأخرجه فی باب العذوة أيضاً: ۵/۲۱۶۰، (رقم الحدیث: ۵۳۸۵) وأخرجه أيضاً فی باب ذات الجنب: ۵/
۲۱۶۱ (رقم الحدیث: ۵۳۸۸) وأخرجه مسلم فی کتاب الطب ، باب التدوی بالعود الهندی وهو
الکست: (رقم الحدیث: ۲۲۱۴) وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الدواء بالقسط یسعط من
العذرة: ۳/۳۷۴ (رقم الحدیث: ۷۵۸۳) وأخرجه أبوداود فی کتاب الطب، باب فی السعوط: ۶/۳
(رقم الحدیث: ۳۸۶۷) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب دواء ذات الجنب: ۲/۱۱۳۸ (رقم
الحدیث: ۳۳۶۸)

اس باب کے تحت میں چند باتیں ذہن نشین کر لیں:

① پہلی بات لفظ قسط کے تلفظ سے متعلق ہے، یہ قاف کے ضمہ اور سین کے سکون کے ساتھ ہے اور اسے کست کاف کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے، قاف اور کاف چونکہ قریب المخارج حروف ہیں، اس لیے ایک حرف کو دوسرے سے تبدیل کیا جاسکتا ہے (۱۰۶) اسی طرح آخر میں طاء کو تاء سے تبدیل کر دیا گیا ہے، کیونکہ طاء اور تا بھی قریب المخارج حروف ہیں، عرب قریب المخارج حروف کو ایک دوسرے سے تبدیل کیا کرتے ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اس کی دو مثالیں مزید دی ہیں، ایک کافور اور قافور، اسے کاف اور قاف دونوں سے پڑھنا درست ہے اور دوسری مثال کشطت اور قشطت ہے، یہ کلمہ سورۃ تکویر کی آیت نمبر گیارہ میں ہے ﴿وَإِذَا السَّمَاءُ كَشَطَتْ﴾ کشطت نزعت کے معنی میں ہے، اس میں مشہور قراءت تو کشطت کاف کے ساتھ ہے لیکن حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے قشطت قاف کے ساتھ بھی ایک قراءت مروی ہے، کاف اور قاف چونکہ قریب المخارج حروف ہیں، اس لیے ایک کو دوسرے سے تبدیل کرنے کی گنجائش ہے۔

عود ہندی سے کیا مراد ہے؟

② دوسری بات قسط کے مصداق سے متعلق ہے، قسط کو عود ہندی اور عود بحری بھی کہتے ہیں لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ ایک عود ہندی مشہور لکڑی ہے جس کو اردو میں ”اگر“ کہتے ہیں جو خوشبو وغیرہ کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور جس کا عطر عود مشہور ہے، یہاں حدیث میں قسط اور عود ہندی سے وہ خوشبودار لکڑی مراد نہیں۔

اسی طرح ایک ”قسط اظفار“ ہوتا ہے جس کا ذکر کتاب الطلاق میں باب القسط للحاد کے تحت گذر چکا ہے، وہ بھی ایک خوشبو کا نام ہے، حدیث میں قسط سے وہ قسط اظفار بھی مراد نہیں (۱۰۷)۔

(۱۰۶) فتح الباری: ۱۰/۱۸۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۹، إرشاد الساری: ۱۳/۲۲۱

(۱۰۷) فتح الباری: ۱۰/۱۸۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۹

بلکہ یہ ایک اور مفید جڑی کا نام ہے جس کو اردو میں کوٹ کہتے ہیں، اس کی عموماً دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک سفید اور دوسری سیاہ، سفید کو عود بحر یا قسط بحر بھی کہتے ہیں اور سیاہ کو عود ہندی کہتے ہیں، عود ہندی کی تاثیر، عود بحر کے مقابلے میں زیادہ گرم ہے (۱۰۸)، دونوں کی تاثیر گرم و خشک ہے۔ بحر کی طرف اس کی نسبت اس لیے کی جاتی ہے کہ یہ لکڑی دوسرے علاقوں سے بحر اور سمندری راستے سے عرب پہنچتی تھی، اس لیے بحر کی طرف اس کی نسبت کی جانے لگی (۱۰۹)

عود ہندی کے فوائد

③ تیسری بات اس لکڑی کے فوائد سے متعلق ہے، اطباء نے اس کے بڑے فوائد لکھے ہیں، مثلاً نفاس والی عورت اس کی دھونی لے تو رکا ہوا فاسد خون جاری ہو جاتا ہے، مضر جراثیم کو یہ دور کرتی ہے، دماغ، گردے اور جگر کو قوت دیتی ہے، ریاح کو تحلیل کرتی ہے، دماغی بیماریوں جیسے فالج، لقوہ اور ریشہ کے لیے مفید ہے، پیٹ کے کیڑے باہر نکالتی ہے، اس کا لیپ کرنے سے بدن سے چھائیاں اور چھپ جاتی رہتی ہے، زکام کی حالت میں اس کی دھونی لینا بہترین علاج ہے، نیز اس کی دھونی سے سحر و جاود کے اثرات بھی جاتے رہتے ہیں (۱۱۰)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے پہلے باب میں سَعُوَط (سین کے فتح کے ساتھ) کا ذکر کیا یعنی وہ دوا جو ناک میں ڈالی جاتی ہے اور اس باب میں سَعُوَط (سین کے ضمہ کے ساتھ) لائے، سَعُوَط مصدر ہے بمعنی ناک میں دوا ڈالنا، اس میں اس دوا کی تصریح کر دی جس کا ناک میں ڈالنے کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کرتے تھے یعنی عود ہندی اور بحر۔

باب میں جو حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے، یہ اس سے پہلے نہیں آئی ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے یہاں اسے پہلی بار ذکر کیا ہے۔

(۱۰۸) فتح الباری: ۱۰/۱۸۲، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۹

(۱۰۹) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۹، إرشاد الساری: ۱۴/۳۲۲

(۱۱۰) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

علیکم بهذا العود الهندی..... یعنی تم اس عود ہندی کو اختیار کرو اور استعمال کرو۔

فإن فیہ سبعة أشفیة

اس لیے کہ اس میں سات شفا ہیں، اشفیة شفاء کی جمع ہے جیسے ادویۃ دواء کی جمع ہے، اس کی جمع الجمع اشاف آتی ہے (۱۱۱)

یستعط بہ من العُدرة

یعنی عذره بیماری کے علاج کے لیے اس کو ناک میں ڈالا جاتا ہے، عذره (عین کے ضمہ اور ذال کے سکون کے ساتھ) حلق کی بیماری ہوتی ہے جو بچوں کو لاحق ہوتی ہے، بچوں کے تالو کے قریب ورم آجاتا ہے، یہ عموماً خون کے ہیجان کی وجہ سے ہوتا ہے (۱۱۲) عود ہندی کو استعمال کرنے سے یہ بیماری جاتی رہتی ہے، عود ہندی کی تاثیر چونکہ گرم اور خشک ہے اور عذره بیماری رطوبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لیے یہ اس کے لیے مفید ہے (۱۱۳)

و یُلدُّ بہ من ذات الجنب

یُلدُّ فعل مجہول کا صیغہ ہے، لَدُوْد: منہ میں دوا اڑکانے کو کہتے ہیں، ذات الجنب، ہر اس درد کو کہتے ہیں جو انسان کے پہلو میں اٹھے، یہ درد بسا اوقات گیس کے جمع ہونے سے پیدا ہوتا ہے (۱۱۴)، عود ہندی کے استعمال سے اس میں افاقہ ہوتا ہے۔

دوا اشکال اور ان کے جوابات

یہاں حدیث میں ہے کہ عود ہندی سات بیماریوں کے لیے شفا ہے، جب کہ اطباء نے سات سے

زائد بیماریوں کے لیے اس کو شفا قرار دیا ہے (۱۱۵)

(۱۱۱) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۴/۴۲۲

(۱۱۲) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۹، إرشاد الساری: ۱۴/۴۲۲

(۱۱۳) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۴/۴۲۲

(۱۱۴) إرشاد الساری: ۱۴/۴۲۲

(۱۱۵) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

① بعض شرح نے اس کا جواب دیا کہ سات بیماریوں کے لیے اس میں شفا ہونا وحی کے ذریعے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا ذکر فرمایا اور بقیہ بیماریوں کے لیے شفا ہونا اطباء کو ان کے تجربہ سے معلوم ہوا (۱۱۶)

② دوسرا جواب یہ دیا گیا کہ سات بیماریوں کے لیے چونکہ یہ بہت زیادہ مفید اور مؤثر ہے، اس لیے سات کا ذکر فرمایا اور بقیہ کے لیے مفید تو ہے لیکن اس قدر نہیں (۱۱۷)

ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سات بیماریوں کے لیے شفاء ہے، جب کہ آگے حدیث میں صرف دو بیماریوں کا ذکر ہے اور بقیہ پانچ کا ذکر نہیں ہے (۱۱۸)

① اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ ہو سکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کا ذکر فرمایا ہو لیکن راوی نے اختصاراً صرف دو کا ذکر کر دیا اور راوی اس طرح کا اختصار کرتے رہتے ہیں (۱۱۹)

② اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ بقیہ پانچ بیماریوں کے لیے اس کا شفا ہونا لوگوں میں مشہور ہوگا، البتہ ان دو کے لیے اس کا شفا ہونا لوگوں میں غیر مشہور تھا، اس لیے ان دو کا ذکر فرمایا اور بقیہ پانچ کا تذکرہ نہیں فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں تھی (۱۲۰)

③ اور مذکورہ دونوں اشکالوں کا ایک جواب یہ بھی دیا گیا کہ یہاں سات سے عدد معین مراد نہیں، بلکہ کثرت مراد ہے اور عربی زبان میں سات کا عدد کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے، لہذا حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ عود ہندی کئی بیماریوں کے لیے باعث شفا ہے اور ان میں سے دو کا آپ نے ذکر فرمایا (۱۲۱)

④ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سب سے علاج کے سات اصول مراد ہوں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

”ویحتمل أن تكون السبعة أصول صفة التداوی بها، لأنها طلاء،“

(۱۱۶) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۱۷) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۱۸) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۴/۴۲۲

(۱۱۹) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۴/۴۲۲

(۱۲۰) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۲۱) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

أو شرب، أو تكميد، أو تنطيل، أو تبخير، أو سعو ط، أو لدود، فالطلاء يدخل في السراهم، ويحلى بالزيت، ويلطخ، وكذا التكميد، والشرب يسحق، ويجعل في غسل أو ماء أو غيرهما، وكذا التنطيل، والسعو ط يسحق في زيت، ويقطر في الأنف، وكذا الدهن، والتبخير واضح، وتحت كل واحدة من السبعة منافع لأدوا مختلفة، ولا يستغرب ذلك ممن أوتي جوامع الكلم“ (۱۲۲)

یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ سات سے علاج کے سات اصول مراد ہوں اس لیے کہ علاج میں دواسات طریقوں سے استعمال کی جاتی ہے۔

① دو ایلی جاتی ہے ② یاپی جاتی ہے ③ یا اس سے سکائی کی جاتی ہے ④ یا اس کے چھینٹے مارے جاتے ہیں ⑤ یا اس کی دھونی دی جاتی ہے ⑥ یا ناک میں ڈالی جاتی ہے ⑦ یا منہ میں ڈالی جاتی ہے، کلو نجی مذکورہ سات طریقوں سے استعمال کی جاسکتی ہے، اسے مرہم میں شامل کیا جاسکتا ہے پس کر اس کو پیا جاسکتا ہے، زیتون کے تیل میں پس کر اسے ناک اور منہ میں پڑکایا جاسکتا ہے، اس کی دھونی لینا تو بالکل واضح ہے۔
تو کلو نجی میں سات شفا ہیں کا مطلب یہ ہے کہ مختلف بیماریوں کے لیے اسے سات طریقوں سے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ودخلت على النبي صلى الله عليه وسلم بابن لى لم يأكل الطعام، فبال عليه فدعا

بماء فرش عليه

یہ حدیث کتاب الطہارۃ میں باب بول الصبیان کے تحت گذر چکی ہے (۱۲۳) حضرت ام قیس بنت محسن رضی اللہ عنہا اپنا چھوٹا بیٹا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائیں، حضور نے اسے اپنی گود میں بٹھایا تو اس نے پیشاب کر دیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوایا اور پیشاب کی جگہ پر اسے چھڑکا۔

(۱۲۲) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

(۱۲۳) الحدیث أخرجه البخاری فی کتاب الوضوء، باب بول الصبیان: ۱/۹۰ (رقم الحدیث: ۲۲۱)

۱۱ - باب : أَيَّ سَاعَةٍ يَحْتَجِمُ .

وَأَحْتَجِمَ أَبُو مُوسَى لَيْلًا .

۵۳۶۹ : حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ : حَدَّثَنَا أَيُّوبُ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ

أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ : أَحْتَجِمَ النَّبِيُّ ﷺ وَهُوَ صَائِمٌ . [ر : ۱۷۳۸]

ترجمۃ الباب کا مقصد

ساعت سے یہاں مطلقاً وقت مراد ہے، اصطلاحی گھنٹہ مراد نہیں ہے، اس ترجمۃ الباب کے دو

مطلب اور مقصد بیان کیے گئے ہیں:

① امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ احتجام یعنی سینگی اور کچھنے لگانے کے لیے کوئی وقت مقرر

نہیں، جب بھی ضرورت ہو بغیر کسی کراہت کے کچھنے لگائے جاسکتے ہیں (۱۲۴)

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تعلق ذکر کی

کہ انہوں نے رات کے وقت کچھنے لگائے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت نقل

کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھنے لگوائے اس حال میں آپ روزے سے تھے یعنی دن کے وقت

کچھنے لگوائے، معلوم ہوا کچھنے دن اور رات کسی بھی وقت لگائے جاسکتے ہیں اور اس کے لیے کوئی وقت

متعین نہیں ہے (۱۲۵)

② بعض حضرات نے کہا کہ امام بخاری رحمہ اللہ ان روایات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن میں

کچھنے لگانے کی تاریخ اور وقت بتایا گیا ہے، وہ روایات چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس

لیے انہیں ذکر نہیں کیا (۱۲۶)

مثلاً سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”من احتجم لسبع عشرة

(۱۲۴) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۲۳

(۱۲۵) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۲۳

(۱۲۶) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳

وتسع عشرة، وإحدى وعشرين، كان شفاء من كل داء“ (۱۲۷)

سنن ترمذی میں حضرت انسؓ کی حدیث ہے ”إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يحتجم في الأخدعين والكاهل، وكان يحتجم لسبع عشرة وتسع عشرة، وإحدى وعشرين“ (۱۲۸) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

سنن ترمذی میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: نعم العبد الحجام يذهب بالدم، وينخف الصلب، ويجلو عن البصر، وإن خير ما تحتجمون فيه: يوم سبعة عشرة، ويوم تسعة عشرة، ويوم إحدى وعشرين“ (۱۲۹)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے ”الحجامة تزيد في الحفظ وفي العقل، وتزيد الحافظ حفظًا، فعلى اسم الله يوم الخميس، ويوم الجمعة، ويوم السبت، ويوم الأحد، ويوم الاثنين، ويوم الثلاثاء، ولا تحتجموا يوم الأربعاء، فما ينزل من جنون ولا جذام ولا برص إلا ليلة الأربعاء“ (۱۳۰)

أبو داود کی ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منگل کے دن چھپنے لگوانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے ”يوم الثلاثاء يوم الدم، وفيه ساعة لا يرقأ فيها“ (☆۱۳۰) یعنی منگل کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ اس میں (جاری ہونے والا) خون نہیں رکتا۔

ان احادیث میں دن اور تاریخ دونوں بتائے گئے ہیں کہ سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو چھپنے لگانا زیادہ بہتر ہے، اسی طرح جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اتوار اور پیر کے دن لگانے چاہیں، بدھ اور ایک روایت میں منگل کے دن کی ممانعت آئی ہے، امام بخاریؒ کی شرط پر چونکہ یہ احادیث نہیں تھیں، اس لیے انہوں نے

(۱۲۷) الحدیث أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب حتى تستحب الحجامة: ۴/ ۴ (رقم الحدیث: ۳۸۶۱)

(۱۲۸) الحدیث أخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ماجاء في الحجامة: ۴/ ۳۹۰ (رقم الحدیث: ۲۰۵۱)

(۱۲۹) الحدیث أخرجه الترمذی في كتاب الطب، باب ماجاء في الحجامة: ۴/ ۳۹۰ (رقم الحدیث: ۲۰۵۲)

(۱۳۰) عمدة القاری: ۲۱/ ۲۴۰

(☆۱۳۰) سنن أبي داود، كتاب الطب: ۴/ ۵، باب متى تستحب الحجامة (رقم الحدیث: ۳۸۶۲)

انہیں ذکر نہیں کیا، تاہم ترجمۃ الباب سے ان احادیث کی طرف اشارہ مقصود ہے، علامہ قسطلانیؒ لکھتے ہیں:

”و عند الأطباء أن أنفع الحجامة ما يقع في الساعة الثانية أو الثالثة، وأن لا يقع عقب استفراغ من حمام أو جماع ولا عقب شبع ولا جوع، وإنها تفعل في النصف الثاني من الشهر، ثم في الربع الثالث من أرباعه أنفع من أوله وآخره، لأن الأخطا في أول الشهر تهيج وفي آخره تسكن فأولى ما يكون الاستفراغ في اثنا عشر“ (۱۳۱)

یعنی دن کے دوسرے تیسرے حصے میں کچھنے لگانا، اطباء کے نزدیک بہتر ہے، غسل، جماع کے بعد صحیح نہیں، اسی طرح زیادہ بھوک یا زیادہ شکم سیری کی حالت میں بھی ٹھیک نہیں، مہینہ کے آخری پندرہ دنوں میں لگائے جائیں، چودہ تاریخ سے لے کر ۲۳ تاریخ تک کے دن سب سے زیادہ مناسب ہیں کیونکہ جسم کے اخلاط میں (خون، سودا، صفر اور بلغم) مہینے کی ابتدا میں ہیجان ہوتا ہے جب کہ مہینے کے آخر میں یہ ساکن ہوتے ہیں اس لیے درمیان کا عرصہ بہتر ہے کیونکہ وہ اخلاط کے اعتدال کا زمانہ ہوتا ہے۔“

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ بن قیس ہے (۱۳۲)

ان کی یہ تعلیق ابن ابی شیبہ نے موصولاً نقل فرمائی ہے (۱۳۳)

باب کی آخری حدیث اسی سند اور متن کے ساتھ، کتاب الصوم میں ”باب الحجامة والقی“

کے تحت گذر چکی ہے۔

(۱۳۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۰، إرشاد الساری: ۱۴/۲۲۳

(۱۳۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۰، إرشاد الساری: ۱۴/۲۲۳

(۱۳۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۰

۱۲ - باب : الْحَجْمُ فِي السَّفَرِ وَالْإِحْرَامِ .

قَالَ أَبُو بَحِينَةَ ، عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . [ر : ۱۷۱۶]

۵۳۷۰ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا سُهَيْبَانٌ ، عَنْ عَمْرِو ، عَنْ طَاوُسٍ ، وَعَطَاءٍ ، عَنْ أَبِي

عَبَّاسٍ قَالَ : أَحْتَجِمُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ . [ر : ۱۷۳۸]

سفر اور احرام کی حالت میں کچھنے لگوائے جاسکتے ہیں۔

قاله ابن بھینة عن النبي صلى الله عليه وسلم

ابن بھینہ کا نام عبد اللہ بن مالک بن قشب ہے، بھینہ ان کی والدہ کا نام ہے (۱۳۳) ان کی یہ

حدیث آگے موصولاً آرہی ہے۔

حدیث باب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کی حالت میں کچھنے لگوائے۔

یہ حدیث کتاب الحج میں ”باب الحجامة للمحرم“ کے تحت گزر چکی ہے۔

۱۳ - باب : الْحِجَامَةُ مِنَ الدَّاءِ .

۵۳۷۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا حُمَيْدُ الطَّوِيلُ ، عَنْ أَنَسِ

رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ : أَنَّهُ سئِلَ عَنْ أَجْرِ الْحِجَامِ ، فَقَالَ : أَحْتَجِمُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، حَجْمَهُ أَبُو طَيْبَةَ ،

وَأَعْطَاهُ صَاعَيْنِ مِنْ طَعَامٍ ، وَكَلَّمَ مَوَالِيَهُ فَخَفَّفُوا عَنْهُ . وَقَالَ : (إِنَّ أَمْثَلَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ ،

وَالْقِسْطُ الْبَحْرِيُّ) . وَقَالَ : (لَا تَعْدُبُوا صِبْيَانَكُمْ بِالْعَمْرِ مِنَ الْعُدْرَةِ . وَعَلَيْكُمْ بِالْقِسْطِ) .

[ر : ۱۹۹۶]

۵۳۷۲ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ تَلَيْدٍ قَالَ : حَدَّثَنِي أَبُو وَهْبٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَمْرُو وَغَيْرُهُ :

أَنَّ بُكَيْرًا حَدَّثَهُ : أَنَّ عَاصِمَ بْنَ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ حَدَّثَهُ : أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا :

دَعَا الْمُقَنَّعَ ثُمَّ قَالَ : لَا أَبْرَحُ حَتَّى تَحْتَجِمَ ، فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : (إِنَّ فِيهِ شِفَاءً) .

[ر : ۵۳۵۹]

اس باب میں بیماری کے سبب چھپنے لگانے کا بیان ہے، روایت میں ہے کہ حضرت انسؓ سے چھپنے لگانے والے کی اجرت کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپنے لگوائے، ابو طیبہ نے انہیں چھپنے لگائے تھے اور آپ نے ان کو دو صاع غلہ دیا تھا اور ان کے مالکوں سے (روزانہ لی جانے والی رقم میں) تخفیف کے متعلق گفتگو کی تو انہوں نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ بہترین علاج جو تم کرتے ہو وہ چھپنے لگوانا اور قسط بخری ہے اور فرمایا کہ عذرہ بیماری میں اپنے بچوں کا تالودبا کر تکلیف نہ دو بلکہ قسط استعمال کیا کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ مفتح کی عیادت کرنے لگے تو کہا کہ میں اس وقت تک نہیں جاؤں گا جب تک تم چھپنے نہ لگواؤ، اس لیے کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس میں شفا ہے۔

ابو طیبہ کے جس غلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپنے لگوائے تھے، ان کا نام نافع تھا (۱۳۵)، ان کے آقا محیصہ بن مسعود تھے، مولی جمع کا صیغہ مجازاً استعمال کیا ہے (۱۳۶)

أمثل ماتدوا یتم..... أمثل بمعنی افضل ہے (۱۳۷)

لا تعذبوا صبیانکم بالغمز من العذرة
عَمَز: دبانے کو کہتے ہیں، بچوں کو جب حلق کی یہ بیماری لاحق ہوتی تو عورتیں بچوں کا تالودبا تیں جس کی وجہ سے خون نکلتا، اس عمل میں بچے کو بڑی تکلیف اور مشقت اٹھانی پڑتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے بچوں کو اس طرح تکلیف مت دو، بلکہ عود ہندی کے ذریعہ اس بیماری کا علاج اختیار کرو۔

اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھپنے لگوانے کو بہترین علاج قرار دیا، کیونکہ چھپنے لگوانے سے جسم سے فاسد خون نکل جاتا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے، اس میں ہے ”ماکان أحد یشتکی إلی

(۱۳۵) فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۴۱، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۴

(۱۳۶) فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۴

(۱۳۷) عمدۃ القاری: ۲۱/۲۴۱، فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، إرشاد الساری: ۱۲/۴۲۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وجعا فی رأسہ، إلا قال: احتجم، ولا وجعا فی رجلیہ، إلا قال: اخضبہا“ (۱۳۸)

یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ کچھنے لگوانے میں دراصل مخصوص رگوں سے فاسد خون نکالا جاتا ہے، یہ ہر آدمی نہیں نکال سکتا، بلکہ کوئی ماہر اور تجربہ کار آدمی نکال سکتا ہے۔

اسی طرح جن لوگوں کے مزاج میں برودت زیادہ ہو اور حرارت نہ ہو، ان کے لیے کچھنے لگوانا زیادہ مفید نہیں رہتا، چنانچہ طبری نے سند صحیح کے ساتھ ابن سیرین رحمہ اللہ سے روایت نقل کی ہے ”إذا بلغ الرجل أربعین سنة لم یحتجم“ (۱۳۹)، علامہ ابن القیم زاد المعاد میں فرماتے ہیں:

”الحجامة فی الأزمان الحارة، والأمكنة الحارة، والأمزجة الحارة

التي دم أصحابها فی غاية النضج أنفع“ (۱۴۰)

عاد المقنع

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے مقنع کی عیادت کی، مقنع (نون مشدودہ مفتوحہ کے

ساتھ) تابعی ہیں (۱۴۱) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ”لأعرفه إلا فی هذا الحدیث“ (۱۴۲)

۱۴ - باب : الْحِجَامَةِ عَلَى الرَّأْسِ .

۵۳۷۳ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ قَالَ : حَدَّثَنِي سُلَيْمَانُ ، عَنْ عَلْقَمَةَ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ الرَّحْمَنِ

الْأَعْرَجَ : أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ بُحَيْنَةَ يُحَدِّثُ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحْتَجَمَ بِلَحْيِ جَمَلٍ مِنْ طَرِيقِ مَكَّةَ ، وَهُوَ مُحْرِمٌ ، فِي وَسَطِ رَأْسِهِ .

وَقَالَ الْأَنْصَارِيُّ : أَخْبَرَنَا هِشَامُ بْنُ حَسَّانَ : حَدَّثَنَا عِكْرِمَةُ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحْتَجَمَ فِي رَأْسِهِ . [ر : ۱۷۳۸ ، ۱۷۳۹]

(۱۳۸) الحدیث أخرجه أبو داود فی کتاب الطب، باب فی الحجامة: ۴/۴ (رقم الحدیث: ۳۸۵۸)

(۱۳۹) فتح الباری: ۱۰/۱۸۶، عمدة القاری: ۲۱/۲۴۱

(۱۴۰) زاد المعاد: ۴/۵۴، إرشاد الساری: ۱۴/۲۲۴

(۱۴۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۲، فتح الباری: ۱۰/۱۸۴، إرشاد الساری: ۱۴/۲۲۵

(۱۴۲) فتح الباری: ۱۰/۱۸۴، إرشاد الساری: ۱۴/۲۲۵

یہ ابن نخسینہ کی وہ روایت ہے جسے پہلے معلقاً ذکر کیا تھا اور اب یہاں موصولاً ذکر کیا، اس میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے راستے میں مقام لحي جمل میں سر مبارک میں چھپنے لگوائے، اس حال میں آپ محرم تھے۔

احتجم بلحي جمل

لحي جمل میں ایک قول تو یہ ہے کہ یہ جگہ کا نام ہے، مطلب یہ ہے اس مقام پر آپ نے چھپنے لگوائے تھے، اس صورت باء جارہ ”فی“ کے معنی میں ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ جمل سے اونٹ مراد ہے اور ”لحي“ داڑھ کو کہتے ہیں، تو لحي جمل سے چھپنے لگانے کا آلہ مراد ہے یعنی اونٹ کی ہڈی کے ذریعے وہ چھپنے لگائے گئے، اس صورت میں باء جارہ استعانت کے لیے ہے (۱۴۳)

علامہ عینی رحمہ اللہ نے پہلے قول کو ”معمد“ قرار دیا (۱۴۴)

وقال الأنصاري أخبرنا.....

انصاری سے محمد بن عبد اللہ بن المثنی بن عبد اللہ بن انس بن مالک مراد ہیں (۱۴۵) اس تعلق کو

امام بیہقی نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۴۶)، اس کے الفاظ ہیں: ”احتجم وهو محرم من صداع كان به

أوداء، واحتجم موضع يقال له: لحي جمل“ (۱۴۷)

۱۵ - باب : الْحَجْمُ مِنَ الشَّقِيقَةِ وَالصُّدَاعِ .

۵۳۷۴ : حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا أَبُو أَبِي عَدِيٍّ ، عَنْ هِشَامٍ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ،

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَحْتَجَمَ النَّبِيُّ ﷺ فِي رَأْسِهِ وَهُوَ مُحْرِمٌ ، مِنْ وَجَعٍ كَانَ بِهِ ، بِمَاءٍ يُقَالُ لَهُ لَحْيٌ جَمَلٍ .

(۱۴۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۲، فتح الباری: ۱۰/۱۸۸، إرشاد الساری: ۱۴/۳۲۶

(۱۴۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۲

(۱۴۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۶، إرشاد الساری: ۱۴/۳۲۶

(۱۴۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۶، إرشاد الساری: ۱۴/۳۲۶

(۱۴۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۴۳، فتح الباری: ۱۰/۱۸۸، إرشاد الساری: ۱۴/۳۲۶

وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَوَاءٍ : أَخْبَرَنَا هِشَامٌ ، عَنْ عِكْرِمَةَ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ أَحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِي رَأْسِهِ ، مِنْ شَقِيقَةٍ كَانَتْ بِهِ . [ر : ۱۷۳۸]

۵۳۷۵ : حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبَانَ : حَدَّثَنَا ابْنُ الْغَسِيلِ قَالَ : حَدَّثَنِي عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ ، عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ : (إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ خَيْرٌ ، فِي شَرْبَةِ عَسَلٍ ، أَوْ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ لَذْعَةٍ مِنْ نَارٍ ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ أُكْتَوِيَ) . [ر : ۵۳۵۹]

شقیقہ: آدھے سر کے درد کو کہتے ہیں اور صداع پورے سر کے درد کو کہتے ہیں (۱۳۸)، کچھنے لگوانا درد سر کے لیے مفید ہے، ابن عدی نے حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت مرفوعاً نقل فرمائی ہے ”الحجامة في الرأس تنفع من الجنون ، والجذام ، والبرص ، والنعاس ، والصداع ، ووجع الضرس والعين“ (۱۳۹)

لیکن اس روایت کی سند میں عمر بن رباح ایک راوی ہیں جو متہم بالکذب ہیں (۱۵۰)

۱۶ - باب : الْحَلْقُ مِنَ الْأَذَى .

۵۳۷۶ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا حَمَّادٌ ، عَنْ أَيُّوبَ قَالَ : سَمِعْتُ مُجَاهِدًا ، عَنْ ابْنِ أَبِي لَيْلَى . عَنْ كَعْبٍ . هُوَ ابْنُ عُجْرَةَ . قَالَ : أُنِيَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ زَمَنَ الْحَدِيثِيَّةِ . وَأَنَا أَوْقَدُ نَحْتِ بُرْمَةٍ ، وَأَنْقَمُلُ يَتَنَاطَرُ عَنْ رَأْسِي ، فَقَالَ : (أَيُّوْذِيكَ هَوَامُكَ) . قُلْتُ : نَعَمْ ، قَالَ : (فَالْحَلْقُ ، وَصُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ، أَوْ أَطْعِمُ سِنَّةً ، أَوْ أَنْسُكَ نَسِيكَةً) . قَالَ أَيُّوبُ : لَا أَدْرِي بِأَيَّتِهِنَّ بَدَأَ . [ر : ۱۷۱۹]

سر میں اگر جوئیں وغیرہ تکلیف دیتی ہوں تو حلق کرایا جاسکتا ہے، اس باب کی کتاب الطب سے مناسبت بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”ووجه إيرادہ فی باب الطب من حیث إن کل ما يتأذى به

(۱۳۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۲، فتح الباری: ۱۰/۱۸۸، إرشاد الساری: ۱۳/۲۲۶

(۱۳۹) إرشاد الساری: ۱۳/۲۲۷

(۱۵۰) إرشاد الساری: ۱۳/۲۲۷

المؤمن وإن ضعف أذاه يباح له إزالته، وإن كان محرماً، وفيه معنى التطيب لأنه إزالة الأذى يشابه المرض، لأن كل مرض أذى، وتسلط القمل على الرأس أذى، وكل أذى يباح إزالته، فالقمل يباح إزالته“ (۱۵۱) یعنی سر کے لیے باعث ازیت جوؤں وغیرہ کو حالت احرام میں حلق کر کے ہٹانا جائز ہے، اس میں علاج کے معنی پائے جاتے ہیں کیونکہ یہ مرض سے مشابہ ایک اذی کو ہٹانا ہے اس لیے کہ ہر مرض اذی ہے۔

۱۷ - باب : مَنْ أَكْتَوَىٰ أَوْ كَوَىٰ غَيْرَهُ ، وَفَضَلَ مَنْ لَمْ يَكْتَوِ .

۵۳۷۷ : حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ : هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ الْغَسِيلِ : حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ قَالَ : سَمِعْتُ جَابِرًا ، عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ : (إِنْ كَانَ فِي شَيْءٍ مِنْ أَدْوِيَّتِكُمْ شِفَاءٌ ، فِي شَرْطَةِ مِحْجَمٍ ، أَوْ لَذَعَةِ بِنَارٍ ، وَمَا أَحَبُّ أَنْ أَكْتَوِيَ) .

[ر : ۵۳۵۹]

۵۳۷۸ : حَدَّثَنَا عِمْرَانُ بْنُ مَيْسَرَةَ : حَدَّثَنَا ابْنُ فَضِيلٍ : حَدَّثَنَا حُصَيْنٌ ، عَنْ عَامِرٍ ، عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ : لَا رُقِيَةَ إِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ . فَذَكَرْتُهُ لِسَعِيدِ بْنِ جَبْرِ فَقَالَ : حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ ، فَجَعَلَ النَّبِيُّ وَالنَّبِيَّانِ يَمْرُونَ مَعَهُمُ الرَّهْطُ ، وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ ، حَتَّى رُفِعَ لِي سَوَادٌ عَظِيمٌ ، قُلْتُ : مَا هَذَا ؟ أُمَّيْ هَذِهِ ؟ قِيلَ : هَذَا مُوسَى وَقَوْمُهُ . قِيلَ : أَنْظِرْ إِلَى الْأَفْقِ ، فَإِذَا سَوَادٌ يَمَلَأُ الْأَفْقَ . ثُمَّ قِيلَ لِي : أَنْظِرْ هَاهُنَا وَهَاهُنَا فِي آفَاقِ السَّمَاءِ ، فَإِذَا سَوَادٌ قَدْ مَلَأَ الْأَفْقَ ، قِيلَ : هَذِهِ أُمَّتُكَ ، وَبَدَخُلُ الْجَنَّةِ مِنْ هَؤُلَاءِ سَبْعُونَ أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ) . ثُمَّ دَخَلَ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ ، فَأَفَاضَ الْقَوْمُ ، وَقَالُوا : نَحْنُ الَّذِينَ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاتَّبَعْنَا رَسُولَهُ ، فَنَحْنُ هُمْ ، أَوْ أَوْلَادُنَا الَّذِينَ وُلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ ، فَإِنَّا وُلِدْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ ، فَبَلَغَ النَّبِيُّ ﷺ فَخَرَجَ ، فَقَالَ : (هُمُ الَّذِينَ لَا يَسْتَرْقُونَ ، وَلَا يَتَطَيَّرُونَ ، وَلَا يَكْتَوُونَ ، وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ) . فَقَالَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنِ : أَمِنْهُمْ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : (نَعَمْ) . فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ : أَمِنْهُمْ أَنَا ؟ قَالَ : (سَبَقَتْ بِهَا عُكَّاشَةُ) .

[ر : ۳۲۲۹]

اکتوی اور کوی میں فرق بیان کرتے ہوئے علامہ عینی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اول لازم اور ثانی اعم ہے یعنی اکتوی لنفسہ: اپنے لیے داغ لگانا اور کوی لنفسہ ولغیرہ: خود کو داغنا یا دوسرے کو داغنا (۱۵۲)

ترجمۃ الباب تین اجزاء پر مشتمل ہے: ① من اکتوی ② کوی غیرہ ③ اور فضل من لم یکتو..... پہلے دو جزوں سے داغنے کے جواز کی طرف اشارہ کیا اور جز ثالث سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ جب ضرورت نہ ہو تو اس کا ترک اور چھوڑنا افضل ہے (۱۵۳)

باب کی پہلی حدیث ابھی گذر چکی ہے، جب کہ دوسری حدیث کتاب الانبیاء میں ”باب وفاة موسیٰ علیہ السلام“ کے تحت اختصار کے ساتھ گذری ہے، آگے کتاب الرقاق میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ نے اس کی تخریج فرمائی ہے (۱۵۴)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ نظر بد یا زہریلے جانور (سانپ بچھو وغیرہ) کے کاٹنے کے سوا (کسی چیز پر) منتر جائز نہیں، حصین بن عبدالرحمن کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر سے یہ بات بیان کی تو انہوں نے کہا ہم سے ابن عباس نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”میرے سامنے چند امتیں پیش کی گئیں، ایک ایک اور دو نبی گذرنے لگے، ان کے ساتھ جماعت تھی اور ایسا بھی نبی گذرا جس کے ساتھ کوئی ایک امتی بھی نہ تھا، یہاں تک کہ میرے سامنے ایک بڑی جماعت پیش کی گئی، میں نے پوچھا، یہ کیا ہے، کیا یہ میری امت ہے، جو اب ملا کہ یہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم ہیں، پھر مجھ سے کہا گیا، افق کی طرف دیکھو تو دیکھا کہ ایک جماعت آسمان کو گھیرے ہوئے ہے، مجھے کہا گیا کہ ارد گرد آفاق میں دیکھیں، میں نے دیکھا کہ خلق خدا کا ایک جم غفیر ہے جس نے سارا افق بھر دیا ہے..... کہا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان میں سے ستر ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل ہوں گے۔

(۱۵۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۳، نیز دیکھیے، إرشاد الساری: ۱۲/۲۲۸

(۱۵۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۳، نیز دیکھیے، فتح الباری: ۱۰/۱۹۱

(۱۵۴) إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۱، نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۳۳

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لے گئے اور آپ نے یہ نہ بتلایا کہ بغیر حساب کے جنت میں داخل ہونے والے وہ لوگ کون ہیں، لوگ جھگڑنے لگے اور کہنے لگے کہ وہ ہم ہیں، اس لیے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس کے رسول کی اتباع کی یا پھر ہماری اولاد ہے کیونکہ وہ اسلام میں پیدا ہوئی جب کہ ہم تو جاہلیت میں پیدا ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ منتر پڑھتے ہیں نہ بد فال لیتے ہیں اور نہ داغ لگاتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

عکاشہ بن محسن نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا میں ان لوگوں میں سے ہوں؟ آپ نے فرمایا.....
 ”جی ہاں، آپ ان لوگوں میں سے ہیں“..... ایک دوسرے شخص نے بھی کھڑے ہو کر پوچھا کہ کیا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عکاشہ تم سے سبقت لے گیا۔“

عن عمران بن حصین قال: لارقية إلا من عين أو حمة

حدیث کے اس جملے میں اختلاف ہے کہ یہ موقوف ہے، یا مرفوع، یہاں محمد بن فضیل نے تو اس کو موقوفاً نقل کیا ہے، البتہ مالک بن مغول نے اس کو مرفوعاً بھی نقل کیا ہے، مالک کی روایت امام احمد اور امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے۔ (۱۵۵)

حُمَّة (حاء کے ضمہ اور میم کی تخفیف کے ساتھ) بچھو کے زہر یا اس کے کاٹنے کو کہتے ہیں (۱۵۶) رقية (راء کے ضمہ اور قاف کے سکون کے ساتھ) جھاڑ پھونک کو کہتے ہیں، لارقية إلا من عين أو حمة کا مطلب یہ ہے کہ جھاڑ پھونک دو آفتوں میں نسبتاً زیادہ مفید ہے، ایک آنکھ یعنی نظر بد لگنے میں اور دوم بچھو وغیرہ کے کاٹنے میں۔

علامہ خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس جملے کا یہ مقصد نہیں کہ جھاڑ پھونک صرف ان دو آفتوں میں جائز ہے اور باقی کسی بھی آفت میں جائز نہیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان دو آفتوں میں جھاڑ پھونک زیادہ

(۱۵۵) أخرجه أبو داود في كتاب الطب، باب في تعليق التمام: ۳/۹ (رقم الحديث: ۳۸۸۳۰) إرشاد الساری:

۳۲۹/۱۲

(۱۵۶) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۰، عمدة القاری: ۲۱/۲۳۳

مفید اور زیادہ نفع بخش ہے..... لارقیۃ أحق وأولی من رقیۃ العین والحمة (۱۵۷)

علامہ ابن اثیر رحمہ اللہ نے فرمایا لارقیۃ اولی وأنفع، یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں لافتی
إلا علی (۱۵۸) (رقیۃ کے متعلق تفصیلی گفتگو آگے مستقل باب میں آرہی ہے)

فذکرته لسعید بن جبیر

یہ حصین بن عبدالرحمن کا قول ہے کہ میں نے مذکورہ جملہ حضرت سعید بن جبیر کے سامنے ذکر

کیا۔

فأفاض القوم

أفاض فی الحدیث: گفتگو میں مصروف ہو جانا، مناظرہ کرنا۔

هم الذین لا یسترقون، ولا یتطیرون، ولا یکتون

یعنی یہ وہ لوگ ہوں گے جو جھاڑ پھونک نہیں کرتے، استرقاء سے یہاں زمانہ جاہلیت والا استرقاء
مراد ہے، جس میں شرکیہ الفاظ شامل ہوتے تھے، استرقاء بکتاب اللہ مراد نہیں، کیونکہ قرآن کی آیات پڑھ
کر جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے اور توکل کے منافی نہیں ہے (۱۵۹)

لا یتطیرون: بد فال نہیں لیتے، زمانہ جاہلیت میں طیور (پرندوں) سے لوگ بد شگون لیا کرتے
تھے (۱۶۰) جس کی کوئی حقیقت نہیں تھی۔

ولا یکتون: اور جو داغ نہیں لگاتے، یعنی داغنے کو مؤثر حقیقی نہیں سمجھتے، جیسا کہ پہلے گذر چکا،
ضرورت کے وقت داغنے میں کوئی حرج نہیں، البتہ اس کو علاج میں سبب مؤثر سمجھنا درست نہیں (۱۶۱)

(۱۵۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵

(۱۵۸) النہایۃ لابن اثیر: ۲/۲۵۵

(۱۵۹) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵

(۱۶۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵

(۱۶۱) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵، إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۱

فقام آخر: فقال: أمنهم أنا؟ قال: سبقك بها عكاشة

یہ دوسرے آدمی کون تھے؟ اس میں ایک قول تو ہے کہ یہ حضرت سعد بن عبادہ تھے، اور دوسرا قول ہے کہ یہ کوئی اور منافق تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پردہ پوشی کرتے ہوئے سبقك بها عكاشة فرما کر جمیل اسلوب میں اس کو رد کیا کہ شاید وہ تو بہ کرے اور مخلص مسلمان بن جائے (۱۶۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سبقك بها عكاشة فرمایا..... یا تو اس لیے کہ وہ پوچھنے والا ان لوگوں میں سے نہیں تھا جن کی بے حساب مغفرت ہوگی اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں لیکن حضور ﷺ نے اس سلسلے کو آگے بڑھنے سے روکنے کے لیے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اب ہر ایک اٹھ کر اپنے بارے میں پوچھنا شروع کر دے کہ میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں یا نہیں؟ (۱۶۳)

اس حدیث کے متعلق باقی تفصیل آگے کتاب الرقاق میں ان شاء اللہ آئے گی۔

۱۸ - باب : الإِثْمِدِ وَالْكَحْلِ مِنَ الرَّمَدِ .

فِيهِ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ . [ر : ۵۰۲۷]

۵۳۷۹ : حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ : حَدَّثَنَا يَحْيَى ، عَنْ شُعْبَةَ قَالَ : حَدَّثَنِي حُمَيْدُ بْنُ نَافِعٍ : عَنْ زَيْنَبَ ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا : أَنَّ أَمْرَأَةً تُوْفِي زَوْجَهَا ، فَأَشْتَكَتْ عَيْنَهَا ، فَذَكَرُوهَا لِلنَّبِيِّ ﷺ وَذَكَرُوا لَهُ الْكَحْلَ ، وَأَنَّهُ يُخَافُ عَلَى عَيْنِهَا ، فَقَالَ : (لَقَدْ كَانَتْ إِحْدَاكُنَّ تَمَكُّتُ فِي بَيْتِهَا ، فِي شَرِّ أَحْلَاسِهَا ، أَوْ : فِي أَحْلَاسِهَا فِي شَرِّ بَيْتِهَا ، فَإِذَا مَرَّ كَلْبٌ رَمَتْ بَعْرَةً . فَلَا ، أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا) . [ر : ۵۰۲۵]

إِثْمِد (ہمزہ اور میم کے کسرہ کے ساتھ) ایک مشہور پتھر ہے جس سے سرمہ بنایا جاتا ہے، الکحل عام ہے اور اِثْمِد خاص ہے، کحل کا عطف اِثْمِد پر عطف العام علی الخاص کی قبیل سے

(۱۶۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵

(۱۶۳) إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۱

(۱۶۴) ہے

مِنْ الرَّمَدِ فِي مَنْ سَمِيَ بِهِ أَيْ بِسَبَبِ الرَّمَدِ، رَمَدٌ آتِكُھِ كِي تَكْلِيفٌ كُو كِهْتِي هِي (۱۶۵) آنكھ ميں
تکليف ہو تو سرمہ اور خاص کر اِثْمِد استعمال کیا جاسکتا ہے۔

فِيهِ عَنِ امِّ عَطِيَّةِ

یعنی اس باب میں حضرت ام عطیہؓ سے روایت ہے، ام عطیہ کا نام نسیت بنت کعب ہے (۱۶۶)
ان کی روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں موصولاً نقل فرمائی ہے، جس کے الفاظ
ہیں ”لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَمَّنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تَحُدَّ فَوْقَ ثَلَاثِ إِعْلَى زَوْجِ فَإِنَّهَا
لَا تَكْتَحِلُ“..... اس روایت میں اگرچہ اِثْمِد کا ذکر نہیں، تاہم عرب چونکہ عموماً اِثْمِد ہی کو بطور سرمہ استعمال
کرتے تھے، اس لیے اس روایت سے اِثْمِد کے ثبوت پر استدلال کیا جاسکتا ہے (۱۶۷)
جن روایات میں اِثْمِد کا ذکر آیا ہے، غالباً وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر نہیں تھیں، اس لیے امام
نے ان کی تخریج نہیں فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل فرمائی ہے، اس کے الفاظ
ہیں ”إِنْ خَيْرٌ أَكْحَالِكُمْ: الْإِثْمِدُ، يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ“ (۱۶۸)
امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی ایک روایت نقل فرمائی ہے ”وَخَيْرٌ مَا أَكْتَحَلْتُمْ بِهِ الْإِثْمِدُ، فَإِنَّهُ
يَجْلُو الْبَصَرَ، وَيُنْبِتُ الشَّعْرَ“ (۱۶۹)

حدیث باب کتاب الطلاق میں باب الاکتحال للحادة کے تحت گذر چکی ہے۔

(۱۶۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵، إرشاد الساری: ۱۴/۴۳۱

(۱۶۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵، إرشاد الساری: ۱۴/۴۳۱

(۱۶۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۵، إرشاد الساری: ۱۴/۴۳۱

(۱۶۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۴/۴۳۱

(۱۶۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۶

(۱۶۹) أخرجه الترمذی فی کتاب الطب، باب ماجاء فی السعوط وغيره: ۴/۳۸۹ (رقم الحدیث: ۲۰۴۷)

۱۹ - باب : الْجُدَامِ .

۵۳۸۰ : وَقَالَ عَفَّانُ : حَدَّثَنَا سَلِيمُ بْنُ حَيَّانَ : حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مِينَاءَ قَالَ : سَمِعْتُ
 أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ : (لَا عَدْوَى وَلَا طَيْرَةَ ، وَلَا هَامَةَ وَلَا صَفْرًا ، وَفِرًّا
 مِنَ الْمَجْدُومِ كَمَا تَفِرُّ مِنَ الْأَسَدِ) . [۵۳۸۷ ، ۵۴۲۵ ، ۵۴۳۷ ، ۵۴۳۹]

جدام کے بارے میں شارحین لکھتے ہیں: ”هو علة رديئة تحدث من انتشار المرة السوداء

في البدن كله، فتفسد مزاج الأعضاء، سمي بذلك لتجذم الأصابع وتقطعها“ (۱۷۰)

یعنی جدام ایک بیماری ہے جو پورے جسم میں سودا کے پھیل جانے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ

اعضاء کے نظام کو بگاڑ دیتی ہے، جدام کے معنی کاٹنے کے آتے ہیں، یہ بیماری چونکہ انگلیوں کو کاٹ ڈالتی

ہے اس لیے اس کو جدام کہتے ہیں۔

حدیث باب یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے پہلی بار ذکر فرمائی ہے لیکن اس کو امام نے تعلیقاً ذکر کیا

ہے، ابو نعیم اور ابن خزمیہ نے اس کو موصولاً نقل کیا ہے (۱۷۱)

(۵۳۸۰) الحدیث أخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب لاصفر و هو داء يأخذ البطن: ۵/ ۲۱۶۱ (رقم الحدیث: ۵۳۸۷)، وأخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب لاهامة و لاصفر: ۵/ ۲۱۷۱ (رقم الحدیث: ۵۳۲۵)، وأخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب لاهامة: ۵/ ۲۱۷۷ (رقم الحدیث: ۵۳۳۷)، وأخرجه البخاری أيضاً فی کتاب الطب، باب لاعدوی: ۵/ ۲۱۷۷ (رقم الحدیث: ۵۳۳۹) وأخرجه مسلم فی کتاب السلام، باب لاعدوی، ولا طيرة، ولا هامة، ولا نوء، ولا غول ولا يردد ممرض على مصحح: (رقم الحدیث: ۲۲۲۰) وأخرجه الترمذی فی کتاب السير، باب ماجاء فی الطيرة: ۳/ ۱۶۱ (رقم الحدیث: ۱۶۱۵)، وأخرجه أبو داود فی کتاب الطب، باب فی الطيرة: ۳/ ۱۷ (رقم الحدیث: ۳۹۱۱)، وأخرجه النسائی فی کتاب الطب، باب الصفر و هو داء يأخذ البطن: ۳/ ۳۷۵ (رقم الحدیث: ۷۵۹۱) وأخرجه ابن ماجه فی کتاب الطب، باب من كان يعحبه الفال ويكره الطيرة: ۲/ ۱۱۷۱ (رقم الحدیث: ۳۵۳۹)

(۱۷۰) فتح الباری: ۱۰/ ۱۹۵، عمدة القاری: ۲۱/ ۲۳۶، إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۳۲

(۱۷۱) فتح الباری: ۱۰/ ۱۹۵، عمدة القاری: ۲۱/ ۲۳۷، إرشاد الساری: ۱۲/ ۳۳۲

لاعدوی

عدوی: إعداء کا اسم ہے، ایک چیز کو دوسری چیز کی طرف منتقل کرنا، یہاں عدوی سے ایک بیماری کا دوسرے شخص کی طرف منتقل کرنا مراد ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعدیہ امراض کی نفی فرمائی ہے کہ ایک مریض کا مرض دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ مرض میں یہ تاثیر نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی طرف سبب حقیقی کے طور پر منتقل ہو جائے (۱۷۲)

ولا طيرة

طيرة بد شکونی کو کہتے ہیں، مختلف پرندوں اور چیزوں سے بد شکونی لینے کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ولا هامة

هامة تو اصل میں کھوپڑی اور سر کو کہتے ہیں، زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ اگر کسی شخص کو قتل کیا جائے تو میت کے استخوان سے ایک جانور پیدا ہو کر اڑتا ہے اور ہر وقت یہ فریاد کرتا رہتا ہے اسقونی اسقونی، جب قاتل مر جاتا ہے تو تب وہ جانور اڑ کر غائب ہوتا ہے (۱۷۳)

بعض لوگ کہتے تھے کہ خود مقتول کی روح اس جانور کا روپ اختیار کر کے آتی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو باطل قرار دیا اور فرمایا کہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۱۷۴)

ایک قول یہ بھی ہے کہ ہامہ الو کو کہتے ہیں لوگوں کا خیال تھا کہ جب وہ کسی گھر پر بیٹھ جاتا ہے تو وہ گھر ویران ہو جاتا ہے یا اس کا کوئی فرد مر جاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ اس عقیدہ کو بے حقیقت قرار دیا (۱۷۵)

(۱۷۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷، إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۳

(۱۷۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷، إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۳

(۱۷۴) عمدة القاری: ۲۱/۲۲۷، إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۳

(۱۷۵) إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۳

ولا صفر

اس لفظ کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں اور دو قول مشہور ہیں:

- ① بعض لوگ ماہ صفر کے متعلق مختلف قسم کے خیالات اور اوہام رکھتے تھے، اس مہینے کو منحوس سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس میں آفات اور حوادث و مصائب کا نزول ہوتا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملے میں اس کی نفی فرمائی ہے کہ اس اعتقاد کی کوئی حقیقت نہیں ہے (۱۷۶)
- ② اس کی دوسری تشریح یہ کی گئی کہ لوگوں کا زمانہ جاہلیت میں خیال تھا کہ آدمی کے پیٹ میں سانپ ہوتا ہے جو بھوک کے وقت اسے کاٹتا رہتا ہے، اس سانپ کو صفر کہا کرتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لا صفر فرما کر اس کو بے حقیقت قرار دیا (۱۷۷)

مسألة تعدیہ امراض

و فرم من المجذوم کما تفر من الأسد

مجزوم سے اس طرح بھاگو جس طرح تم شیر سے بھاگتے ہو..... تعدیہ امراض ہوتا ہے یا نہیں..... اس میں احادیث مختلف ہیں، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امراض کا تعدیہ نہیں ہوتا اور بعض سے معلوم ہوتا ہے امراض میں تعدیہ ہوتا ہے۔

جن روایات سے معلوم ہوتا ہے، امراض میں تعدیہ نہیں ہوتا، ان میں سے چند یہ ہیں:

- ① ایک توحیدیت باب ہے جس میں لا عدوی فرمایا گیا۔
- ② حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجذوم کے ساتھ یہ کہتے ہوئے کھانا تناول فرمایا ”ثقة باللہ وتو کلا علیہ“ (۱۷۸)

(۱۷۶) إرشاد الساری: ۴۳۳/۱۲

(۱۷۷) إرشاد الساری: ۴۳۳/۱۲

(۱۷۸) إرشاد الساری: ۴۳۲/۱۲، نیز دیکھیے ۴۳۷/۲۱، عمدة القاری: ۲۳۷/۲۱، فتح الباری: ۱۰/۱۹۶

③ صحیح مسلم میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدوی کی نفی فرمائی تو ایک اعرابی نے کہا کہ ایک خارش زدہ اونٹ تندرست اونٹوں کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کی خارش صحیح اونٹوں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فمن أعدى الأول..... پہلے اونٹ کو یہ بیماری کس نے لگائی ہے (۱۷۹) یہ روایت یہاں آگے باب لاعدوی کے تحت بھی آرہی ہے۔

اس کے برعکس بعض روایات سے تعدیہ امراض کا ثبوت ملتا ہے، جیسا کہ حدیث باب کے آخر میں ہے وفر من المجذوم کما تفر من الأسد

اسی طرح سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث میں ہے "لاتدیموا النظر إلی المسجدومین" (۱۸۰) ایک حدیث میں ہے "لا یورد ممرض علی مصح" (۱۸۱) مریض کو تندرست آدمی کے پاس نہ لایا جائے۔

ایک اور حدیث میں طاعون کے متعلق ہے "من سمع به بأرض فلا یقدم علیہ" (۱۸۲) یعنی جہاں طاعون کی وبا پھیلی ہو، وہاں جانے سے گریز کیا جائے۔

حل تعارض کی توجیہات

اور یہ بات آپ کو معلوم ہے کہ جب ایک مسئلہ کے متعلق احادیث میں تعارض آجائے تو محدثین کے ہاں حل تعارض کے عموماً تین طریقے ہوتے ہیں، نسخ، ترجیح اور تطبیق، ان احادیث میں بھی علماء نے یہ تینوں قول اختیار کیے ہیں:

(۱۷۹) فتح الباری: ۱۰/۱۹۹، نیز دیکھیے عمدة القاری: ۲۱/۲۳۷

(۱۸۰) أخرجه ابن ماجة فی کتاب الطب، باب الحذام: ۲۰/۱۱۷۲ (رقم الحدیث: ۳۵۴۳)

(۱۸۱) فتح الباری: ۱۰/۱۹۸

(۱۸۲) فتح الباری: ۱۰/۱۹۸

① چنانچہ علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ مجذوم سے فرار کا حکم منسوخ ہو چکا ہے، حضرات مالکیہ میں سے عیسیٰ بن دینار نے یہ قول اختیار کیا ہے (۱۸۳)

② بعض علماء نے ترجیح کا طریقہ اختیار کیا، اس میں پھر دو فریق ہے، بعضوں نے تعدیہ امراض کی نفی کرنے والی روایات کو ترجیح دی ہے اور بعض نے اس کے برعکس ثبوت والی روایات کو ترجیح دی ہے (۱۸۴)

③ لیکن اکثر حضرات نے ان دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دی ہے اور اس تطبیق کی مختلف توجیہات بیان کی گئی ہیں:

(الف)..... جن روایات میں اجتناب اور فرار من المجذوم کا حکم دیا گیا ہے، وہ استحباب اور احتیاط پر محمول ہیں اور جن میں حضور ﷺ نے ساتھ کھایا ہے، وہ بیان جواز پر محمول ہے۔

(ب)..... ابن الصلاح اور امام بیہقی وغیرہ علماء نے دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق دیتے ہوئے فرمایا کہ جن احادیث میں تعدیہ امراض کی نفی ہے، ان کا مقصد یہ ہے کہ کسی بیماری اور مرض میں بالذات یہ تاثیر نہیں ہوتی کہ وہ دوسرے شخص کی طرف منتقل ہو جائے، زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا یہی خیال تھا کہ امراض میں دوسرے کی طرف منتقل ہونے کی ذاتی تاثیر اور صلاحیت ہوتی ہے، وہ امراض کو بالذات متعدی سمجھتے تھے، حضور ﷺ نے اس کی نفی فرمائی اور جن احادیث سے تعدیہ امراض کا ثبوت معلوم ہوتا ہے، وہ ظاہری سبب کے اعتبار سے ہے کہ اللہ جل شانہ نے ظاہری سبب کے طور پر بعض امراض میں تعدیہ کا وصف پیدا فرمایا کہ وہ دوسرے کی طرف منتقل ہو سکتے ہیں، لیکن سبب حقیقی اور مؤثر اصلی کے طور پر یہ وصف ان میں نہیں، لہذا نفی سبب حقیقی کی ہے اور اثبات سبب ظاہری کا ہے، اس لیے دونوں قسم کی احادیث میں کوئی تعارض نہیں (۱۸۵)

جمہور علماء نے اسی توجیہ کو اختیار کیا ہے۔

(۱۸۳) فتح الباری: ۱۰/۱۹۶، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۷

(۱۸۴) فتح الباری: ۱۰/۱۹۶، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۷

(۱۸۵) فتح الباری: ۱۰/۱۹۷، عمدۃ القاری: ۲۱/۲۳۷

(ج)..... حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے شرح نخبة الفکر میں تطبیق کے جس قول کو راجح قرار دیا، وہ یہ ہے کہ ”لاعدوی“ تو اپنی اصل اور عموم پر ہے اور حقیقت یہی ہے کہ کوئی مرض اور کوئی بیماری کسی شخص کی طرف منتقل نہیں ہوتی، لیکن اس کے باوجود جو لوگ کمزور عقیدے کے ہیں، انہیں حکم دیا گیا کہ وہ مجذوم وغیرہ کے قریب نہ رہیں، کیونکہ ممکن ہے انہیں وہ بیماری تعدیہ کے سبب سے نہیں بلکہ ویسے ہی لگ جائے اور وہ یہ سمجھنے لگتیں کہ یہ بیماری تعدیہ کی وجہ سے لگی ہے تو اس طرح ان کا عقیدہ بگڑ جائے گا، اس لیے ان کے عقیدے کی حفاظت اور غلط عقیدے کے سدباب کے لیے احتیاطاً انہیں مجذوم سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ شرح نخبة الفکر میں لکھتے ہیں:

”والأولى في الجمع بينهما أن يقال: إن نفيه صلى الله عليه وسلم للعدوى باق على عمومه وقد صح قوله صلى الله عليه وسلم: لا يُعَدَى شَيْءٌ شَيْئًا وَقَوْلُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَنْ عَارَضَهُ بِأَنْ الْبَعِيرَ الْأَجْرَبُ يَكُونُ فِي الْإِبِلِ الصَّحِيحَةِ، فَيَخَالِطُهَا، فَتَجْرِبُ حَيْثُ رَدَّ عَلَيْهِ بِقَوْلِهِ: فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلَ بَعْنَى أَنْ اللَّهُ سَبْحَانَهُ وَتَعَالَى ابْتَدَأَ ذَلِكَ فِي الثَّانِي كَمَا ابْتَدَأَهُ فِي الْأَوَّلِ وَأَمَّا الْأَمْرُ بِالْفِرَارِ مِنَ الْمَجْذُومِ، فَمِنْ بَابِ سَدِّ الذَّرَائِعِ لِثَلَايِفِ الشَّخْصِ الَّذِي يَخَالِطُهُ شَيْءٌ مِنْ ذَلِكَ بِتَقْدِيرِ اللَّهِ تَعَالَى ابْتِدَاءً لِابْتِدَاءِ الْعَدْوَى الْمَنْفِيَةِ، فَيُظَنُّ أَنَّ ذَلِكَ بِسَبَبِ مَخَالَطَتِهِ فَيَعْتَقِدُ الْعَدْوَى فَيَقَعُ فِي الْحَرَجِ فَأَمْرٌ بِتَجَنُّبِهِ حَسْمًا لِلْمَادَةِ“ (۱۸۲)

۲۰ - باب : المنُّ شفاءً للعَيْنِ .

۵۳۸۱ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى : حَدَّثَنَا غُنْدَرٌ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ : سَمِعْتُ عَمْرُو بْنَ حَرْبٍ قَالَ : سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ زَيْدٍ قَالَ : سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : (الْكَمَاءُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَيْنِ) . قَالَ شُعْبَةُ : وَأَخْبَرَنِي الْحَكَمُ بْنُ عَتِيبَةَ . عَنِ الْحَسَنِ الْعُرَيْبِيِّ . عَنْ عَمْرُو بْنِ حَرْبٍ . عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ . قَالَ شُعْبَةُ : لَمَّا حَدَّثَنِي بِهِ الْحَكَمُ لَمْ أَنْكَرْهُ مِنْ حَدِيثِ عَبْدِ الْمَلِكِ . [ر : ۴۲۰۸]

الکُمَّاءُ مِنَ الْمَنِّ ، وَمَاءٌ هَا شِفَاءُ الْعَيْنِ

امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محض کھمبی کا پانی آنکھ کو شفا بخشتا ہے، بعض حضرات نے فرمایا کہ اگر آنکھ میں حرارت کی وجہ سے تکلیف ہو تو اس کے لیے کھمبی کا خالص پانی شفا ہے۔ تاہم اگر صرف حرارت کی وجہ سے آنکھوں میں تکلیف نہ ہو، بلکہ دوسرے اسباب مرض بھی ہوں تو پھر دوسری دواؤں کے ساتھ ملا کر اس کا پانی مفید رہتا ہے (۱۸۷)۔ کھمبی کو اردو میں سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں۔ یہ اکثر برسات میں از خود پیدا ہوتی ہے، یہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک قسم کا سالن بھی بنایا جاتا ہے۔

اس کے متعلق کچھ تفصیل اور الکُمَّاءُ مِنَ الْمَنِّ کی تشریح کشف الباری، کتاب التفسیر میں سورۃ

بقرہ کے تحت گذر چکی ہے (۱۸۸)۔

قال شعبه: لما حدثني به الحكم، لم أنكره من حديث عبد الملك

اوپر روایت شعبہ بن الحجاج رحمہ اللہ نے عبد الملک بن عمیر سے نقل کی ہے، شعبہ فرما رہے ہیں

کہ یہی روایت مجھ سے پھر حکم بن عتیبہ نے بیان کی تو عبد الملک کی حدیث کا پھر میں نے انکار نہیں کیا۔

شعبہ کے دو شیخ ہیں، ایک عبد الملک اور دوسرے حکم، پہلے انہوں نے یہ حدیث عبد الملک سے

سنی لیکن عبد الملک چونکہ ضعیف ہو گئے تھے اور ان کا حافظہ متاثر ہو گیا تھا، اس لیے شعبہ کو اس حدیث میں

توقف تھا، بعد میں جب یہ حدیث حکم بن عتیبہ نے بھی ان سے بیان کی تو ان کو تسلی ہو گئی اور عبد الملک کی

بیان کردہ یہ روایت ان کے ہاں قابل اعتبار ٹھہری..... (۱۸۹) لم أنكره من حديث عبد الملك.....

لم أنكره کے اندر ضمیر منصوب حدیث کی طرف راجع ہے یعنی میں نے اس روایت کو اس وجہ سے کہ یہ

عبد الملک کی حدیث ہے اور وہ ضعیف ہو چکے ہیں مجہول اور منکر قرار نہیں دیا..... اور یوں بھی ترجمہ ہو سکتا

ہے کہ میں نے اس حدیث کا انکار نہیں کیا اس وجہ سے کہ یہ عبد الملک کی حدیث ہے کیونکہ اس کی متابعت

حکم نے کر لی تھی تو اب انکار کی گنجائش باقی نہیں رہی، ”أنكره“ کے یہاں دونوں معنی ہو سکتے ہیں، منکر اور

(۱۸۷) فتح الباری: ۱۰/۲۰۲

(۱۸۸) کشف الباری، کتاب التفسیر: ۲۲

(۱۸۹) إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۵، وفتح الباری: ۱۰/۲۰۲، وعمدة القاری: ۲۱/۲۳۸

مجبور قرار دینا اور انکار کرنا (۱۹۰)۔

حکم بن عتیبہ کے شیخ یہاں حسن عرنی (عین کے ضمہ اور راء کے فتح کے ساتھ) ہے، یہ حسن بن عبد اللہ بجلی ہیں، کوفہ کے ہیں، امام ابو زرہ، عجللی اور ابن سعد نے ان کی توثیق کی ہے، یحییٰ بن معین نے انہیں صدوق کہا ہے، صحیح بخاری میں ان کی صرف یہی ایک حدیث ہے (۱۹۱)۔

۲۱ - باب : اللدود

۵۳۸۲ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ : حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ أَبِي عَائِشَةَ ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ : أَنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَبْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ مَيِّتٌ ، قَالَ : وَقَالَتْ عَائِشَةُ : لَدَدْنَا فِي مَرَضِهِ فَجَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا : أَنْ لَا تَلْدُونِي ، فَقُلْنَا : كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَلَمَّا أَفَاقَ قَالَ : (أَلَمْ أَنْهَكُمُ أَنْ تَلْدُونِي) . قُلْنَا : كَرَاهِيَةَ الْمَرِيضِ لِلدَّوَاءِ ، فَقَالَ : (لَا يَبْقَى فِي الْبَيْتِ أَحَدٌ إِلَّا لَدَّ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَّا الْعَبَّاسُ ، فَإِنَّهُ لَمْ يَشْهَدْكُمْ) . [ر : ٤١٨٨ ، ٤١٨٩]

۵۳۸۳ : حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا سُفْيَانُ ، عَنْ الزُّهْرِيِّ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ ، عَنْ أُمِّ قَيْسٍ قَالَتْ : دَخَلْتُ بِأَنْ لِي عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَقَدْ أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ مِنَ الْعُدْرَةِ ، فَقَالَ : (عَلَى مَا تَدْعُرْنَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذَا الْعِلَاقِ ، عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ : يُسْعَطُ مِنَ الْعُدْرَةِ ، وَيُلْدُّ مِنَ ذَاتِ الْجَنْبِ) . فَسَمِعْتُ الزُّهْرِيَّ يَقُولُ : بَيْنَ لَنَا اثْنَيْنِ ، وَلَمْ يُبَيِّنْ لَنَا خَمْسَةَ . قُلْتُ لِسُفْيَانَ : فَإِنَّ مَعْمَرًا يَقُولُ : أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ ؟ قَالَ : لَمْ يَحْفَظْ ، إِنَّمَا قَالَ : أَعْلَقْتُ عَنْهُ ، حَفِظْتُهُ مِنْ فِي الزُّهْرِيِّ ، وَوَصَفَ سُفْيَانُ الْغُلَامَ يُحَنِّكَ بِالْإِصْبَعِ ، وَأَدْخَلَ سُفْيَانُ فِي حَنَكِهِ ، إِنَّمَا يَعْنِي رَفَعَ حَنَكِهِ بِإِصْبَعِهِ ، وَلَمْ يَقُلْ : أَعْلَقُوا عَنْهُ شَيْئًا . [ر : ٥٣٦٨]

(۱۹۰) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۸

(۱۹۱) فتح الباری: ۱۰/۲۰۳، وعمدة القاری: ۲۱/۲۳۸

لُدُود (لام کے زبر کے ساتھ) مریض کے منہ میں دوا پکانے کو کہتے ہیں۔

قُلْتُ لَسْفِيَان: فَإِن مَعْمَرًا يَقُول: أَعْلَقْتُ عَلَيْهِ، قَالَ: لَمْ يَحْفَظْ، إِنَّمَا قَالَ أَعْلَقْتُ عَنْهُ،

حفظته مِنْ فِي الزهري

امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ علی بن عبد اللہ مدینی فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہ سے پوچھا کہ معمر بن راشد تو اس جملے کو ”علی“ کے ساتھ ”أعلقت عليه“ کہہ کر نقل کرتے ہیں تو سفیان نے کہا کہ انہیں یاد نہیں رہا، ہمارے شیخ زہری نے اس کو ”عن“ کے ساتھ ”أعلقت عنه“ فرمایا تھا، میں نے زہری کی زبان سے یہی یاد کیا ہے..... مِنْ فِي الزهري یعنی مِنْ فِي الزهري، علامہ خطابی اور ابن بطلال نے فرمایا کہ صحیح ”أعلقت عنه“ ہے جیسا کہ سفیان نے کہا لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ”عنہ“ اور ”عليه“ دونوں درست ہیں، ”علی“ اور ”عن“ حروف جارہ ہیں جو ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں (۱۹۲)

ووصف سفیان الغلام يحنك بالإصبع وأدخل سفیان في حنكه إنما يعني رفع

حنكه بإصبعه، ولم يقل: أعلقوا عنه شيئاً

سفیان نے اس لڑکے کی جس کا تالو انگلی سے دبایا جاتا ہے حالت اس طرح بیان کی کہ خود اپنے تالو

میں انگلی ڈالی، ان کا مقصد اپنے تالو کو انگلی سے اٹھانا تھا۔

سفیان کا مقصد یہ تھا کہ إعلاق سے کسی چیز کو لٹکانا یا تالو کے ساتھ کوئی چیز لگانا مراد نہیں، بلکہ

إعلاق سے تالو اٹھانا مراد ہے، چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”غرضه من هذا الكلام التنبیه علی

أن الإعلاق، هو رفع الحنك، لاتعليق شیء منه علی ما هو المتبادر إلى الذهن، ونعم

التنبیه“ (۱۹۳)

(۱۹۲) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۹

(۱۹۳) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۹

باب بلا ترجمہ

۵۳۸۴ : حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ : أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ : أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ وَيُونُسُ : قَالَ الزُّهْرِيُّ :
 أَخْبَرَنِي عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عْتَبَةَ : أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ ﷺ قَالَتْ :
 لَمَّا ثَقُلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَأَشْتَدَّ وَجَعُهُ ، أَسْتَأْذَنَ أَزْوَاجَهُ فِي أَنْ يُمَرَّضَ فِي بَيْتِي ، فَأَذِنَ لَهُ ،
 فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ نَحَطُ رِجْلَاهُ فِي الْأَرْضِ ، بَيْنَ عَبَّاسٍ وَآخَرَ .
 فَأَخْبَرْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ ، قَالَ : هَلْ تَدْرِي مَنْ الرَّجُلُ الْأَحْمَرُ الَّذِي لَمْ تُسَمِّ عَائِشَةُ ؟ قُلْتُ :
 لَا ، قَالَ : هُوَ عَلِيٌّ .

قَالَتْ عَائِشَةُ : فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ بَعْدَمَا دَخَلَ بَيْتَهَا ، وَأَشْتَدَّ بِهِ وَجَعُهُ : (هَرَيْقُوا عَلِيًّا مِنْ
 سَبْعِ قَرَبٍ لَمْ تُحَلَّلْ أَوْ كَيْتِهِنَّ ، لَعَلِّي أَعْهَدُ إِلَى النَّاسِ) . قَالَتْ : فَأَجْلَسَنَاهُ فِي مِخْضَبٍ لِحَفْصَةَ
 زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ ، ثُمَّ طَفِقْنَا نَضِبُ عَلَيْهِ مِنْ تِلْكَ الْقَرَبِ ، حَتَّى جَعَلَ يُشِيرُ إِلَيْنَا : (أَنْ قَدْ
 فَعَلْتَنَ) . قَالَتْ : وَخَرَجَ إِلَى النَّاسِ ، فَصَلَّى لَهُمْ وَخَطَبَهُمْ . [ر : ۱۹۵]

یہ باب بلا ترجمہ ہے، ابن بطل رحمہ اللہ نے یہاں باب ذکر نہیں کیا، بلکہ اس حدیث کو ما قبل
 باب میں ذکر کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ باب بلا ترجمہ کیوں لاتے ہیں، اس کی وجوہات مقدمۃ الكتاب میں گذر چکی
 ہے، بعض شارحین نے اس کو ”کالفصل من الباب السابق“ قرار دیتے ہوئے کہا کہ پہلے باب میں لدود
 کا ذکر ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا اور صحابہ نے اسے اختیار کیا جس پر آپ
 ناراض ہوئے اور اس باب میں آپ نے جس کام کا حکم دیا، صحابہ نے اس پر عمل کیا جو ما قبل کی ضد تھا،
 وبضدھا تبیین الأشیاء، اس طرح اس باب بلا ترجمہ کی ما قبل کے ساتھ نسبت تضاد ہے (۱۹۴)
 حدیث باب ما قبل میں کئی بار گذر چکی ہے۔

۲۲ - باب : العُدْرَة .

۵۳۸۵ : حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ : أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ : أَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : أَنَّ أُمَّ قَيْسِ بِنْتِ مِحْصَنِ الْأَسَدِيَّةِ ، أَسَدَ خَزِيمَةَ ، وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأُولَى اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ ﷺ ، وَهِيَ أُخْتُ عَكَاشَةَ ، أَخْبَرَتْهُ : أَنَّهَا أَتَتْ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ بِأَبْنِ لَهَا قَدْ أَعْلَقَتْ عَلَيْهِ مِنَ الْعُدْرَةِ . فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ : (عَلَى مَا تَدْعُونَ أَوْلَادَكُمْ بِهَذَا الْعِلَاقِ ، عَلَيْكُمْ بِهَذَا الْعُودِ الْهِنْدِيِّ ، فَإِنَّ فِيهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ ، مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ) . يُرِيدُ الْكُسْتَ ، وَهُوَ الْعُودُ الْهِنْدِيُّ . وَقَالَ يُونُسُ وَإِسْحَاقُ بْنُ رَاشِدٍ ، عَنِ الزُّهْرِيِّ : عَلَّقَتْ عَلَيْهِ . [ر : ۵۳۶۸]

جیسا کہ پہلے گذر چکا کہ عُدْرہ حلق کی ایک بیماری ہے جو شیر خوار بچے کو ہو جایا کرتی ہے، عہد نبوی میں مائیں عموماً اس بیماری کو دفع کرنے کے لیے بچے کے حلق میں انگلی ڈال کر دباتیں جس سے سیاہ خون نکلتا اور بچے کو بہت زیادہ تکلیف ہوتی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تکلیف دہ طریقہ علاج سے منع فرمایا اور عود ہندی کو بطور دوا تجویز فرمایا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ عود ہندی کو پانی میں حل کر کے ناک میں پڑکادیا جائے، یہ محلول حلق میں پہنچ کر بیماری کو ختم کر دیتا ہے۔

بعض علماء نے کہا کہ عُدْرہ اصل میں شعری کے نیچے پانچ ستاروں کا نام ہے، جب وہ ستارے طلوع ہوتے ہیں تو بچوں کو حلق کی یہ بیماری لاحق ہوتی ہے۔ اس مناسبت سے اسے عُدْرہ کہتے ہیں، اس بیماری کو سقوط اللہاء بھی کہتے ہیں (۱۹۵) لہذا اس سرخ گوشت کے ٹکڑے کو کہتے ہیں جو حلق کی طرف منہ کے آخری حصے میں لٹکا ہوتا ہے، اردو میں اسے کوا کہتے ہیں۔

قد أعلقت عليه من العُدْرَة

یعنی انہوں نے بچے کے تالو کو عُدْرہ بیماری کی وجہ سے اٹھایا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی ما تدعون اولادکم بهذا العِلَاقِ دَعْر اور عِلَاق (عین کے فتح کے ساتھ) کے ایک معنی ہیں: دبانا یعنی تم کیوں اپنے بچوں کے تالو کو دباتی ہو، جس کی وجہ سے بچوں کو بڑی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے۔ باب کے آخر میں یونس کی تعلیق کو امام مسلم اور ابوداؤد نے موصولاً نقل کیا ہے (۱۹۶)

(۱۹۵) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۹ (باب السعوط) فتح الباری: ۱۰/۱۸۳، إرشاد الساری: ۱۲/۲۲۲

(۱۹۶) عمدة القاری: ۲۱/۲۵۱، إرشاد الساری: ۱۲/۲۳۹، فتح الباری: ۱۰/۲۰۶

۲۳ - باب : دَوَاءِ الْمَبْطُونِ .

۵۳۸۶ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ : حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ : حَدَّثَنَا شُعْبَةُ ، عَنْ قَتَادَةَ ، عَنْ أَبِي الْمُتَوَكِّلِ . عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ : جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ : إِنَّ أَخِي اسْتَطْلَقَ بَطْنَهُ . فَقَالَ : (اسْتَقِهِ عَسَلًا) . فَسَقَاهُ فَقَالَ : إِنِّي سَقَيْتُهُ فَلَمْ يَزِدْهُ إِلَّا اسْتِطْلَاقًا . فَقَالَ : (صَدَقَ اللَّهُ بِكَ كَذِبَ بَطْنٍ أَخِيكَ) . تَابِعَهُ النَّضْرُ . عَنْ شُعْبَةَ . [ر : ۵۳۶۰]

مبطن اس شخص کو کہتے ہیں جو پیٹ کی تکلیف میں مبتلا ہو۔

صدق اللہ و کذب بطن أخیک

”کذب“ یہاں فساد اور خطا کے معنی میں استعمال ہوا ہے، عربی میں لفظ کذب اس معنی میں استعمال ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سچ فرمایا ہے کہ شہد میں شفا ہے، البتہ آپ کے بھائی کا پیٹ خراب ہے کیونکہ اس میں فاسد مادہ بہت زیادہ جمع ہو گیا ہے، جب تک وہ سارا نہیں نکلے گا، تندرست نہیں ہوگا (۱۹۷)

تابعه النضر عن شعبة

یعنی محمد بن جعفر کی متابعت نضر بن شمیل نے کی ہے، یہ متابعت اسحاق بن راہویہ نے موصولاً

نقل کی ہے (۱۹۸)

۲۴ - باب : لَا صَفْرَ ، وَهُوَ دَاءٌ يَأْخُذُ الْبَطْنَ .

۵۳۸۷ : حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ : حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ . عَنْ صَالِحٍ . عَنْ أَبِي شَهَابٍ قَالَ : أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَغَيْرُهُ : أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ قَالَ : (لَا عَدْوَى وَلَا صَفْرَ وَلَا هَامَةَ) . فَقَالَ أَعْرَابِيٌّ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، فَمَا بَالُ إِبِلِي ، تَكُونُ فِي الرَّقْلِ كَأَنَّهَا الظَّبَاءُ . فَيَأْتِي الْبَعِيرُ الْأَجْرَبُ فَيَدْخُلُ بَيْنَهَا فَيَجْرِبُهَا ؟ فَقَالَ : (فَمَنْ أَعْدَى الْأَوَّلِ) . رَوَاهُ الزُّهْرِيُّ . عَنْ أَبِي سَلَمَةَ . وَسَيَانُ بْنُ أَبِي سِنَانٍ . [ر : ۵۳۸۰]

(۱۹۷) عمدة القاری: ۲۱/۲۳۳، إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۰، فتح الباری: ۱۰/۲۰۹

(۱۹۸) عمدة القاری: ۲۱/۲۵۱، إرشاد الساری: ۱۲/۳۳۰، فتح الباری: ۱۰/۲۰۸

صفر کے متعلق مختلف اقوال کی تفصیل ماقبل میں گذر چکی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ یہ ایک بیماری ہے جو پیٹ کو لاحق ہوتی ہے، پہلے بتایا جا چکا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا خیال تھا کہ پیٹ کے اندر سانپ یا کیڑے ہوتے ہیں جو بھوک کے وقت انسان کو پیٹ میں کانتے ہیں، اس کو صفر کہتے ہیں، امام بخاری نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

وهذا آخر ما أردنا إيرادہ من شرح أحاديث كتاب النفقات والأطعمة والعقيقة والذبائح والصيد والأضاحي والأشربة والمرضى والطب من صحيح البخاري رحمه الله تعالى للشيخ المحدث الجليل سليم الله خان حفظه الله ورعاه وتمعنا الله بطول حياته وقد وقع الفراغ من تسويده، وإعادة النظر فيه، ثم تصحيح ملازم الطبع بيوم الجمعة ۸ من شوال ۱۴۲۳ھ الموافق ۱۳ دسمبر ۲۰۰۲ م والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات وصلى الله عليه النبي الأمي وآله وصحبه وتابعيهم وسلم عليه وعليهم مادامت الأرض والسموت، رتبہ وراجع نصوصه وعلق عليه ابن الحسن العباسي عضو قسم التحقيق والتصنيف والأستاذ بالجامعة الفاروقية، وفقه الله تعالى لإتمام باقى الكتب كما يحبه ويرضاه وهو على كل شىء قدير، ولا حول ولا قوة إلا بالله العلي العظيم، ويليه إن شاء الله شرح باب ذات الجنب من كتاب الطب۔

مصادر و مراجع كشف الباری

كتاب النفقات، كتاب الأطعمة، كتاب العقیقة، كتاب الذبائح والصيد،
كتاب الأضاحی، كتاب الأشربة، كتاب المرضی، كتاب الطب

۱. القرآن الکریم.

۲. الأبواب والتراجم للبخاری. حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب، رحمہ اللہ، المتوفی ۱۴۰۲ھ - ۱۹۸۲م. ایچ ایم سعید کمپنی.

۳. أمانی الأحبار شرح معانی الآثار. حضرت مولانا یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ ادارۃ تالیفات اشرفیہ، لاہور

۴. أسماء الدارقطنی. حافظ أبو الحسن علی بن عمر دارقطنی متوفی ۱۳۸۵ھ

۵. آپ کے مسائل اور ان کا حل، حضرت مولانا یوسف لدھیانوی، متوفی ۱۴۲۰ھ مکتبہ بینات کراچی۔

۶. الإنصاف فی معرفة الراجع من الخلاف. علاؤ الدین علی بن سلیمان مرداوی،

دار احیاء التراث العربی.

۷. أحكام القرآن. علامہ أبو بکر أحمد بن علی جصاص، دار الکتب العربیة، بیروت.

۸. أحكام القرآن. حضرت مولانا ظفر أحمد عثمانی، إدارة القرآن کراچی.

۹. إمداد الفتاوی. حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، متوفی ۱۳۶۲ھ، مکتبہ

دارالعلوم کراچی.

۱۰. أحكام الذبائح، حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، مکتبہ

دارالعلوم کراچی.

۱۱. إغاثة اللہفان. أبو عبد اللہ محمد بن أبی بکر: ابن قیم الجوزیة المتوفی ۷۵۱ھ.

۱۲. الإكمال. الامیر الحافظ ابن ماکولاً المتوفی ۴۷۵ھ محمد أمين دبح، بیروت

لبنان.

١٣. الإقناع في حل ألفاظ أبي شجاع، الشيخ محمد الخطيب الشربيني، المتوفى

١٢١٨ هـ المطبعة الخيرية، مصر.

١٤. إمداد الباري، حضرت مولانا عبدالجبار أعظمي، مكتبه حرم، مراد آباد.

١٥. الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان. إمام أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله

تعالى، المتوفى ٣٥٤ هـ، مؤسسة الرسالة بيروت.

١٦. إحياء علوم الدين مع إتحاف السادة المتقين. إمام محمد بن محمد الغزالي، رحمه

الله، المتوفى ٥٠٥ هـ، دار إحياء التراث العربي.

١٧. الأدب المفرد مع شرح فضل الله الصمد. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن

إسماعيل البخاري، المتوفى ٢٥٦ هـ مكتبة الإيمان المدينة المنورة.

١٨. إرشاد الساري شرح صحيح البخاري. أبو العباس شهاب الدين أحمد بن محمد

القسطلاني، رحمه الله، المتوفى ٩٢٣ هـ المطبعة الكبرى الأميرية مصر، طبع سادس ٥١٣٠٤.

١٩. الاستيعاب في أسماء الأصحاب بهامش الإصابة. أبو عمر يوسف بن عبدالله بن

محمد بن عبدالبر، رحمه الله، المتوفى ٤٦٣ هـ دار الفكر بيروت.

٢٠. أسد الغابة عزالدين ابوالحسن علي بن محمد الجزري المعروف بابن الأثير،

المتوفى ٦٣٠ هـ، دارالكتب العلمية بيروت.

٢١. الإصابة في تمييز الصحابة. شهاب الدين أبو الفضل أحمد بن علي العسقلاني

المعروف بابن حجر، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢ هـ، دار الفكر بيروت.

٢٢. أنوار الباري. مولانا سيد أحمد رضا بجنوري، رحمه الله تعالى. مدينه پريس

بجنور.

٢٣. أوجز المسالك إلى مؤطا مالك. شيخ الحديث حضرت مولانا محمد زكريا

صاحب كاندهلوي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٤٠٢ هـ، إدارة تاليفات أشرفيه ملتان.

٢٤. البحر الرائق. علامه زين العابدين بن إبراهيم بن نجيم، رحمه الله، المتوفى

٩٦٩ هـ يا ٩٧٠ هـ مكتبه رشديه كوئته.

٢٥. بذائع الصنائع في ترتيب الشرائع. ملك العلماء علاء الدين أبوبكر بن مسعود الكاساني، رحمه الله، المتوفى ٥٨٧ هـ ايچ ايم سعيد كمينى كراچى.

٢٦. بذل المجتهد في حل أبي داود. علامه خليل أحمد سهارن پوري، رحمه الله عليه، المتوفى ١٣٤٦ هـ مطبعة ندوة العلماء لكهنؤ ١٣٩٣ هـ. ١٩٧٣ م.

٢٧. بهشتى زيور. حضرت مولانا أشرف على تهانوى ١٣٦١ هـ، مكتبه رحمانيه لاهور.

٢٨. بداية المجتهد. علامه قاضى أبو الوليد محمد بن أحمد بن رشد قرطبي متوفى ٥٩٥ هـ مصر طبع خاص

٢٩. البناية شرح الهداية. بدرالدين عيني محمود ابن أحمد المتوفى ٨٥٥ هـ مكتبه رشديه، كوئته.

٣٠. البدر الساري إلى فيض الباري. مولانا بدر عالم ميرلهي، متوفى ١٣٨٥ هـ بكڊپو، دهلي مطبوعه: ١٩٨٠ء

٣١. تحفة الأحوذى. الشيخ عبدالرحمن المبار كفورى، المتوفى ١٣٥٢ هـ نشر السنة ملتان

٣٢. تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث الشنيعة الموضوعه. أبو الحسن على بن محمد ابن عراق كنانى، دارالكتب، بيروت.

٣٣. تجريد الصحابة. حافظ شمس الدين أبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبى متوفى ٧٤٨ هـ

٣٤. تذهيب التهذيب. حافظ شمس الدين الذهبى المتوفى ٧٤٨ هـ بيروت لبنان.

٣٥. التعليق المغنى على سنن دارقطنى. شمس الحق عظيم آبادى، دارالنشر الكتب الاسلاميه، لاهور.

٣٦. تحفة الودود فى أحكام المولود. علامه ابن القيم الجوزيه، متوفى ٧٥١ هـ

٣٧. التعليق الممجد على مؤطاً الإمام محمد. مولانا عبدالحى لكهنوى متوفى

١٣٠٤هـ، نور محمد كراچى

٣٨. تقرير ترمى. حكيم الامت حضرت مولانا اشرف على تھانوى متوفى ١٣٦٢ھ إدارة تالیفات

اشرفیه ملتان۔

٣٩. تذكرة الرشيد. مولانا عاشق الهى ميرتهى متوفى ١٣٦٠ھ إدارة اسلاميات

لاهور.

٤٠. تاريخ طبرى. أبو جعفر محمد بن جرير الطبرى، متوفى ٣١٠ھ مؤسسة الرسالة

بيروت.

٤١. تعليقات ابن ماجه للشيخ محمد فؤاد عبدالباقى، دارالكتاب اللبنانى، بيروت.

٤٢. التاج والإكليل على حاشية المواهب الجليل للإمام المواق المالكى، دارالفكرت،

بيروت

٤٣. تنوير الأبصار للشيخ شمس الدين محمد بن عبدالله بن أحمد الغزى الحنفى،

المتوفى ١٠٠٤ھ مكتبه رشيديه كوئته.

٤٤. تاج العروس من جواهر القاموس. أبو الفيض سيد محمد بن محمد المعروف

بالمترضى الزبيدي، رحمه الله تعالى، المتوفى ١٢٠٥ھ دارمكتبة الحياة، بيروت.

٤٥. تاريخ الخميس في أحوال أنفيس نفيس، الشيخ حسين بن محمد بن الحسن

الديار بكرى المالكى، رحمه الله تعالى، المتوفى ٥٩٦٦ھ، مؤسسة شعبان، بيروت.

٤٦. التاريخ الصغير. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن اسمعيل البخارى، رحمه الله،

المتوفى ٢٥٦ھ المكتبة الأثرية، شيخوپورہ.

٤٧. تاريخ عثمان بن سعيد الدارمى. المتوفى ٢٨٠ھ عن أبى زكريا يحيى بن معين،

المتوفى ٢٣٣ھ، دارالمأمون للتراث، ١٤٠٠.

٤٨. التاريخ الكبير. أمير المؤمنين في الحديث محمد بن إسمعيل البخارى، رحمه الله،

المتوفى ٢٥٦ھ دارالكتب العلمية بيروت.

٤٩. تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف. أبو الحجاج جمال الدين يوسف بن عبدالرحمن المزني، رحمه الله تعالى، المتوفى ٧٤٢ هـ المكتب الإسلامي، بيروت، طبع دوم ١٤٠٣ هـ مطابق ١٩٨٣ م.
٥٠. تدريب الراوي بشرح تقريب النواوي. حافظ جلال الدين عبدالرحمن سيوطي رحمه الله، المتوفى ٩١١ هـ المكتبة العلمية مدينه منوره.
٥١. تذكرة الحفاظ. حافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان ذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨ هـ دائرة المعارف العثمانية، الهند.
٥٢. الترغيب والترهيب، إمام عبدالعظيم بن عبدالقوي المنذري، رحمه الله تعالى، المتوفى ٦٥٦ هـ، دار إحياء التراث العربي، بيروت، الطبعة الثالثة، ١٣٨٨ هـ ١٩٦٨ م.
٥٣. تعليقات على تهذيب الكمال، دكتور بشار عواد معروف، حفظه الله تعالى. مؤسسة الرسالة طبع أول ١٤١٣ هـ.
٥٤. تعليقات على لامع الدراري. شيخ الحديث مولانا محمد زكريا صاحب، رحمه الله، المتوفى ١٤٠٢ هـ مطابق ١٩٨٢ م، مكتبه إمداديه مكة المكرمة.
٥٥. تعليقات نورالدين عتر على علوم الحديث لابن الصلاح. تصوير ١٤٠٦ هـ ١٩٨٦ م، دار الفكر بدمشق.
٥٦. تغليق التعليق. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر، رحمه الله تعالى، المتوفى ٨٥٢ هـ. المكتب الإسلامي ودار عمار.
٥٧. تفسير الطبري (جامع البيان) إمام محمد بن جرير الطبري، رحمه الله، المتوفى ٣١٠ هـ دار المعرفة، بيروت.
٥٨. تفسير القرآن العظيم. حافظ أبو الفداء عماد الدين إسماعيل بن عمر بن كثير دمشقي، رحمه الله، المتوفى ٧٧٤ هـ دار الفكر بيروت.
٥٩. التفسير الكبير. الإمام أبو عبدالله فخرالدين محمد بن عمر بن الحسين الرازي، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦ هـ مكتب الإعلام الإسلامي إيران.

۶۰. تقریب التهذیب. حافظ ابن حجر العسقلانی، رحمه الله، المتوفى ۸۵۲ھ دارالرشید حلب ۵۱۴۰۶.
۶۱. تکملة فتح الملهم. حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب، مدظلهم. مکتبه دارالعلوم کراچی.
۶۲. التلخیص الحبیر فی تخریج أحادیث الرافعی الکبیر. حافظ ابن حجر العسقلانی، رحمه الله، المتوفى ۸۵۲ھ دارنشر الکتب الإسلامیة لاهور.
۶۳. تلخیص المستدرک (المطبوع بذیل المستدرک) حافظ شمس الدین محمد بن أحمد بن عثمان ذہبی، رحمه الله، المتوفى ۷۴۸ھ دارالفکر بیروت.
۶۴. تهذیب الأسماء واللغات. إمام محي الدين أبوزكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى ۶۷۶ھ إدارة الطباعة المنيرية.
۶۵. تهذیب التهذیب. حافظ ابن حجر العسقلانی، رحمه الله، المتوفى ۸۵۲ھ دائرة المعارف النظامية، حيدرآباد الدکن ۵۱۳۲۵.
۶۶. تهذیب الکمال. حافظ جمال الدین أبوالحجاج يوسف بن عبدالرحمن المزني، رحمه الله، المتوفى ۷۴۲ھ مؤسسة الرسالة، طبع أول ۵۱۴۱۳.
۶۷. تيسير مصطلح الحديث. دكتور محمود الطحان حفظه الله، قديمي كتب خانة کراچی.
۶۸. الثقات لابن حبان. حافظ أبو حاتم محمد بن حبان بُستي، رحمه الله، المتوفى ۳۵۴ھ. دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ۵۱۳۹۳.
۶۹. جامع الترمذي (سنن الترمذي) إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سوره الترمذي، رحمه الله، المتوفى ۲۷۹ھ ايچ ايم سعيد کمپنی / داراحياء التراث العربي.
۷۰. الجامع لأحكام القرآن (تفسير القرطبي). إمام أبو عبدالله محمد بن أحمد الأنصاري، رحمه الله، المتوفى ۶۷۱ھ دارالفکر بیروت.
۷۱. جامع المسانيد. إمام أبو المؤيد محمد بن محمود الخوارزمي، رحمه الله، المتوفى

- ٦٦٥ هـ، المكتبة الإسلامية، سمندري، لائل پور .
٧٢. جامع الدروس العربية. الشيخ المصطفى الغلاني، انتشارات ناصر خسرو ايران.
٧٣. الجرح والتعديل. عبدالرحمن بن أبي حاتم الرازي، دائرة المعارف عثمانيه
حيدرآباد دکن.
٧٤. الجمع بين رجال الصحيحين، أبو الفضل محمد بن طاهر المقدسي المعروف بابن
القيسراني، المتوفى ٥٠٧ هـ. دارالكتب العلمية، بيروت.
٧٥. الجوهرة النيرة. الشيخ العلامة أبوبكر بن علي بن محمد الحداد اليمني المتوفى
٨٠٠ هـ، مكتبه حقانيه ملتان.
٧٦. جمهرة اللغة. أبوبكر محمد بن الحسن بن دريد، المتوفى ٣٢١ هـ دارصادر،
بيروت.
٧٧. الجوهر النقي في الرد على الإمام البيهقي. علامه علاؤ الدين بن علي بن عثمان
المارديني، نشر السنة، ملتان.
٧٨. جامع الأصول. مبارك بن أحمد ابن أثير الجزري متوفى ٦٠٦ هـ دارالفكر بيروت.
٧٩. جواهر الفتاوى. عبدالسلام چانگامی، إسلامی کتب خانہ کراچی.
٨٠. حاشية لقط الدرر. عبدالله بن حسين خاطر السمين، مكتبة، مصطفى البابي، مصر.
٨١. حاشية الدسوقي على الشرح الكبير للدردير، دارالفكر، بيروت.
٨٢. حاشية الصاوي على الشرح الصغير للدردير، أحمد بن محمد الصاوي المالكي.
٨٣. حياة الحيوان. العلامة كمال الدين الدميري، المتوفى ٨٠٨ هـ، اداره اسلاميات
لاهور.
٨٤. حاشية البخاري، أحمد علي سهارنپوري متوفى ١٢٩٧ هـ قديمي کتب خانہ
کراچی.
٨٥. حاشية الطحطاوي على الدرالمختار للعلامة السيد أحمد الطحطاوي، متوفى
١٢٣١ هـ، دارالمعرفة، بيروت.

٨٦. حلية العلماء في معرفة مذاهب الفقهاء. الشيخ سيف الدين أبو بكر محمد بن أحمد القفال، المتوفى ٥٠٧ هـ مؤسسة الرسالة، بيروت.
٨٧. حاشية السندي على البخاري. إمام أبو الحسن نورالدين محمد بن عبدالهادي السندي، رحمه الله، المتوفى ١١٣٨ هـ قديمى كتب خانه كراچى.
٨٨. حجة الله البالغة. حضرت مولانا شاه ولي الله الدهلوي، رحمه الله، المتوفى ١١٧٦ هـ إدارة الطباعة المنيرية مصر ١٣٥٢ هـ.
٨٩. حلية الأولياء. حافظ أبو نعيم أحمد بن عبدالله بن أحمد أصبهاني، رحمه الله، المتوفى ٤٣٠ هـ دار الفكر بيروت.
٩٠. خصائل نبوي شرح شمائل ترمذي. حضرت مولانا زكريا رحمه الله، مكتبه الشيخ بهادر آباد، كراچى.
٩١. خلاصة الخزرجي (خلاصة تذهيب تهذيب الكمال) علامه صفى الدين الخزرجي، رحمه الله، مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب.
٩٢. دائرة المعارف (قاموس عام لكل فن ومطلب) بطرس المعلم البستاني، دار المعرفة، بيروت.
٩٣. الدرالمختار. علامه علاء الدين محمد بن علي بن محمد الحصكفي، رحمه الله، المتوفى ١٠٨٨ هـ مكتبه رشيديه كوئته.
٩٤. الدر المنثور في التفسير بالمأثور. حافظ جلال الدين عبدالرحمن السيوطي، رحمه الله، المتوفى ٩١١ هـ مؤسسة الرسالة.
٩٥. الذخيرة. شهاب الدين أحمد بن إدريس الصنهاجى، وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية، كويت.
٩٦. ردالمحتار. علامه محمد أمين بن عمر بن عبدالعزيز عابدين شامي، رحمه الله، المتوفى ١٢٥٢ هـ مكتبه رشيديه كوئته.
٩٧. روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني. أبو الفضل شهاب الدين

- سيد محمود آلوسي، بغدادي، رحمه الله، المتوفى ١٢٧٠ هـ مكتبه إمداديه ملتان.
٩٨. الرسالة. للامام محمد بن إدريس الشافعي المتوفى: ٢٠٤ مكتبة دار التراث.
٩٩. روائع البيان في تفسير آيات الأحكام للشيخ محمد علي الصابوني، مكتبة الغزالي، دمشق.
١٠٠. زاد المعاد في هدي خير العباد. أبو عبد الله محمد بن أبي بكر: ابن قيم الجوزية. تحقيق: شعيب الأرنؤوط، عبدالقادر الأرنؤوط. مؤسسة الرسالة، بيروت.
١٠١. السراج المنير شرح الجامع الصغير في أحاديث البشير النذير. علي بن أحمد ابن محمد ابن إبراهيم العزيمي، المتوفى ١٠٧٠ هـ مكتبة الإيمان، المدينة المنورة.
١٠٢. سنن ابن ماجه. إمام أبو عبدالله محمد بن يزيد بن ماجه، رحمه الله، المتوفى ٢٧٣ هـ قديمي كتب خانه كراچي / دار الكتاب المصري قاهرة.
١٠٣. سنن أبي داود. إمام أبو داود سليمان الأشعث السجستاني، رحمه الله، المتوفى ٢٧٥ هـ ايچ ايم سعيد كمپني كراچي / دار إحياء السنة النبوية.
١٠٤. سنن الدارقطني. حافظ أبو الحسن علي بن عمر الدارقطني، رحمه الله، المتوفى ٣٨٥ هـ دار نشر الكتب الإسلامية لاهور.
١٠٥. سنن الدارمي، إمام أبو محمد عبدالله بن عبدالرحمن الدارمي، رحمه الله، المتوفى ٢٥٥ هـ قديمي كتب خانه كراچي.
١٠٦. السنن الكبرى للبيهقي. إمام حافظ أبو بكر أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله، المتوفى ٤٥٨ هـ نشر السنة ملتان.
١٠٧. السنن الصغرى للنسائي. إمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣ هـ قديمي كتب خانه كراچي.
١٠٨. السنن الكبرى للنسائي. إمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائي، رحمه الله، المتوفى ٣٠٣ هـ نشر السنة ملتان.
١٠٩. سير أعلام النبلاء. حافظ أبو عبدالله شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان

- الذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨ هـ مؤسسة الرسالة.
١١٠. السيرة الحلبية. (إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون) علامه علي بن برهان الدين الحلبي، رحمه الله، المتوفى ١٠٤٤ هـ المكتبة الإسلامية بيروت.
١١١. شذرات الذهب في أخبار من ذهب. علامه عبدالحى بن أحمد بن محمد بن العماد العكري الحنبلي متوفى ١٠٨٩ هـ، دار الآفاق الجديدة، بيروت.
١١٢. شرح نخبة الفكر. ابن حجر عسقلاني، قديمى كتب خانه كراچى.
١١٣. شرح ابن بطلال. إمام أبو الحسن علي بن خلف بن عبد الملك، المعروف بابن بطلال، رحمه الله تعالى، المتوفى ٤٤٩ هـ، مكتبة الرشد، الرياض، الطبعة الأولى ١٤٢٠ هـ ٢٠٠٠ م.
١١٤. شرح الأبي علي مسلم (إكمال إكمال المعلم) أبو عبد الله محمد بن خلفه الأبي المالكي، رحمه الله، المتوفى ٨٢٧ هـ، دار الكتب العلمية، بيروت.
١١٥. شرح الكرماني (الكواكب الدراري) علامه شمس الدين محمد بن يوسف الكرماني، رحمه الله، المتوفى ٧٨٦ هـ دار إحياء التراث العربي.
١١٦. شرح مشكل الآثار. إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى ٣٢١ هـ مؤسسة الرسالة ١٤١٥ هـ ١٩٩٤ م.
١١٧. شرح معاني الآثار. إمام أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الطحاوي، رحمه الله، المتوفى ٣٢١ هـ مير محمد آرام باغ كراچى.
١١٨. شرح النووي على صحيح مسلم. إمام أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمه الله، المتوفى ٦٧٦ هـ قديمى كتب خانه كراچى.
١١٩. شعب الإيمان. إمام حافظ أحمد بن الحسين بن علي البيهقي، رحمه الله تعالى، المتوفى ٤٥٨ هـ دار الكتب العلمية بيروت ١٤١٠ هـ
١٢٠. الشمانل المحمدية للترمذي. إمام أبو عيسى محمد بن عيسى بن سورة الترمذي رحمه الله تعالى، المتوفى ٢٧٩ هـ فاروقى كتب خانه، ملتان.
١٢١. الصحيح للبخاري. إمام أبو عبد الله محمد بن إسماعيل البخاري، رحمه الله تعالى،

المتوفى ۲۵۶ھ قديمى كتب خانه كراچى.

۱۲۲. الصحيح لمسلم. إمام مسلم بن الحجاج القشيري النيسابوري، رحمه الله

تعالى، المتوفى ۲۶۱ھ قديمى كتب خانه كراچى.

۱۲۳. طب نبوى علامه ابن قيم (اردو ترجمه، حكيم عزيز الرحمن اعظمى) دارالاشاعت

كراچى.

۱۲۴. الطب النبوى والعلم الحديث. محمد ناظم، مؤسسة الرسالة، بيروت

۱۲۵. طبقات الشافعية الكبرى. علامه تاج الدين أبونصر عبدالوهاب بن تقي الدين

سبكي، رحمه الله، المتوفى ۷۷۱ھ دارالمعرفة بيروت.

۱۲۶. الطبقات الكبرى. إمام أبو عبدالله محمد بن سعد، رحمه الله تعالى، المتوفى

۲۳۰ھ. دارصادر بيروت.

۱۲۷. ظفر الأمانى. علامه عبدالحى لكهنوى رحمه الله تعالى، المتوفى ۱۳۰۴ھ

مكتب المطبوعات الإسلامية بحلب الطبعة الثالثة ۱۶ ۱۴ھ

۱۲۸. العلل، على بن عبدالله المديني، المكتب الإسلامى.

۱۲۹. العناية. علامه أكمل الدين محمد بن محمود البابر تى متوفى ۷۸۶ھ مكتبه

رشيديه كوئته

۱۳۰. العقد الفريد. أحمد بن محمد بن عبدربه الأندلسى، المتوفى ۳۲۸ھ، دارالباز،

مكة المكرمة.

۱۳۱. علاج معالجه كى شرعى حيشيت۔ مفتى انعام الحق قاسمى، زمزم پبلشرز كراچى۔

۱۳۲. عون المعبود شرح سنن ابى داود. شمس الحق عظيم آبادى، دارالفكر، بيروت.

۱۳۳. علوم الحديث. (مقدمة ابن الصلاح) حافظ تقي الدين عثمان بن عبدالرحمن

المعروف بابن صلاح الشهرزورى، رحمه الله، المتوفى ۶۴۳ھ دارالكتب العلمية بيروت.

۱۳۴. عمدة القاري. إمام بدرالدين أبو محمد محمود بن أحمد العيني، رحمه الله،

المتوفى ۸۵۵ھ إدارة الطباعة المنيرية.

١٣٥. فقه اللغة، علامة عبدالملك بن محمد بن إسماعيل أبو منصور الثعالبي، مطبع مصطفى البابي الحلبي، مصر.
١٣٦. الفردوس. أبو شجاع شيرويه ابن شهر دار الديلمي متوفى ٥٠٩ هـ دار الكتب العلمية، بيروت.
١٣٧. فتاوى رحيميه. حضرت مولانا مفتي عبدالرحيم صاحب مدظله، دار الاشاعت كراچي.
١٣٨. فتاوى محموديه. حضرت مولانا مفتي محمود الحسن صاحب رحمه الله مظهرى كتب خانه، كراچي.
١٣٩. فضل الله الصمد فى توضيح الأدب المفرد، فضل الله جيلاني، صدف پبلشرز كراچي.
١٤٠. الفقه الإسلامى وأدلته. علامه وهبه زحيلي، مكتبه حقانيه پشاور.
١٤١. فتاوى عالمگيريه. جماعة من العلماء، نوراني كتب خانه پشاور.
١٤٢. الفائق. علامه جار الله أبو القاسم محمود بن عمر الزمخشري، المتوفى ٥٣٨ هـ دار المعرفة بيروت.
١٤٣. فتح الباري. حافظ أحمد بن علي المعروف بابن حجر العسقلاني، رحمه الله، المتوفى ٨٥٢ هـ دار الفكر بيروت.
١٤٤. فتح القدير. إمام كمال الدين محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الهمام، رحمه الله، المتوفى ٨٦١ هـ، مكتبه رشيديه، كوئته.
١٤٥. فيض الباري. إمام العصر علامه أنور شاه الكشميري، رحمه الله، المتوفى ١٣٥٢ هـ رباني بکڈپو دهلي.
١٤٦. القاموس الوحيد. مولانا وحيد الزمان قاسمى رحمه الله، ادارة اسلاميات لاهور.
١٤٧. القاموس الجديد. مولانا وحيد الزمان قاسمى رحمه الله، ادارة اسلاميات لاهور.
١٤٨. مختصر القدوري. أبو الحسن بن أحمد بن محمد بن جعفر البغدادي، المتوفى

٤٢٨ هـ سعيد ایچ ایم کمپنی کراچی.

١٤٩. القانون فی الطب للشیخ رئیس أبی علی حسین بن عبد اللہ المعروف بابر سینا

المتوفی ٤٢٨ هـ.

١٥٠. الکامل فی التاریخ، علامه أبو الحسن عزالدین علی بن محمد ابن الأثیر الجوزی،

المتوفی ٦٣٠ هـ دارالکتاب العربی، بیروت.

١٥١. کفایت المفتی. حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دارالاشاعت، کراچی.

١٥٢. کتاب الأم. الإمام محمد بن إدیس الشافعی، المتوفی ٢٠٤ هـ، دارالمعرفه

بیروت.

١٥٣. کتاب الموضوعات. رضی الدین حسن بن محمد بن حیدر اللاهوری المتوفی

(٦٥٠ هـ) المطبعة الإعلامية، مصر.

١٥٤. کتاب الآثار. امام اعظم أبو حنیفه، إدارة القرآن کراچی.

١٥٥. کتاب الحیون. أبو عثمان عمرو بن بحر، الجاحظ، المتوفی ٢٥٥ هـ المجمع

العلی العربی الإسلامی، بیروت، لبنان.

١٥٦. اللآلی المصنوعة فی الأحادیث الموضوعة، علامه جلال الدین سیوطی المتوفی

(٩١١ هـ)

١٥٧. الکاشف. شمس الدین أبو عبدالله محمد بن أحمد بن عثمان الذهبی، رحمه

الله، المتوفی ٧٤٨ هـ شركة دارالقبلة/مؤسسة علوم القرآن، طبع أول ١٩٩٢ م/١٤١٣ هـ

١٥٨. الکاشف عن حقائق السنن. (شرح الطیبی) إمام شرف الدین حسین بن محمد بن

عبدالله الطیبی، رحمه الله، المتوفی ٨٤٣ هـ إدارة القرآن کراچی.

١٥٩. الکامل فی ضعفاء الرجال. إمام حافظ أبو أحمد عبدالله بن عدي الجرجانی،

رحمه الله، المتوفی ٣٦٥ هـ دارالفکر بیروت.

١٦٠. کتاب الضعفاء والمتروکین للنسائی (المطبوع مع التاریخ الصغیر والضعفاء

الصغیر للبخاری). إمام أبو عبدالرحمن أحمد بن شعيب النسائی رحمه الله تعالى، المتوفی

- ٣٠٣ هـ، المكتبة الأثرية، سانگله هل، شیخوپورہ.
١٦١. كشف الباری (كتاب الإيمان وكتاب المغازی) شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ، مکتبہ فاروقیہ، کراچی.
١٦٢. الكوكب الدرّي. حضرت مولانا رشید أحمد گنگوہی، قدس اللہ سرہ المتوفی ١٣٢٣ هـ، إدارة القرآن کراتشي.
١٦٣. لامع الدراري. حضرت مولانا رشید أحمد گنگوہی، رحمہ اللہ، المتوفی ١٣٢٣ هـ مکتبہ إمدادیہ مکہ مکرمہ.
١٦٤. لسان العرب. علامہ أبو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور الإفريقي المصري، رحمہ اللہ، المتوفی ٧١١ هـ نشر أدب الجوزہ، قم ایران ١٤٠٥ هـ.
١٦٥. المؤطا. إمام مالک بن أنس، رحمہ اللہ، المتوفی ١٧٩ هـ دار إحياء التراث العربي.
١٦٦. المؤطا. إمام محمد بن الحسن الشيباني، رحمہ اللہ، المتوفی ١٨٣ هـ نور محمد أصح المطابع، آرام باغ کراچی.
١٦٧. المبسوط. شمس الأومة أبوبکر محمد بن أبي سهل السرخسي، رحمہ اللہ تعالیٰ، المتوفی ٤٨٣ هـ دار المعرفة بیروت ١٣٩٨ هـ ١٩٧٨ م.
١٦٨. المتواري علی تراجم أبواب البخاري. علامہ ناصر الدین أحمد بن محمد المعروف بابن المنير الإسکندراني، رحمہ اللہ، المتوفی ٦٨٣ هـ مظهری کتب خانہ کراچی.
١٦٩. مجمع بحار الأنوار. علامہ محمد طاهر پٹني، رحمہ اللہ، المتوفی ٩٨٢ هـ دائرة المعارف العثمانية حيدرآباد ١٣٩٥ هـ.
١٧٠. مجمع الزوائد. إمام نورالدين علي بن أبي بكر الهيثمي، رحمہ اللہ، المتوفی ٨٠٧ هـ دار الفكر بيروت.
١٧١. المجموع (شرح المهدب). إمام محي الدين أبو زكريا يحيى بن شرف النووي، رحمہ اللہ، المتوفی ٦٧٦ هـ شركة من علماء الأزهر.

١٧٢. مظاهر حق (جديد). نواب محمد قطب الدين خان دهلوی، دارالاشاعت كراچی.
١٧٣. موارد الظمان. نورالدين على بن ابى بكر الهيثمى، دارالكتب العلميه، بيروت.
١٧٤. مقدمه ابن خلدون. أبوزيد ولي الدين محمد بن خلدون، المتوفى ٨٠٨هـ مطبوعه، مصر.
١٧٥. مقدمه لامع الدراري. حضرت مولانا زكريا رحمه الله (١٤٠٢هـ) مكتبه إمداديه، مكة مكرمه.
١٧٦. معجم البلدان. علامه أبو عبد الله ياقوت حموي، متوفى (٦٢٦هـ) دار إحياء التراث، بيروت.
١٧٧. مجموعة الفتاوى. حضرت مولانا عبدالحى لكهنوى رحمه الله المتوفى ١٣٠٤هـ ايج ايم سعيد كمپنى.
١٧٨. المدونة الكبرى للإمام مالك بن أنس، دار صادر، بيروت.
١٧٩. المخصص في اللغة، أبو الحسن علي بن إسماعيل: ابن سيدة اللغوي، المتوفى ٤٥٨هـ دار الآفاق الجديدة، بيروت.
١٨٠. معارف القرآن. حضرت مولانا مفتى محمد شفيع صاحب، متوفى ١٩٧٦هـ ادارة المعارف كراچی.
١٨١. معارف القرآن. حضرت مولانا ادريس كاندهلوى رحمه الله.
١٨٢. مجمع مقاييس اللغة. أبو الحسين أحمد بن فارس بن زكريا، دار الفكر، بيروت.
١٨٣. المعرفة والتاريخ. الشيخ أبو يوسف يعقوب بن سفيان الفسوي، المتوفى (٢٧٧هـ) مؤسسة الرسالة، بيروت.
١٨٤. مالابد منه. قاضى ثناء الله پانى پتى: مكتبه شركت علمية، بيرون بوهر گيٹ، ملتان.
١٨٥. المحلى. علامه أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد بن حزم، رحمه الله،

- المتوفى ٤٥٦ هـ المكتب التجاري بيروت / دارالكتب العلمية بيروت.
١٨٦. مختار الصحاح. إمام محمد بن أبي بكر بن عبدالقادر الرازي، رحمه الله.
- المتوفى ٦٦٦ هـ دارالمعارف مصر.
١٨٧. مرقاة المفاتيح. علامه نورالدين علي بن سلطان القاري، رحمه الله.
- المتوفى ١٠١٤ هـ مكتبه إمداديه ملتان.
١٨٨. المستدرک علی الصحيحین. حافظ أبو عبدالله محمد بن عبدالله الحاكم النيسابوري، رحمه الله، المتوفى ٤٠٥ هـ. دارالفكر بيروت.
١٨٩. مسند أبي داود الطيالسي. حافظ سليمان بن داود بن الجارود المعروف بأبي داود الطيالسي، رحمه الله، المتوفى ٢٠٤ هـ دارالمعرفة بيروت.
١٩٠. مسند أحمد. إمام أحمد بن حنبل، رحمه الله، المتوفى ٢٤١ هـ.
١٩١. مسند الحميدي. إمام أبو بكر عبدالله بن زبير الحميدي، رحمه الله، المتوفى ٢١٩ هـ، المكتبة السلفية مدينه منوره.
١٩٢. المصنف لابن أبي شيبة. حافظ عبدالله بن محمد بن أبي شيبة المعروف بأبي بكر بن أبي شيبة، رحمه الله، المتوفى ٢٣٥ هـ. الدار السلفية بمبئي، الهند طبع دوم ١٣٩٩ هـ ١٩٧٩ م.
١٩٣. المصنف لعبد الرزاق. إمام عبدالرزاق بن همام صنعاني، رحمه الله، المتوفى ٢١١ هـ مجلس علمي كراچی.
١٩٤. معالم السنن. إمام أبو سليمان حمد بن محمد الخطابي، رحمه الله، المتوفى ٣٨٨ هـ مطبعة أنصار السنة المحمدية ١٣٦٧ هـ ١٩٤٨ م.
١٩٥. معجم الطبراني الكبير. إمام سليمان بن أحمد بن أيوب الطبراني، رحمه الله، المتوفى ٣٦٠ هـ دار إحياء التراث العربي.
١٩٦. المعجم الوسيط. دكتور إبراهيم أنيس، دكتور عبدالحليم منتصر، عطية الصوالحي، محمد خلف الله أحمد. مجمع اللغة العربية دمشق.

١٩٧. معرفة علوم الحديث. إمام أبو عبدالله محمد بن عبدالله حاكم نيسابوري،
رحمه الله، المتوفى ٤٠٥ هـ دار الفكر بيروت.
١٩٨. المغنى. إمام موفق الدين أبو محمد عبدالله بن أحمد بن قدامه، رحمه الله،
المتوفى ٦٢٠ هـ دار الفكر بيروت.
١٩٩. مقدمة ابن الصلاح. (علوم الحديث) حافظ تقي الدين أبو عمرو عثمان بن
عبدالرحمن المعروف بابن الصلاح، رحمه الله، المتوفى ٦٣٣ هـ دار الكتب العلمية بيروت.
٢٠٠. المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، الإمام الحافظ أبو العباس أحمد بن
عمر بن إبراهيم، القرطبي، المتوفى: ٦٥٦ هـ دار ابن كثير، دمشق، بيروت.
٢٠١. الموضوعات. للإمام أبي الفرج عبدالرحمن ابن الجوزي المتوفى ٥٩٧ هـ قرآن
محل اردو بازار كراچی.
٢٠٢. ميزان الاعتدال في نقد الرجال. حافظ شمس الدين محمد بن أحمد بن عثمان
الذهبي، رحمه الله، المتوفى ٧٤٨ هـ دار إحياء الكتب العربية مصر ١٣٨٢ هـ
٢٠٣. نصب الراية. حافظ أبو محمد جمال الدين عبدالله بن يوسف زيلعي، رحمه الله،
المتوفى ٧٦٢ هـ مجلس علمي ذابهيل ١٣٧٧ هـ
٢٠٤. نظام الفتاوى. حضرت مولانا مفتي نظام الدين صاحب (انديا) مكتبه حسامية
(ديوبند).
٢٠٥. النهاية في غريب الحديث والأثر. علامه مجد الدين أبو السعادات المبارك بن
محمد ابن الأثير، رحمه الله، المتوفى ٦٠٦ هـ دار إحياء التراث العربي.
٢٠٦. هدي الساري (مقدمة فتح الباري) حافظ ابن حجر العسقلاني، رحمه الله،
المتوفى ٨٥٢ هـ دار الفكر بيروت.
٢٠٧. الهداية. علي بن أبي بكر مرغيناني. ايچ ايم سعيد، كمپنى.